بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ

حقائق و معارف کلام اللہ اور علوم قرآن کا جامع ذخیرہ

تفسیر

معارف القرآن

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی مدظلہ
شیخ الحدیث۔ جامعہ اشرفیہ۔ لاہور

جلد دہم

تفسیر از سورہ ص تا سورہ دخان

شائع کردہ

مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد واقع جامعہ اشرفیہ۔ لاہور

۲۹۷۶۱۱
۱۴ م ش
24763

مطبع :- المکہ پریس - ۵ شارع فاطمہ جناح ، لاہور
ناشر :- مکتبہ عثمانیہ - جامعہ اشرفیہ - لاہور

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

پیش لفظ

اس صدی مایۂ ناز شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

کی تمام زندگی ہی علم اور دین کی خدمت میں گزری علوم اسلامیہ میں شغف و انہماک، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف ہمیشہ سرمایۂ حیات رہا۔ دُنیائے اسلام اُن کی علمی عظمت و منقبت سے پُوری طرح واقف ہے، جس زمانے میں اپنی مشہور و معروف کتاب اَلتعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح طبع کرانے کے لیے دمشق تشریف لے گئے۔ اور وُہاں ایک سال قیام فرمایا تو شام و عراق اور مصر کے اکابر علماء نے اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا۔ اپنی تحریرات میں خصوصیت کے ساتھ اعتراف کیا کہ آپ عرب و عجم کے ایک مایہ ناز محدث و مفسر ہیں تفسیر و حدیث اور علم کلام میں آپ کی گرانقدر تصانیف اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہر فن میں آپ کا مقام نہایت بلند تھا، لیکن اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الأمۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح تفسیر قرآن کریم اور علوم کتاب اللہ کی شرح و تحقیق کا رنگ سب پر غالب تھا، اسی جذبے اور شوق میں تفسیر معارف القرآن شروع فرمائی جو اپنے موضوع پر ایک بے مثال تفسیر ہے اور تمام متقدمین کے علوم و معارف قرآن کا ایک جامع خزانہ ہے، دَورانِ تالیف ہی سلسلۂ طباعت شروع فرما دیا، اخیر حیات میں ضعف و نقاہت کی کوئی حد نہیں رہی تھی، حتیٰ کہ اُٹھنے بیٹھنے کی بھی طاقت نہ تھی، لیکن اس ضعف کے باوجود تفسیر کا سلسلۂ تالیف برابر جاری رہا، دن رات یہی فکر تھا کہ کسی طرح تفسیر مکمل کر لوں، وفات سے کچھ عرصہ قبل جب ایک مرتبہ ناچیز رمضان المبارک میں عمرہ کے لیے جا رہا تھا تو مکتوب گرامی میں والہانہ انداز میں تکمیل تفسیر کے لیے دُعا کا ذکر فرماتے ہوئے یہ الفاظ تحریر تھے

"میرا دل اَز حد پریشان ہے، سوائے تفسیر کے کسی چیز میں دل نہیں لگتا اس لیے سب سے فارغ اور یکسو ہونا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تفسیر اور شرح بخاری کو جلد مکمل فرما دے اور ان کی طباعت کا غیب سے انتظام فرما دے"

Marfat.com

لیکن ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمّٰی

اللہ کو یوں ہی منظور تھا کہ پانچویں جلد کی طباعت کے بعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس عظیم سانحۂ عاطفت کے اُٹھ جانے سے جس نے نہ صرف ہم کو بلکہ کل علماء اور طلبہ ہی کو یتیم بنا دیا، قلب و دماغ مجروح تھا اور اس گرانقدر علمی خزانہ کے دفن ہو جانے کے غم کے ساتھ تفسیر معارف القرآن کی تکمیل کا غم اور فکر بھی قلب پر پہاڑ بنا ہوا تھا۔ میں اپنی بے سروسامانی کے باعث یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ عظیم سلسلہ آئندہ جاری رکھا جا سکے گا، لیکن حق تعالےٰ کا فضل و انعام ہے کہ اس کی توفیق و تائید سے جلد ششم سے نہم تک چار جلدیں طبع کرا کر حضرات اہل علم کی خدمت میں پیش کیں۔

عجیب شانِ خداوندی ہے کہ مسودہ تفسیر سورۂ والصّافات کی آخری آیت سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ " پر پہنچ کر ختم ہو گیا۔ اور اس آیۃ کی تفسیر کے بعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار فانی سے رحلت کر کے اپنے رب سے جا ملے۔ گویا رحمت خداوندی نے اہل جنت کا " وَآخِرُ دَعْوَاھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ " والا شعبہ عطا فرما دیا۔

حدیث میں ان ہی کلماتِ تسبیح و تحمید پر ہر مجلس کے اختتام کی ہدایت فرمائی گئی۔ خدا کی شان ان کی ساری مجلسِ زندگی ہی ان کلمات کی تشریح و تفسیر پر ختم ہوئی۔ طبرانی نے زید بن ارقمؓ سے ایک روایت تخریج کی ہے۔ اس میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہہ لئے سبحان ربک رب العزۃ الخ تو اس نے بڑے بڑے پیمانوں سے ناپ کر اجر و ثواب کے عظیم ذخیرے جمع کر لئے تو حق تعالےٰ جل شانہٗ نے حضرت والد صاحبؒ کی تمام علمی خدمات کے بعد حیات مبارکہ کا اختتام ہی ان کلمات پر مقدر فرمایا۔ وذالک فضل اللّٰہِ یؤتیہ مَن یَّشاء

یہ ناچیز گنہگار علم و عمل سے تہی دامن اس عظیم المرتبہ تفسیر کی تکمیل کا یقیناً اہل تو نہ تھا اور اس کے تصور کی جرأت کبھی نہ کر سکتا تھا لیکن اپنے بزرگ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتھم کے حکم فرمانے پر سورۂ صٓ سے معارف القرآن کے تکملہ کا ارادہ کر لیا۔ حضرت شیخ الحدیث کے قلم مبارک سے بسم اللہ لکھوا کر مسودہ کی ترتیب شروع کر دی

" ریشم میں ٹاٹ کا پیوند " ایک مثال ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ ناقص پیوند اس سے بھی کم درجہ رکھتا ہے۔ بہرکیف جو بھی کچھ ہو سکا بتوفیق خداوندی " جُھد المقل " موعظہ کے طور پر انتہائی ندامت کے ساتھ یہ جلد دہم حضرات اہل علم کی خدمت میں پیش

Marfat.com

کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ میں اپنے عجز و قصور کا معترف ہوں۔ اور بلا کسی جھجک اپنے اکابر اور احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ ناچیز کے اس حصۂ تفسیر میں جو خامی اور غلطی محسوس فرمائیں۔ اس سے ناچیز کو مطلع فرمادیں۔ بڑا ہی احسان ہوگا اور حق تعالےٰ اجر عظیم عطا فرمائیگا۔

میں چاہتا تھا کہ یہ جلد سورۂ رحمٰن تک حصّہ پر مشتمل ہو۔ لیکن درس صحیح بخاری کے علاوہ دیگر تالیفی و تبلیغی مصروفیات جلسوں کی شرکت اور ملک سے باہر کے دوروں نے مہلت نہ لینے دی اور اس وجہ سے یہ جلد مختصر رہی اور تاخیر بھی ہوگئی۔ جس پر مجھے شرمندگی ہے۔ اپنے تمام بزرگوں اور احباب کی خدمت میں عاجزانہ درخواست ہے کہ دعا فرمائیں۔ اللہ رب العزّت اپنی توفیق و تائید سے تکملہ معارف القرآن کی تکمیل و اشاعت آسان فرما دے۔ آمین یا رب العالمین۔ و صلّی اللہ تعالیٰ علیٰ صفوۃ البریۃ سیّدنا و مولانا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّاحمین۔

بندۂ محمد مالک کاندھلوی غفر اللہ لہٗ
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

۱۲ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین معارف القرآن جلد دہم

از سورۂ صٓ تا سورۂ الدخان

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱-	تفسیر سورہ صٓ	۹
۲-	آغاز سورت از بیان حقانیت و وعید و تنبیہ بر غرور و انکار متکبرین و کفار	۱۰
۳-	تنبیہ و توبیخ بر انکار رسالت سید المرسلین و مقابلہ رب العالمین	۱۴
۴-	تلقین صبر و تسلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذکر قصۂ حضرت داؤد علیہ السلام	۱۸
۵-	قصۂ داؤد علیہ السلام	۲۰
۶-	واقعہ داؤد علیہ السلام کے متعلق بعض غیر مستند اور بے اصل روایات	۲۱
۷-	العیاذ باللہ	۲۲
۸-	آیات مذکورہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی صفات کمال	۲۴
۹-	تفسیر آیات مشتملہ بر قصۂ داؤد علیہ السلام	۲۶
۱۰-	خلیفہ اور بادشاہ میں فرق	۳۱
۱۱-	بیان حکمت تخلیق کائنات و اثبات حشر و ذکر عظمت خداوندی	۳۳
۱۲-	قصۂ حضرت سلیمان علیہ السلام و بیان انابت الی اللہ مع حکومت و سلطنت و جملہ انعامات دنیویہ	۳۵
۱۳-	تفصیل ابتلاء سلیمان علیہ السلام	۳۸
۱۴-	سلیمان علیہ السلام کے ابتلاء کی حقیقت	۴۰
۱۵-	حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعاء رب ھب لی	۴۲
۱۶-	قصہ سوم حضرت ایوب علیہ السلام و مناجات بہ بارگاہ رب العالمین	۴۳
۱۷-	تحقیق ابتلاء ایوب علیہ السلام	۴۴
۱۸-	تذکرہ اخلاص و فضائل ابراہیم و اسحاق و یعقوب و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام	۴۷

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹	ذکر احوال سعداء و تذکرہ مجرمین و اشقیاء	۵۰
۲۰	اعلان توحید و رسالت و تخویف از آخرت	۵۳
۲۱	سورۃ الزمر	۵۸
۲۲	اثبات حقانیت کتاب الٰہی و توحید خداوندی و ابطال شرک	۶۰
۲۳	شان بے نیازی پروردگار عالم و پسندیدگی ایمان و غضب برکفر و نافرمانی	۶۴
۲۴	فراموشی و غفلت از رب منعم درحالت نعمت و اضطراب و انابت درمصیبت	۶۵
۲۵	مدح مومنین و بیان مراتب عالیہ برائے اہل تقویٰ در دنیا و عقبیٰ	۶۷
۲۶	مذمت و وعید بر شقاوت مجرمین و فلاح و کامرانی مومنین	۷۱
۲۷	بیان انشراح قلوب اہل ایمان و آثار خشیت و تقویٰ از ذکر الٰہی و تلاوت قرآن	۷۳
۲۸	تمثیل حق و باطل و فرق درمیان عبد مومن و مطیع و بندہ مشرک و عاصی	۷۷
۲۹	تنبیہہ و تہدید بر تکذیب حق و صداقت و بیان حسرت و ملال مکذبین	۸۰
۳۰	بیان قدرت خداوندی و عدم استطاعت بر مدافعت عذاب	۸۱
۳۱	بیان قدرت خداوندی و اثبات حشر و تنبیہہ بر شناعت مشرکین	۸۵
۳۲	تسلی برائے نبی کریم ﷺ بضمن تلقین دعاء و بیان بیچارگی عالم پیش قدرت رب کبریا	۸۸
۳۳	بیان ترتب عفو و نجات بر قبول اسلام و ہلاکت و حسرت برائے مجرمان رب انام	۹۲
۳۴	دنیا کے انسانوں کو رحمت و عافیت اور نجات و مغفرت کی دعوت	۹۴
۳۵	انابت الی اللہ کا مفہوم	۹۶
۳۶	رحمت خداوندی سے مایوسی جرم عظیم ہے	۹۶
۳۷	اعلان برأت از شرک و تنبیہہ و وعید بحبط اعمال و خسران انجام نافرمانی رب العالمین	۹۹
۳۸	دوزخ و جنت کے دروازے اور ان میں داخل ہونیوالوں کی کیفیات	۱۰۶
۳۹	سورہ مؤمن	۱۰۹
۴۰	بیان عظمت خداوندی و تہدید بر مقابلہ و مجادلہ مغرورین و متکبرین	۱۱۱
۴۱	اللہ کی آیات و جدال و خصومت و ہلاکت کا سامان	۱۱۳
۴۲	ملائکہ حاملین عرش کی اہل ایمان کے لئے دعاء	۱۱۳
۴۳	بعضے از احوال کفار بعد دخول نار و بیان دلائل قدرت پروردگار	۱۱۶
۴۴	رفیع الدرجات کی تفسیر	۱۱۹
۴۵	یوم التلاق قیامت کا نام ہے	۱۲۰

Marfat.com

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
۴۶	تنبیہ و وعید برائے ظالمین از کرب و اضطراب روز قیامت مع تذکرہ قصہ موسیٰ	۱۲۲
۴۷ ۴۸	قصہ مرد مومن از آل فرعون ونصیحت و ارشاد و دعوت ایمان برائے فرعون و ارکان سلطنت و زجر وتوبیخ بر ارادہ قتل موسیٰ علیہ السلام	۱۲۶
۴۹	آل فرعون کے مرد مومن کا ناصحانہ خطاب اور اس کے خصوصی نکات	۱۳۰
۵۰	آل فرعون کے مرد مومن کے ایمان واخلاق سے صدیق اکبرؓ کا جذبہ ایمان بڑھ کر تھا	۱۳۲
۵۱	یوم التناد کی تفسیر	۱۳۳
۵۲	بے شرمی و بیباکی فرعون و ارشاد و نصیحت مرد مومن بعد تکذیب و تردید و اعلان مقابلہ با رسول خدا	۱۳۷
۵۳	مرد مومن کا دوسرا ناصحانہ خطاب - دنیا کی بے ثباتی اور جزائے اعمال کا معیار	۱۴۰
۵۴	بعد از ذکر عذاب دنیوی و بیان عذاب برزخ و آخرت وخواری فرعونیان	۱۴۲
۵۵	عالم برزخ اور وہاں کے عذاب	۱۴۳
۵۶	عذاب قبر وحی قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی یا مدینہ منورہ میں	۱۴۵
۵۷	پیغام بشارت بہ نصرت خداوندی وتلقین صبر و استقامت و بیان ذلت وناکامی اہل جدال وخصومت	۱۴۸
۵۸	نصرت خداوندی کی صورتیں	۱۴۹
۵۹	دعاء کی حکمت اور اس کی قبولیت اور عدم قبولیت کا راز	۱۵۲
۶۰	بیان انعامات خداوندی و ذکر دلائل قدرت و اسباب معرفت	۱۵۵
۶۱	حیرت و استعجاب بر جدال مجادلین و مکذبین و وعید از عذاب آخرت	۱۵۸
۶۲	تکذیب کتاب اور تکذیب رسول ہر ایک مستقلاً سبب عذاب ہے	۱۶۰
۶۳	عذاب حمیم وجحیم کی ترتیب اور حضرت تھانویؒ کی تحقیق انیق	۱۶۰
۶۴	ذکر انعامات و توحید رب العالمین وتہدید منکرین و مشرکین	۱۶۲
۶۵	بحث ایمان یاس و ایمان یاس	۱۶۳
۶۶	سورہ حم سجدہ	۱۶۴
۶۷	حقانیت قرآن کریم و رسالت سید المرسلین وانجام مکذبین ومنکرین واجر وثواب مومنین	۱۶۷
۶۸	قبول حق اور ہدایت سے محرومی کے اسباب	۱۶۹
۶۹	استعجاب وتوبیخ بر کفر خالق کائنات وتہدید بذکر انجام مجرمین	۱۷۲
۷۰	تخلیق کائنات اور ارض وسما کی ترتیب و مدت	۱۷۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۱	عاد و ثمود کی تاریخ اہل عرب کے لئے عظیم درسِ عبرت	۱۷۷
۷۲	تفصیل عذاب آخرت و ذلت و ناکامی منکرین و انعامات مطیعین	۱۸۰
۷۳	استقامت کا مفہوم اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات	۱۸۲
۷۴	نزول ملائکہ اور مواقع نزول	۱۸۴
۷۵	جنت میں تفاوت درجات کے باوجود باہمی تحاسد نہ ہوگا	۱۸۵
۷۶	فضیلت دعوت الی اللہ و بیان صبر و استقامت و حلم درگذر در راہ حق	۱۸۷
۷۷	دعوت الی اللہ کے آداب اور صبر و تحمل کے بہترین ثمرات	۱۸۸
۷۸	بیان دلائل قدرت و تنبیہہ و تہدید برائے ملحدین در آیات و احکام خداوندی	۱۹۳
۷۹	الحاد فی الدین اور تحریف	۱۹۶
۸۰	احاطہ علم خداوندی و بیان ذلت و ناکامی مجرمین در روز قیامت مع تجہیل و تحمیق اہل ضلال	۲۰۰
۸۱	دلائل آفاق و انفس	۲۰۲
۸۲	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا استدلال	۲۰۳
۸۳	**سورۃ الشوریٰ**	۲۰۶
۸۴	اثبات وحی الٰہی مع بیان عظمت رب کبریا و وعید بہ شرک و نافرمانی	۲۰۸
۸۵	ام القریٰ اور من حولہا کا مفہوم	۲۱۱
۸۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سرزمین مکہ میں آمد اور اس کی آبادی	۲۱۲
۸۷	مقصد وحید جملہ ادیان سماویہ توحید خداوندی و قیام عدل و انصاف	۲۱۴
۸۸	ابتداء تشریع احکام اور انبیاء علیہم السلام کا اصول شرائع میں اتفاق	۲۱۶
۸۹	بیان نزول کتاب باحق و صداقت و نزول میزان برائے عدل و انصاف	۲۱۷
۹۰	خوف آخرت ایمان و معرفت کا ثمرہ ہے	۲۱۹
۹۱	ترغیب دارِ آخرت و تنبیہہ از طلب دنیا و خسارہ مجرمین و ظالمین	۲۲۱
۹۲	الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر	۲۲۲
۹۳	فرقہ شیعہ کی اختراع کردہ تفسیر	۲۲۵
۹۴	ذوی القربیٰ کی محبت اہل سنت کے نزدیک ایمان کی بنیاد ہے	۲۲۷
۹۵	مذمت افتراء علی اللہ و محرومی بدنصیباں از قبول حق و کامیابی مومنین	۲۲۹
۹۶	پیغام بشارت و رحمت برائے بندگان خدا درحالت یاس و ناامیدی و ذکر دلائل قدرت	۲۳۳
۹۷	بیان اوصاف اہل ایمان و تقویٰ و حسن اخلاق و معاشرت	۲۳۷

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۳۸	حلم درگذر اور صبر وعفو انسانی کمالات میں عظیم ترین کمال ہے۔	۹۸
۲۴۱	قباحت حال ومحرومی وذلت کفار روز قیامت	۹۹
۲۴۴	اثبات رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتحقیق اقسام وحی	۱۰۰
۲۴۵	وحی کا مفہوم	۱۰۱
۲۴۶	حقیقت نبوت اور وحی	۱۰۲
۲۴۷	اقسام وحی کا تحقیق وتفصیل	۱۰۳
۲۴۸	الہام اور اس کی صورتیں	۱۰۴
۲۵۴	الہام انبیاء اور الہام اولیاء میں فرق	۱۰۵
۲۵۶	**سورۃ الزخرف**	۱۰۶
۲۵۷	بیان عظمت وحقانیت کلام ربانی و وعید برادش مجرمین وملحدین	۱۰۷
۲۶۱	تقبیح وتوبیخ برعناد ومخاصمت مشرکین از قبول حق	۱۰۸
۲۶۴	بیان استقامت ابراہیم علیہ السلام بر توحید خداوندی ونفرت وبرائت از شرک	۱۰۹
۲۶۸	تنبیہ وتوبیخ برغفلت واعراض از ذکر خداوندی وحسرت وندامت مجرمین روز قیامت	۱۱۰
۲۷۰	قصہ موسیٰ علیہ السلام برائے تائید مضامین سابقہ واثبات غلبہ حق برباطل	۱۱۱
۲۸۵	تنبیہ برمخالفت از حق وبیان انعام واکرام مطیعین وذلت وناکامی مجرمین	
۲۸۹	اختتام تفسیر سورۃ الزخرف	

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سُوْرَةُ صٓ

اس سورت کا نام سورہ صٓ ہے۔ یہ صورت بھی مکیہ ہے۔ جس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ (قرطبی) امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور بعض دیگر محدثین نے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ ابوطالب جب بیمار ہوئے تو کفار قریش کی ایک جماعت جن میں ابوجہل بھی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کرنے آئے کہ محمدؐ ہمارے معبودوں کی ہجو اور توہین کرتے ہیں اور ان کو بہت ہی برا بھلا کہتے ہیں۔ ابوطالب نے ان لوگوں کی موجودگی میں آپؐ سے دریافت کیا۔ تو آپؐ نے جواباً یہ ارشاد فرمایا میں ان لوگوں سے صرف ایک ہی بات کہتا ہوں کہ اگر مان لیں تو عرب ان کا مطیع ہو جائے۔ اور عجم جزیہ دینے لگیں۔ یہ لوگ پوچھنے لگے۔ ایسی کونسی وہ بات ہے۔ ایک تو کیا ہم دس باتیں ماننے کو تیار ہیں۔ بتائیے تو وہ ایک بات کیا ہے آپؐ نے فرمایا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ یہ سننا تھا کہ وہ سب نہایت برافروختہ اور مشتعل ہو کر کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے جاتے تھے عجیب بات ہے کیا سب معبودوں کو ایک معبود بنا دیا اس پر یہ سورت آیتہ بل لمّا یذوقوا عذاب تک نازل ہوئی۔ بالعموم روایات اور محدثین ومفسرین کی نقول میں یہ سورت سورۂ صٓ کے نام سے معروف ہے لیکن بعض مفسرین نے اس سورت کا ایک اور نام سورۂ داؤد بھی بیان کیا ہے کیونکہ اس میں داؤد علیہ السلام کی خاص عظمت اور اہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

ف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کے دست مبارک سے لکھی ہوئی بسم اللہ کا عکس جبکہ موصوف محترم حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کیلئے لاہور تشریف لائے۔ اور ناچیز کو معارف القرآن کی تکمیل کیلئے فرمایا تو آئندہ مسودہ کی ابتدا اپنے قلم مبارک سے بسم اللہ لکھکر فرمائی۔ اس کیفیت کے ساتھ کہ حضرت الد صاحبؒ کے فراق پر آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور ہاتھ کانپ رہے تھے۔ ۱۲ محمد مالک کاندھلوی غفراللہ لہٗ

Marfat.com

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا خَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ص مکی ہے اور اسمیں شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝١ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝٢

قسم ہے اس قرآن سمجھانے والے کی ۞ بلکہ جو لوگ منکر ہیں غرور میں ہیں اور مقابلہ میں ۞

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝٣ وَ

بہت کھپادیں ہم نے ان سے پہلے سنگتیں، پھر لگے پکارنے، اور وقت نہ رہا خلاصی کا ۞ اور

عَجِبُوْٓا اَنْ جَاۗءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝٤

اچنبھا کرنے لگے اس پر، کہ آیا ان کو ایک ڈر سنانے والا انہی میں سے۔ اور لگے کہنے منکر، یہ جادوگر ہے جھوٹا ۞

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝٥ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ

کیا اس نے کر دی اتنوں کی بندگی کے بدل ایک ہی کی بندگی؟ یہ بھی ہے بڑے تعجب کی بات ۞ اور چل کھڑے ہوئے

مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓي اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝٦

پنچ ان میں، کہ چلو اور ٹھہرے رہو اپنے ٹھاکروں پر۔ بے شک اس بات میں کچھ غرض ہے ۞

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝٧

یہ نہیں سنا ہم نے اس پچھلے دین میں۔ اور کچھ نہیں، یہ بنائی بات ہے

آغاز سورت از بیان حقانیت قرآن و وعید و تنبیہ بر غرور و انکار متکبرین و کفار

قال اللہ تعالیٰ صٓ والقرآن ذی الذکر الیٰ قولہ ان ھذا الا اختلاق

گذشتہ سورہ والصافات کی ابتداء توحید کے مضمون سے ہوئی اور خاتمہ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے کلمات سے مسئلہ نبوت و توحید پر ہوا اس مناسبت سے اس سورت کا آغاز قرآن کریم کی حقانیت اور عظمت شان سے ہوا جو آپ کی نبوت و رسالت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ نیز گذشتہ سورت کی اس میں بھی انبیاء سابقین کے واقعات ذکر فرمائے گئے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ایوب ؑ کے وہ احوال بیان فرمائے گئے۔ جو گذشتہ سورت میں نہیں تھے سورت کے آخری حصے میں کفار کا یہ قول نقل کیا گیا تھا۔ لو ان عندنا ذکرا من الاولین لکنا عباد اللہ المخلصین کو اگر ہمارے پاس اولین کا کوئی ذکر ہوتا تو ہم اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہوتے تو اس سورت کی ابتداء میں قرآن کی صفت

Marfat.com

ذی الذکر ارشاد فرما کر یہ ظاہر فرما دیا گیا کہ جس ذکر کی تم تمنا کرتے تھے اب وہی قرآن ذی الذکر نازل کر دیا گیا لہٰذا اب تم کو چاہیئے کہ حسب وعدہ ایمان لاؤ اور اللہ کے نیک اور فرمانبردار بندے بن جاؤ۔ پھر مضمون سورت کا اختتام اس وعدہ الٰہیہ پر ہوا ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون وان جندنا لہم الغالبون کہ انبیاء علیہم السلام کی تائید ونصرت کا فیصلہ ہو چکا۔ اور یہ کہ اللہ کا لشکر کافروں اور دشمنوں پر غالب آئے گا۔ تو اس سورت کی ابتداء قرآن کریم کی عظمت وحقانیت کے بیان سے کی گئی۔ اور اس پر ایمان نہ لانے والوں پر تنبیہ وتہدید فرمائی گئی۔ ارشاد فرمایا۔

صٓ والقرآن ذی الذکر۔ قسم ہے اس قرآن کی جو بڑی ہی عزت وشرف اور عبرت والا ہے۔ جو دنیا وآخرت کی سعادت وہدایت کے جملہ علوم پر مشتمل ہے کہ اس کی صداقت وحقانیت عزت وشرف کا باعث ہے اور امم سابقہ کے احوال اور تاریخی حقائق عبرت ونصیحت کا سامان ہیں۔

صٓ والقرآن ذی الذکر میں واو قسمیہ ہے۔ اور عربیت کی رو سے جملہ قسمیہ جواب قسم پر پورا ہوتا ہے۔ تو یہاں جواب قسم محذوف ہے۔ سورہ یٰسٓ کی ابتداء ہی والقرآن الحکیم جملہ قسمیہ تھی مگر وہاں جواب قسم مذکور تھا یعنی انک لمن المرسلین۔ بعض حضرات مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں جواب قسم محذوف ہے اور آئندہ آیت وعجبوا ان جاءھم منذر منہم اس کے مضمون پر دلالت کر رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عذاب آخرت سے ڈرانے والے ان کے سامنے آئے تو کفار مکہ غرور وتکبر اور مخالفت وسرکشی پر کمر بستہ ہو گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب آخرت سے ڈرانا تو فرض رسالت تھا مگر بجائے ایمان لانے کے کافروں نے غرور وتکبر اور مخالفت کا طریق اختیار کیا۔ تو جواب قسم کا مضمون اس طرح مقدر مان لیا جائے۔ انہ لحق والایمان بہ ومن جاء بہ لازم یعنی قسم ہے قرآن کی جو بڑی ہی عزت اور عبرت والا ہے بے شک یہ قرآن حق ہے اور اس پر قرآن لانے والے پر ایمان لانا لازم ہے۔ لیکن افسوس کافر ایمان نہ لائے بلکہ تکبر اور مخالفت میں لگے رہے۔

بعض مفسرین جواب قسم میں سورۂ یٰسٓ کی طرح ہی انک لمن المرسلین کے مضمون کو جواب قسم قرار دیتے ہیں یہ قرآن عالی مرتبت بے شک آپ کی رسالت کی دلیل ہے۔ اس میں تو کوئی خفا یا شبہ نہیں کہ کافر اس وجہ سے آپ پر ایمان لانے میں تردد کریں (بل الذین کفروا الخ) نہیں بلکہ کافر اپنے تکبر اور مخالفت میں ایمان لانے سے انحراف کر رہے ہیں۔ قتادہ نے تو اسی مضمون کو جواب قسم قرار دیا۔ (تفسیر مظہری صفحہ ۱۵۴ ج ۸) زاد المسیر میں ابن الجوزی نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ بیضاوی کا قول ہے کہ جواب قسم انہ لمعجز اور ان محمداً لصادق ہے یعنی قرآن معجز ہے یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں لہٰذا کفار مکہ کو چاہیئے کہ وہ قرآن پر بھی ایمان لائیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کو بھی مانیں۔ الغرض ایسی عظمت وشرف والی کتاب پر ایمان نہ لانا یقیناً

عہ ترجمہ میں عزت وشرف کے ساتھ لفظ عبرت کا اضافہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لفظ ذکر وضع عربیہ کے لحاظ سے دو معنی پر دلالت کرتا ہے ایک عزت وشرف اور دوسرے عبرت ونصیحت اور یہاں دونوں معنی مراد ہیں۔ ۱۲۔

Marfat.com

اس کتاب میں کسی تردد و شبہ کی بنا پر تو ممکن نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے جن لوگوں نے اس کا انکار کیا وہ اپنے غرور و نخوت اور عداوت و مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس عناد و سرکشی میں مبتلا ہونے والوں کو دھوکہ میں نہ رہنا چاہیئے ہم تو ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے جو قوت و شوکت میں ان سے بھی بڑھ کر تھے لیکن جب ان پر عذاب آیا تو چیخ اُٹھے اور پکارنے لگے کہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچ جائے مگر وقت[عہ] نہ رہا تھا کہ بھاگ سکیں اور بچ جائیں۔

اور بجائے اس کے کہ ایمان لاتے ان کافروں نے اس بات پر تعجب کیا کہ آ گیا ان کے پاس ایک پیغمبر انہی میں سے جو ان کو ڈرانے والا ہے۔ حالانکہ اس بنا پر کہ وہ انہی کی قوم اور قبیلہ کا جانا پہچانا تھا مگر انہوں نے یہ کہا یہ تو یقیناً جادوگر بڑا ہی جھوٹا ہے نہ یہ وحی ہے اور نہ یہ اپنے اعلان میں سچا ہے بلکہ جو معجزات و خوارق ہیں وہ جادو ہے اور جو اعلان نبوت ہے وہ جھوٹ ہے۔ کیا یہ شخص سچا ہو سکتا ہے جس نے بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا یہ تو بے شک بڑی ہی عجیب بات ہے کہ ایک خدا ساری کائنات کا کام چلائے اور جب آپ نے ان لوگوں سے یہ کہا اگر تم یہ ایک کلمہ مان لو عرب و عجم تمہارے غلام ہو جائیں گے تو ان میں کے سربرآوردہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے لوگو یہاں سے چلو اور اپنے معبودوں پر مضبوطی سے جمے رہو۔ بے شک یہ بات تو یقیناً ایسی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے کسی مقصد کا ارادہ کیا گیا ہے شاید اپنی غرض و مطلب برآری کے لئے تم سے یہ کہا جا رہا ہے اور اس طرح اپنی سرداری کا ارادہ ہو گا۔ ہم اس شخص کو اپنی غرض میں ہرگز کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ اس لئے یہاں سے اٹھ کھڑے ہو اور چلو اور اپنے معبودوں پر ہی جمے رہو۔ ہم نے تو یہ بات (توحید کی) پہلے کسی ملت میں نہیں سُنی۔ نصاریٰ بھی تین خداؤں کے قائل ہیں۔ مجوس و آتش پرست بھی دو خدا یزدان اور اہرمن کے قائل ہیں اور خود ہمارے آباؤ اجداد قریش کے تمام قبیلے بھی بہت سے خداؤں کے قائل تھے تو پھر اس مدعی نبوت نے کہاں سے یہ آیات نکالی کہ خدا ایک ہی ہے بس یہ (توحید کی بات) تو صرف اسی شخص کی اپنی طرف سے نئی ایجاد کردہ بات ہے جس کو اس نے اپنے دل سے گھڑ لیا۔ کفار مکہ کے اصل بنیادی شبہے تین تھے ایک توحید کے متعلق۔ دوسرا نبوت کے متعلق۔ اور تیسرا معاد یعنی قیامت کے متعلق تو ان آیات میں پہلے شبہ یعنی انکار توحید کا بیان ہے کہ منکرین نے اعلان توحید سن کر بڑی قوت کے ساتھ اس کا رد کیا۔ اور شرک ہی پر جمے رہنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے اور یہ کہ نبوت کا اعلان کرنے والے اس شخص کا اپنا کوئی مقصد و مطلب معلوم ہوتا ہے اور بظاہر اس بہانہ سے اپنی سرداری قائم

عہ لفظ لات حین مناص کا یہ ترجمہ ہے۔ لفظ لات دراصل نفی کے لئے وضع کردہ لفظ لا ہی ہے جس پر تا کا اضافہ کر کے لات کی صورت میں استعمال کیا گیا۔ جیسے لفظ رُبّ اور ثُمّ تا کے اضافہ کے ساتھ استعمال کئے گئے ہیں اخفش کا قول ہے لا نفی جنس کا ہے اور خبر محذوف ہے اے لا حین مناص کائن لکم یعنی تمہارے واسطے خلاصی کا وقت نہیں ہونے والا ہے سیبویہ اور خلیل کی رائے یہ ہے کہ اس کے دو معمولوں یعنی اسم و خبر میں سے کوئی ایک محذوف ہے۔ مسند ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ کسی نے عبداللہ بن عباسؓ سے اس کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا لیس بحین نزولا و فرار یعنی نہ یہ وقت اترنے اور بھاگنے کا۔ مناص مصدر ہے جس کا مادہ نوص ہے اہل لغت کے نزدیک نوص تاخر یعنی پیچھے ہٹنے کو، اور بوص تقدم یعنی آگے بڑھنے کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

کرنا چاہتا ہے اور ہم ان کو اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہ ہونے دیں گے۔
بعض مفسرین نے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یہ بے شک یہ وہ چیز ہے جس کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ارادہ ہی کر چکے ہیں کفار مکہ کے اس پچھلے شبہہ کے ذکر کے بعد دوسرا شبہہ انکار رسالت کے متعلق آئندہ آیات میں ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

أَؤُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي ۚ بَلْ لَّمَّا
کیا اسی پر اُتری سمجھوتی؟ ہم سب میں سے ۔ کوئی نہیں! ان کو دھوکا ہے میری نصیحت میں۔ کوئی نہیں! ابھی

يَذُوقُوا عَذَابِ ﴿٨﴾ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ﴿٩﴾
چکھی نہیں میری مار ۔ کیا اُن کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کی مہر کے ، جو زبردست ہے بخشنے والا

أَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ﴿١٠﴾
یا انکی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں؛ اور جو انکے بیچ ہے؟ تو چاہیے چڑھ جاویں رسیاں تان کر

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ﴿١١﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ
ایک لشکر یہ ہے وہاں تباہ ہوا ان سب لشکروں میں ف ۲ ۔ جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے ، نوح کی قوم

وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ﴿١٢﴾ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّأَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ۭ
اور عاد اور فرعون میخوں والا ف ۳ ۔ اور ثمود اور لوط کی قوم اور ایکہ کے لوگ ۔

أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ ﴿١٣﴾ إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿١٤﴾ وَ
وہ فوجیں ۔ یہ جتنے تھے سب نے یہی جھٹلایا رسولوں کو ، پھر ثابت ہوئی میری طرف کی سزا ، اور

مَا يَنْظُرُ هٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوا
راہ نہیں دیکھتے یہ لوگ بھی ، مگر یہی ایک چنگھاڑ کی ، جو بیچ میں دم نہ لے گی ف ۴ ۔ اور کہتے ہیں

رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾
اے رب شتاب دے ہم کو چٹھی ہماری ، پہلے حساب کے دن سے

Marfat.com

تنبیہ و توبیخ بر انکار رسالت سید المرسلین و مقابلہ قدرت رب العالمین

قال اللہ تعالیٰ اَءُنزِلَ عَلَیۡہِ الذکر الیٰ قولہ قبل یوم الحساب ۔

کفار مکہ کے دوسرے شبہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جارہا ہے ۔ اءنزل علیہ الذکر من بیننا کیا نازل کیا گیا ہے یہ ذکر اور کتاب نصیحت یعنی قرآن ہم سب میں سے صرف اسی شخص پر ۔ حالانکہ نہ یہ کوئی دولت مند ہے اور نہ کسی بستی کا سردار ہے ۔ حقیقت اس طرح نہیں ہے کہ اگر ان کی خواہش کے مطابق قرآن کسی بستی کے سردار یا دولت مند پر اتارا جاتا تو یہ لوگ اس کی اتباع کر لیتے جیسے ان کا یہ قول قرآن کریم نے نقل کیا لولا نزل ھٰذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم کہ کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دولبتیوں مکہ اور طائف کے کسی بڑے سر برآوردہ شخص پر بلکہ ان لوگوں کا عقل وفہم سے بعید باتیں کرنا اس وجہ سے ہے کہ انہوں ابھی ہمارا عذاب چکھا ہی نہیں ہے ۔ اگر عذاب کا مزہ چکھ لیں تو ایسی سب باتیں بھول جائیں گے ۔ خدا کی طرف سے دی ہوئی ڈھیل اور مہلت سے مغرور و متکبر ہو گئے ہیں ۔ انسان کی یہ بڑی ہی غلطی ہے کہ خداوند عالم کے حلم و درگذر کو فراموش کر کے اس کے مقابلہ و سرکشی پر آمادہ ہو جاسے ۔ ان کفار کا یہ احمقانہ قول کہ آپ صلی ہی پر وحی الہٰی کیوں نازل کی گئی ۔ ایک ناقابل عفو گستاخی ہے کیا ان کے پاس اسے ہمارے پیغمبر آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو بڑا ہی غالب و زبردست اور خوب عطا کرنے والا ہے ۔ پھر یہ کون ہوتے ہیں کہ اللہ کے انعام و رحمت کو روک لیں یا اس پر کوئی نکتہ چینی کرے ۔ وہ اپنی حکمت و دانائی سے جس کسی بشر کو چاہے منصب نبوت و رسالت سے نواز دے ۔ یا ان کے پاس کیا حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اس بناء پر وہ اس بارہ میں حجت بازی کر رہے ہیں اور یہ ایسا انداز اختیار کر رہے ہیں کہ وہ خدا کے فیصلوں کا مقابلہ کریں گے ۔ اگر بالفرض ایسا ہے تو ان کو چاہیئے کہ چڑھ جائیں رسیاں تان کر اور جتنے بھی وسائل و اسباب ان کی قدرت میں ہیں سب کو کام میں لے آئیں اور وحی الہٰی جو ملا اعلیٰ سے آپ پر اُترتی ہے علویات پر چڑھ کر اس کو روک دیں لیکن ایسا کچھ بھی نہیں آسمان و زمین کی حکومت اور وہاں کے خزائن کے مالک تو کیا ہوتے یہ تو ایک بھیڑ ہے اس جگہ جس کی شکست کا فیصلہ ہو چکا ہے ۔ ایسے ہی شکست خوردہ لشکروں میں سے یہ شکست خوردہ جماعت اللہ اور اس کے رسول کا کیا مقابلہ کرے گی ۔ ان سے پہلے جھٹلا چکی قوم نوح اور قوم عاد اور فرعون میخوں والا[1] اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والے ان سب نے ہی رسولوں کو جھٹلایا مگر ان کی تکذیب و انکار سے نہ اللہ کے دین کو نقصان پہنچا اور نہ اس کے رسول ناکام ہوئے

---

[1] مفسرین نے بیان کیا ہے کہ فرعون جب کسی کو سزا دیتا تو ہاتھوں میں میخیں ٹھوک کر لٹکانے کا حکم کرتا اور اس کو اسی طرح لٹکایا جاتا ۔ عربی لغت کے اعتبار سے اوتاد جمع وتد کی ہے جس کے معنی میخ اور کھونٹے کے ہے ۔ بعض مفسرین نے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

بلکہ میرا عذاب ہی ان پر ثابت و مسلط ہوا۔ ان طاقتور قوموں کے عبرتناک واقعات سے چاہئیے تو یہ تھا کہ اہل مکہ اپنی سرکشی سے باز آتے اور عبرت و نصیحت حاصل کرتے تأمل و تردد کی عقلاً تو کوئی گنجائش نہ تھی سمجھ میں نہیں آسکتا اب کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں معلوم ہوتا ہے اور نہیں انتظار کر رہے ہیں یہ اہل مکہ کسی چیز کا مگر ایک ایسی ہیبت ناک چیخ کا جس کے واسطے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اور ایک ہی لمحہ میں سب کو ہلاک و تباہ کر ڈالے گا۔ اور یہ چیخ وہی نفخ صور ہوگا جس کے ذریعے قیامت برپا ہوگی جس کا یہ منکرین بڑی شدت کے ساتھ انکار و رد کر رہے ہیں۔ یہی نہیں کہ ان حقائق سے عبرت کرتے گستاخی کی یہ انتہا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو ہمارا پروانہ حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ گستاخی اور تمسخر اسی وقت تک ہے جب تک عذاب اور قہر خداوندی نہیں اترتا اور جب قہر خداوندی نازل ہوگا تو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ مل سکے گی۔ اسی طرح قیامت پر نفخ صور ہی ان کو ایک لمحہ کی مہلت نہ لینے دے گا۔

ان آیات میں منکرین کے انکار رسالت اور انکار قیامت کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی۔ اور اس ضمن میں یہ ظاہر فرما دیا گیا کہ آپ کی مخالفت اور مقابلہ کرنے والے ناکام و ذلیل ہوں گے اور اللہ رب العزت آپ کو کامیابی و سربلندی عطا فرمائے گا اہل مکہ کا یہ کہنا کہ انہی پر کیوں وحی اتاری گئی اور قرآن کریم مکہ و طائف کے سرداروں میں سے کسی سردار پر کیوں نہ اتارا گیا مہمل اور بے معنی بات ہے کیا ان کے پاس رحمت کے خزائن ہیں اور یہ اس کے مالک ہیں کہ جس کو چاہیں رحمت سے نوازنے کے لئے مخصوص کر دیں یا ان کے پاس آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے کہ علویات سے نازل ہونے والی رحمتوں اور وحی کو روک سکتے ہیں اور زمین پر ان کی حکمرانی ہے کہ عالم زمین پر اترنے والی وحی کو پیغمبر کی بجائے کسی دوسرے کے لئے مختص کر دیں۔ جب نہ یہ آسمان کی کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ فرشتوں کو وحی لانے سے روک سکتے ہیں۔ زمین پر کوئی تصرف کر سکتے ہیں تو پھر عقلاً ان لوگوں کا اس پر نکتہ چینی کرنا بے معنی اور احمقانہ فعل ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کی تحقیر و تحمیق کرتے ہوئے فرما دیا کہ یہ لوگ محض چند انسانوں کی ایک بھیڑ ہے جن کے لئے شکست مقدر ہو چکی ہے۔ چنانچہ یہ منظر بدر سے لے کر فتح مکہ تک دیکھ لیا گیا۔

لفظ جند ما ھنالك سے قریش کے لوگ ہی مراد ہیں لفظ ما بعض ائمہ نحو کی رائے یہ ہے کہ زائد ہے اور بعض کی رائے یہ ہے تحقیر اور تقلیل کے لئے ہے۔ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اس گروہ کے شکست کی خبر دی جیسے کہ دوسرے موقع پر ارشاد ہے سیھزم الجمع ویولون الدبر

اس کی تفسیر میں فرعون کی شان عظمت اور سلطنت کی پائداری کا مفہوم ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کھونٹوں والا تھا یعنی اس نے اپنی سلطنت اور اقتدار کے کھونٹے گاڑ دئیے تھے بعض اہل لغت نے اوتاد بمعنی جنود یعنی لشکر کہا ہے تو ترجمہ لشکروں والا کیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ فرعون کی فرعونیت ان تینوں صورتوں میں پائی جا رہی تھی۔

Marfat.com

تو اس خبر کے ساتھ سابقہ قوموں کی تباہی کا ذکر کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے والوں پر تنبیہہ و تہدید کے ساتھ حجت قائم کردی۔

اس کے ساتھ انکارِ قیامت پر بھی رد کر دیا گیا کہ ان لوگوں کا یہ مطالبہ عَجِّلْ لَنَا قِطَّنَا کہ ہمارا پروانہ ہمیں جلدی ہی دیدیجئے یوم حساب سے پہلے ہی درحقیقت ایسا مطالبہ اور اس کی جرأت صرف اسی وجہ سے ہے کہ نہ خدا کی قدرت پر ان کو ایمان ہے اور نہ قیامت کا یقین۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ابن عباس مجاہد ضحاک اور حسن بصری سے نقل کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ قتادہ نے یہ بھی بیان کیا یہ بات وہی ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں فرمایا گیا کہ کفارِ مکہ شقاوت و بدبختی سے یہ کہا کرتے تھے۔

اللھم ان کان ھٰذا ھُوَ الحقَّ من عندِکَ	اے اللہ اگر یہ بات حق ہے تیری طرف سے تو پھر
فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا	ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش کردے
بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۔	یا اور کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آئیے۔

تو اس کا بھی رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ عذابِ خداوندی کے نزول سے قبل کی باتیں ہیں عذابِ خداوندی جب بھی نازل ہوا کوئی قوم اس سے نہیں بچ سکی اسی طرح یہ لوگ بھی نہ عذاب سے بچ سکیں گے اور نہ ہی قیامت ٹل سکے گی۔ تو سورۂ صٓ کی ان ابتدائی آیات میں قرآنی عظمت و شرف کو بیان کرتے ہوئے پہلے توحید خداوندی کو ثابت کیا گیا۔ اس کے بعد نبوت و رسالت کا اثبات اور مکذبین رسل کی تباہی و بربادی کا ذکر فرمایا گیا۔ اور ان واقعات ہلاکت کو بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کی گئی۔ جیسے کہ دوسرے موقع پر ارشاد ہے۔ فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل یعنی آپ بھی اسی طرح صبر و تحمل کیجئے جیسا کہ آپ سے پہلے اولوالعزم رسولوں نے صبر اور ہمت سے کام لیا۔ اسی مناسبت سے آئندہ آیات میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا
تو سہتا رہ جو کہتے رہیں اور یاد کر ہمارے بندے داؤد کو ہاتھ کے بل والا، وہ تھا رجوع رہنے والا ۔

سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَۃً ؕ کُلٌّ
ہم نے تابع کئے پہاڑ اسکے ساتھ پاکی بولتے شام کو اور صبح کو ۔ اور اڑتے جانور جمع ہو کر۔ سب تھے

لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْکَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِکْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ
اسکے آگے رجوع رہتے اور زور دیا ہم نے اس کی سلطنت کو، اور دی اسکو تدبیر اور فیصلہ بات کا ✦ اور پہنچی ہے

اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ
تجھ کو خبر دعوے والوں کی، جب دیوار کود کر آئے عبادت خانہ میں ف ✦ جب بیٹھ آئے داؤد پاس، تو ان سے گھبرایا،

Marfat.com

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا

وہ بولے، مت گھبرا۔ ہم دو جھگڑتے ہیں، زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر، سو فیصلہ کر دے ہم میں انصاف کا اور دور

تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِىْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ

نہ ڈال بات کو، اور بتا دے ہم کو سیدھی راہ ۔ یہ جو ہے بھائی ہے میرا۔ اسکے ہاں ہیں ننانوے دنبیاں

نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِىْ فِى الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ

اور میرے ہاں ایک دنبی۔ پھر کہتا ہے، حوالے کر دے مجھ کو وہ اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں ۔ بولا وہ

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۗ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِىْ

بے انصافی کرتا ہے تجھ پر، کہ مانگتا ہے تیری دنبی، ملانے کو اپنی دنبیوں میں۔ اور اکثر شریک زیادتی کرتے ہیں ایک

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۗ

دوسرے پر، مگر جو یقین لائے ہیں، اور کام کئے اچھے، اور تھوڑے لوگ ہیں ایسے۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿٢٤﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ

اور خیال میں آیا داؤد کے کہ ہم نے اسکو جانچا، پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے، اور گر جھک کر، اور رجوع ہوا۔ پھر ہمنے معاف

ذٰلِكَ ۗ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٢٥﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً

کر دیا اسکو وہ کام۔ اور اسکو ہمارے پاس مرتبہ ہے، اور اچھا ٹھکانا ۔ اے داؤد! ہم نے کیا تجھ کو نائب

فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ

ملک میں سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے، اور نہ چل جی کی چاہ پر، پھر تجھ کو بچلاوے اللہ کی

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ

راہ سے۔ مقرر جو لوگ بچلتے ہیں اللہ کی راہ سے، ان کو سخت مار ہے اس

بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾ ع

پر کہ بھلا دیا دن حساب کا

Marfat.com

تلقین صبر وتسلّی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذکر قصّہ حضرت داؤد علیہ السلام

قال اللہ تعالیٰ اصبر علی مایقولون الی قولہ و اناب

ماقبل آیات میں مکذبین رسل کا انجام ہلاکت بیان فرمایا گیا اور یہ کہ بڑی سے بڑی قوت وطاقت اور پائیدار سلطنتیں اللہ کے رسولوں کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوسکیں تو یہ کفار مکہ اور قریش کے لوگ جن کے پاس نہ اس طرح کی طاقت وقوت ہے اور نہ حکومت وسلطنت کیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کامیاب ہوجائیں گے تو بطور تسلی حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے آپ ؐ کو صبر کی تلقین کی جارہی ہے۔ فرمایا (اصبر علی مایقولون واذکر عبدنا داؤد ذاالاید)۔ اے نبی آپ صبر کیجئے ان باتوں پر جو یہ کافر کہہ رہے ہیں کبھی استہزاء وتمسخر میں کبھی تردید وتکذیب اور کبھی تحقیر و توہین کرتے ہوئے۔ اور یاد کیجئے ہمارے بندہ داؤد کو جو بڑی ہی قوت وہمت والے تھے کہ ان کے علم وحلم عزم وحوصلہ اور ریاضت وعمل کی قوت اور سلطنت وحکومت کے دبدبہ کی کوئی حد نہ تھی اور بے شک وہ خدا کی طرف بہت ہی رجوع کرنے والے تھے کہ ان کے اوقات ذکر وتسبیح اور عبادت میں مصروف رہتے نصف رات تہجد میں گذارتے اور ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کا معمول بنایا ہوا تھا۔ اور پھر قوت کا یہ عالم تھا جیسے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا وکان لایفر اذا لاقی کہ دشمن سے مقابلہ ہوتا تو میدان چھوڑ کر بھاگتے نہ تھے۔ اور اپنی خاص نعمتوں میں ایک نعمت سے اس طرح نوازا تھا ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر رکھا کہ تسبیح کیا کریں ان کے ساتھ شریک ہوکر شام وصبح جو داؤد علیہ السلام کے خاص اوقات تھے ذکر وتسبیح کے اور اسی طرح پرندوں کو بھی حکم دے رکھا تھا کہ وہ بھی صبح وشام داؤدؑ کے ساتھ تسبیح میں شریک ہوا کریں جمع ہوکر۔ اس وقت یہ جبال وطیور سب ہی داؤد علیہ السلام کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہونے والے تھے۔ یہ کس قدر عظیم انعام تھا اور اللہ کی طرف سے داؤد علیہ السلام کی عظمت وعزت تھی کہ گویا ان کے حلقہ ذکر میں صرف انسان نہیں ملائکہ ؏ کے علاوہ جبال وطیور بھی شامل ہوتے تھے اور دوسری نعمت یہ تھی کہ ہم نے ان کی حکومت وسلطنت کو مضبوط بنایا تھا اور مزید تیسری نعمت یہ

؎ والطیر محشورۃ کا یہ ترجمہ جمع ہوکر عام اہل لغت اور مفسرین کی رائے کے مطابق ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں محشورہ کا ترجمہ محبوسۃ کیا ہے یعنی پرند ہوا میں اڑتے ہوئے حضرت داؤد کی تسبیح سن کر رک جاتے تھے اور ان کے ساتھ تسبیح میں ہمنوا ہوجاتے۔ اسی طرح اونچے اونچے پہاڑ بھی نغمۂ داؤدی کے ساتھ آواز بلند کرتے۔ یہ تمام فضائل داؤد علیہ السلام کے معجزات نبوت تھے۔

؏ ملائکہ کے علاوہ کی قید اس وجہ سے واضح کی گئی کہ اللہ کے فرشتے تو ہر حلقہ ذکر میں موجود ہی ہوتے ہیں تو داؤد علیہ السلام کی خصوصیت اور شرف یہ تھا کہ اس حلقہ ذکر میں فرشتوں کے علاوہ پہاڑ اور پرند بھی شامل ہوتے تھے۔ ۱۲

Marfat.com

کہ ہم نے ان کو فیصلہ کن خطاب و گویائی کی قوت عطا کی تھی کہ ان کی بات نہایت ہی فصیح و بلیغ اور جامع ہوتی قوت و دلائل سے ایسی محکم ہوتی کہ حق و باطل اور ظلم و انصاف کے درمیان فیصلہ کن ہوتی تھی۔ یہ نہیں سلطنت و حکومت کی رعونت میں از خود رفتہ ہو کر حق و ناحق کا فرق نہ کریں اور جو کچھ دل میں آئے بس اسی کو اپنی طاقت سے نافذ و جاری کر دیں بلکہ عدل و انصاف احتیاط اور دلائل و اصول کے پورے تقاضے ملحوظ رکھتے ہوئے بات فرماتے تھے۔ چنانچہ ان کے اس طرح کے واقعات میں سے اے ہمارے پیغمبر کیا آپ کو ان مقدمہ والوں کو خبر پہنچی جو محراب و دیوار، عبادت خانہ پھلاند کر داؤد کے عبادت خانہ میں گھس آئے۔ حالانکہ پہرہ داروں کا زبردست پہرہ تھا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے تقسیم اوقات میں یہ دن عبادت کے لئے مخصوص کر رکھا تھا اور ان پہروں کے باعث کسی کی جرأت نہ ہو سکتی تھی کہ اس طرح کوئی شخص ان کی عبادت گاہ میں داخل ہو جائے۔ اور ان کی عبادت ذکر اللہ اور توجہ الی اللہ میں مخل بنے تو ان کے اس طور سے داخل ہونے سے داؤد علیہ السلام گھبرا گئے کہ یہ کیسے پہنچ گئے۔ خدا جانے یہ کون ہیں کیا مقصد لے کر آئے ہیں۔ ان کی اس گھبراہٹ کو دیکھ کر اہل مقدمہ بولے ڈرو نہیں ہم تو ایک خصومت و جھگڑے والے ہیں جو اپنا مقدمہ لے کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ کسی دشمنی یا بُرے ارادہ سے نہیں آئے کہ آپ گھبرائیں ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ بس آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے اور ہمارے اس معاملہ میں کوئی ناانصافی اور کسی ایک کی طرف کسی طرح کا جھکاؤ اور جانبداری اختیار نہ کیجئے۔ اور ہم کو سیدھے راستہ پر ڈال دیجئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی اجازت پر اہل خصومت میں سے ایک نے کہنا شروع کیا۔ اے داؤد بات یہ ہے کہ یہ میرا بھائی ہے باعتبار دین کے یا باعتبار تعلق و ملاقات کے جس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں۔ اور میرے پاس صرف ایک ہی دُنبی ہے سو یہ کہتا ہے مجھے ہی اس کا کفیل اور ذمہ دار اور مالک بنا دے۔ اور اپنی منہ زوری سے بات کرنے میں مجھ پر غالب آگیا ہے کہ میری بات چلنے ہی نہیں دیتا اور نہ ہی بولنے کا موقع دیتا ہے۔ جب بات شروع ہوتی ہے تو مجھے ہی دبا لیتا ہے۔ یہ صورت حال سن کر داؤد علیہ السلام نے کہا اس شخص نے تو بیشک تجھ پر ظلم کیا تیری ایک دُنبی کو اپنی دُنبیوں میں شامل کر لینے کا تجھ سے سوال کر کے حقیقت تو یہ ہے کہ اس شخص کو اپنی اس فراخی اور وسعت کے ہوتے ہوئے تو یہ چاہئے تھا کہ اپنے اس بھائی پر تبرع و احسان کرتا جو تنگ دست ہے اور صرف ایک ہی دُنبی کا مالک ہے۔ اس کے برعکس اپنے غریب بھائی کو اس سے بھی محروم کر دینا چاہتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے دُنیا میں ظلم و ستم کا یہی حال ہو چکا ہے کہ بہت شرکاء ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کیا کرتے ہیں۔ بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے وہ اپنے ساتھی اور شریک کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ داؤد علیہ السلام نے یہ مضمون مظلوم کی تسلی اور حق کے تحفظ کے لئے فرما دیا۔ اس قضیہ کے سننے میں اور اپنی بات کرنے میں کچھ وقت گذرا اور اس چیز کی بنا پر کہ ان کے طے کردہ وقت میں انہماک عبادت اور ذکر اللہ میں اشتغال کے بجائے ایک جھگڑے کی قسم نے خلل اور تشویش میں ڈالا خیال کیا

Marfat.com

کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے کہ دیکھیں کیسے صابر و متحمل ہیں کہ بلا اجازت عبادت گاہ اور خلوت میں آنے پر برافروختہ و ناراض تو نہیں ہوتے کہ اتنے بڑے بادشاہ کے خاص محل میں کس بے ڈھنگے پن سے گھس آئے۔ اور یہ کہ عبادت کے اوقات مخصوص کرنے پر دل میں یہ جو خیال تھا کہ میں نے عبادت کا جو معمول بنایا ہے اس میں خلل نہیں ہوگا اور یہ بہت ہی اچھی صورت ہے تو سمجھ گئے کہ یہ میرا امتحان لیا گیا ہے۔ اور قدرت خداوندی سے مجھ پر یہ ظاہر کر دیا گیا کہ کسی بندہ کا اپنی عبادت یا پابندیٔ اوقات پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے بغیر توفیق و مشیت خداوندی بندہ اپنے معمولات ایک روز بھی قائم برقرار نہیں رکھ سکتا۔ بس فوراً ہی اپنے رب کے سامنے استغفار و توبہ کی اور گر پڑے سر بسجود ہوتے ہوئے اور خاص طور پر خدا کی طرف رجوع کیا۔ پس ہم نے معاف کر دیا اس چیز کو اور جو کمی صبر و تثبت کے مقام میں اس تخیل کی وجہ سے پیش آئی تھی اس کا تدارک کر دیا۔ اور بے شک داؤد کے واسطے تو ہمارے یہاں قرب کا بہت ہی عظیم مقام اور عنایت ہی بہترین انجام و ٹھکانہ ہے کہ ایک معمولی خیال پر اس قدر بیقراری و تضرع کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں تائب ہوتے ہوئے سر بسجود ہو گئے اور تل برابر چیز کو پہاڑ سمجھ لیا۔ اور ظاہر ہے کہ مقربین کی یہی شان ہوتی ہے کہ معمولی سی کوتاہی ان کے واسطے بےچینی و بیقراری کا باعث ہوتی ہے اور ان کی یہ بیقراری اور دعاء و استغفار ان کے مقام کی اور بلندی کا باعث ہوتی ہے۔ جب داؤد علیہ السلام اس امتحان میں پورے اترے اور انابت الی اللہ کا یہ بلندتر مقام ان سے ظاہر ہوا تو ہم نے ان کی اس سعادت کو سراہتے ہوئے اعلان کر دیا۔ اے داؤدؑ ہم نے بنا دیا تم کو زمین پر حاکم سو لوگوں کے درمیان تم حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہو جس طرح کہ اب تک کرتے رہے ہو۔ اور آئندہ بھی نفس کی خواہش کی پیروی مت کرنا جیسا کہ پہلے بھی نفس کی خواہشات کی تم نے پیروی نہیں کی۔ اس لئے کہ نفس کی خواہشات کی پیروی اگر تم نے کی تو وہ تم کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ اور بے شک جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے واسطے سخت عذاب ہوگا اس بنا پر کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے اور ظاہر ہے کہ ہر طرح کی گمراہی اور عدل و انصاف سے انحراف اور کسی حق تلفی آخرت کی یاد بھلانے ہی کے باعث ہے۔ اس معیار اور ضابطے کو اگرچہ خطاب داؤدؑ کے دوران بیان فرمایا گیا۔ لیکن مراد دوسروں کو تنبیہ کرنا ہے جیسے کہ بعض مواقع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بناکر دوسروں کو متنبہ کیا گیا۔

قِصّہ داؤد علیہ السلام

قرآن کریم کی ان آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کا جس قصّہ کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ صرف بطور کنایہ و رمز بیان کیا گیا ہے جس کے ضمن حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں دو خصومت کرنے والوں کا ایک مقدمہ لے کر آنا اور پھر اس مقدمہ میں باہمی معاملات میں ایک دوسرے پر تعدّی کرنا اور اس پر حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ کہ یہ طریق ظلم و عدوان ہے پھر داؤد علیہ السلام کا توبہ و استغفار اور خدا کی بارگاہ کی طرف رجوع اور حق تعالیٰ کی طرف سے ان کے مرتبہ کی عظمت و بلندی اور

Marfat.com

خلافت فی الارض کا انعام اور عدل و انصاف قائم کرنے کی تاکید نفس کی خواہشات سے اجتناب کا حکم اور نفس کی پیروی کا انجام گمراہی اور اس کا اصل سبب فکر آخرت قلب و دماغ کا خالی ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔

واقعۂ داؤد علیہ السلام کے متعلق بعض غیر مستند اور بے اصل روایات

آیات متذکرہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے جس قصّہ کا اجمالاً و اشارۃً ذکر فرمایا گیا ہے اس کی تفسیر و تشریح میں بعض مفسرین نے ایک قصّہ بروایت قتادہ نقل کیا ہے جس کو بعد کے مفسرین نے بھی اپنی تفاسیر میں نقل کیا اس وجہ سے وہ شہرت پذیر ہوگیا حالانکہ وہ قصّہ نہ روایۃً صحیح ہے بلکہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے اور نہ عقلاً اس کے تصوّر کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ بلاشبہ وہ قصّہ نہایت ہی بیہودہ کہانی ہے جس کا قرآن کریم خود اپنے سیاق و سباق سے انکار کرتا ہے۔

اس حدیث خرافہ اور لغو قصّہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام اپنے خلوت خانہ میں ذکر و عبادت میں مشغول تھے کہ ایک خوبصورت کبوتر اڑ کر سامنے آیا۔ آپؑ نے اس کو عجیب و غریب پا کر اس کے پکڑنے کا ارادہ کیا تو وہ ایک سوراخ سے نکل کر اڑ گیا۔ داؤد علیہ السلام دریچہ سے جب اس کو جھانکنے لگے تو ایک حسین و جمیل عورت پر نظر پڑی جو غسل کر رہی تھی۔ اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ اوریا کی بیوی ہے جو آپ کے ایک لشکر کا سپہ سالار ہے۔ اور آج کل کسی جہاد میں باہر گیا ہوا ہے۔ آپ کے دل میں یہ خیال ہوا کہ اگر یہ سپاہی مارا جائے تو میں اس کی بیوی سے نکاح کر لوں۔ اس لئے آپ نے فوج کو یہ حکم بھیجا کہ اوریا کو تابوت سکینہ کے آگے رکھا جائے۔ تابوت سکینہ کے سامنے جو سپہ سالار رہتا اس کے لئے امکان نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی بھی مرحلہ پر میدان جہاد سے بھاگ جائے۔ اس کے ذمّہ تھا کہ وہ اسی کے ساتھ رہے یا فتح ہو جائے یا وہ شہید ہو جائے۔ اس طرح اوریا کسی غزوہ میں شہید ہوگیا تو اس کی بیوی سے داؤد علیہ السلام نے نکاح کر لیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ان کی بہت سی بیویاں تھیں۔ ظاہر ہے کہ خداوند عالم کو یہ کام ان کی شایان شان نہیں معلوم ہوا تو ان کو اس پر متنبہ کرنے کے لئے دو فرشتے بصورت مدعی اور مدعا علیہ بھیجے۔ حقیقت میں ان کے درمیان نہ کوئی جھگڑا تھا اور نہ وہ کسی مقدمہ کے فیصلہ کے واسطے آئے تھے اور نہ ان میں سے ایک کے پاس ننانوے دنبیاں تھیں اور دوسرے کے پاس ایک۔ انہوں نے داؤد علیہ السلام کو متنبہ کرنے کے لئے اس طرح کا مقدمہ بنا کر پیش کیا کہ یہ میرا ایک بھائی ہے جس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی ہے اور یہ مجھ کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ یہ ایک بھی میں اس کو دیدوں۔ حالانکہ اس کے پاس تو پہلے ہی بہت سی ہیں اور میرے پاس تو صرف ایک ہی ہے۔ داؤد علیہ السلام نے فیصلہ تو کر دیا کہ یہ مطالبہ نہایت ہی ظالمانہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اکثر شرکاء اپنے نفس کے تقاضے سے

Marfat.com

یہی روش اختیار کرتے ہیں۔ مگر اس فیصلہ کے ساتھ فوراً یہ احساس ہوا کہ یہ قصہ تو مجھ ہی پر منطبق ہو رہا ہے۔ میں نے کثیر الازواج ہونے کے باوجود اوریا کی عورت سے نکاح کر لیا۔ جو اس کی ایک ہی بیوی تھی۔ چنانچہ اس پر متنبہ ہو کر توبہ و استغفار میں مصروف ہو گئے۔ جس کے بعد خدا نے ان کی مغفرت اور ان کی اس غلطی کو معاف کیا۔

العیاذ باللہ

یہ قصہ سرتاپا غلط بے اصل اور قطعاً اللہ کے پیغمبر پر عظیم افتراء و بہتان ہے۔ اصل میں اسرائیلیات اور یہود سے نقل شدہ یہ قصہ ہے جس کو بعض مفسرین نے اپنی کتابوں میں درج کر دیا۔ اصول دین کے سراسر خلاف ہے۔ جس کا زبان پر لانا بھی حرام ہے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اپنی تفسیر ج ۴ میں فرماتے ہیں کہ ان میں سے اکثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔

اکثرها ماخوذ من الاسرائیلیات ولم یثبت فیها عن المعصوم حدیث لکن روی ابن ابی حاتم ههنا حدیثا لا یصح سنده لانه من روایة یزید وان کان من الصالحین لکنه ضعیف الحدیث عند الائمه

اور اس سلسلہ میں کوئی حدیث پیغمبر معصوم سے ثابت نہیں ہے البتہ ابن ابی حاتم نے اس جگہ ایک حدیث روایت کی ہے جس کی سند صحیح نہیں کیونکہ وہ باسناد یزید الرقاشی انس بن مالک میں سے ہے اور یہ شخص اگرچہ صالحین میں سے ہے۔ مگر بالاجماع ائمہ محدثین ضعیف الحدیث اور ساقط الاعتبار ہے۔

تفسیر خازن میں بھی اس کی تصریح کی ہے اور باسناد سعید بن المسیب اور حارث اعور حضرت علی رضی اللہ سے یہ روایت کیا ہے۔

انه قال من حدثکم بحدیث داؤد علی ما یرویه القصاص جلدته مائة وستین جلدة وهو حد الفریة علی الانبیاء

انہوں نے فرمایا جو شخص تم میں سے داؤد علیہ السلام کے بارے میں وہ قصہ بیان کرے گا جس کو عام طور پر واعظین بیان کرتے ہیں میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا جو انبیاء علیہم السلام پر بہتان لگانے کی سزا ہے۔

مولانا ابو محمد عبدالحق دہلوی تفسیر حقانی میں فرماتے ہیں کہ اس قصہ کا اصل مأخذ کتاب اصمویل ہے۔ اور آج تک خود اہل کتاب کو بھی اس کتاب کا پورا پتہ نہیں چل سکا کہ اس کا مصنف کون ہے وہ ایک بحیثیت تاریخ کی کتاب یہود میں مروج تھی جس کو یہود و نصاریٰ نے بلاوجہ الہامی کتاب فرض کر لیا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اس قصہ کی تردید و ابطال پر نہایت مفصل کلام کیا ہے۔

بعض حضرات مفسرین نے ان آیات کی تفسیر اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اس واقعہ کی توضیح میں متعدد اقوال ذکر کیے ہیں۔ مثلاً امام قرطبی نے اپنی تفسیر احکام القرآن ج ۱۵ ص ۱۷۶ میں طبری کی روایت

21763.
Marfat.com

سے امام ابو السعود نے اپنی تفسیر میں اسی طرح تفسیر در منشور ج ۵ ص ۳۰۰ میں تفسیر روح البیان ج ص ۱۹ اور تفسیر مواہب الرحمٰن ج ۲۳ ص ۴۲ میں اس قصہ مذکورہ کے علاوہ اور اقوال ذکر کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ عورت اوریا مخطوبہ تھی نہ کہ منکوحہ اور داؤد علیہ السلام کو علم نہ تھا۔ اس عورت کے لئے کوئی خطبہ اور پیغام پہلے سے ہے اور لاعلمی میں پیغام دے دیا تو اس پر یہ عتاب ہوا کہ پہلے تحقیق کر لینی چاہیئے بے تحقیق پیغام دینا نبوت کے خلاف ہے۔ لیکن ان میں بھی تکلف ہے[ے]

اور روایتی حیثیت سے بھی ان کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ نیز شریعت کے اصول سے بھی ان اقوال پر آیات کی تفسیر مشکل ہے شرح فقہ اکبر میں بھی امام ابو منصور ماتریدی سے ایک قول نقل کیا گیا ہے لیکن اس پر بھی داؤد علیہ السلام کی شان نبوت کے لحاظ سے قلب مطمئن نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر نے ان تمام اقوال سے اعراض و کنارہ کشی کرتے ہوئے سکوت اختیار کیا۔ حضرات اہل علم ان اقوال کی تفصیل ان تفاسیر کی مراجعت فرمالیں بعض مفسرین نے اس قصہ کے تتمہ اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات کے درجہ میں اور بھی بعض روایات اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں۔ چنانچہ علامہ آلوسیؒ روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۶۷ پر ایسی بعض روایات حضرات قارئین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ محدثین کے نزدیک ان کی سندیں معتبر و حجت نہیں۔ روایتی لحاظ سے اس قصہ کا لغو اور باطل ہونا تو ظاہر ہی ہے انسانی عقل بھی اس بات کے تصور

سے انکار کرتی ہے کہ اللہ کے کسی بھی پیغمبر سے ایسی ناپسندیدہ اور ذلیل ترین حرکتیں واقع ہوں وہ برگزیدہ پیغمبر جو اُمت کے واسطے ہادی و مصلح ہوں اُمت کے اعمال و اخلاق کو پاکیزہ بنانا ان کی زندگی کا نصب العین ہو بھلا یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس طرح کی ذلیل اور انسانیت سے گری ہوئی باتیں کریں کہ کسی اجنبی عورت کو برہنہ دیکھنا۔ پھر اس پر فریفتہ ہو جانا پھر ایک خاص حیلہ اور تدبیر سے اس کے شوہر کو شہید کرا دینا۔ اور اس کے بعد اس عورت کو اپنے نکاح میں لے آنا یہ باتیں تو کسی معمولی سے ایمان و تقویٰ رکھنے والے شخص سے بھی بعید ہے۔ چہ جائیکہ وہ جلیل القدر جن کے اوصاف و فضائل کی بلندی کی کوئی انتہا نہیں جن کی پہلی فضیلت تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیتے ہوئے داؤد علیہ السلام کی زندگی کو یاد کرنے اور ان کے اسوہ کو نمونہ بنانے کا حکم دیا گیا پھر داؤد علیہ السلام کو عبدنا ہمارا بندہ جیسے پاکیزہ لقب سے یاد کیا گیا۔ گویا اس عنوان نے ان میں عبدیت کے تمام اوصاف کاملہ و فاضلہ کو بیان کر دیا یہ عنوان تو وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معراج جیسی عظمت والے قصہ کے ساتھ اختیار کیا گیا جیسے کہ ارشاد ہے۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ ان کو ذا الاید قوت و عزم والا فرمایا ان کو اواب خدا کی طرف رجوع کرنے والا فرمایا۔ ان کی فضیلت یہ کہ پہاڑوں پر پرندوں کو ان کے ذکر و تسبیح

ے تفسیر قرطبی ۱۶۷/ ج ۱۵

کے ساتھ تابع و مسخر کردیا گیا والطیر محشورۃ کے پرندبھی جمع ہوکر ان کے ذکر میں شامل ہوتے۔ ان کے ملک و سلطنت کا استحکام و قوت ان کو حکمت دیا جانا فصل خطاب کی نعمت سے نوزا جانا۔ مغفرت خداوندی۔ مرتبہ کا قرب جس کو وان لہ عندنا لزلفی میں بیان کیا اور آخیر میں انجام کی خوبی کا اعلان کیا گیا پھر ان سب چیزوں کے بعد خلافت فی الارض کا اعزاز جس کو یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض کیا گیا ہے تو کیا یہ قابل تصور امر ہے کہ جس ذات مقدس کی یہ فضیلتیں ہوں ایسے عظیم انعامات اور علمی و عملی کمالات اسے نوازا گیا ہو جس کے لئے اعلان ہو خلافت ارض کا۔ اللہ کے نزدیک مرتبہ کی بلندی اور انجام کی خوبی کی بشارت ہو دنیا میں کوئی عقل رکھنے والا انسان بیان کردہ قصہ کی ذلیل باتوں کا ان کے بارے میں تصور بھی نہیں کرسکتا۔

علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی ج ۲۳ میں امام احمد بن حنبل کی روایت سے ایک نہایت ہی لطیف مضمون بیان کیا ہے کہ مالک بن دینارؒ اس آیت وحسن مآب کی تفسیر میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے روز حضرت داؤد علیہ السلام کو عرش الہٰی کے سامنے لاکر کھڑا کیا جائے گا پھر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا۔ اے داؤدؑ آج اس وقت تم میری تسبیح اور کبریائی اسی لحن اور آواز سے بیان کرو جس آواز سے دنیا میں بیان کرتے تھے۔ داؤد علیہ السلام کہیں گے اے پروردگار وہ بات تو دنیا کی زندگی میں تھی جواب نہیں رہی۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے میں وہی صورت تم کو واپس کرتا ہوں اور وہی لحن داؤدی جس سے دنیا میں پہاڑ اور پرند تمہارے ہمنوا ہوجایا کرتے تھے تم کو عطا کرتا ہوں تو حضرت داؤد علیہ السلام ذکر تسبیح شروع کریں گے جس سے تمام جنتی بیخود ہوجائیں گے۔

پھر ان تمام وجوہ فضیلت کے علاوہ ایک عظمت و برتری کی وجہ یہ بھی قرآن کریم کی تعبیر سے ظاہر ہے کہ اس قصہ کو حق تعالیٰ نے اس عنوان سے ذکر فرمایا وھل اتاک نبؤ الخصم تو یہ عنوان بالکل ایسا ہی ہے جیسا ھل اتاک حدیث موسیٰ اذ ناداہ ربہ بالواد المقدس طویٰ کہ اے ہمارے پیغمبر کیا آپ کو موسیٰؑ کی بات پہنچی ہے کہ موسیٰ کو ان کے پروردگار نے وادی مقدس طویٰ میں پکارا تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ نبؤ الخصم جو داؤد علیہ السلام کا بیان کیا گیا وہ عظمت و فضیلت میں اسی طرح کا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا واقعہ کوہ طور۔ تو ظاہر ہے کہ جو قصہ اس عظمت و تقدس کے عنوان سے بیان کیا جارہا ہے ہرگز وہ ایسا فحش اور بیہودہ واقعہ نہیں ہوسکتا۔ جس سے ہر حیا رکھنے والا انسان نفرت کرتا ہو اور کیا قرآنی عظمت اس بات کو گوارا کرتی ہے کہ ایسا قصہ اس اہمیت و خصوصیت سے بیان کیا جائے۔ غرض کسی نوعیت سے بھی اس مشہور کردہ واقعہ کی صحت کی کوئی گنجائش نہیں۔

آیات مذکورہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی صفات کمال

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی دس

Marfat.com

صفات کمال بیان کیں اور اس کے بعد ھل اتاك نبؤا الخصم کے عنوان سے یہ قصّہ ذکر فرمایا ہے جس سے داؤد علیہ السلام کی مدح وثنا اور تعظیم مقصود ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے۔ اوریا شوہر کے قتل کا قصّہ جو اسرائیلیات سے نقل کیا گیا ہے وہ سراسر باطل ہے۔ کیونکہ یہ قصّہ ان دس صفات کمال کے صریح خلاف ہے جو اللہ نے ان کی مدح وثنا اور منقبت میں بیان کی ہیں جن کی تفصیل گذر چکی۔ یہ قصّہ تو کسی بدتر فاسق وفاجر کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے کیونکہ ہر سننے والا اس سے نفرت وبیزاری ظاہر کرے گا۔ اور صاحب قصّہ پر لعنت بھیجے گا۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ خُدا کے ایک برگزیدہ پیغمبر معصوم کی طرف ایسے قابل نفرت واقعہ کی نسبت کی جائے۔ دوم یہ کہ اس قصّہ کا تو حاصل یہ ہے کہ صاحب واقعہ ایسا شخص ہے کہ نفس کی خواہش اور طمع نے اس کو اس قدر ایمانی شعور سے بعید کر ڈالا ہے کہ اس کو کسی کے قتل کے ارتکاب میں اور اس کے بعد اس کی بیوی کو حاصل کر لینے میں کوئی تامل نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ جو چیز کسی ادنےٰ مومن کے لئے بھی قابل تصوّر نہ ہو وہ نبی معصُوم کے حق میں کیسے تصوّر کی جا سکتی ہے۔ سوم یہ کہ ایسا کام کرنے والا تو نفس اور شہوت کا بندہ ہوا۔ نہ کہ اللہ کا بندہ۔ وہ کیونکر اس لائق ہو سکتا ہے کہ خدا اس کو یوں کہے ہمارا بندہ "۔ **چہارم** ۔ یہ کہ جو شخص کسی کی عورت کو دیکھ بے صبر اور بے قابو ہو جائے تو ایسے واقعہ کو خداوند عالم اپنے پیغمبر کو صبر کی تعلیم وتلقین کے طور پر کیسے بیان فرما سکتا ہے۔ اور یہ کہنا کیونکر ممکن ہوتا۔ اصبر علی ما یقولون واذکر عبدنا کہ آپ صبر کیجئے ان باتوں پر جو یہ کہہ رہے ہیں۔ سوال ہو گا کہ کیا صبر کی تعلیم وتلقین کے موقعہ پر ایسا ہی واقعہ بیان کیا جاتا ہے اور کیا ایسا ہی صبر کیا جائے۔ جیسا کہ اس صاحب واقعہ نے صبر کیا۔ استغفر اللہ ۔ **پنجم** ۔ یہ کہ قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا گیا ہے یہ ہیں وہ انبیاء جن کو خدا نے ہدایت دی ہے تو اے ہمارے پیغمبر آپؐ بھی ان کی اقتداء کیجئے۔ تو کیا ایسے شخص کی اقتداء کا حکم دیا جانا ممکن ہے۔ **ششم** ۔ یہ کہ ان کو ذا الاید قوت وطاقت والا کہا گیا۔ جو شخص اپنے نفس پر ہی قابو نہ پا سکے وہ کہاں سے طاقت والا ہوا اور کہاں اس قابل ہوا کہ قرآن کریم میں اس کو قوت وہمت والا کہہ کر متعارف کرایا جائے۔ **ھفتم** ۔ یہ کہ ان کو اوّاب خدا کی طرف رجوع کرنے والا فرمایا گیا۔ تو یہ قصّہ تو ظاہر کرتا ہے کہ وہ صاحب واقعہ فسق وفجور کی طرف رجوع کرنے والا تھا نہ کہ اللہ اور اس کی اطاعت وبندگی کی جانب۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کا تو اللہ کی طرف رجوع وانابت کا یہ مقام فرمایا گیا کہ پہاڑ اور پرند بھی ان کی تسبیح کے ساتھ ہمنوا ہوتے۔ تو کیا جو شخص کسی کی جان اور عزت وآبرو کی پروانہ رکھتا ہو وہ اس کرامت وعظمت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ ؟ **ھشتم** ۔ یہ کہ حضرت داؤدؑ کے ملک کو اللہ نے فرمایا۔ وشددنا ملکہ کہ ہم نے ان کا ملک مضبوط کیا تھا تو جس ملک میں قتل اور فسق وفجور سے امن نہ ہو اور کسی کی جان وآبرو کا تحفظ نہ ہو سکے تو ہرگز وہ ملک مضبوط نہیں ہو سکتا۔ **نہم** ۔ یہ کہ داؤد علیہ السلام کی شان میں فرمایا گیا وآتیناہ الحکمۃ کہ ہم نے ان کو علم ومعرفت اور حکمت سے نوازا تھا اور حکمت نام ہے کمالات علمیہ اور عملیہ اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص جو اس قسم کے افعال کا مرتکب ہو وہ حکیم (صاحب حکمت)

Marfat.com

کیونکر ہوسکتا ہے۔ **دھم** یہ کہ ان کے حق میں فصل الخطاب یعنی فیصل کن بات کہنے کی قوت و صلاحیت دی کہ ہر بات عدل و انصاف کی ترازو میں تلی ہوئی ہو تو کیا ایسا شخص جو اس قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرتا ہو اس کو یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کی ہر بات عدل و انصاف کی ترازو میں تلی ہوئی ہے

بہرکیف یہ دس وجوہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی صفاتِ فاضلہ وہ ہیں جن کو نہایت صراحت کے ساتھ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ پھر یہ کہ کلام کی ابتداء ان کی مدح و ثنا سے اور انتہا ایسی بے پایاں عنایات نوازش سے کہ ان لہٗ عندنا لزلفی وحسن مآب بے شک ان کے واسطے ہمارے یہاں عنایت ہی قرب و فضیلت کا درجہ ہے اور بہترین انجام ہے اور آخر یہ کہ خلافت برحق کے اعزاز سے نواز دیا گیا تو ان وجوہ کے پیشِ نظر یہ بات بلا تردد و تامل تسلیم کرنی پڑے گی یہ قصہ محض یہودیوں کا من گھڑت افسانہ ہے جس کے ذریعہ وہ اللہ کے اولوالعزم پیغمبروں کے تقدس کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔ اسی وجہ سے جمہور مفسرین اور محققین علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ یہ واقعہ بلاشبہ کذب و افتراء ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ، علامہ ابن الجوزیؒ، قاضی ابوالسعودؒ، قاضی بیضاویؒ، قاضی عیاضؒ، امام رازیؒ، علامہ ابوحیانؒ، زمخشریؒ، علامہ خازنؒ، ابن حزمؒ، علامہ خفاجیؒ، شیخ احمد بن نصرؒ اور متاخرین مفسرین میں علامہ محمود آلوسی البغدادیؒ صاحب تفسیر روح المعانی غرض ہر قرن اور دور کے مفسرین اس قصہ کے کذب و افتراء ہونے پر اتفاق کرتے رہے ہیں۔ اور حافظ ابو محمد ابن حزم نے تو اپنی کتاب "الفصل" میں بڑی شدت کے ساتھ اس قصہ اور اس کے قریب جو باتیں بعض مفسرین نے بیان کیں ان کی تردید کی ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ یہ بات قطعی ہے کہ یہ قصہ عصمتِ انبیاء کے منافی ہے اور عصمتِ انبیاء دین کی بنیاد ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا دین اس کے احکام انبیاء ہی کے ذریعے تو بندوں تک پہنچتے ہیں۔ حضرات انبیاء خدا کے سفیر اور نمائندے ہوتے ہیں۔ اگر وہ معصوم نہ ہوں تو پھر ان کی سفارت ہی کہاں سے قابلِ اعتماد ہو سکتی ہے اور ان کے لائے ہوئے احکام اور ان کا اسوۂ ہدایت اور فلاح و سعادت کیونکر ہو سکتا ہے۔ عصمتِ انبیاء کا مسئلہ تو ایسے اصولِ مسلمہ میں سے ہے کہ کسی آیت کی تفسیر یا روایت کی تشریح اور واقعہ کی توضیح و تفصیل میں اس کو ایک لمحہ کے لیے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

الغرض یہ ہیں وہ دلائل اور وجوہ جن کے پیشِ نظر ان آیات کی تفسیر میں اس قصہ یا اس کے قریب دیگر ایسی روایات کو کسی درجہ میں بھی قابلِ قبول نہیں تصور کیا جا سکتا۔ یقیناً ان تمام آیات کی تفسیر اس قصہ سے ہٹ کر ہی کی جائے گی۔

تفسیر آیات مشتملہ بر قصہ داؤد علیہ السلام

گذشتہ تحقیق و تفصیل سے یہ چیز تو واضح ہوگئی کہ یہ قصہ جو بعض مفسرین کی کتابوں میں مذکور ہونے کی وجہ سے مشہور ہوگیا لغو اور بے اصل بلکہ اصولِ شریعت اور خود قرآن کریم تصریحات کے قطعاً منافی ہے۔ اس

Marfat.com

کے بعد اب ہم ان آیات کی تفسیر و توضیح کی طرف حق تعالیٰ شانہٗ کی توفیق و اعانت سے متوجہ ہوتے ہیں جو روایت و درایت اور اصول شریعت سے بھی مطابق ہو۔ اصل مقصد بیان اور سیاق و سباق سے ربط بھی معلوم ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے مقدمہ پیش کرنے والے کون تھے، اور مقدمہ کے فیصلہ پر حضرت داؤدؑ کے اس گمان کا کیا مطلب ہے کہ ان کی آزمائش کی گئی ہے اور اس پر توبہ و استغفار میں منہمک ہو جانا کس وجہ سے تھا۔ پھر یہ کہ اخیر میں بیان کردہ ثمرہ و نتیجہ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض کس طرح بیان کردہ اس واقعہ پر مرتب ہو رہا ہے۔ و باللہ التوفیق وھو یھدی الی الحق و الی صراط مستقیم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر اور امام رازی کی اختیار کردہ تحقیق کے پیش نظر آیات مذکورہ کی مراد اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ابتداء سورت میں قرآن کریم کی عزت و عظمت کو بیان فرمایا اور اس کے بالمقابل کفار مکہ کے مہمل اور بیہودہ اعتراضات کا رد فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی۔ اصبر علی ما یقولون کہ آپ صبر کیجئے ان باتوں پر جو یہ کہتے ہیں اور یاد کیجئے ہمارے بندے داؤدؑ کو یہ اپنی تمام تر عظمتوں دینی و دنیوی عزتوں کے باوجود کیسے صابر اور اللہ رب العزت کی رجوع کرنے والے تھے۔ ان کے صبر کا تو یہ عالم تھا کہ کسی بھی نامناسب بات یا کسی طرف سے بے ادبی یا تکلیف دہ چیز پر انتہائی حلم اور صبر کا معاملہ کرتے۔ حالانکہ خدا نے ان کو ایسی سلطنت اور دبدبہ دیا تھا کہ وہ کسی بھی کوتاہی اور لغزش پر جو چاہتے، سزا دیتے یا توبیخ و تنبیہ کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب کہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ناگہاں دو شخص ایک خصومت و جھگڑا لے کر ان کے عبادت خانہ کی محراب پھلاند کر اندر پہنچ گئے جبکہ وہ دن داؤد علیہ السلام کی عبادت کا تھا کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی لیکن یہ لوگ غیر اصولی طریقہ سے بلا اجازت دیوار پھاند کر اندر گھس آئے۔ اس پر داؤد علیہ السلام طبعی طور پر گھبرائے تو بے شک کہ یہ کون ہیں، کیسے اندر آگئے اور کیا ارادہ ہے۔ ان خیالات سے گھبراہٹ طبعی امر ہے۔ لیکن صبر و تحمل سے کام لیا نہ ان کی بے قاعدگی پر تنبیہ کی اور نہ ہی کوئی سزا دی۔ حالانکہ دنیا کے معمولی حکام اور بادشاہ بھی بلا اجازت اس طرح گھس آنے والوں کو برافروختہ ہو کر عتاب و ملامت کا مورد ہی نہیں بلکہ سزا بھی دیتے ہیں۔ ان دونوں نے آکر اپنی خصومت بیان کرنی شروع کی۔ اور یہ مقدمہ کوئی حقیقی خصومت نہ تھی بلکہ حضرت داؤدؑ کے لیے من جانب اللہ ایک امتحان و آزمائش و تنبیہ کے طور پر دو فرشتوں کو بصورت مدعی و مدعیٰ علیہ بھیجا گیا تاکہ جو ایک مرتبہ داؤد علیہ السلام کو ایک خیال اعجاب و خود پسندی کے درجہ میں واقع ہوا تھا اس پر تنبیہ ہو جائے۔ مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ انھوں نے بارگاہ خداوندی میں ایک بار محض اللہ کے انعام کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا اے پروردگار داؤد کے گھرانہ میں رات اور دن میں سے کوئی ساعت ایسی نہیں گزرتی جس میں آل داؤد میں سے کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت (نماز، ذکر و تسبیح) میں مشغول نہ رہتا ہو۔ کیونکہ داؤد علیہ السلام نے شب و روز کے چوبیس گھنٹوں کو اپنے گھر والوں پر نوبت بہ نوبت عبادت کے لیے اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ ایک لمحہ کے لیے ان کا عبادت خانہ عبادت سے خالی نہ رہنے پائے اور خود اپنی ذات کے لیے دن مقرر کر رکھے تھے اور جو دن عبادت کا مقرر تھا اس میں اس کے سوا اور کوئی کام انجام نہ دیتے۔ ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا کہ یہ میرا حسن انتظام

Marfat.com

ہے کہ میں نے اپنے معمولات کو کیسا مرتب کر رکھا ہے کہ اس بحمد اللہ کوئی خلل نہیں آتا۔ اللہ رب العزت کو یہ بات حضرت داؤدؑ کے مقام کے لحاظ سے ناپسند ہوئی۔ اس بات میں اگرچہ اللہ ہی کا شکر تھا اور اس کی حمد و تعریف تھی مگر پھر ایک طرح اعجاب و خود پسندی کا شائبہ تھا۔ انبیاء علیہم السلام کا مقام اس قدر عالی و بلند تر ہوتا ہے کہ یہ معمولی شائبہ بھی خدا کو ناپسند ہوا۔ کیونکہ بڑوں کی معمولی اور چھوٹی بات بھی بڑی اور قابلِ گرفت سمجھی جاتی ہے علہ

بعض روایات میں ہے ارشاد ہوا۔ اے داؤدؑ! یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے اگر ہماری توفیق و مدد شاملِ حال نہ ہو تو اس چیز پر قدرت نہیں پا سکتا خواہ ہزار کوشش کرے اور نہ ہی نبھا سکے گا۔ قسم ہے میری عظمت و جلال کی میں ایک روز تجھ کو اپنے نفس کے سپرد کر دوں گا (یعنی اپنی مدد ہٹا لوں گا) پھر دیکھنا کہاں تک تو اپنی عبادت و معمول کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ عرض کیا اے پروردگار مجھے اس دن کی خبر کر دیجیے۔ بس اسی روز قدرتِ خداوندی سے یہ معاملہ پیش آیا اور اس طرح اس آزمائش میں مبتلا کیے گئے۔ چنانچہ وہ فریقین ایک خصومت لے کر اندر گھس آئے۔ اور ایک نے دوسرے کے ظلم و تعدّی کی داستان بیان کرنی شروع کر دی۔ اس کے سُننے کے بعد یہ فرماتے ہیں لقد ظلمك بسوال نعجتك الى نعاجه وان كثيرا من الخلطاء ليبغي على بعض الا الذين آمنوا وعملوا الصالحات وقليل ما هم کہ اے شخص بے شک تیرے ساتھی نے تجھ پر ظلم کیا ہے اس بات کا مطالبہ کر کے کہ تیری دُنبی بھی اپنی دُنبیوں میں شامل کر لے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے شرکا اسی طرح ایک دوسرے پر ظلم کیا کرتے ہیں بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور عمل کریں تو اس طرح کی بات چیت اور مقدمہ کے سننے میں اور اس پر اس طرح کے اظہارِ خیال میں سلسلۂ عبادت منقطع ہو گیا اور وہ معمول برقرار نہ رہ سکا۔ جس پر وہ ایک نوع کا خیال آیا تھا فوراً ہی چونک گئے اور سمجھ گئے کہ یہ خدا کی طرف سے میری آزمائش تھی جس کے ذریعہ مجھے یہ دکھلایا گیا کہ باوجود انتہائی کوشش کے کوئی بھی اپنے معمول و عبادت کو بغیر توفیق اور مددِ خداوندی باقی نہیں رکھ سکتا علہ۔ حالانکہ پہرے دار تھے، پوری حفاظت و نگرانی تھی، معمول مقرر تھا اور اس پر پابند بھی تھے۔ لیکن ناگہاں کس طرح دو شخص تمام انتظامات کو درہم برہم کر کے اندر داخل ہو گئے اور اپنی خصومت و گفتگو میں مصروف کر کے

علہ۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ مدارج السالکین ص۹۹ ج ا فرمایا۔ بعض آثار میں ہے کہ بندہ اگر کوئی نیکی کر کے یہ کہتا ہے کہ اے پروردگار میں نے یہ کام کیا، میں نے صدقہ کیا، میں نے نماز پڑھی، میں نے کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور میں نے تیری مدد کی، میں نے تجھ کو توفیق دی" اور جب بندہ کہتا ہے۔ اے پروردگار تو نے میری مدد کی، تو نے مجھ کو توفیق بخشی اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا تو اللہ تعالےٰ یہ کہتا ہے" اور تو نے عمل کیا، تو نے ارادہ کیا، تو نے یہ نیکی کی" (فوائد قرآن کریم شیخ الاسلام)

علہ حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو بیان کیا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔ ذہبی نے تلخیص میں اس کو درست قرار دیا۔

Marfat.com

عبادت میں انقطاع وخلل پیدا کر دیا۔ اسی چیز کو فتنہ و آزمائش کے عنوان سے وظن داؤدؑ انما فتناہ میں تعبیر کیا گیا لفظ فتنہ کا اطلاق اس جگہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک حدیثؑ میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خطبہ دے رہے تھے۔ سامنے نظر پڑی، حسن وحسین رضی اللہ عنہما بچپن میں جس طرح بچے قمیص میں لڑکھڑاتے پھرتے ہیں اسی طرح سامنے سے آرہے ہیں۔ آپ سے صبر نہ ہوسکا۔ خطبہ قطع کیا۔ منبر سے اترے اور ان کو اٹھا لیا اور پھر ارشاد فرمایا صدق اللہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ میں نے ان بچوں کو دیکھا کہ یہ آرہے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہوسکا یہاں تک کہ مجھے اپنی بات قطع کرنی پڑی۔ تو جیسے یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں پر نظر پڑنے اور اس وجہ سے خطبہ کو کچھ لمحہ کے لیے روک دینے کو فتنہ سے تعبیر کیا بالکل ایسا ہی یہاں محسوس ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے عبادت میں خلل و انقطاع کو فتنہ سمجھا اور خداوند عالم نے ان کے اس تاثر اور تخیل کی اسی لفظ کے ساتھ تعبیر کر دی۔ وظن داود انما فتناہ۔

داؤد علیہ السلام کے ذہن میں اس خیال کا آنا تھا کہ گھبرا گئے اور فوراً توبہ و استغفار میں مصروف ہو گئے اور اس قدر انابت الی اللہ کا رنگ غالب آیا کہ سربسجود ہوئے۔ بارگاہِ خداوندی میں تضرع و زاری کرنے لگے، اسی کیفیت کو بیان فرمایا جا رہا ہے۔ فاستغفر ربہ وخر راکعا و اناب ظاہر ہے کہ ایک ایسی معمولی چوک پر یہ آہ و زاری اور سجدہ میں گر پڑنا اور توبہ و استغفار میں مصروف ہو جانا بہت ہی عظیم مقام ہے۔ خشیتِ خداوندی اور انابتِ الی اللہ کا اس توبہ و استغفار کی عظمت اور سجود و انابتِ الی اللہ کا مقام اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا۔ ایک شخصؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا۔ یا رسول اللہ آج رات میں نے اپنے آپ کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ میں ایک درخت کے پیچھے کھڑا نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں نے سجدہ کیا تو درخت بھی میرے ساتھ سجدہ میں گر پڑا۔ میں نے یہ سنا درخت یہ تسبیح پڑھ رہا ہے اللھم اکتب لی بھا عندک اجرا وحط عنی بھا وزرا واجعلھا لی عندک ذخرا وتقبلھا منی کما تقبلت من عبدک داؤد علیہ السلام اے اللہ تو اس سجدہ کی وجہ سے اپنے یہاں میرے لیے ایک اجر لکھ دے اور اس کی وجہ سے ایک گناہ معاف فرما دے اور یہاں ایک سجدہ کو میرے واسطے ذخیرہ بنا لے۔ اور تو اس سجدہ کو ایسا ہی قبول فرمالے جیسا کہ تو نے اپنے بندہ داؤد علیہ السلام سے قبول کیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب سنتے ہی آیت سجدہ تلاوت فرمائی (بظاہر یہی آیت سجدہ تلاوت فرمائی ہوگی جو حضرت داؤد علیہ السلام کو کے اس واقعہ پر مشتمل ہے یعنی وظن داود انما فتناہ فاستغفر ربہ وخر راکعا و اناب) اور پھر سربسجود ہوئے اور میں نے سنا آپ وہی کلمات پڑھ رہے ہیں جو اس شخص نے درخت سے سنے ہوئے الفاظ نقل کیے

ع۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ جس کو امام ترمذی ابوداؤد اور امام نسائی نے اپنی سنن میں تخریج کیا ہے۔ ۱۲

ھ۔ یہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تھے۔ شیخ جزری نے تصحیح المصابیح میں اسی کی تصریح کی ہے۔ مرقاۃ۔ شرح مشکوۃ۔ بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح۔ ۱۲

Marfat.com

تھے۔ اسی حد تک بات نہیں بلکہ اس سجدۂ داؤدی کا تو یہ مقام ہے۔ مجاہدؒ بیان کرتے ہیں۔ میں نے ابن عباس رضؓ سے یہ دریافت کیا کہ کیا میں سورۂ صٓ میں سجدہ تلاوت کیا کروں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ ومن ذریتہ داؤد وسلیمن وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ تک اور فرمایا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ان حضرات انبیاء کی پیروی کریں اور ظاہر ہے کہ جب داؤد علیہ السلام کا سجدہ میں گر پڑنا اس آیت میں بیان کیا جا رہا ہے اور ان کی پیروی کا حکم خود تمہارے پیغمبر کو دیا گیا تو تم پر بدرجۂ اولیٰ اس کی تعمیل ضروری ہوگی۔ اس حدیث نے سجدہ داؤد علیہ السلام کی جو عظمت ظاہر کی وہ اظہر من الشمس ہے تو ظاہر ہے کہ ایک معمولی سی بات جو صرف اس حد تک تھی کہ تشکرِ خداوندی کے ساتھ خودپسندی کا شائبہ محسوس ہونے لگا تھا پر ایسی توبہ و استغفار اور تضرع و انابت الی اللہ کی ساتھ سربسجود ہونا بے شک ایسے ہی انعام کا ذریعہ ہو سکتا ہے جس کو ارشاد فرمایا گیا۔ فغفرنا لہ ذلک وان لہ لزلفی وحسن مآب۔

معمولی سی بات پر ایسی بیقراری اور تضرع و زاری سے بندہ کے مقامات اسقدر بلند ہوتے ہیں کہ برس ہا برس کی عبادات بھی اس کو ایسے عظیم اور بلند مقام پر نہیں پہنچا سکتیں۔ اس بنا پر اس توبہ و استغفار پر خلافت فی الارض کا عظیم ثمرہ و انعام مرتب ہوا جس کو یاداؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض میں ذکر فرمایا گیا کہ اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنا دیا لہٰذا تم اسی کے حکم پر چلو اور معاملات کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ کرتے رہو کبھی کسی معاملہ میں خواہشِ نفس کا ادنیٰ بھی شائبہ نہ آنے پائے۔

رہا یہ امر کہ مقدمہ میں خصومت کرنے والوں نے جو صورتِ مقدمہ پیش کی۔ ان ھذا اخی لہ تسع وتسعون نعجۃ ولی نعجۃ واحدۃ اس کا کوئی تعلق حضرت داؤدؑ کے کسی واقعہ سے نہیں اور نہ ان الفاظ میں ان کی کسی بات کی طرف تلمیح و اشارہ ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاملات میں پیش آنے والے مظالم و زیادتیوں کا بیان ہے کہ اس طرح ہر طاقتور اپنے کمزور بھائی پر ظلم کرتا ہے۔ اور انسان کی حرص کی کوئی انتہا نہیں حتیٰ کہ اگر اس کے پاس ۹۹ دنبیاں ہوں اور اس کے غریب بھائی کے پاس صرف ایک ہی بکری ہو تو وہ بھی چاہے گا اور اپنی امکانی حد تک یہی تدبیر کرے گا کہ اس غریب بھائی کی وہ ایک بکری بھی قبضا لے۔

رہی یہ بات کہ اس ظلم و تعدی کی روش کو بیان کرتے میں دنبیوں کا وجہ سے ذکر کیا گیا؟ ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں زیادہ تر معیشت کا مال بکریاں ہی ہوتی ہوں اور یہ تعبیر ایسی ہی ہو جس طرح کہ بعض احادیث میں مال و دولت کے تمول کے سلسلہ میں اونٹوں کا ذکر ہے مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے آپ کا ارشاد لئن یھدی اللہ بک رجلا واحدا خیر لک من حمر النعم اے علی اگر تیرے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو ہی ہدایت دے دے تو یہ تیرے واسطے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوگا۔ اور کتاب فضائل القرآن میں ہے اگر کوئی شخص صبح ہی صبح مسجد میں دو آیتیں کتاب اللہ کی کسی کو سکھا دے تو دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین آیات تین اونٹنیوں سے بہتر۔ اور اسی طرح جس قدر تعداد آیات کتاب اللہ کی تعلیم دے گا اتنی ہی تعداد اونٹنیوں سے بڑھ کر ہوگا۔ علی ہذا القیاس بہت سی احادیث میں اسی طرح کا عنوان ذکر فرمایا گیا۔ تو یہاں ان آیات میں دنبیوں کا ذکر اس زمانہ کے قابلِ قدر مال ہونے کی

Marfat.com

حیثیت سے ہو سکتا ہے نہ یہ کہ اس سے کسی خاص پیش آمدہ واقعہ کی طرف تلمیح و اشارہ ہو اور ننانوے کا عدد جمع میں انتہائی عدد ہے اور ایک کا عدد قلت میں سب سے آخری درجہ رکھتا ہے۔ اس وجہ سے ظالم کا باوجود کثرت مال کے غریب و تنگدست پر جو انتہائی غربت و افلاس کے مقام پر ہو ظلم و تعدی کرنا ننانوے اور ایک کے عدد سے تعبیر کیا گیا۔

بعض حضرات مفسرین کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی وہ لغزش جس پر من جانب اللہ تنبیہ کی گئی، یہ تھی کہ انہوں نے محض مدعی کے بیان پر ایک کو ظالم اور دوسرے کو مظلوم کے درجہ میں قرار دے کر یہ فرمایا۔ لقد ظلمک بسؤال نعجتک الی نعاجہ حالانکہ اولاً یہ چاہیے تھا کہ مدعی کے دعویٰ کے بعد مدعیٰ علیہ سے وضاحت طلب کرتے پھر مدعی سے بینہ اور ثبوت طلب کرتے اس کے بعد یہ فرماتے کہ مگر بظاہر قرائن مؤیدہ کے باعث سمجھ لیا کہ واقعی ان میں سے ایک تعدی کر رہا ہے اور دوسرا اس صورت حال میں مظلوم ہے۔ تو قانون سماعت دعویٰ میں بظاہر کچھ کمی رہ گئی تھی تو اس پر فوراً ہی متنبہ ہو کر استغفار و دعا اور تضرع میں مصروف ہو گئے۔

خلیفہ اور بادشاہ میں فرق

ان آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انعامات خداوندی میں سے خلافت فی الارض کے انعام و اعزاز سے نوازنے کا ذکر فرمایا گیا۔ نبوت و رسالت تو پہلے ہی عطا فرما دی گئی تھی۔ مزید انعام یہ فرمایا کہ اس کے ساتھ سلطنت و حکومت سے بھی نواز دیا گیا اور ساتھ ہی اس عظیم منصب کی اہم ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلا دی کہ (۱) فاحکم بین الناس بالحق اے داؤد لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کرنا (۲) ولا تتبع الھوی کہ خواہش نفس کی کبھی پیروی نہ کرنا۔ کیونکہ عدل و انصاف کے قیام میں اصل رکاوٹ خواہشات نفس ہیں۔ اس لیے یہ بات ظاہر ہے کہ خواہشات نفس کی پیروی کرنے والا کسی طرح بھی عدل قائم نہیں کر سکتا اور خلافت الٰہیہ کی اصل حقیقت قیام عدل ہی ہے ان دو بنیادی ذمہ داریوں کو بیان فرماتے ہوئے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ ان کی اساس فکر آخرت ہے۔ فکر آخرت سے عدل بھی قائم کیا جا سکتا ہے اور ہوائے نفس سے بھی انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔

ازالۃ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ نے خلیفہ اور بادشاہ میں فرق کے موضوع پر کلام کرتے ہوئے فرمایا۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے طلحہؓ، زبیرؓ، کعب احبارؓ، اور سلمان فارسیؓ سے دریافت کیا کہ بتاؤ خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا، خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں عدل کرے اور مال غنیمت برابر تقسیم کرے اور رعایا پر اس طرح شفقت کرے جیسے اپنے اہل و عیال پر کرتا ہو۔ کعب احبارؓ کہنے لگے میرا خیال تو یہ تھا کہ یہ معنی اس مجلس میں میرے علاوہ شاید کوئی اور شخص نہ جانتا ہو۔

سلیمان بن ابی العوجاء سے روایت ہے کہ ایک روز عمر فاروقؓ اپنی مجلس میں یہ فرمانے لگے۔ میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص بولا۔ اے امیر المومنین خلیفہ اور بادشاہ میں بیّن فرق ہے اور وہ یہ کہ خلیفہ مال نہیں لیتا مگر حق کے ساتھ اور خرچ نہیں کرتا مگر حق کے ساتھ اور آپ بحمد اللہ ایسے

Marfat.com

ہی ہیں۔ اس کے برعکس بادشاہ ظلم کرتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے لیتا ہے اور جسے چاہے دیتا ہے (اور خدا کے فضل سے آپ ایسے نہیں ہیں) یہ سن کر آپ خاموش ہوگئے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ رونے لگے۔ بعض روایات میں ہے کہ امیر معاویہؓ جب منبر پر بیٹھتے تو یہ کہا کرتے، خلافت نہ مال جمع کرنے کا نام ہے اور نہ خرچ کرنے کا، بلکہ خلافت اس کا نام ہے کہ حق پر عمل کرے اور فیصلہ میں عدل کرے اور لوگوں کو حکم الٰہی پر قائم کرے۔ ازالۃ الخفاء صہ۵۸۴۔

ان آخری کلمات میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اصل حاکمیت صرف اللہ کے لیے ہے کیونکہ خلیفہ کا کام تو احکام الٰہیہ کا نفاذ ہے۔ اسی لحاظ سے اس عظیم ذمہ داری کے انجام دینے کے لیے ایک خاص ہدایت یہ فرما دی گئی۔ فاحکم بین الناس بالحق کہ حق کے مطابق فیصلہ کرنا اور اقامتِ عدل میں نفس کی خواہشات حائل بنتی ہیں تو اس سے اجتناب کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ ولا تتبع الھوٰی کہ نفس کی خواہش کی پیروی ہرگز نہ کرنا۔ اور ساتھ اتباع ہویٰ اور نفس کی پیروی کا نتیجہ بھی بیان کر دیا گیا۔ فیضلک عن سبیل اللہ کہ خدا کی راہ بھٹکاتا ہے اور خدا کی راہ سے بھٹکنے اور گمراہ ہو جانے کا انجام عذابِ آخرت ہے۔ تو ان چند الفاظ ہی میں گویا اسلامی سلطنت کے فرمانروا کی حیثیت وحقیقت اس کی ذمہ داریاں اور ذمہ داریوں کو انجام دینے میں رکاوٹ پیدا کرنے والے اسباب اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج وثمرات بیان فرما دیے گئے۔ اب اسی مناسبت سے آئندہ آیات وما خلقنا السماء والارض میں تخلیقِ کائنات کی غرض اور دنیا میں انسانی حیات کا مقصد ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ

اور ہم نے نہیں بنایا آسمان اور زمین کو ۔ اور جو ان کے بیچ ہے نکما یہ خیال ہے ان کا جو منکر ہیں

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۭ ٢٧ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

سو خرابی ہے منکروں کو آگ سے ۔ کیا ہم کر دیں گے ایمان والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں،

كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ٢٨ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ

برابر ان کے جو خرابی ڈالیں ملک میں ؛ کیا ہم کر دیں گے ڈر والوں کو برابر ڈھیٹھ لوگوں کے ؛ ایک کتاب ہے جو اتاری

اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ٢٩

ہم نے تیری طرف برکت کی تا دھیان کریں لوگ اس کی باتیں ۔ اور تا سمجھیں عقل والے

Marfat.com

بیان حکمت تخلیق کائنات و اثبات حشر و ذکر عظمت کتاب خداوندی

قال اللہ تعالیٰ وما خلقنا السماء والارض الیٰ قولہ ولیتذکر اولوالالباب

گذشتہ آیات کا مضمون حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت کی ذمہ داریوں کے بیان اور اس میں اتباع نفس کے حائل ہونے اور اس کے انجام پر ختم ہوا تھا۔ اس کے بعد اب ان آیات مبارکہ میں تخلیق کائنات کی حکمت بیان فرمائی جارہی ہے۔ اور چونکہ حیات دنیوی آخرت کی تیاری کے لئے ہے تو اجمالاً حشر کا اثبات بھی فرمایا جارہا ہے اور یہ کہ قرآن کریم وہ کتاب مبارک ہے جس کی آیات میں تدبر اور ایمان و تقویٰ اور کفر و نافرمانی اور صلاح و فساد میں فرق واضح کرکے انسانوں کے دو گروہ متعین کرتا ہے۔ ایک گروہ صالحین و مطیعین کا دوسرا مفسدین و مجرمین کا۔ دھریہ اور نیچری قیامت کے منکر ہیں اور ان کا یہ گمان ہے کہ دنیا ہمیشہ سے اسی طرح چلی آرہی ہے اور آئندہ بھی اسی طرح چلتی رہے گی۔ لوگ پیدا ہوتے رہیں گے اور مرتے رہیں گے اور یہ سلسلہ غیر متناہی طور پر جاری رہے گا۔ برہمن اور ہندو بھی قیامت کے قائل نہیں بلکہ وہ تناسخ کا عقیدہ رکھتے ہیں یعنی انسان مرنے کے بعد کسی دوسرے جنم میں چلا جاتا ہے۔ اور یہ دوسرا جنم گزشتہ جنم کی بھلائی اور برائی کے مطابق ہوتا ہے۔ تو ان آیات میں ایسے مہمل عقائد کا بھی ابطال و رد فرمایا جارہا ہے۔ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار اور خالی از حکمت بلکہ ان میں سے بے شمار حکمتیں ہیں اور سب سے بڑی حکمت یہ کہ کائنات کی ہر موجود چیز خدا کی قدرت و وحدانیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ اس زندگی کے بعد آخرت کی زندگی برحق اور یقینی ہے اس کے واسطے انسان کو تیاری کرنے کی ضرورت ہے یہ تو خیال ہے کافروں کا کہ اس حیات کے بعد پھر کوئی حیات نہیں۔ اور حشر و نشر اور جزا و سزا نہیں ہے پس ہلاکت و تباہی ہے ان کافروں کے لئے جہنم کی آگ سے ظاہر ہے کہ ان کافروں نے آخرت اور عذاب آخرت کا انکار کرکے اپنے واسطے جہنم کی آگ اختیار کرلی ہے۔

آسمان و زمین اور ان کے درمیان جملہ موجودات حق تعالیٰ کی قدرت و خالقیت اور کمال حکمت کی واضح دلیل ہیں۔ ان دلائل و حقائق کو نہ ماننے والے مجرم و نافرمان اور باغی و مفسد ہیں اور ان پر ایمان و یقین رکھنے والے مومنین و متقین ہیں اور یقیناً ان دونوں گروہوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ دونوں گروہ ہرگز ایک طرح کے نہیں ہوسکتے تو کیا ہم ان لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کے برابر کردیں گے جو کفر و نافرمانی کرکے دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا بالفاظ دیگر یوں کہہ لو کہ کیا ہم پرہیزگاروں اور تقویٰ والوں کو بدکاروں اور فاجروں کے برابر کردیں گے۔ نہیں ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ جس حکمت کے باعث تخلیق کائنات کی گئی۔ اس کے پیش نظر بھی ضروری ہے کہ ایمان و توحید کے ساتھ طاعت گذاروں کو نجات و انعامات کا مستحق قرار دیا جائے اور فساق و فجار اور کفر و

Marfat.com

نافرمانی کے ذریعے زمین میں فساد برپا کرنے والوں کو عذاب جہنم کا مستحق بنایا جائے۔ یہی وہ قانون حکمت ہے جس کا ترجمان یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی۔ بابرکت ہے اس غرض سے کہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں۔ اور اس حقیقت کو معلوم کر کے اور سمجھ کے اس سے اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔ کہ تخلیق کائنات کا یہی مقصد ہے۔ اور حکمت خداوندی کا بھی یہی تقاضا ہے کہ عدل و انصاف قائم کر کے نیکوں کو نیکی کی جزاء اور بدکاروں کو بدکاری کی سزا دی جائے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ کوئی وقت حساب و کتاب اور جزاء و سزا کا رکھا جائے اور ظاہر ہے کہ یہ وقت صرف آخرت اور یوم قیامت ہی ہو سکتا ہے کیونکہ دنیا تو دار العمل اور دار الامتحان ہے اور حقیقی جزا و سزا دوران عمل دار العمل اور دار الامتحان میں قائم نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ پھر دنیا کی زندگی میں خیر و شر کی آزمائش کا سلسلہ باقی نہ رہ سکے گا۔ اس بنا پر مخبر صادق کی خبر اور فرمان خداوندی پر ایمان لاتے ہوئے قیامت کا اقرار کرنا پڑے گا اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آسمان و زمین اور جملہ کائنات کی تخلیق عبث و بیکار اور خالی از حکمت نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نیک و بد کے انجام کی یہ تفریق کتاب ہدایت ہی کے ذریعہ بتائی جاسکتی تھی اس لئے یہ کتاب مبارک حق تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی تاکہ اس کی اس بات میں تدبر۔ اور غور و فکر سے اہل فہم عبرت و نصیحت حاصل کرلیں۔ اور یقین کرلیں کہ مسئلہ مجازات اور معاد و آخرت عقل اور فطرت کے عین مطابق ہے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اپنے فوائد قرآن کریم میں فرماتے ہیں شاید تدبر سے قوت علمیہ اور تذکر سے قوت عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ ان ہی قوتوں کی تکمیل اور اصلاح سے انسانی سعادت کی منزلیں طے ہوتی ہیں۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ
اور دیا ہم نے داؤد کو سلیمان۔ بہت خوب بندہ۔ وہ ہے رجوع رہنے والا۔ جب دکھانے کو آئے اس کے

بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ
سامنے شام کو گھوڑے خاصے۔ تو بولا۔ میں نے چاہی محبت مال کی اپنے رب کی یاد سے۔ یہاں

حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾
تک کہ چھپ گیا اوٹ میں۔ پھیر لاؤ انکو میرے پاس۔ پھر لگا جھاڑنے پنڈلیاں اور گردنیں ف

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰي كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ
اور ہم نے جانچا سلیمان کو، اور ڈال دیا اسکے تخت پر ایک دھڑ، پھر وہ رجوع ہوا ف۲۔ بولا اے رب میرے!

اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾
معاف کر مجھ کو، اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی، کہ نہ چاہیئے کسی کو میرے پیچھے۔ بے شک تو ہے بخشنے والا ف۳

Marfat.com

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ
پھر ہم نے تابع کی اسکے باؤ، چلتی اسکے حکم سے نرم نرم، جہاں پہنچنا چاہتا اور تابع کئے شیطان سارے، عمارت

بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ
کرنیوالے اور غوطے لگانیوالے۔ اور کتنے اور بندھے ہوئے بیڑیوں میں ف۴ یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان

اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾
کر یا رکھ چھوڑ کچھ نہیں حساب ف۵ اور اس کو ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا

قصّہ حضرت سلیمان علیہ السلام وبیان انابت الی اللہ

مع حکومت وسلطنت وجملہ انعامات دنیویہ

قال اللہ تعالیٰ ووھبنا لداؤد سلیمان الی قولہ وحسن مآب

گذشتہ آیات حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ اور ان کو دین و دنیا کی نعمتوں اور حق تعالیٰ کی طرف خلافت فی الارض کے اعزاز سے نوازے جانے کا ذکر تھا اس ضمن خلافت الٰہیہ کا مقصد اس کی ذمہ داریوں اور ذمہ داریوں کی تکمیل میں جو چیزیں حائل ہوتی ہیں ان کا بیان کرکے تخلیق کائنات کی حکمت کا ذکر تھا۔ اور یہ کہ نیک وبد کا انجام یوم حساب میں سامنے آکر رہے گا۔ اب ان آیات میں داؤد علیہ السلام کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا جارہا ہے جو نبوت وسلطنت اور جملہ کمالات علمیہ وعملیہ کا حامل ہے حق تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک عظیم انعام ہے اس سے بڑھ کر کسی پر کیا انعام ہو سکتا ہے کہ اس کو سلیمان جیسا فرزند نصیب ہوا اور خود سلیمان علیہ السلام کا کس قدر عظیم رتبہ ہے کہ ان کو دین ودنیا کے ہر اعزاز اور ہر طرح کی نعمت سے نوازا گیا حتیٰ کہ ان کی حکومت جن وانس پر ہوئی۔ ہوائیں اور پرندے ان کے تابع کر دیئے گئے۔ غرض دونوں ہی کمالات و فضائل میں عجیب بلند مقام رکھنے والے تھے ذٰلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء چنانچہ ارشاد فرمایا اور عطا کیا ہم نے داؤد کو سلیمان جیسا فرزند کیا ہی اچھے بندے تھے کہ خدا کی عبودیت وبندگی ان کی زندگی کا ذوق بنی ہوئی تھی بے شک وہ خدا کی طرف بڑے ہی رجوع ہونے والے تھے۔ چنانچہ ان کا وہ قصّہ ایک یادگار اور قابل ذکر قصّہ ہے جبکہ ایک روز شام عـہ کے وقت ان کے سامنے اصیل اور عمدہ تیز رو گھوڑے بغرض جہاد پیش کئے گئے اور ان کے دیکھنے میں اس قدر

عـہ العشی لغت میں زوال کے بعد سے غروب تک وقت کے لئے اطلاق کیا جاتا ہے۔

صافنات جمع صافن کی ہے بعض ائمہ لغت صافن بمعنی واقف بایں معنی عمدہ گھوڑے پر اطلاق کرتے ہیں کہ عمدہ گھوڑے اگلے قدم اٹھا کر پچھلے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں جو ان کی نجابت وعمدگی کی نشانی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابو عبیدہ یہی بیان کرتے ہیں جیاد جمع جواد کی ہے

Marfat.com

دیر ہو گئی کہ دن چھپ گیا اور نمازِ عصر یا اس وقت کا کوئی معمول فوت ہو گیا۔ جذبۂ جہاد اور اعداء اللہ سے قتال کا شوق قلب پر اس قدر غالب تھا کہ اس امر کا خیال نہ رہا کہ وقت نکلا جا رہا ہے اور ہیبت و جلال کے باعث کسی خادم کو اس بات کی جرأت نہ ہوئی کہ مطلع یا متوجہ کر دے۔ جونہی وقت کے فوت ہونے پر متنبہ ہوا تو چونک کر کہنے لگے۔ افسوس میں تو مال کی محبت میں لگ کر اپنے رب کی یاد سے یعنی نماز و معمول سے غافل ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب پردہ میں چھپ گیا اور میری عصر کی نماز فوت ہو گئی۔ اگرچہ جہاد کی تیاری اور جہاد کے لیے گھوڑوں کا معائنہ بھی عبادت ہے۔ لیکن ایمان کے بعد نماز سے اور فرائض سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اس وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا دل پر بیحد صدمہ ہوا۔ اور اس رنج و صدمہ کی کیفیت میں خدام کو حکم دیا۔ ان گھوڑوں کو میرے سامنے پھر لے آؤ۔ چنانچہ جب وہ لائے گئے۔ تو ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تلوار سے ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ یعنی اس ملال و رنج اور غصہ کی کیفیت میں سب کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔ اگرچہ یہ مال کی محبت نہ تھی بلکہ جذبۂ جہاد کے باعث تھا مگر صورت ایسی واقع ہو گئی کہ اس کا یہ اثر ہوا۔ خواص اور مقربین کی یہی شان ہوتی ہے کہ اگر بال برابر بھی فرق ہو جائے تو غم اور فکر و پریشانی کی حد نہیں رہتی

گر زِ باغِ دل خلالے کم بود بر دل سالک ہزاراں غم بود

یہ بات ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح ایک صحابی کو نماز میں اپنے باغ کا خیال آیا تو سلام پھیرتے ہی اس کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا گیا۔ گویا سلیمانؑ نے ان کی اللہ کی راہ میں قربانی کر ڈالی۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں گھوڑے کا گوشت حلال ہو یا اس کی قربانی درست ہو یا یہ عمل شدتِ غضب میں واقع ہوا ہو۔ بہرکیف حضرت سلیمانؑ جیسے برگزیدہ پیغمبر

ع تیز دوڑنے والے گھوڑے کو جواد کہتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ لمبی گردن کے گھوڑوں کو جیاد کہتے ہیں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ حتی توارت بالحجاب کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کا جہاد والے گھوڑوں کے ملاحظہ میں مشغول ہونا خود درحقیقت ایک عبادت تھا جس میں انہماک و اشتغال سے نماز عصر کا فوت ہونا ایسا ہی ہوا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غزوہ احزاب میں پیش آیا تھا کہ سورج غروب ہو گیا اور نماز عصر نہ پڑھ سکے تو خدا کے پیغمبر سلیمان علیہ السلام سے یہ واقعہ غفلت سے العیاذ باللہ یا قصداً ہرگز نہیں پیش آیا بلکہ ایک عبادت میں انہماک و اشتغال دوسری عبادت کے فوت ہونیکا ذریعہ بنا۔ اس پر سلیمان کے رنج و غصہ کی مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ احزاب والے واقعہ میں وہ تھی جس کو حدیث نے بیان کیا کہ عمر فاروق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے غروب شمس کے بعد اور کفار مکہ کو بد دعائیں دے رہے تھے کہ خدا ان کو ہلاک کرے یا رسول اللہ میں عصر کی نماز نہ پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب ہونے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خدا کی قسم میں بھی نہیں پڑھ سکا اور آپؐ نے یہ کلمات فرمائے۔ ملأ اللہ بیوتہم وفی روایۃ بطونہم وقبورھم نارا حبسونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر۔ یعنی خدا تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہمیں نماز عصر سے روک رکھا۔ تو یہاں اس قصہ میں سلیمان علیہ السلام کا رنج و غم اور غصہ اس طرح ظاہر ہوا کہ ان گھوڑوں کی کونچیں کاٹنے لگے۔ یہی تفسیر اکثر ائمہ مفسرین نے اختیار کی ہے۔ حافظ ابن کثیر وطفق مسحا کا ایک مفہوم بروایت علی بن عبداللہ بن عباس سے یہ نقل کیا ہے کہ ان گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ جذبہ محبت اور مسرت کے ساتھ۔ لیکن جمہور مفسرین نے اس تفسیر کو پسند نہیں فرمایا۔ راجح قول یہی ہے کہ غم و غصہ میں ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنے لگے۔

Marfat.com

کی غیرتِ ایمانی نے اس بات پر ان کو آمادہ کیا کہ جس مال کے معائنہ میں نماز ضائع ہوئی اور وہ مال ذکرِ خداوندی سے غفلت کا سبب بنا اس کو اس طرح ختم کر دیا جائے۔ یہ ایمانی غیرت اور ذکرِ خدا کی محبت کا یہ جوش اور غلبہ یقیناً قابلِ مدح واقعہ تھا۔ اس وجہ سے اس واقعہ کو اس عنوان سے ذکر فرمایا گیا۔ نعم العبد انّہ اوّاب کہ کیا ہی اچھے بندے تھے کہ کیسے اللہ کی طرف انابت و رجوع والے تھے۔ شوقِ جہاد اور جذبۂ اعلاء کلمۃ اللہ اور قہرِ اعداء اللہ حضرت سلیمانؑ کی عظیم منقبت اور فضیلت کا قصہ تھا ہی، اسی کے ساتھ ایک دوسرا قصہ بھی ذکر فرما دیا گیا جو ان کے ایک ابتلاء و آزمائش کا تھا۔ اور وہ بھی اسی طرح ان کی عظمت و فضیلت کی ایک عظیم نشانی ہے۔ اور یہ دونوں قصے ان کے صبر و استقامت کی کامل ترجمانی کرنے والے ہیں۔ اس لحاظ سے گویا داؤد علیہ السلام کا جو ایک خاص رنگ واصبر علی مایقولون کا تھا وہ اس وراثت نسبتی کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کو بطور وراثت کمالات نبوت کے عطا کر دیا گیا۔

فرمایا اور بے شک ہم نے سلیمان علیہ السلام کو ایک اور طرح سے بھی آزمایا اور ان کے تخت پر لا ڈالا ایک ناتمام دھڑ جس سے وہ سمجھ گئے اور متنبہ ہوئے کہ یہ تو میرا امتحان کیا گیا اور اسی ندامت و پریشانی کی حالت میں پھر ہماری طرف رجوع کیا اور تضرع و زاری کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں دعا مانگنے لگے کہ اے میرے پروردگار میرا قصور معاف کر دیجیے جو ہم سے واقع ہوا اور آئندہ کے لیے مجھ کو ایسی سلطنت عطا کر دیجیے جو میرے بعد کسی کو لائق و زیبا نہ ہو۔ بے شک تو ہی بڑا دینے والا ہے کہ جو چاہے عطا فرما دے۔ تیری بارگاہ میں نہ دعا کی قبولیت کوئی دشوار کام ہے اور نہ وہ چیز عطا کرنا دشوار ہے جو مانگی ہے۔ پس ہم نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے تابع کر دیا ان کے ہوا کو وہ چلتی نرمی کے ساتھ جہاں وہ جانا چاہتے تو اس نعمت سے گھوڑوں سے مستغنی ہو گئے۔ جن میں وہ جذبۂ جہاد کی وجہ سے مصروف و منہمک ہوئے تھے۔ اور اس انہماک و اشتغال میں نماز کا وقت فوت ہو گیا تھا اور اس کے باعث رنج و غصہ میں ان کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور جنات و شیاطین کو بھی ان کے واسطے مسخر کر دیا جو ہر عمارت بنانے والے اور سمندروں میں غوطہ لگانے والے تھے کہ سلیمانؑ کا حکم پاتے ہی بڑی سے بڑی عمارتیں بنا ڈالیں اور سمندروں میں گھس کر ان کا حکم بجا لائیں اور بہت سے اور ایسے جن بھی ان کے واسطے مسخر کر دیے جو زنجیروں میں جکڑے رہتے جو ان میں سے بعضوں کے تمرد اور سرکشی کی سزا بھی ہوتی۔ یہ سب کچھ دے کر ہم نے سلیمان سے کہہ دیا تھا اے سلیمانؑ یہ ہے ہماری عطا کہ ہوائیں اور جن بھی تمہارے تابع کر دیے گئے جو دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے بادشاہ کو حاصل نہیں ہو سکی۔ اب تم جس کو چاہو اس میں سے دو یا جس سے چاہو روک لو بغیر اس کے کہ تم سے اس کا کوئی حساب و سوال ہو اور بے شک ان تمام نعمتوں کے علاوہ سلیمان کے لیے ہمارے یہاں ایک خاص قرب کا مقام اور بہترین ٹھکانہ ہے۔ جو قیامت کے روز ظاہر ہوگا اور اس مقامِ قرب اور اخروی نعمتوں کے سامنے ظاہر ہے کہ یہ ملک سلیمانی بھی اور دنیا میں حاصل شدہ نعمتیں ہیچ اور حقیر ہیں۔ کیونکہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی آخرت کی معمولی نعمت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ توارت بالحجاب کا عنوان اس بات کی صراحت کر رہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس معائنہ کے وقت اتنا وقت گزرا کہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد سورج کے دوبارہ طلوع ہو جانے کا بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ لیکن کسی سند سے اس کا ثبوت نہیں۔ بعض مفسرین نے بیان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے سورج کو لوٹایا جانا ایسا ہی تھا جیسا حضرت یوشع کے لیے لوٹایا گیا۔ اسماء بنت عمیس کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی نمازِ عصر فوت ہو جانے کے بعد

Marfat.com

سورج لوٹانے کا ذکر ہے۔ مقامِ صہباً میں جو خیبر کے قریب ایک جگہ ہے۔ ابن الجوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے بھی اس روایت کو رد کیا اور بیان کیا کہ یہ روایت روافض کی وضع کردہ حدیث ہے غزوۂ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ عصر فوت ہو جانا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ ملاء اللہ تعالیٰ قبورھم وبطونھم نارا شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر تو غزوۂ احزاب میں بھی ثابت نہیں صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے یہ نماز غروب کے بعد ادا کی۔

بہرحال حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں سورج کی واپسی کا واقعہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے تفسیر ابنِ کثیر اور تفسیر روح المعانی ملاحظہ فرمائیں۔

تفصیل ابتلاء سلیمان علیہ السلام

ان آیات میں ابتداءً حضرت سلیمان علیہ السلام کی فضیلت ومنقبت اس طرح بیان کی گئی کہ حق تعالیٰ نے ان کو حضرت داؤد کی وراثت سے نوازا۔ اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو جو کمالاتِ نبوت اور علم وفضل تقویٰ اور انابت الی اللہ کی جو عظیم خصوصیات عطا کی تھیں ان ہی میں وراثت دینا مراد ہو سکتا ہے۔ ان کمالات کے ساتھ جو انعام خلافت وسلطنت کا داؤد علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا ظاہر ہے کہ انعام کی اس دوسری نوع میں سلیمان علیہ السلام کو داؤد علیہ السلام کی وراثت سے نوازنا مراد ہے تو اس سلسلہ میں پہلے ان کی یہ فضیلت بیان کی گئی، کہ شوقِ جہاد میں اس قدر انہماک تھا کہ گھوڑوں کا معاینہ کر رہے ہیں مگر ساتھ ہی شوق عبادت کا یہ مقام ہے کہ اگر اس میں اشتغال وانہماک سے نماز ضائع ہو گئی تو ان گھوڑوں کی کونچیں کاٹنے لگے جن کی وجہ سے یہ بات پیش آئی۔ انبیاءٗ علیہم السلام کے لیے ایسا کوئی واقعہ جس کے باعث کسی بھی حیثیت سے کوئی چیز ان کے بلندترین مقام سے کچھ کم ہو یا ان کے حنفیت وتقویٰ کے مدارج سے گری ہوئی ہو وہ چیز ایک طرح سے ابتلاء کا درجہ رکھتی ہے۔ اگرچہ نہ وہ تقصیر ہوتی ہے اور نہ کچھ امر اور حکم کا ترک یا خلاف ورزی ہوتی ہے لیکن بایں ہمہ وہ واقعہ ان کی عظمتوں اور کمالات کی مزید بلندی کا باعث ہوتا ہے اسی طرح یہ بات بھی تھی۔ تو اس واقعہ کے ساتھ دوسرا ایک واقعہ بھی بیان فرما دیا گیا جس کو وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا سے ذکر فرمایا گیا۔

سلیمان علیہ السلام کا یہ ابتلاء کیا تھا۔ اور وہ کون سا واقعہ تھا جس کو ابتلاء کے عنوان سے یہاں بیان کیا جا رہا ہے؟ قرآن کریم نے تو اس کی کوئی وضاحت وتفصیل نہیں کی۔ اور نہ کسی صحیح حدیث نے خاص طور سے اس ابتلاء کو معین و واضح کیا گیا۔

بالعموم اس سلسلہ میں جو قصے مشہور ہیں وہ قطعاً باطل اور لغو ہیں اور حضرت داؤد کے ابتلاء کے واقعہ کی طرح یہ قصے بھی اسرائیلات سے ماخوذ ہیں جن کو یہودیوں نے وضع کیا وہ من گھڑت افسانوں اور کہانیوں سے زیادہ ہرگز کوئی درجہ نہیں رکھتے۔ حافظ ابنِ کثیر اور علامہ آلوسیؒ نے ان اکاذیب باطلہ میں بعض کو بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت

Marfat.com

سلیمان علیہ السلام نے ایک روز جب بیت الخلاء جانے کا ارادہ کیا تو وہ انگشتری جس پر اسم اعظم لکھا ہوا تھا، اپنی ایک بیوی جو ان کی بیویوں میں ان کو زیادہ محبوب اور معتمد تھی دے گئے یا اپنی کسی خادمہ کو۔ اور حضرت سلیمان کی حکومت جن و انس پر اسی انگشتری اور اس پر اسم اعظم کی وجہ سے تھی۔ ان کے بیت الخلاء جانے کے بعد کوئی شیطان یا ایک جنی صخر نامی سلیمان علیہ السلام کی شکل میں ظاہر ہوا اور وہ انگوٹھی لے کر چلا گیا اور تخت سلیمانی پر جا بیٹھا اور حکمرانی شروع کر دی۔ اور اس طرح سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور نبوت دونوں چیزیں ختم ہوگئیں۔ سلیمان علیہ السلام جب فارغ ہو کر واپس آئے اور اپنی انگوٹھی مانگی تو اس نے کہا ہیں تو سلیمان کو وہ انگشتری دے چکی۔ گویا سلیمان علیہ السلام کی شکل و صورت بھی متغیر ہوگئی۔ اور ان کی بیوی نے اب ان کو پہچانا بھی نہیں۔ سلیمان بولے۔ میں ہی تو سلیمان ہوں۔ بیوی نے کہا تم غلط کہتے ہو۔ تم ہرگز سلیمان نہیں ہو۔ اسی طرح جس کسی شخص کے سامنے سلیمان جاتے وہ نہ پہچانتا کہ یہ حضرت سلیمان ہیں۔ اور ان کی سلطنت و حکمرانی سب ختم ہوگئی اور ان کے تخت پر یہ جنی آ بیٹھا۔ ان قصہ نگاروں نے بیان کیا کہ اسی کو الفاظ والقینا کرسیہ جسدا میں بیان کیا گیا ہے اور یہی وہ فتنہ ہے جس میں ان کو مبتلا کیا گیا۔ ان احوال کو دیکھ کر سلیمان علیہ السلام بہت گھبرائے اور دعا و استغفار اور تضرع و زاری کے ساتھ اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی توجہ کو ثم اناب میں بیان کیا جا رہا ہے۔ چالیس روز کی مدت اسی طرح گزر گئی یہاں تک کہ ایک روز سمندر کے کنارے جبکہ سلیمان علیہ السلام مزدور کے طور پر وہاں کام کر رہے تھے اور ایک شخص نے مچھلی خریدی تھی جس کو اٹھا کر اس کے گھر تک لے جا رہے تھے تو اس شخص نے وہی مچھلی بطور اجرت حمالی ان کو دے دی۔ انہوں نے جب اس مچھلی کو چیرا تو اس کے پیٹ میں سے وہ انگشتری نکل آئی۔ اور یہ مچھلی وہ تھی جس نے اس دیو کے ہاتھ سلیمان علیہ السلام کی انگشتری جب سمندر میں گر گئی تھی اس کو نگل لیا تھا۔ تو وہ انگشتری سلیمان کے پاس آتے ہی پھر حسب سابق ان کی سلطنت لوٹ آئی اور جن و انس ان کے مطیع ہوگئے اور سلطنت کے ساتھ نبوت کے احکام بھی جاری کرنے لگے۔ العیاذ باللہ۔ ثم العیاذ باللہ۔ یہ تمام داستان اوریا کے قصہ کی طرح بیہودہ، لغو اور یہودیوں کی گھڑی ہوئی داستان ہے۔ ان ہی یہودیوں کی جو سلیمان علیہ السلام کے بارے میں یہ مشہور کرتے تھے کہ وہ ساحر (جادوگر) ہیں جس کی تردید قرآن کریم نے وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر میں کی ہے کہ یہ خود سحر اور جادو جیسے کفر یہ عمل کرنے اور دوسروں کو بھی جادو سکھایا کرتے تھے۔ سلیمانؑ تو ہرگز ایسے کفر کا ارتکاب نہیں کر سکتے تھے۔ یہ قصہ یا اسی طرح کے دوسرے مختلف بیان کردہ قصے نہ عقلاً قابل تصور ہیں اور نہ ہی اصول شریعت سے ان کا امکان ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں ایسی چیزوں کا اعتقاد کفر ہے۔ کیونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور ان کی عصمت و حفاظت لازمۂ نبوت ہے۔ اور نبوت اللہ کی عطا کردہ ہوتی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ رب العزت کی عطا کردہ نبوت اور ایسے نبی کو اللہ ہی کی طرف سے عطا کردہ سلطنت کوئی جن سلیمانؑ کی شکل بنا کر درہم برہم کر ڈالے اور صرف اتنی دیر میں کہ وہ بیت الخلاء گئے اور وہ دیو آ کر تخت سلیمانی پر حکمرانی کرنے لگے۔ کسی جن اور شیطان کو یہ قدرت ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ پیغمبر کی شکل میں متشکل ہو کر لوگوں کو دھوکہ دے دے۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔ مَن رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی۔ کہ جس کسی نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے درحقیقت مجھے ہی دیکھا ہے۔ کیونکہ شیطان کو یہ قدرت نہیں کہ میری شکل بنا کر خواب میں کسی کے سامنے آ جائے۔ تو

ع۔ صحیح بخاری صحیح مسلم۔

Marfat.com

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ مقامِ نبوت کی عظمت و بلندی کا تو یہ عالم ہے کہ خواب میں بھی کسی مسلمان کے سامنے کوئی جن یا شیطان پیغمبر کی صورت بنا کر نہیں ظاہر ہو سکتا۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک دیو سلیمانؑ کی شکل بنا کر آ گیا اور ایک آن میں سلیمانؑ کا تخت سلطنت اور کارہائے نبوت پر قابض ہو گیا۔

سلیمان علیہ السلام کے ابتلا کی حقیقت

سلیمان علیہ السلام کے اس ابتلاء کی حقیقت اور اس قصہ کی اصل تفسیر و تشریح صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث سے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے معلوم ہوتی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے (جو جذبۂ جہاد میں سرشار تھے اور اسی جذبہ میں گھوڑوں کا معائنہ بھی کر رہے تھے جس میں سورج غروب ہو گیا تھا اور نماز فوت ہو گئی تھی) ایک روز یہ کہا کہ میں آج رات اپنی بیویوں پر گشت کروں گا۔ جن کی تعداد سو تھی اور اس قربت کی وجہ سے ہر ایک عورت بچہ جنے گی اور ہر بچہ جوان ہو کر اللہ کی راہ میں مجاہد بنے گا۔ فرشتہ نے ان کے اس کہنے کے وقت القا کیا کہ انشاء اللہ کہہ لو۔ مگر سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ مقربین کا مقام اس قدر بلند ہوتا ہے کہ ان کی ایسی لغزش اور چوک بھی اللہ کی طرف سے باعثِ تنبیہہ و گرفت ہو جاتی ہے تو اس چوک پر اس طرح متنبہ کیا گیا کہ کوئی بھی ان میں سے حاملہ نہ ہوئی۔ بجز ایک کے۔ اور اس ایک حاملہ بیوی نے بھی جو بچہ جنا وہ بھی ادھورا ناتمام تھا۔ بغیر ہاتھ پاؤں کا یہ جسم (دھڑ) تخت پر لا ڈالا گیا۔ اسی کو فرمایا گیا۔ وَالْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا کہ ہم نے سلیمانؑ کے تخت پر ایک ناتمام جسم (جسد) لا کر ڈال دیا۔ فوراً ہی چونک گئے اور سمجھ گئے کہ یہ میری اس چوک پر گرفت اور تنبیہہ ہوئی ہے کہ میں نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔ حالانکہ پیغمبر کا مقام تو بہت عالی اور بلند ہوتا ہے۔ ہر ایمان رکھنے والے شخص کو بھی ہر بات اللہ ہی کی قدرت اور اس کے ارادہ کی طرف حوالہ کرنی چاہیے۔ اور یہ اعتقاد باطن میں ایسا راسخ ہونا چاہیے کہ کسی کام میں بھی اس بات کے تلفظ کو بھی فراموش نہ کرے۔ تو سلیمان علیہ السلام فوراً ہی متنبہ ہو کر خدا کی طرف استغفار کے ساتھ رجوع ہوئے۔ اور بے قراری کے عالم میں زبان سے یہ دعا نکلی رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

اے پروردگار تو مجھے ایک ایسا ملک (سلطنت) عطا فرما دے جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو۔ تاکہ نہ گھوڑوں کے معائنہ کی فکر رہے اور نہ ایسا واقعہ پیش آئے کہ ان کے معائنہ میں نماز فوت ہو جائے اور نہ ہی جذبۂ جہاد میں مجاہد بیٹوں کا شوق رہے کہ اس میں کسی چوک و لغزش میں مبتلا ہو جاؤں۔ بلکہ ایسی بادشاہی طاقت و قدرت عطا کر دے کہ ان تمام اسباب و وسائل اور ان کی فکر و تشویش سے بے نیاز ہو جاؤں۔ تو اس جذبۂ اخلاص و انابت سے کی ہوئی یہ دعا بارگاہِ رب العزت سے قبول کی گئی اور اس قبولیت کے باعث فسخرنا لہ الریح الخ ہوائیں ان کے تابع کر دی گئیں کہ جہاں چاہیں، ہوا ان کو پہنچا دے۔ اب ان کو گھوڑوں کی ضرورت نہ رہی۔ سلیمان علیہ السلام کو فکر لگی ہوئی تھی کہ برق رفتار گھوڑوں کو مرتب کریں۔ اس سے بڑھ کر خدا نے ان پر یہ انعام فرمایا کہ ہوا بھی ان کے واسطے مسخر کر دی گئی کہ ہوائیں ان کو اڑائے پھرتیں۔

اور مجاہدین کا شوق اور جذبہ تھا کہ ہر بیوی ایک لڑکا جنے جو اللہ کی راہ میں مجاہد ہو۔ سو اس شوق اور آرزو کی تکمیل

Marfat.com

اس طرح کر دی کہ شیاطین و جنات کو ان کے واسطے مسخر کر دیا یعنی ہر عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے کو ان کے حکم کے تابع کر دیا۔ جو بڑی سے بڑی عمارتیں اور قلعے تیار کر لیں اور سمندروں میں بھی کود پڑیں۔ اس لیے اب ایسی فوج عطا ہونے کے بعد اس آرزو اور جستجو کی ضرورت نہ رہی کہ اولاد کی ولادت سے مجاہدین کی جماعت تیار ہو۔

اور بہت سے دوسرے جنوں کو بھی ان کے واسطے مسخر کر دیا جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے یعنی جنات میں وہ جماعت جو مقاصدِ حسنہ اور دینی کاموں میں کام آنے والی تھی وہ تو ان کے حکم کے مطابق خدمات میں مصروف کر دیے گئے اور جنات سے جو سرکش و مفسد تھے، ان کو زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا گیا تھا تاکہ وہ کسی قسم کا تمرد اور سرکشی نہ کر سکیں۔ یہ سب کچھ عطا کرنے کے بعد ہم نے سلیمان سے کہہ دیا کہ اے سلیمان یہ ہے ہماری عطا اور سلطنت و حکمرانی جو تم کو دی ہے۔ اب اس میں تم جس کو چاہو دو یا جس سے چاہو روک لو۔ تمہیں ان سب چیزوں کا حق اور اختیار دیا جا رہا ہے۔ جس کا تم سے کوئی حساب نہیں۔ نہ دنیا میں اس پر کوئی محاسبہ ہو سکے گا کہ کسی کی ماتحتی کے باعث کوئی تم سے محاسبہ یا کسی چیز پر مواخذہ کر سکے۔ اور نہ آخرت میں اس کا کوئی حساب ہوگا کیونکہ ان سب نعمتوں کا تم کو مالک بنا دیا گیا اور مالک اپنی ملکیت میں ہر طرح تصرف کا مجاز ہے۔ اور بلاشبہ سلیمان علیہ السلام کے لئے ہمارے یہاں بہت بڑا قرب کا مقام اور بہترین ٹھکانہ ہے کہ دنیا میں ان نعمتوں سے نوازا گیا۔ اور آخرت میں قرب خاص عطا کیا گیا۔

غرض ان آیات میں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ پر مشتمل ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی فضیلت چند وجوہ سے بیان فرمائی گئی۔ سب سے پہلے تو یہ کہ داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایسے بہترین فرزند کی عطا سے نوازا گیا۔ جو اپنی ذات میں بڑی ہی خوبیوں والے تھے۔ ان کا نشان اور زندگی کا شعار خدا کی طرف رجوع و انابت تھا۔ خدا کی طرف انابت و رجوع کی یہ شان تھی، کہ ہمہ وقت اللہ کے دین کی اشاعت و سربلندی کی فکر تھی۔ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کی فکر ہے۔ اس میں گھوڑوں کا معائنہ ہو رہا ہے۔ اس انہماک میں نماز کا وقت نکل جاتا ہے تو غم و غصہ سے ان گھوڑوں کی کونچیں ہی کاٹی جا رہی ہیں۔ اسبابِ جہاد کی فکر کے ساتھ کبھی مجاہدین کا فکر ہے اور اس جذبہ میں کبھی یہ سوچتے ہیں کہ میری تمام بیویوں کی قربت سے اولاد پیدا ہو تو سب اللہ کی راہ میں شہسوار و مجاہد بنیں۔ اسی انہماک میں انشاء اللہ کہنے کا خیال نہیں رہا تو مقامِ نبوت کی عظمت و بلندی کے پیشِ نظر یہ کچھ گری ہوئی بات تھی۔ فوراً ہی اس طرح متنبہ کیا گیا کہ صرف ایک ہی بیوی سے ناتمام بچہ پیدا ہوا۔ جس کو ان کے سامنے تخت پر لا کر ڈال دیا گیا۔ فوراً ہی چونکے اور تضرع و زاری سے اللہ سے دعائیں مانگنے لگے کہ اے اللہ میرا یہ قصور معاف کر دے اور جن جذبات کے باعث یہ بات واقع ہوئی اس کے پیشِ نظر وہ ملک و سلطنت عطا فرما دے جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو تو اس دعا کی قبولیت میں ان کے لئے ہوائیں مسخر کر دی گئیں۔ جن کے مقابلہ میں گھوڑوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور جنات مسخر کر دیے گئے کہ ان کے سامنے سو مجاہد انسانوں کی کوئی طاقت نہیں۔

تو ان آیات کی یہ تفسیر حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بنا پر الحمد للہ وہ تفسیر ہے جس کی بنا پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ عظمت بھی ظاہر ہو جاتی ہے جو داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام جیسا فرزند ہبہ کیے جانے کے باعث ہے۔ پھر یہ کہ ان کا شوقِ جہاد اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کا جذبہ کس قدر بلند تھا اور اسی جذبہ کے باعث ایک ابتلاء و آزمائش بھی پیش آ گئی جس سے ان کا مزید انابت الی اللہ کا درجہ معلوم ہو گیا۔ اور ان ہی عظمتوں فضیلتوں کا یہ نتیجہ و ثمرہ ہوا کہ ان کے واسطے ہوائیں اور جنات مسخر کر دیے۔ تو ان تمام وجوہ فضائل کے ساتھ ان واقعات کے اجزاء میں باہمی ربط و مناسبت بھی بخوبی ظاہر ہو جائے گی۔ برخلاف منگھڑت ان واقعات اور کہانیوں کے جن کا عقلاً اور شرعاً خدا کے برگزیدہ پیغمبروں سے ہرگز کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ

Marfat.com

دعا دنیا کی کسی نعمت یا سلطنت وجاہ کی طلب نہ تھی بلکہ یہ صرف اس غرض سے تھی کہ جتنے بھی آدمی میری دعوت و تبلیغ سے دین میں داخل ہوں گے وہ میرے اجر و ثواب کا ذریعہ ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعاء رب ھب لی الخ

انبیاء علیہم السلام کے احوال و خصائص جو قرآن کریم اور نصوصِ شریعت سے واضح ہوئے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء کرام جو چیز مانگتے ہیں وہ خدا کی اجازت اور اس کی منشا معلوم ہونے پر مانگتے ہیں۔ اس امر کا ثبوت نہیں ملتا کہ بغیر اذن خداوندی کسی چیز کی درخواست نہیں کرتے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جو دعاء رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیاراً — مانگی تھی وہ اگرچہ عین منشاء خداوندی کے مطابق تھی اور مجرمین و باغیوں کی عذاب خداوندی سے سرکوبی جو عین حکمتِ الٰہیہ ہے اسی کی ترجمان تھی مگر صرف اس وجہ سے کہ صریح طور پر ایسی دعا کی۔ وحی نہیں آئی تھی۔ تو مدت العمر اس پر نادم رہے اور یہ ندامت روزِ قیامت تک ایسی باقی رہے گی کہ اس کے باعث بارگاہِ خداوندی میں شفاعت کرنے سے شرمائیں گے۔ اس لیے ظاہر یہی ہے کہ غیبی طور سے اللہ نے ان کے قلب پر اس بات پر مطمئن کر دیا ہو کہ اے سلیمان اگر تم یہ دعا مانگو تو تمہاری یہ دعا قبول کر لی جائے گی۔ لہٰذا انہوں نے یہ دعا کی اور وہ بارگاہ رب العزت سے قبول کر لی گئی۔ اس درخواست کی قبولیت کو محض قبولیت کے درجہ میں نہیں بیان کیا گیا بلکہ سلیمان علیہ السلام کی مدح و ثنا کے طور پر بیان کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں بڑے بڑے جبار اور متکبر بادشاہ تھے اور حق تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ جو پیغمبر جس زمانہ میں مبعوث ہوا۔ اس کی مناسبت سے معجزات دیے گئے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر (جادو) کا زور تھا۔ تو اس کی مناسبت سے عصا اور یدِ بیضا کا معجزہ دیا گیا۔ تو اس لحاظ سے سلیمان علیہ السلام کو یہ سلطنت عطا کی جو درحقیقت معجزہ تھی۔ اس سے مقصود سلطنت و بادشاہت نہیں بلکہ تبلیغ دین اور مخلوقِ خدا کی اصلاح و ہدایت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے آپ کو مسکین کہا کرتے تھے۔ تاریخی روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ سلیمان علیہ السلام اپنی ذات کے لیے سلطنت و بادشاہت کسی ادنیٰ درجہ کا بھی انتفاع نہ کرتے حتیٰ کہ ان کا گزرانِ معاش زنبیل سازی بیان کی گئی۔ گویا مزدوری کر کے اپنا کفاف مہیا کرتے۔

(فائدہ) انسان فطری طور سے کمزور واقع ہوا ہے اکثر نعمتوں اور راحتوں میں یادِ خدا سے کچھ نہ کچھ غفلت ہو جاتی ہے تو اس پہلو کے لحاظ سے بھی ان کو مطمئن کر دیا گیا۔ سلیمان کے واسطے ہمارے یہاں بہت ہی بلند و اعلیٰ مقام قرب کا ہے اور اخروی انعامات سے اس قدر نوازا گیا ہے کہ دنیوی نعمتیں اور سلطنت و بادشاہت کسی درجہ میں بھی حجاب یا غفلت کا سبب نہیں بن سکے گی۔

حضرت والد صاحب مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم مبارک سے لکھی ہوئی ایک عبارت جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ تعظیم العلم سے اقتباس ہے۔ بلی دعا رب ہب لی ملکا لاینبغی کی تفسیر میں فرمایا قولہ تعالیٰ قولہ تعالیٰ رب ھب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی ۔ مولانا رومی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

Marfat.com

کہ ظاہراً اس سے حرص وحسد کا شبہ ہوتا ہے مگر واقع میں یہ ضعفاء کے حق میں ہے اُنہوں نے اس دُعاء میں عین رحمت فرمائی جس کی توجیہ یہ ہے کہ من بعدی میں بعدیت زمانیہ مراد نہیں بلکہ بعدیت رتبیہ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ مجھ کو ایسا ملک عطا فرما کہ جو مجھ سے کم درجہ والوں کے لیے مناسب نہ ہو کیوں کہ وہ ایسی سلطنت مل جانے سے کفر از تکبر میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اب اس تفسیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ اشکال نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ سلیمان ؑ کے اعتبار سے مَن مَعی بلکہ من قبلی ہیں یعنی آپ تو نبوت اور رسالت میں ان کے ہم رتبہ ہیں اور درجہ میں ان سے بھی افضل ہیں اور خاقانی کا یہ شعر:

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی ∴ کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

اس سے سلیمان علیہ السلام کی توہین کا شبہ نہ کیا جائے۔ یہ اس شخص کے حق میں ہے کہ جہاں دولت اور سلطنت کیساتھ باخدا بودن جمع نہ ہو سکے۔ بخلاف حضرت سلیمان علیہ السلام کے کہ ان کی سلطنت اور مملکت باخدا بودن کے منافی نہ تھی۔ باوجود اتنی عظیم سلطنت کے وہ ایک لمحہ کے لیے بھی خدا تعالےٰ سے غافل نہ تھے۔ انتہی المراد کذا فی تعظیم العلم صہ ۲۹-۳۰ وعظ ششم از سلسلۂ تبلیغ۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ؕ﴿۴۱﴾
اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو، جب پکارا اپنے رب کو کہ مجھ کو لگا دی شیطان نے ایذا اور تکلیف ∴

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ
لات مار اپنے پاؤں سے، یہ چشمہ نکلا نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو ∴ اور دیئے ہم نے اسکو اسکے گھر والے،

وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا
اور انکے برابر انکے ساتھ اپنی طرف کی مہر سے، اور یاد رہنے کو عقل والوں کے واسطے اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا

فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾
مٹھا، پھر اس سے مار لے، اور قسم میں جھوٹا نہ ہو۔ ہم نے اس کو پایا سہارنے والا، بہت خوب بندہ، وہ ہے رجوع رہنے والا ؑ

قصہ سوم حضرت ایوب علیہ السلام و مناجات بہ بارگاہ رب العالمین

قولہ وذکر عبدنا ایوب الی قولہ نعم العبد انہ اواب

ربط: گذشتہ آیات سلیمان علیہ السلام کے ایک ابتلاء و آزمائش کا ذکر تھا۔ اب ان آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کا

Marfat.com

ایک قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ جس میں ان کے ابتلاء اور آزمائش میں صبر و استقامت کا بیان ہے کہ یہ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر بیماری و تکلیف اور فقر و فاقہ میں بھی کیسے صابر رہے۔ اور جب انہوں نے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کیا تو کس طرح رحمت خداوندی سے ان کی تمام تکالیف دور کر کے انعامات اور رحمتوں سے نوازا گیا۔ اس واقعہ کا ذکر حضرت سلیمان کے واقعہ کے بعد شکر و صبر کا ارتباط رکھتا ہے۔ وہ اللہ کے برگزیدہ ایسے شاکر بندے تھے کہ امم سالقہ میں ایک نمونہ نہیں ملتا، تو ایوب ایسے صابر بندے تھے کہ صبر ایوب دنیا میں ایک معیار اور نمونہ کی حیثیت اختیار کر گیا۔

فرمایا اور یاد کرو ہمارے بندے ایوب کو کہ کیسے صابر تھے کہ طرح طرح کے امراض و مصائب اور مشقت و تنگی میں مبتلا ہوئے تو اس وقت اپنے پروردگار کو پکارا اور التجا کی کہ اے میرے پروردگار تحقیق شیطان نے تو مجھ کو بڑی ہی مشقت اور تکلیف پہنچائی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔ مجھ کو شیطان کے شر اور فتنہ سے بچا۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور حکم دیا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ چنانچہ انہوں نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو ان کی شفاء اور تندرستی کا بطور خرقِ عادت اور معجزہ سامان پیدا کرنے کے لیے ایک چشمہ جاری کر دیا گیا اور ان سے کہدیا گیا کہ یہ تمہارے واسطے نہانے کا پانی ہے ٹھنڈا اور پینے کے لیے بھی۔ چنانچہ اس پانی میں نہائے اور اس کو پیا۔ جس سے بالکل تندرست ہو گئے۔ اور عطا کیے ہم نے ان کو ان کے گھر والے۔ جو حوادث میں ضائع ہو چکے تھے اور ان ہی کے برابر اہی جیسے اور عطا کیے محض اپنی طرف سے مہربانی کرتے ہوئے تاکہ مہربانیوں اور رحمتوں کے یہ واقعات نصیحت و عبرت کا سامان ہوں عقل والوں کے لیے اور وہ یہ سمجھیں کہ خدا کے صابر بندے کس طرح کیسے عظیم انعامات سے نوازے جاتے ہیں۔ حضرت ایوب نے بحالتِ مرض کسی بات پر خفا ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ تندرست ہو گئے تو اپنی عورت کو سو لکڑیاں ماریں گے۔ وہ بی بی اس بیماری کی حالت میں جبکہ سب لوگ ان سے دور ہو چکے تھے۔ تنہا ان کی رفیق و خدمتگزار تھی اور بظاہر قصوروار بھی نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو یہ طریقہ اور قسم کو سچا کرنے کا حیلہ بتلا دیا جو صرف انہی کے لیے مخصوص تھا تو فرمایا اور اے ایوب پکڑ لو اپنے ہاتھ میں سینکوں کی ایک گڈی اور پھر اس کو مار دو اپنی بیوی پر تاکہ سو لکڑیاں مارنے کی قسم پوری ہو جائے اور تم اپنی قسم میں جھوٹے نہ ہو بے شک ایوب کو ہم نے بہت ہی صابر پایا۔ ان تمام شدائد مرض اور مصائب میں جو ان کے حق میں منجانب اللہ اسی طرح مقدر فرمائے گئے جیسے کہ بہت سے انبیاء اور اللہ کے مقربین پر فقر و فاقہ اور دشمنوں کی طرف سے مصائب و آلام کے واقعات پیش آتے ہیں۔ اس طرح کے صبر سے ایوبؑ نے ثابت کر دیا کہ وہ بہت اچھے بندے ہیں۔ بالخصوص یہ بات قابلِ تعریف ہے کہ ان تمام مشقتوں میں وہ خدا کی طرف بہت ہی رجوع کرنے والے تھے۔

تحقیق ابتلاء ایوب علیہ السلام

ان آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے جس ابتلاء کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کی تفصیل کسی صحیح حدیث کے ذریعہ متعین نہیں۔ بالاجمال الفاظ قرآن کریم سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ کسی مشقت و تکلیف یا بیماری کے ذریعہ آزمائش فرمائی گئی۔ جیسے کہ حضرات انبیاء مختلف قسم کی آزمائشوں میں آزمائے جاتے ہیں۔ یہ بھی آزمائے گئے تاکہ دنیا کے سامنے خدا کے برگزیدوں بندوں کے صبر کا نمونہ ظاہر ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل کہ دنیا میں سب سے زیادہ شدائد و مصائب میں مبتلا ہونے والے خدا کے پیغمبر ہوتے ہیں پھر

Marfat.com

ان کے بعد وہ جو درجہ بدرجہ ان سے مشابہ وقریب ہوں۔ اس بیماری یا تکلیف کے سلسلہ میں جو واقعات مشہور ہیں کہ تمام بدن گل سڑ گیا اور کوئی حصۂ بدن ایسا باقی نہ رہا جہاں آبلے اور پھوڑے نہ ہوں۔ ان کو راکھ پر ڈال دیا گیا اور گھر سے دور کسی جگہ ڈال دیا گیا۔ لوگ کہنے لگے اے ایوب تم نے کوئی گناہ کیا ہے جس کی پاداش میں تم اس مصیبت میں مبتلا کیے گئے۔ تمام گھر اور قبیلہ کے لوگ چھوڑ گئے۔ سوائے ان کی بیوی کے وہ خدمت کرتی رہی۔ فقر وفاقہ کی حد نہ رہی حتیٰ کہ علاج اور دوا کے لیے بھی کچھ نہ رہا اسی حالت میں کہ بیوی علاج اور دوا کی فکر میں پریشان پھر رہی تھی تو ایک شیطان بشکلِ طبیب ظاہر ہوا۔ انہوں نے علاج کی درخواست کی تو شیطان نے کہا کہ میں اس شرط پر علاج کروں گا کہ اگر ان کو شفا ہو جائے تو یہ کہہ دینا کہ ایوب کو تو نے شفا دی اس کے علاوہ میں تجھ سے کوئی نذرانہ وغیرہ نہیں چاہتا۔ انہوں نے ایوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اے اللہ کی بندی یہ تو شیطان تھا۔ اب میں عہد کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ اللہ نے اگر مجھے شفا دی تو میں تجھ کو بطور سزا سو قمچیاں ماروں گا (درمنثور) ایوب علیہ السلام کو اس بات پر شدید رنج ہوا کہ شیطان کا حوصلہ اسقدر بڑھ گیا کہ وہ میری بیوی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہے جو موجب شرک ہوں۔ اگرچہ ایک طرح سے تاویل بھی ممکن ہے۔ اس رنج وغم میں اب اللہ کی طرف خاص تضرع و زاری کے ساتھ متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ ربِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اے اللہ مجھے تکلیف ومصیبت پہنچی ہوئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔ کمال ادب کے ساتھ صرف اپنی حالت کا پروردگار کے سامنے اظہار کر دیا اور یہ کہ آپ ارحم الراحمین ہیں جو بھی شانِ رحیمی کا مقتضیٰ ہو وہ اے پروردگار میرے واسطے فرما دیجیے۔ فوراً ہی دعا قبول ہوئی اور پاؤں مارنے کا حکم دیا گیا جس سے پانی جاری ہو گیا اور اس کے ذریعہ غسل سے بدن بھی تندرست ہو گیا اور اس کے پینے سے قلب کو بھی تسکین حاصل ہوئی۔

قدرِ مشترک روایات میں اس طرح باتیں مذکور ہیں۔ ان روایات کے مضامین کو ذکر کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ حضرت آئمہ مفسرین اور محققین نے اس طرح کی بیماری کی داستانوں کو قابلِ اعتماد اور درست نہیں سمجھا اور یہ فرمایا کہ اللہ کے کسی پیغمبر کے لیے ایسی کوئی حالت جو لوگوں کے لیے باعثِ تنفر اور تقذر ہو نہیں ہوسکتی۔ اس طرح کی بیماری کہ بدن سے کیڑے گرنے لگے اور لوگ ان کو گھر سے باہر کسی جگہ لے جا کر ڈال دیں۔ انبیاء علیہم السلام کی اس عظمت ووجاہت کے منافی ہے جو اللہ کی طرف سے خاصۂ نبوت ہے۔ عوارضِ جسمانیہ اور امراض کا انبیاء پر ورود بے شک درست ہے۔ لیکن ایسے امراض جو گندے اور قابلِ نفرت ہوں مثلاً جذام و برص عمیٰ (نابیناپن) اور جنون واپاہج پن سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بنو اسرائیل نے ایک ایسی بیماری اور عیب کا الزام لگایا تھا جو لوگوں میں حقیر ہے تو اللہ نے اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برأت ظاہر فرما دی جیسے کہ آیت یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا کی تفسیر میں گذر چکا ہے اور وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وجاہت انبیاء علیہم السلام کا خاصۂ نبوت ہے۔ لہٰذا ایسی کوئی بیماری اور حالت جو باعثِ عیب یا نفرت ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے لیے نہیں ہوسکتی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے اگرچہ قرآن کریم میں یہ آیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے غم میں روتے روتے ان کی آنکھیں سپید ہوگئی تھیں اور بینائی جاتی رہی تھی تو یہاں اولاً تو یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بقول بعض آئمہ مفسرین اصل بینائی ختم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ شدتِ غم اور کثرت بکا کی وجہ سے ایک پردہ سا آنکھوں پر چھا گیا تھا۔ پھر یہ کہ یہ نابیناپن پیدائشی نہ تھا۔ اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے بارہ میں بعض مورخین کا یہ کہنا کہ وہ نابینا تھے صحیح نہیں ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں اغماء اور غشی تو پیغمبروں پر ممکن ہے۔ کیونکہ وہ کوئی مستقل مرض عیب کی قسم سے نہیں

Marfat.com

البتہ جنون ممکن نہیں کیونکہ جنون عیب ہے۔ الغرض امراض کا عارض ہونا بے شک انبیاء پر ہوتا ہے لیکن صرف اسی حد تک کہ وہ قابلِ نفرت نہ ہوں اور نہ ہی وہ عیب کے درجہ میں ہوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی اس قسم کو پورا کرنے کے سلسلہ میں حق تعالٰی کی طرف سے یہ صورت ارشاد فرمایا وخذ بیدک ضغثا فاضرب ایک نوع کی سہولت کا مہیا فرما دیا ہے کہ قسم بھی پوری ہو جائے اور اس بیوی کو جو واقعۃً اور حقیقۃً تو کسی جرم کی مرتکب نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ کسی ایسی شرعی حد کی مرتکب بنی ہے جس پر اس طرح کی حد جاری کی جائے۔ محض ایک وہم بعید کا درجہ ہوا۔ اور خاندانِ نبوت کی شان سے قدرے گری ہوئی چیز پیش آگئی تو اس کے تدارک کے لیے بوحی الٰہی یہ حیلہ اور طریقہ حضرت ایوب کو بتا دیا گیا۔ حقیقت میں جرم تو تھا نہیں بلکہ شبہ بعید تھا۔ تو اس طرح کی حد (سزا) بھی حقیقت سزا نہ رہے۔ صرف مشابہت بعید ہی کے درجہ میں صورت سزا ہو جائے۔

یہ حیلہ ایسا ہی ہو گیا جس طرح حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی کو اپنے پاس روکنے کی تدبیر کی تھی کہ ان کے سامان میں پیالہ رکھوا دیا اور پھر اعلان ہوا کہ ہماری ایک چیز گم ہوئی ہے تو اس وجہ سے تم لوگ چور ہو۔ تاکہ وہ سب سے یہی کہیں۔ اے یوسفؑ نہیں ایسا نہیں اور اس پر یوسف علیہ السلام ان سے یہ بات دریافت کرالیں۔ بتاؤ اگر تم جھوٹے ہو تو کیا سزا ہو۔ اور اس کے جواب میں وہ یہ کہہ دیں۔ وجزاؤہ من وجد فی رحلہ فھو جزاؤہ کہ بس اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے سامان میں وہ چیز ملے وہ شخص اسی کا بطور غلام و خادم اس کے پاس رہ جائے گا تو اس تدبیر سے حضرت یوسف نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا اور اس خصوصی تدبیر کو اللہ نے خود ارشاد فرمایا۔ کذالک کدنا لیوسف ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملک ہم نے ہی یہ تدبیر یوسف کو القاء کی۔ کیونکہ وہ اپنے بھائی کو وہاں کے ملکی قانون کے مطابق نہیں روک سکتے تھے تو اس طرح کا یہ بھی ایک خصوصی حیلہ تھا۔ جس کی حضرت ایوبؑ کو اجازت دی گئی تھی۔ فقہاء حنفیہ کے یہاں جو بعض مواقع پر حیلہ کی صورت اختیار کی گئی یا اس کی اجازت دی گئی۔ اس کی نوعیت اس طرح ہے۔ حیلہ اگر اس طرح ہے کہ اس سے حرام شئے کو حلال قرار دے لیا جائے یا اس سے شریعت کی غرض فوت ہو۔ یا اس حیلہ سے کسی شخص کا حق ضائع ہوتا ہو تو ظاہر ہے کہ اس طرح کا حیلہ قطعاً ممنوع ہے۔ اور اس کو کسی بھی فقیہ نے کسی بھی حالت میں درست نہیں سمجھا۔ حیلہ صرف اس صورت میں گوارا کیا گیا کہ انسان اس کو اختیار کر کے حرام میں مبتلا ہونے سے بچ جائے۔ چنانچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحج میں یہی فرمایا کہ حیلہ کا جواز اس وجہ سے نہیں ہے کہ انسان اس کو اختیار کر کے حرام میں داخل ہو جائے بلکہ اس کا جواز صرف اس حد تک ہے کہ اس کے ذریعہ حرام میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے۔ اور اس طرح حلال صورت سے متمتع ہو سکے۔ تفصیلات کے لیے فقہاء کے بیان کردہ جزئیات کی مراجعت کی جائے۔ الغرض حضرت ایوب کو یہ حکم بارگاہ خداوندی سے از باب عفو و ترحم تھا کہ ایسی نیک بی بی ایذا رسانی سے بچ جائے اور کسی جھاڑو وغیرہ کی باریک سینک کوڑے کے قائم مقام ہو جائے اور تبدیل صورت سے تبدیل حکم ہو جانا اور باوجود معنوی مغائرت کے صوری مشابہت کو کافی قرار دے لینا یہی حقیقت حیلہ کی ہے۔ جس کو فقہاء حنفیہ نے اس صورت میں جائز قرار دیا جبکہ نہ تو کسی کا حق فوت ہوتا ہو اور نہ حرام کا ارتکاب لازم آتا ہو۔ بلکہ وہ حیلہ اس کو اضطرار و مخمصہ کی مصیبت سے نکال کر حرام میں مبتلا ہونے کے بجائے ایک حلال شکل مہیا کرتا ہے۔ تفصیل کے لیے روح المعانی

Marfat.com

جلد ۲۳ کی مراجعت فرمائیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے نسب کے بارہ میں محمد بن اسحٰق کا قول ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے تھے۔ ابن جریر نے ان کا سلسلۂ نسب اس طرح ذکر کیا ہے۔ ایوب بن اموص بن روم بن عیص بن اسحٰق علیہ السلام۔ ابن عساکر نے یہ بیان کیا کہ ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ اور ان کے باپ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ تو اس لحاظ سے ان کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل ہوا۔ ابن جریر نے حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد بیان کیا ہے۔ اور بعض نقول سے سلیمان علیہ السلام کے بعد ہے۔ (روح المعانی)

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ

اور یاد کر ہمارے بندوں کو، ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب، ہاتھوں والے اور آنکھوں والے ۞ ہم نے

اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾

امتیاز دیا ان کو ایک چنی بات کا، وہ یاد اس گھر کی ۞ اور وہ سب ہمارے پاس ہیں چنے نیک لوگوں میں ۞

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ۖ وَاِنَّ

اور یاد کر اسمٰعیل کو اور الیسع کو اور ذوالکفل کو۔ اور ہر ایک تھا خوبی والا ۞ یہ ایک مذکور ہو چکا،

لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ

اور تحقیق ڈر والوں کو ہے اچھا ٹھکانا۔ باغ ہیں بسنے کے، کھول رکھے انکے واسطے دروازے ۞ تکیہ لگائے

فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

بیٹھے ان میں منگواتے ہیں ان میں میوے بہت اور شراب ۞ اور انکے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں

اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

ایک عمر کی ۞ یہ وہ ہے جو تم کو وعدہ ملتا ہے حساب کے دن پر ۞ یہ ہے روزی ہماری دی، اسکو نہیں نبڑنا ۞

تذکرۂ اخلاص و فضائل ابراہیم و اسحٰق و یعقوب و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام

قولہ تعالیٰ واذکر عبادنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب الیٰ قولہ لرزقنا مالہ من نفاد
گذشتہ آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر و استقامت کا ذکر تھا اب ان آیات میں حضرت ابراہیم ؑ

Marfat.com

واسحٰق و یعقوب و دیگر انبیاء علیہم السلام کے اخلاص و انابت الی اللہ و دیگر فضائل کا بیان ہے۔ جس سے یہ غرض ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ان علمی و عملی اور ظاہری و باطنی کمالات کو معلوم کرکے یہ سمجھا جائے کہ ان حضرات کے یہ مراتب عالیہ اور حق تعالیٰ کی طرف سے انعامات و رحمتوں کی نوازش انہی اوصاف و خوبیوں کے باعث تھی۔ اس لئے اگر کسی کو انعامات و فضائل کا شوق ہے تو اس کو چاہیئے کہ اللہ کے ان برگزیدہ پیغمبروں کے نقش قدم پر چلے اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھے کہ ان انبیاء کی تکذیب و انکار کرنے والوں کا انجام ہلاکت و بربادی اور ذلت کی صورت میں دنیا کی نظروں کے سامنے آیا۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کا انکار و تکذیب کرنے والوں کو ایسا انجام سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔ یہ واقعات عبرت ہیں ہر صاحب عقل کو ان سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔ فرمایا اور یاد کرو ہمارے خاص بندوں ابراہیم و اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے کہ ان میں قوت عملیہ بھی کامل تھی اور قوت علمیہ بھی اور خاص کر لیا تھا ہم نے ان کو ایک خصوصی صفت کے ساتھ وہ تھی یاد آخرت کی کہ ہمہ وقت اسی کی فکر اور تیاری میں مصروف رہتے اور اپنی تمام عملی قوتوں اور نظر و فکر کی صلاحیتوں کو اسی کے لئے وقف کئے ہوئے تھے وہ اخلاق فاضلہ اور اعمال صالح میں ایسے کامل تھے کہ اپنے نفس پر غالب تھے طاقتور تھے۔ نگاہوں سے عبرت کے واقعات اور دلائل قدرت دیکھتے رہتے۔ بصرو بینائی کے اس کمال کے ساتھ بصیرت سے حق تعالیٰ کی معرفت کی بلندیوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ علم و معرفت اور عمل کا کمال ہی اللہ کی بارگاہ میں تقرب اور فضیلت کا باعث ہے۔ اور اللہ کے ان برگزیدہ بندوں نے اپنی ان تمام صلاحیتوں اور قوتوں کو آخرت کی فکر اور تیاری میں مصروف کئے تھا۔ آخرت کے غم کے سوا اور کوئی فکر و غم ہی نہ تھا ؎

غم دیں خور کہ غم غم دین است ہم غمہا فروتر از ین است

اور بیشک یہ سب ہمارے نزدیک چنے ہوئے برگزیدہ اور نیک لوگوں میں ہیں۔ جمہور قراء کے نزدیک الایدی یا کے ساتھ ہے جو ید کی جمع ہے اور ید کے معنی ہاتھ کے ہیں تو اس لحاظ سے اولوا الایدی سے عملی قوت والا ہو نا مراد ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس اس کی تفسیر میں یہی فرمایا کرتے القوۃ فی العبادۃ اور الابصار سے مراد الفقہ فی الدین کہتے ہیں۔ بعض علماء نے یدا کو بمعنی نعمت لیا ہے کہ یہ حضرات بڑے انعامات اور نعمتوں والے تھے۔

بعض قراء نے بغیر یا صرف اولا اید پڑھا ہے تو لفظ اید بمعنی طاقت ہے تو مراد عبادت میں ان کی ہمت اور جفاکشی اور قوت کا بیان ہے اور یاد کرو اسمعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی۔ یہ سب بھی بہت ہی اچھے لوگوں میں ہیں۔ اللہ کے یہاں ان کے درجات بھی ایسے ہی ہیں جیسے کہ دیگر بیان کردہ برگزیدہ پیغمبروں کے اور ان کو بھی اللہ نے ایک خاص خوبی کے ساتھ چھانٹ لیا تھا اور وہ فکر آخرت تھی کہ اسی میں ان لوگوں نے بھی اپنی عملی اور علمی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو صرف کر رکھا تھا۔

حضرت اسمٰعیل کا ذکر حضرت ابراہیم اور ان کے بھائی حضرت اسحٰق کے ساتھ کرنے کے بجائے مستقلاً کیا گیا ان کی خصوصی عظمت شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذوالکفل کا تذکرہ سورۂ انبیاء میں گذر چکا۔

Marfat.com

الیسع صاحب قاموس کہتے ہیں یہ لفظ عجمی ہے۔ اس پر ال کا استعمال اس لفظ کی خصوصیت کا درجہ رکھتا ہے اس کے دیگر نظائر اور اعلام عجمیہ پر الف لام کا استعمال صحیح نہ ہوگا۔ بعض ائمہ لغت نے اسکندر کو الف لام کے استعمال کی خصوصیت میں شامل کیا ہے۔ شیخ سیوطی نے الاتقان میں اس کے لفظ عربی ہونے کو اختیار کیا ہے اور بیان کیا کہ یہ لیسع مضارع سے منقول ہے۔ ان کو حضرت الیاس علیہ السلام نے بنو اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنایا تھا بعد میں نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔ یہ سب فضائل و کمالات یادگار ہیں۔ ان سب حضرات انبیاء کے اور شرف و فضل ہیں اور آنے والی نسلوں میں ان کا بہترین ذکر ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا لهم لسان صدق علیا اور بے شک تمام تقویٰ والوں کے لئے بہترین ٹھکانہ ہے۔ اور وہ باغات ہیں ہمیشہ کے لئے بسنے کے جن کے دروازے ان کے واسطے کھول دیئے گئے ہیں۔ کہ اعزاز و اکرام کا یہ مقام ہوگا کہ جب بھی وہ اپنے باغات و محلات میں آئیں گے ان کے استقبال کے لئے فرشتے دروازوں کو کھولے منتظر ہوں گے۔ اس اعزاز و اکرام کے ساتھ یہ مقام سکون و اطمینان ہوگا کہ تکیہ لگائے ہوں گے ان میں اعتماد و بھروسہ بھی ہوگا۔ اللہ کی تمام رحمتوں اور عنایات پر اور وقار و سکون ہوگا جسمانی لحاظ سے منگائیں گے ان محلات و باغات میں بہت سے اقسام کے پھل اور میوے اور متعدد قسام کے مشروبات ان تمام نعمتوں کے علاوہ عیش و لذت کا یہ بھی سامان ہوگا اور ان کے پاس عورتیں ہوں گی جو نگاہوں کو نیچا رکھنے والی ہوں گی۔ برابر ہوں گی عمر اور حسن و جمال میں جنکے حسن و جمال اور عفت و وقار سے اہل جنت کے انعامات و راحت میں مزید اضافہ ہوگا۔ بے شک یہ ہیں وہ نعمتیں اور کرامتیں ہمارا عطا کردہ رزق جس کے واسطے نہیں ہے کوئی خاتمہ اور فنا و زوال اور اہل جنت ہمیشہ ان غیر منقطع اور لازوال نعمتوں سے متمتع ہوتے رہیں۔ نہ ان راحتوں سے نکلنے اور ان کے منقطع ہونے کا غم ہوگا اور نہ ہی اپنی موت کا اندیشہ ہوگا اس لئے کہ زوال و فنا تو دنیائے فانی کے خواص میں سے ہے دار الخلد تو بقا و دوام کی جگہ ہے۔ ازقنا اللہ تعالیٰ منها بفضله وحسن عنايته فانه اكرم الاكرمين وارحم الراحمين۔

هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ

یہ سن چکے! اور تحقیق شریروں کے واسطے ہی برا ٹھکانا۔ دوزخ ہے جسمیں پیٹھیں گے۔ سو کیا بری تیاری ہے۔ یہ ہے،

فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ

اب اس کو چکھیں گرم پانی اور پیپ۔ اور کچھ اور اسی شکل کا طرح طرح کی چیزیں۔ یہ ایک فوج دھنستی آتی ہے

مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ

تمہارے ساتھ، جگہ نہ ملیو ان کو، یہ ہیں پیٹھنے آگ میں۔ وہ بولے، بلکہ تم ہی ہو کہ جگہ نہ ملیو تم کو، تم ہی پیش لائے

Marfat.com

قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا
ہمارے یہ بلا۔ سو کیا برا ٹھہراؤ ہے ۔ وہ بولے اے رب ہمارے جو کوئی ہمارے پیش لایا یہ، سو بڑھتی دے

ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾
اسکو مار دونی آگ میں ف۔ اور کہیں گے، کیا ہوا؛ کہ ہم نہیں دیکھتے کتنے مردوں کو، کہ ہم ان کو گنتے تھے برے لوگوں میں

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾
کیا ہم نے ان کو ٹھٹھے میں پکڑا؛ یا چوک گئیں ان سے آنکھیں ف۔ یہ بات ٹھیک ہونی ہے، جھگڑا آپس میں دوزخیوں کا۔

بعد از ذکر احوال سعداء تذکرہ مجرمین و اشقیاء

قولہ تعالیٰ ھذا وان للطاغین الیٰ قولہ ان ذٰلک لحق تخاصم اھل النار

قرآن کریم کا یہ طرز بیان ہے کہ اخیار و برگزیدہ بندوں کے ذکر کے بعد اشقیاء و بدبختوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور مطیعین پر انعامات کے بیان کے بعد مجرمین کی سزاؤں کو ذکر فرمایا جاتا ہے تو اسی طرح یہاں بھی انبیاء سابقین کے اوصاف و فضائل کے بعد نافرمانوں اور سرکشوں کی سزاؤں اور ان کی بدحالی کو بیان کیا جارہا ہے فرمایا یہ سن چکے جو انعامات و فضائل تھے اہل ایمان و تقویٰ اور مطیعین کے اور سرکشوں و نافرمانوں کے لئے تو بدترین ٹھکانا ہوگا جو جہنم ہے جس میں یہ گھسیں گے۔ سو کیا ہی وہ بری جگہ آرام کی ہوگی۔ یہ ہے عذاب مجرمین کے لئے۔ اب چاہیئے کہ یہ مجرمین اس عذاب کو چکھیں جو کھولتا ہوا گرم پانی ہے اور پیپ اور اسی قسم کی اور بھی طرح طرح کی چیزیں اس طرح کے شدید اور دردناک عذاب میں ان مجرمین اور سرکشوں کو جو نافرمانوں کے پیشوا تھے مبتلا کرتے ہوئے کہا جائے گا۔ یہ ایک اور جماعت ہے تو دیکھ لو جو گھسی اور دھنستی چلی آرہی ہے تمہارے ساتھ جہنم میں جن کو دیکھتے ہوئے تم کہو گے۔ نہ ہو جگہ تمہارے واسطے کشادہ اور آرام کی۔ یہ تو جہنم میں گھسنے والے لوگ ہیں۔ اس لئے ان کے آنے کی کیا خوشی ہوسکتی ہے اور کیا ہی ان سے کسی چیز اور نفع کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اس پر وہ لوگ جنہوں نے اپنے بڑوں کی پیروی کی تھی اپنے متبوعین کو غصہ اور نفرت سے کہیں گے تمہارے ہی واسطے نہ ہو کوئی جگہ کشادہ اور ٹھکانہ آرام کا تم ہی نے تو ہم کو یہاں لا اتارا ہے۔ سو یہ تو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ پھر اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہیں گے۔ اے ہمارے پروردگار جس کسی نے ہمیں یہاں لا اتارا ہے۔ اصل مجرم تو وہی ہے بس اس کا عذاب تو جہنم میں دوگنا کردے اور اسی حالت میں ازراہ تعجب و حیرت کہیں گے کیا ہو گیا ہم کو کہ ہم یہاں نہیں دیکھ رہے ہیں

Marfat.com

ان لوگوں کو جن کو ہم بُرے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے۔ ان کے مذہب و دین اور ان کے اعمال و احوال کو ہم بُری نظر سے دیکھتے تھے۔ اور ہم نے ان ایمان والوں کو مذاق بنایا ہوا تھا جن کو دیکھ کر ہم ان پر ہنسا کرتے اور ان کو ذلیل کرتے تھے۔ واقعۃً وہ لوگ اس جگہ نہیں ہیں یا ہماری نگاہیں ان سے چوک گئی ہیں بے شک یہ بات برحق ہے یعنی جہنمیوں کا اس طرح آپس میں جھگڑنا کہ ایک دوسرے پر لعنت و ملامت کریں گے۔ اور سوائے حسرت و ملامت کے اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع اور ملامت سے عذاب جہنم میں تخفیف کی بجائے قلبی کوفت اور ذہنی پریشانی میں اور اضافہ ہو گا جسمانی تکلیف کی تو پہلے ہی کوئی حد نہ ہو گی اس ذہنی کوفت سے ان کی اذیتوں کی کوئی انتہا نہ رہے گی۔

یہ گفتگو جس کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا جہنمیوں کی آپس میں ہو گی۔ جس وقت فرشتے ان کو فوج در فوج لا لا کر جہنم کے کنارے پر جمع کرتے ہوں گے۔ پہلا گروہ سرداروں کا ہو گا۔ ان کے بعد ان کے متبعین اور چھوٹوں کو لایا جائے گا۔ تو سرداروں کی جماعت اس دوسری جماعت کو دور سے آتے دیکھ کر کہے گی۔ لو دیکھ لو یہ ایک اور فوج دھستی اور گھستی چلی آرہی ہے تمہارے ساتھ دوزخ میں گرنے کے لئے۔ خُدا کی مار ہو ان پر یہ بھی یہیں آ کر مرنے کو تھے۔ خدا کرے ان کو کہیں کشادہ اور آرام کی جگہ نہ ملے۔ ان سرداروں کی گفتگو سُن کر یہ چھوٹے کہیں گے۔ کمبختو! تم ہی پر خُدا کی مار ہو تم کو ہی کوئی جگہ آرام کی نہ ملے۔ تم ہی تو تھے کہ تم نے ہم کو گمراہ کیا اور آج تمہاری ہی بدولت ہم اس مصیبت میں مبتلا ہو رہے ہیں اب تو بس یہی ایک ٹھکانہ ہے اور کوئی جگہ ہے کہاں کہ جس میں جائیں۔ اس لعن و طعن کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو کر دعا کریں گے کہ اے پروردگار ان لوگوں کو دوگنا عذاب دے جنہوں نے ہمیں بھی گمراہ کیا۔ اسی حالت میں ان کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ دنیا کی زندگی میں جن لوگوں کو حقیر اور کمتر سمجھتے تھے اور اپنے مال و دولت کے زعم میں اہل ایمان اور غربا اور فقراء کو حقیر سمجھتے تھے۔ آج تو وہ یہاں اس ذلت و حقارت کے مقام میں نہیں ہیں تو ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ اور اپنے دینوی اس اعتقاد کا اس درجہ اثر دماغوں پر مسلط ہو گا کہ یہ سوچنے لگیں گے کہ شاید وہ ہمیں نظر نہیں آرہے ہیں۔ ورنہ تو وہ ضرور یہاں ہونے چاہئیں تو اس طرح مزید اور ملال اور حسرت کی اذیت میں مبتلا ہوں گے جسمانی اذیتوں کے ساتھ آپس کی تو تو میں میں، لعن طعن جھگڑا کرب اور بےچینی میں اضافہ کر ہی رہا تھا۔ مزید برآں اس حسرت میں مبتلا ہو کر اور بھی تلملائیں گے بس یہی ان اہل نار کا حال ہو گا جو ان کے اعمال و اطوار کا نتیجہ ہے۔ حمیم گرم اور کھولتے ہوئے پانی کو کہا جاتا ہے۔ غسّاق اکثر مفسرین فرماتے ہیں جہنمیوں کے زخموں کی پیپ اور آلائش ہے جو سانپ اور بچھوؤں کے زہر کے ساتھ ملی ہوئی ہو گی۔ اور بعض کا خیال ہے کہ غسّاق نہایت ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جو حمیم کی ضد ہے جس کے پینے سے انتہائی اذیت اور تکلیف ہو گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جامع ترمذی میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اگر اس غسّاق کا جو جہنمیوں کو پلایا جائے گا۔ اگر ایک ڈول دُنیا میں بہا دیا جائے تو اس کی بدبو اور گندگی سے

Marfat.com

تمام دنیا والے بدبودار ہو جائیں - گویا بدبو ان میں ایسی سرایت کر جائے کہ وہ بذات خود بدبودار ہو جائیں -
کعب احبار بیان کرتے ہیں غساق جہنم میں ایک چشمہ ہے جس کی طرف ہر زہریلے سانپ اور بچھو کا زہر بہہ کر
آتا ہے - جس میں جہنمیوں کو غوطہ دیا جائے گا اور اس کی وجہ سے ان کے جسم گل سڑ جائیں گے -

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ مُنذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا ٱللَّهُ ٱلْوَٰحِدُ ٱلْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ
تو کہہ، میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا دباؤ والا ۞ رب آسمانوں کا

وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ٱلْعَزِيزُ ٱلْغَفَّٰرُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا۟ عَظِيمٌ ﴿٦٧﴾ أَنتُمْ عَنْهُ
اور زمین کا، اور جو ان کے بیچ ہے زبردست گناہ بخشنے والا ۞ تو کہہ، یہ ایک بڑی خبر ہے - کہ تم اس کو دھیان میں

مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِىَ مِنْ عِلْمٍۭ بِٱلْمَلَإِ ٱلْأَعْلَىٰٓ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰٓ إِلَىَّ
نہیں لاتے ف۲ ۞ مجھ کو کچھ خبر نہ تھی اوپر کی مجلس کی، جب آپس میں تکرار کرتے ہیں ف۳ ۞ مجھ کو تو یہی حکم آتا ہے،

إِلَّآ أَنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى خَٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن
کہ اور نہیں میں ڈر سنانے والا ہوں کھول کر ۞ جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو، میں بناتا ہوں ایک انسان

طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِى فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَٰجِدِينَ ﴿٧٢﴾
کا ف۵ ۞ پھر جب ٹھیک بنا چکوں، اور پھونکوں اس میں ایک اپنی جان، تو تم گر پڑو اسکے آگے سجدے میں

فَسَجَدَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ ٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾
ف۶ ۞ پھر سجدہ کیا فرشتوں نے سارے اکٹھے - مگر ابلیس نے غرور کیا اور تھا وہ منکروں میں ف۷ ۞

قَالَ يَٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ
فرمایا اے ابلیس! تجھ کو کیا اٹکاؤ ہوا کہ سجدہ کرے اس چیز کو، جو میں نے بنائی اپنے دونوں ہاتھوں سے - یہ تو نے غرور کیا، یا تو بڑا تھا

ٱلْعَالِينَ ﴿٧٥﴾ قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِى مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ
درجے میں ف۱ ۞ بولا میں بہتر ہوں اس سے، مجھ کو بنایا تو نے آگ سے اور اسکو بنایا مٹی سے ف۲ ۞ فرمایا تو تو

Marfat.com

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ

نکل یہاں سے، کہ تو مردود ہوا۔ اور تجھ پر میری پھٹکار ہے اس جزا کے دن تک ۞ بولا، تو

رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ

اے رب! مجھ کو ڈھیل دے جس دن تک مردے جیویں ۞ فرمایا تجھ کو ڈھیل ہے۔ اسی وقت کے دن تک جو معلوم

الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾

ہے ۞ بولا، تو قسم ہے تیری عزت کی! میں گمراہ کروں گا ان سب کو۔ مگر جو بندے ہیں تیرے ان میں چنے ۞

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾

فرمایا، تو ٹھیک بات یہ ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں ۞ مجھ کو بھرنا دوزخ تجھ سے، اور جو ان میں تیری راہ چلے ان سے سارے ۞

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

تو کہہ، میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ نیگ، اور میں نہیں آپ کو بنانے والا ۞ یہ تو ایک سمجھوتی ہے سارے

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

جہان والوں کو ۞ اور معلوم کر لوگے اس کا حال تھوڑی دیر کے پیچھے ۞

اعلانِ توحید و رسالت و تخویف از آخرت

ابتداء سورت قرآن کریم کی حقانیت اور اثبات توحید و رسالت سے تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت انبیاء علیہم السلام اور ان کے اوصاف ایمان و تقویٰ اور انابت الی اللہ اور ان اوصاف پر مرتب ہونے والے ثمرات و انعامات کے بیان کے بعد پھر اصل مقصد کی طرف رجوع فرماتے ہوئے توحید و رسالت کو ثابت کیا جارہا ہے اور قیامت و احوال قیامت کا ذکر کیا جارہا ہے اور بطور اتمام حجت آپ کو فرمایا جارہا ہے کہ آپ یہ اعلان کر دیجئے کہ میں تو اللہ واحد قہار کی طرف سے منکرین و مجرمین کو ڈرانے والا ہوں اور میں جو کچھ کہتا ہوں وہ وحی الٰہی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اللہ کا رسول ہی کر سکتا ہے۔ خدا کے پیغمبروں کا یہ کام نہیں ہے کہ زبردستی کسی پر ہدایت مسلط کر دیں جبکہ خود وہ قبول ہدایت سے انکار کرتا ہو۔ تو ارشاد فرمایا آپ کہہ دیجئے اے منکرین توحید و

Marfat.com

رسالت تمہارے اس انکار و تکذیب کا مجھے ذرہ برابر کوئی نقصان نہیں۔ اس کا اصل نقصان تو تم ہی کو پہنچے گا میں تو عذاب خداوندی سے تم کو ڈرانے والا ہوں۔ جیسے اللہ کے دوسرے پیغمبر بھی اس کے عذاب سے لوگوں کو ڈراتے رہے۔ اور یہ سن لو نہیں ہے کوئی معبود عبادت کے لائق بجز اللہ واحد یکتا کے جو بڑا ہی غالب ہے جو رب ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور ان تمام چیزوں کا جو ان کے درمیان میں ہیں جو زبردست اور گناہوں کو بڑا ہی بخشنے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے یہ اعلان توحید اور اس کی طرف مخلوق خدا کو دعوت دینا جس کے واسطے اللہ نے مجھ کو رسول بنایا۔ بڑی ہی عظیم الشان خبر اور بلند پایہ مضمون ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ اس کی طرف توجہ کرتے اور اس کو قبول کرتے۔ مگر افسوس تم تو اس سے بے رخی کر رہے نہ تم رسالت پر ایمان لائے اور نہ قرآن کو مانا۔ حالانکہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مجھے تو کوئی علم نہ تھا ملاء اعلیٰ (عالم بالا کا) جبکہ وہ اللہ کے فرشتے آپس میں تکرار و خصومت کر رہے تھے۔ تخلیق آدم اور ابلیس کا سجدہ سے انکار کے بارے میں اور اس بارہ میں کہ کس بنا پر آدم کو خلافت الٰہیہ فی الارض کے منصب سے نوازا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ میں نے نہ کسی کتاب میں پڑھا اور نہ کسی معلم سے سیکھا یہ تو صرف اللہ کی طرف وحی ہے۔ جس کی وحی میری طرف کی جاتی ہے میں تو صرف اللہ کی طرف سے تم کو آخرت اور عذاب آخرت سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ وہ اختصام و گفتگو ملأ اعلیٰ کا یہ تھا جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں بنانے والا ہوں ایک انسان کو گارے سے۔ سو جب میں اس کے پتلے یعنی اعضاء جسمانیہ کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی طرف سے روح کو پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا چنانچہ جب اللہ نے اس کو بنا لیا اور اس میں روح پھونک دی تو سب کے سب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا کہ وہ غرہ میں آگیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ حق تعالیٰ نے ابلیس کو اس غرور و انکار پر فرمایا۔ اے ابلیس تجھے کس بات نے روکا سجدہ کرنے سے اس کو جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں اور قدرت خاصہ سے بنایا کیا تو غرور میں آگیا یا پتا کہ کیا تو بڑے درجے والوں میں سے تھا حالانکہ یہ باطل ہے

ع لفظ من روحی میں نسبت حق تعالیٰ نے اپنی طرف اس لئے فرمائی کہ روح آب و خاک سے نہیں بنی عالم غیب سے آئی۔ یہ مضمون سورہ بنی اسرائیل میں گذر چکا۔ وہاں اضافت کی حکمت پر کلام کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے استاذ محترم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون الروح فی القرآن کی طرف رجوع فرمایا جائے۔

یہ قصہ سورہ اعراف و دیگر متعدد سورتوں میں گذر چکا ہے۔ لما خلقت بیدی یعنی جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ان الفاظ کے ترجمہ میں توضیحی کلمات اور قدرت خاصہ ان متکلمین کے مسلک کے پیش نظر اضافہ کئے جو اس طرح کی صفات اور شئون خداوندی کی تاویل قدرت امر اور مشیت جیسے الفاظ سے کر لیتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رح کہتے ہیں یعنی بدن کو ظاہر کے ہاتھ سے اور روح کو غیب (باطن) کے ہاتھ سے۔ اللہ غیب کی چیزیں ایک طرح کی قدرت سے اور ظاہر کی چیزیں دوسری طرح کی قدرت سے بناتا ہے۔ اس انسان میں دونوں طرح کی قدرت خرچ کی، اس وجہ سے بیدی تثنیہ کا لفظ استعمال فرمایا۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح اپنے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اللہ کی نعوت و صفات میں سلف کا مسلک ہی اقویٰ و احوط ہے یا یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض مخلوقات کو کسی دوسری مخلوق سے پیدا کرتا ہے مثلاً بارش کو بادلوں سے اور دھویں کو آگ سے اور بعضوں کو بغیر کسی دوسری مخلوق کے پیدا کرتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام اسی دوسری مخلوق میں سے ہیں کہ ان کو کسی کے توسط اور دخل سے

Marfat.com

کیونکہ جب فرشتوں کو سجدہ کا حکم ہوا تو وہ سربسجود ہو گئے اور یقیناً تجھ سے افضل اور بڑھ کر ہیں تو یہ مجال تیری کیونکر ہوئی کہ میرے حکم کی تعمیل سے تو نے روگردانی کی۔ کہا میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو خاک سے پیدا کیا ہے۔ اور جب کہ میں اس سے بہتر ہوں تو مجھے سجدہ کا حکم دینا حکمت کے خلاف ہے۔ ارشاد ہوا تو اچھا تو پھر آسمان سے نکل کیونکہ بے شک تو اس حرکت سے کہ حکم خداوندی کا مقابلہ کیا اور اس پر طعن و اعتراض کیا کہ یہ حکم خلاف عقل و حکمت ہے مردود ہوا اور بے شک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک۔ اور ظاہر ہے کہ جس پر قیامت کے روز تک لعنت رہی تو بعد میں تو اس پر رحمت کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لعنت اور غضب خداوندی کسی سے اگر منقطع ہو سکتا ہے تو وہ دار العمل میں رہتے ہوئے تائب ہو جانے کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اور جب قیامت قائم ہو گئی تو توبہ کا دروازہ بند ہو چکا۔ بولا اگر مجھ کو آدم کی وجہ سے ملعون و مردود کیا گیا تو پھر مجھ کو مہلت دیدیجئے قیامت کے دن تک تاکہ میں ان کی اولاد سے خوب بدلہ لوں۔ ادھر قدرت خداوندی کو دار دنیا میں ہدایت و گمراہی کا مقابلہ رکھنا تھا تاکہ ابتلاء و آزمائش ہو سکے۔ اس وجہ سے ارشاد ہوا۔ اچھا جب تو مہلت مانگتا ہے تو جا تجھ کو مہلت دیدی گئی۔ ایک وقت معلوم و معین تک۔ کہنے لگا جب مجھے مہلت مل گئی تو قسم ہے تیری عزت کی کہ میں البتہ ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا۔ بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں۔ فرمایا تو ٹھیک بات ہے اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں۔ کہ میں تجھ سے اور ان سے جو تیرا ساتھ دیں گے یقیناً ان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ ان تمام حقائق کو سن کر چاہیئے کہ لوگ اللہ کی باتوں پر ایمان لائیں اور ان کی صداقت و حقانیت پر یقین کریں۔ اگر اس کے باوجود بھی کوئی بد باطن کسی قسم کا شک و تردد کرے یا کوئی معاند آپ کے حق میں کسی طمع و لالچ کا تصور کرے تو آپ اتمام حجت اور بطور قطع عذر کہہ دیجئے میں تم سے اس قرآن اور اللہ کے احکام کی تبلیغ پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں تصنع و بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن تو اللہ کا کلام ہے اور ایک عظیم پیغام نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لئے۔ اسی مقصد کے لئے اللہ نے مجھ کو نبی بنایا اور اس میں سراسر تمہارا ہی نفع ہے۔ اور اگر اس حق اور حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی تم لوگ ایمان نہیں لاتے تو البتہ اس کے کچھ بعد تم کو اس کا حال خوب معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کا دین حق ہے اسی دین کی پیروی کرنے والوں کو فتح و کامرانی نصیب ہو گی اور اگر ان تاریخی حقائق سے بھی کسی کو حقیقت نہ کھلی تو موت بھی کچھ دور نہیں اور نہ ہی قیامت کچھ بعید ہے۔ اور ہر شخص کی موت تو خود ایک قیامت ہی ہے تو اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا وہ حق تھا اور ان پر ایمان نہ لانا منکرین کی ہلاکت و تباہی کا باعث بنا۔ مگر ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد یا قیامت برپا ہونے پر اگر کسی نے حق پہچانا تو اس وقت کی معرفت یا ایمان سے تو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ قتادہ نے بعد حین کی تفسیر میں موت کو بیان کیا ہے اور عکرمہ کہا کرتے تھے۔ اس سے قیامت مراد ہے۔ قتادہ نے حسن بصریؒ کا قول نقل کیا۔ یا ابن آدم عند الموت یاتیک الخبر الیقین کہ ابن آدم موت کے وقت تجھ کو یقین حاصل ہو گا (تفسیر ابن کثیرؒ)

اور سدیؒ سے منقول ہے کہ یہ بدر کا دن ہے کہ بدر کی فتح پر منکرین کو یقین کرنا پڑے گا کہ جو کچھ غلبہ حق کی

Marfat.com

خبر خدا کے پیغمبر نے دی تھی وہ برحق ہے۔ ما کان لی من علم بالملاء الاعلیٰ کے ترجمہ میں اضافہ کردہ الفاظ "جبکہ اللہ کے فرشتے آپس میں تکرار و خصومت کر رہے تھے تخلیق آدم اور ابلیس کا سجدہ سے انکار کرنے کے بارے میں" سے ان ائمہ مفسرین کے قول کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے یہ بیان کیا کہ اس اختصام سے حضرت آدم علیہ السلام کا یہ قصہ ہے جس میں حضرت آدمؑ کو سجدہ کا حکم دیا گیا۔ اور ابلیس نے انکار کیا۔ اور بعض علماء مفسرین نے بیان کیا کہ خلافت آدم کے متعلق مخاصمت نہیں ہے بلکہ اعمال بنی آدم یعنی کفارات میں ملائکہ کی خصومت مراد ہے جس کی تفصیل حدیث اختصام الملاء الاعلیٰ میں مذکور ہے جس کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں تخریج کیا ہے۔ عبدالرحمٰن بن عائش باسناد مالک بن یخامر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز صبح کی نماز کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک تشریف نہ لائے حتیٰ کہ سورج نکلنے کے قریب ہو گیا۔ اس وقت آپؐ بڑی عجلت کے ساتھ تشریف لائے۔ نماز کی اقامت ہوئی اور آپؐ نے نماز مختصر پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد آپؐ نے فرمایا اے لوگو! تم اپنی اپنی جگہ اسی طرح بیٹھے رہو پھر فرمایا ہماری طرف رُخ کرتے ہوئے آج رات جب میں تہجد کے لئے بیدار ہوا اور جس قدر مقدر تھا نماز پڑھی تو دوران نماز مجھ پر اُونگھ (غلبہ نوم) طاری ہوئی تو میں نے اپنے پروردگار کا بڑی ہی بہترین صورت میں دیدار کیا اس وقت جبکہ مجھے اللہ کی تجلی نصیب ہوئی تو مجھ سے ربّ العزت نے سوال کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جانتے بھی ہو ملأ اعلیٰ کس بات میں خصومت کر رہے ہیں میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے نہیں معلوم آپؐ ہی خوب جانتے ہیں تو حق تعالیٰ نے اپنا دست بے مثال میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک اور سکون مجھے اپنے سینہ میں محسوس ہونے لگا جس سے میرے واسطے ہر چیز ظاہر ہو گئی (جو حق تعالیٰ مجھ سے سوال فرمارہے تھے) اور یہ ایسا ہی تھا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم اشیاء فرما کر فرشتوں سے دریافت کیا گیا تو جواب ملا سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا لیکن جب وعلم آدم الاسماء کلہا کی صورت ہوئی تو پھر فرمایا گیا یا ادم انبئہم باسماءھم اسی طرح ان علوم و مضامین کا القاء اس طرح اس تاثیر غیبی اور باطنی سے فرما دیا گیا تو پھر آپؐ نے سب باتوں کا جواب دیا اور کہا جی ہاں! اے پروردگار کفارات میں (یعنی ان اعمال میں فرشتوں کی خصومت ہو رہی ہے کہ ان کا اجر و ثواب کیا ہے یا یہ کہ ان اعمال کو فرشتوں کی کون سی جماعت پہلے بارگاہ رب العزت میں لے کر پہنچتی ہے۔) اور وہ کفارات یہ ہیں باوجود مشقتوں کے وضو مکمل آداب کی رعایت کے ساتھ کرنا۔ زیادہ سے زیادہ قدم چلنا مسجدوں کی جانب اور نماز کا انتظار کرنا نماز کے بعد۔ پھر ارشاد ہوا۔ پھر کن اعمال میں خصومت ہے۔ جواب دیا درجات ہیں۔ سوال ہوا درجات کیا ہیں بتایا اطعام طعام افشاء سلام اور تہجد کی نماز ان اوقات میں جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ ارشاد ہوا سوال کرو۔ فرماتے ہیں میں نے مانگا۔ اے اللہ میں تجھ سے سول کرتا ہوں خیر کے کاموں کا اور برائیوں کو چھوڑنے کا اور مساکین کی محبت کا اور یہ کہ میری مغفرت فرما اور جب تو کسی قوم کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو مجھے اس سے پہلے اُٹھا لے۔

Marfat.com

اور اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت کا اور اس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت رکھتا ہو اور اس عمل کی محبت جو تیری محبت کے قریب کر دے۔ آپ نے یہ کلمات ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا۔ یہ کلمات حق ہیں۔ ان کو یاد کر لو اور سیکھ لو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دوسروں کو بھی سکھاؤ۔ یہ مضمون امام احمدؒ نے اپنی مسند میں ذکر فرمایا۔ اس حدیث کی سند میں اگرچہ بعض محدثین نے کچھ کلام کیا ہے مگر امام ترمذیؒ نے اس کی تحسین فرمائی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس حدیث اختصام کو نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ اس آیت میں جس اختصام کا ذکر ہے وہ یہ اختصام نہیں کیونکہ خود قرآنِ کریم نے اس اختصام کی تفسیر اذ قال ربّك للملائكة سے فرمادی کہ یہ اختصام خلافتِ آدم اور ان کو امر بالسجود کے بارہ میں ہے۔

حضرت استاذ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس موقعہ پر اپنے فوائد قرآن میں فرماتے ہیں۔ ملأ اعلیٰ (اوپر کی مجلس) ملائکہ مقربین وغیرھم کی مجلس ہے جن کے توسط سے تدابیر الٰہیہ اور تصرفیات کونیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ یعنی ملأ اعلیٰ میں نظامِ عالم کے فنا و بقا کے متعلق جو تدبیریں یا بحثیں اور قیل و قال ہوتی ہے مجھے اس کی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں جن اجزاء پر مطلع کر دیا وہ بیان کر دیے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اس کی وحی اور اعلام سے کہتا ہوں۔ مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آنے والے خوفناک مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کر دوں۔

رہا یہ کہ وہ وقت کب آئے گا اور قیامت کب قائم ہوگی؟ نہ انذار کے لیے اس کی ضرورت ہے۔ اور نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چند انبیا علیہم السلام کے ایک اجتماع میں قیامت کا ذکر چلا کہ کب آئے گی۔ سب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حوالہ کیا۔ انھوں نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ پھر سب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حوالہ کیا ان کی طرف سے بھی یہی جواب ملا۔ آخر میں سب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تو انھوں نے یہی کہا کہ عین قیامت کا تو مجھے بھی علم نہیں اور یہ لفظ فرمائے۔ ما المسئول عنها باعلم من السائل

معلوم ہوتا ہے کہ ملأ اعلیٰ میں قیامت کے متعلق اس قسم کی بحث و تکرار رہتی ہے۔ تو اس کے بارہ میں آپ نے صاف فرما دیا۔ ماکان لی من علم بالملاء الاعلیٰ اذ یختصمون کہ مجھے تو ملأ اعلیٰ کا کوئی علم نہیں جبکہ وہ اس معاملہ میں خصومت کرتے ہیں۔

بہرکیف وحی خداوندی سے آپ نے صاف ارشاد فرمایا کہ غیب کا علم صرف اللہ کی شان ہے۔ اللہ کا پیغمبر صرف وہی بتاتا ہے جو اس کو وحی سے بتا دیا جائے اس کو نہ ملائکہ کی ملأ اعلیٰ میں خصومتوں کا علم ہے اور نہ قیامت کے واقعہ ہونے کا علم ہے کہ کب واقع ہوگی۔

اللھم ارزقنا حلاوۃ الایمان وبشاشتہ۔ توفنا مسلمین والحقنا بالصّالحین سُبحان ربّك رب العزۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للّٰہ ربّ العالمین۔

الحمد للّٰہ آج مورخہ ۲۲ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ سورۂ صٓ کی تفسیر سے فراغت ہوئی اے خداوند عالم قبول فرما اور اس کی تکمیل فرما۔ آمین یا ربّ العالمین

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمۡسٌ وَّسَبۡعُوۡنَ اٰیَۃً وَّثَمَانُ رُکُوۡعَاتٍ

سُوۡرَۃُ الزُّمَرِ

سُورۃُ الزمر مکّی سُورت ہے جس کی پچھتّر اور بعض مفسرین کے قول کے مطابق بہتر آیات اور آٹھ رکوع ہیں۔

ائمہ مفسرین کا اس سورت کے مکّی ہونے پر اتفاق ہے اس سورت کا دوسرا نام بعض مفسرین نے سورۃ الغرف بھی بیان کیا ہے بیہقی نے دلائل میں بروایت نحاس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی بجز ان تین آیات کے جو وحشی قاتل حمزہ رض کے بارے میں نازل ہوئیں وہ تین آیات قل یاعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کہ یہ مدینہ منوّرہ میں وحشی کے اسلام کے وقت نازل ہوئی اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات آیات امام نسائی نے حضرت عائشہؓ کی حدیث ذکر فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات اہتمام کے ساتھ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر تلاوت فرمایا کرتے تھے (فتح البیان۔ فتح القدیر۔ تفسیر ابن کثیر) اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں آپؐ اس وقت تک نہ سوتے جب تک کہ سورہ زمر کی تلاوت نہ کر لیں۔ گذشتہ سورہ صٓ کے زیادہ تر مضامین رسالت سے متعلق تھے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اثبات منکرین کے لغو اور بیہودہ اعتراضات کا رد اور ان کے احمقانہ تمسخر کا

Marfat.com

جواب تھا۔ اب اس سورت میں اکثر مضامین توحید سے متعلق ہیں۔ توحید خداوندی ثابت کر کے مصدقین کی مدح اور ان کی جزا اور ان پر انعامات الٰہیہ کا ذکر ہے۔ اور مکذبین و منکرین پر وعید و تنبیہ ہے اور ابطال شرک کے لئے عقلی اور فطری دلائل ذکر فرمائے گئے۔ سابقہ سورت کا خاتمہ ولتعلمن نباٰہ بعد حین وحی الٰہی کی حقانیت و صداقت پر تھا تو اس سورت کی ابتدا اسی مناسبت و ربط کے ساتھ قرآن کریم کی حقانیت سے کی گئی کہ یہ کتاب الٰہی اللہ عزیز و حکیم کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے جو حق و صداقت کے ساتھ اتاری گئی۔ جس کا پیغام توحید خداوندی ہے۔ اس طرح ہر دو سورتوں کے مضمون میں ربط کے ساتھ سورت سابقہ کا خاتمہ اس سورت کی ابتداء سے ہی مربوط ہو گیا۔

سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّ سَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّ ثَمَانِيْ رُكُوْعَاتٍ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورہ زمر مکی ہے اس میں ۔ شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ۔ پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ

اتارا ہے کتاب کا اللہ سے، جو زبردست ہے حکمتوں والا ۔ ہم نے اتاری ہے تیری طرف کتاب

بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط

ٹھیک، سو بندگی کر اللہ کی، نری کر کر اس کے واسطے بندگی ۔ سنتا ہے! اللہ ہی کو ہے بندگی نری ۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى

اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس سے ورے حمایتی، کہ ہم ان کو پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہمکو پہنچاویں اللہ کی

اللّٰهِ زُلْفٰى ط اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۬ ط اِنَّ

طرف پاس کے درجے۔ بیشک اللہ چکا دے گا ان میں جس چیز میں جھگڑ رہے ہیں ۔ البتہ

اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا

اللہ راہ نہیں دیتا اس کو، جو ہو جھوٹا حق نہ ماننے والا ۔ اگر اللہ چاہتا کہ اولاد کرے، تو

لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ط هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾

چن لیتا اپنی خلق میں جو چاہتا، وہ پاک ہے، وہی ہے اللہ اکیلا دباؤ والا ۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ج يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ

بنائے آسمان اور زمین ٹھیک لپیٹتا ہے رات کو دن پر، اور لپیٹتا

Marfat.com

النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ

ہے دن کو رات پر، اور کام لگائے سورج اور چاند۔ ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہری مدت پر

اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ

سنتا ہے وہی ہے زبردست گناہ بخشنے والا ٭ بنایا تم کو ایک جی سے پھر بنایا

مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۗ يَخْلُقُكُمْ

اس سے اس کا جوڑا اور اتارے تمہارے واسطے چوپایوں سے آٹھ نر و مادہ۔ بناتا ہے

فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِىْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۗ

تم کو ماں کے پیٹ میں، طرح پر طرح بنانا، تین اندھیروں کے بیچ ٭

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۶﴾

وہ اللہ ہے رب تمہارا، اسی کا راج ہے کسی کی بندگی نہیں سوا اسکے۔ پھر کہاں سے پھیرے جاتے ہو؟

اثباتِ حقانیت کتابِ الٰہی و توحیدِ خداوندی و ابطالِ شرک

قال اللہ تعالیٰ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم الیٰ قولہ تصرفون

ربط۔ گذشتہ سورت میں زیادہ تر مضامین اثبات و رسالت کے متعلق تھے اور مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت پر جو اعتراضات کرتے تھے ان کا جواب وارد تھا اور ان کے بیہودہ تمسخر پر تحمیق و تجہیل تھی۔ اب اس سورت میں توحید خداوندی کا بیان ہے اور ابطال شرک۔ اور یہ کہ عبادت صرف اللہ کا حق ہے۔ اس میں کسی کو شریک کرنا خواہ کسی بھی عقیدہ اور تخیل سے ہو عقل اور فطرت کے خلاف ہے اور شرک کے مرتکب کا انجام تباہی اور ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ ان مضامین کے لئے بطور تمہید حقانیت قرآن کا ذکر فرما کر یہ سلسلہ مضامین شروع کیا جا رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۔

فرمایا یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے اس لئے کسی کو جرأت نہ ہونی چاہئیے کہ اس کا انکار کرے اگر انکار و تردد کیا تو ظاہر ہے اس غلبہ اور طاقت والے پروردگار کی گرفت اور سزا سے نہیں بچ سکے گا۔ اور چونکہ وہ حکمت والا ہے اس وجہ سے کسی کو قدرت نہیں کہ اس کے کسی پیغام و حکم کو خلاف مصلحت کہے۔ بے شک ہم نے اتارا ہے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ ٹھیک طور

Marfat.com

سے لہٰذا آپؐ اللہ کی عبادت کرتے رہیئے جیسا کہ اب تک آپؐ اس کی عبادت میں مصروف ہیں خالص اللہ ہی کی معبودیت والوہیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے - یاد رکھو اللہ ہی کے لئے عبادت وبندگی مخصوص ہے جو ہر قسم کی شرک کی گندگی سے پاک ہو اور اللہ کی توحید وخالقیت اور عبادت صرف اسی کا حق ہے یہ عین فطرت اور عقل کے مطابق ہے فطرت انسانی اور عقل اسے کو ہرگز گوارہ نہیں کرتی کہ اس معبود حقیقی کی عبادت میں کسی کو شریک بنایا جائے اس لئے ہر ایک پر یہ لازم ہے کہ اس کو قبول کرے اور اس کے مطابق عمل کرے اور جن لوگوں نے اللہ کی عبادت خاصہ چھوڑ کر خدا کے سوا اور معبود تجویز کر رکھے ہیں اور یہ کہتے ہیں ہم نہیں عبادت کرتے ہیں ان معبودوں کی - مگر صرف اس لئے کہ یہ معبود ہم کو اللہ کے قریب کر دیں گے - اور اس کا مقرب ہم کو بنا دیں گے سوان کا یہ گمان اور عقیدہ لغو اور باطل ہے - بے شک اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا ان کے اور اہل ایمان کے درمیان قیامت کے روز ان کے اس اختلافی معاملہ میں کہ اہل ایمان و توحید کو جنت میں داخل فرما دیا جائے گا اور اہل شرک ذلت وخواری کے ساتھ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے - اور اس طرح عملاً اس اختلاف کا فیصلہ ہو جائے گا آپؐ ایسے بدنصیبوں کی گمراہی اور ہلاکت پر غم نہ کیجئے اور نہ تعجب کہ ایسے واضح دلائل کے باوجود کیوں راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہرگز ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا جو جھوٹا اور نافرمان ہو اور جو اپنی زبان سے اقوال کاذبہ اور کفریہ بولتا ہو دل کفر کے اعتقاد سے لبریز ہو اور عمل سے نافرمانی اور کفر پر تلا ہوا ہو - ظاہر ہے کہ یہ جملہ احوال ایسے شخص کی بدنصیبی اور محرومی ہی کا باعث ہیں -

مشرکین کا ایک شرک یہ بھی تھا کہ اللہ کے لئے اولاد تجویز کرتے جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو خدا کا بیٹا قرار دیا تو ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اگر بالفرض اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا اس بات کا کہ کسی کو بیٹا بنائے تو چن لیتا اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا - ہر چیز کائنات میں اس کی مخلوق ہے اور بیٹا ہونے کے لئے اگر کسی کو منتخب کرتا تو وہ بھی اس کی مخلوق ہوتا جو یقیناً اللہ کی جنس سے نہ ہوتا اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیٹا باپ کی جنس سے ہوتا ہے تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ مخلوق اس کی اولاد ہو جائے اور اگر بالفرض ایسا ہو تو یہ بہت بڑا عیب اور نقصان ہے کہ بیٹا والد کی جنس سے نہ ہو وہ تو ہر عیب سے پاک ہے وہ اللہ یکتا ہے کہ اس کا کوئی شریک اور نمونہ نہیں جو زبردست عزت اور غلبہ والا ہے لہٰذا نہ اس کی طرف اولاد کی نسبت کی جا سکتی ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایسے شرک کا ارتکاب کرنے والے اس کی گرفت اور عذاب سے بچ سکیں - اس کی قوت اور غلبہ کا تو یہ عالم ہے کہ اس نے آسمان وزمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ رات کی ظلمت کو لپیٹ دیتا ہے دن کی روشنی پر جس سے دن غائب ہو جاتا ہے اور ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کسی چیز کو کسی میں لپیٹ کر چھپا دیا گیا - اور دن کی روشنی کو لپیٹ دیتا ہے - رات کی ظلمت پر جس سے رات غائب ہو جاتی ہے اور مسخر کر دیا ہے اس نے سورج کو اور چاند کو ہر ایک کو اپنے کام میں لگا رکھا ہے کہاں میں ہر ایک چلتا رہے گا ایک وقت مقرر تک ہر ایک کی رفتار اور نظام لیل ونہار قیامت تک اسی بہترین اسلوب کے ساتھ جاری رہے گا - یہ آسمان اور زمین اور لیل ونہار اپنے میں کس قدر حکمتیں اور خالق رب العالمین کی وحدانیت اور الوہیت کی دلیلیں لئے ہوئے ہیں - خبردار ہو جاؤ وہی زبردست

Marfat.com

قدرت والا ان لوگوں کو عذاب دینے کے لئے جو ان دلائل کے باوجود اس کی توحید پر ایمان نہ لائیں ساتھ ہی بڑی مغفرت کرنے والا ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی گذشتہ زندگی کے کفر و شرک کو چھوڑ کر ایمان لے آئیں۔ آخر سوچنا چاہیئے کہ انسان اس خالق حقیقی اور رب منعم کا انکار اور اس کے ساتھ شرک کرتا ہے جس نے اس کی تخلیق میں مادہ وحدت اور یگانگت کا رکھا کہ تمام بنی نوع انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں پھر بھی وہ اس کے ساتھ شرک کر کے انسانوں میں مومن و کافر کی تفریق پیدا کر رہا ہے۔ ان باہر کے دلائل کے علاوہ خود اس کے وجود میں ایسے دلائل ہیں کہ وہ ان سے خدا کو پہچان سکتا ہے اور یہ کہ اس کی وحدانیت پر ایمان لانا عین فطرت کا تقاضا ہے۔ تو اے انسانو! پیدا کیا اس نے تم کو ایک جان یعنی آدم علیہ السلام سے پھر اسی سے بنایا اس کا جوڑا یعنی حوّا علیہ السّلام کو پیدا کیا جس سے دنیا میں انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور بنائے تمہارے نفع کے لئے چوپاؤں میں سے آٹھ نر و مادہ، اونٹ، گائے بھیڑ، بکری جو پروردگار پیدا کرتا ہے تم کو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک طرح کے بعد دوسری طرح پر تین اندھیروں میں یعنی بتدریج تم کو نطفہ سے علقہ بناتا ہے اور پھر اس دم بستہ کو مضغۂ لحم۔ پھر اس پر ہڈیاں اور گوشت چڑھاتا ہے۔ پھر روح پھونک کر حیات و زندگی کے ساتھ ان تین[عله] اندھیروں سے تم کو باہر لاتا ہے۔ سُن لو یہ ہے اللہ تمہارا رب جس کی یہ عظیم قدرتیں اور بلند پایہ حکمتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک چیز اس کی ربوبیت و خالقیت اور وحدانیت کی ایسی دلیل ہے جو تمہارے وجود میں رچی ہوئی ہے۔ اسی کی سلطنت و حکمرانی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے انسانو! ان دلائل و حقائق کے بعد بھی تم کہاں بھٹک رہے ہو تم پر واجب ہے کہ اس کی خالقیت اور وحدانیت پر ایمان لاؤ۔

ان آیات مبارکہ میں حق تعالیٰ نے کتاب الٰہی کو حق کے ساتھ نازل کئے جانے پر یہ حکم تنوع فرمایا فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔ اس لئے کہ جو کتاب حق و صداقت لے کر نازل ہوئی اس پر عمل اس طرح ممکن ہے کہ اخلاص نیت کے ساتھ صرف اللہ ہی کی عبادت کی جائے۔ اخلاص کے بغیر توحید کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اخلاص کی نفی اور ضد شرک اور ریاء ہے۔ اخلاص کے حکم کے ساتھ الا للّٰہ الدّین الخالص اسی کی تاکید اور تکمیل کے لئے فرمایا گیا۔ تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ دین وہی ہے جو شرک کی آمیزش سے ہر طرح پاک ہو۔ یزید رقاشیؓ سے منقول ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مال خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں مگر وہ چاہتے ہیں ان کی شہرت ہو۔ تو کیا ایسی صورت میں کوئی اجر و ثواب ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ رب العزت صرف اسی چیز کو قبول فرماتا ہے جو صرف اسی کے واسطے خالص کی

[عله] تین اندھیروں سے مراد ایک پیٹ ہے۔ دوسرا اندھیرا رحم ہے اور تیسرا وہ جھلی جس میں بچہ محفوظ ہوتا ہے ان اندھیروں میں ہی خدا نے اُس کی بتدریج نشوونما کی پھر حیات و زندگی بخشی اور پھر اس کو رحم مادر سے باہر نکالا تو وہ دیکھنے اور سننے والا تھا۔ ۱۲

Marfat.com

گئی ہو۔ اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ الا للہ الدین الخالص

لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا سلسلۂ توحید خداوندی میں یہ آیت مشرکین و نصاریٰ اور ان تمام گمراہ فرقوں کا رد ہے جو اللہ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں۔ مثلاً نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور اسی کے ساتھ تین خداؤں (تثلیث) کے بھی قائل ہیں۔ اور مشرکین عرب میں بعض قبیلے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے۔

مراد یہ ہے کہ بالفرض اگر خدا تعالیٰ یہ ارادہ کرتا کہ اس کی کوئی اولاد ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی مخلوق ہی میں کسی کو اس مقصد کے لیے چنتا۔ کیونکہ یہ بات تو دلائل سے ثابت ہو چکی کہ خدا ایک ہے اور اس کے سوا کائنات میں جو کچھ ہے وہ اس کی مخلوق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مخلوق اور خالق میں کسی طرح کا بھی نوعی یا جنسی اشتراک نہیں ہو سکتا تو پھر ایک دوسرے کا باپ بیٹا کیسے ہو سکتا ہے اور جب مخلوق و خالق میں یہ رشتہ محال ہے تو یقیناً اللہ کی طرف سے ایسا ارادہ کرنا بھی محال ہوگا۔ علاوہ ازیں اگر اس محال کے بارہ میں بھی یہ فرض کر لیں کہ یہ محال نہیں تب بھی فرشتوں کو بیٹیاں بنانا عقل میں آنے والی بات نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب مخلوق میں انتخاب ہی کرنا ٹھیرا تو اس کا کیا مطلب ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے واسطے گھٹیا چیز انتخاب کرے یعنی بیٹیاں اور عمدہ چیز چن چن کر تمہیں دے دے یعنی بیٹے۔ غرض یہ کہ ایسا فرض کرنا بھی امکان سے خارج ہے اور اللہ کی الوہیت میں تو کوئی دوسرا کیا شریک ہوتا اس کے ساتھ تو کسی کو نوعی یا جنسی اشتراک بھی نہیں ہو سکتا۔

وانزل لکم من الانعام میں لفظ انزل بمعنی خلق یعنی پیدا کیے تمہارے واسطے آٹھ اقسام چوپایوں کے نر و مادہ سے ملا کر۔ یہاں انزل بمعنی خلق اور اوجد ہوا اور یہ ایسا ہی ہوا جیسے وانزلنا الحدید اور یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سوآتکم میں لفظ انزال استعمال کیا گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عنوان اس لحاظ سے اختیار کیا گیا ہو کہ یہ تمام اشیا از قبیل انعامات خداوندی ہیں اور انعام کی عطا و بخشش ملأ اعلیٰ سے دنیا والوں کے لیے ہوتی ہے تو اس وجہ سے انزل کا عنوان اختیار فرما لیا گیا یا یہ کہ انعام و چوپایوں اور لباس جو نباتات کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے ان کے وجود میں آسمان کے پانی اور بارش کو دخل ہے۔ یا بقول بعض مفسرین یہ اشیا در حقیقت اپنی اصل کے لحاظ سے جنت میں تھیں ان کو جنت سے زمین پر اتارا گیا۔

إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِن

اگر تم منکر ہو گے، تو اللہ پروا نہیں رکھتا تمہاری، اور پسند نہیں کرتا اپنے بندوں کی منکری۔ اور اگر

تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم

حق مانو گے، تو وہ پسند کرے گا۔ اسکو تمہارے لئے۔ اور نہ اٹھاوے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا۔ پھر اپنے رب

مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑦

کی طرف تمکو پھر جانا ہے، تو وہ جتاوے گا تم کو جو کرتے تھے۔ مقرر اس کو خبر ہے جیوں کی بات کی۔

Marfat.com

شانِ بے نیازی پروردگارِ عالم و پسندیدگی ایمان و غضب بر کفر و نافرمانی

قال اللہ تعالیٰ ان تکفروا فان اللہ غنی الیٰ قولہ علیم بذات الصدور

حق تعالیٰ شانہٗ نے دلائلِ توحید و خالقیت کے بعد اپنی شانِ بے نیازی کا ذکر فرمایا کہ کسی کے ایمان سے خدا کو کوئی نفع اور کسی کے کفر سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا وہ تو بے نیاز ہے۔ اس کی بارگاہ میں کفر و نافرمانی پسند نہیں۔ ہاں شکر و اطاعت اس کو محبوب ہے۔ اس لیے ہر شخص کو سمجھ لینا چاہیے ایمان و کفر کا نفع نقصان خود مومن و کافر کی ذات ہی کو پہنچے گا۔ قانونِ خداوندی ہے۔ کل نفس بما کسب رھین ہر انسان اپنے کیے ہوئے پر ماخوذ ہے اور ان اللہ لغنی عن العالمین خدا تمام جہانوں سے بے نیاز ہے تو فرمایا۔ اے لوگو! اگر تم کفر و نافرمانی اور شرک کروگے تو سن لو خدا کا اس میں ذرہ برابر بھی نقصان نہیں کیونکہ اللہ بے نیاز ہے تم سے۔ اس کو تمہاری طاعت و عبادت کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ تمہاری نافرمانی اور بغاوت سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور وہ اپنے بندوں کے واسطے کفر کو پسند نہیں کرتا کیونکہ کفر سے خود بندوں کو ضرر پہنچتا ہے تو اس کو کفر ناپسند ہونا بندوں پر رحمت اور محبت کی وجہ سے ہے اور محبت و رافت کا تقاضا یہی ہے۔ بندوں کی ہلاکت و تباہی اور امن و عافیت کی بربادی ناگوار ہو۔ اور اگر تم شکر کروگے تو اللہ اس شکرگزاری اور طاعت و فرمانبرداری کو تمہارے واسطے پسند کرے گا اور ظاہر ہے کہ اس کا نفع اے انسانو! تم ہی کو پہنچے گا اور اس کا ایمان و طاعت کو پسند کرنا اسی لیے ہے نہ یہ کہ اس کو بندوں کے ایمان و طاعت کی کوئی حاجت ہے اور یہ ضابطہ طے پاچکا ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اس لیے کسی کو کفر و نافرمانی کرکے یہ تصور نہ کرنا چاہیے اس کے گناہوں کا بوجھ کوئی دوسرا اٹھائے گا۔ دنیا میں بے شک ایسا ہو جاتا ہے کسی کے متبعین و خدام یا دوست اور اعزاء دوسرے کا بوجھ اٹھالیں مگر آخرت میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا وہاں انسان کا صرف ایمان اور اس کا عمل ہی اس کا سہارا ہوگا۔ اور اعمال کے ثمرات نتائج بہرحال بھگتنے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی اس سے بچ جائے۔ دنیوی حیات میں مجرمین بسا اوقات اس بنا پر اپنے جرم کی پاداش سے بچ جایا کرتے ہیں کہ ان کے جرم کی اطلاع نہیں ہوتی مگر بارگاہِ خداوندی میں ہر عمل موجود و محفوظ ہے اور وہاں ضرور جانا ہے اس لیے اس سے غافل نہ ہونا چاہیے کہ پھر تمہارے رب کی طرف تمہارا لوٹنا ہے تو وہ تمہارے سارے اعمال تم کو بتا دیگا جس کے بعد تم کسی بھی عمل اور بات کا انکار نہ کرسکوگے وہ تو دلوں کی بات بھی خوب جاننے والا ہے اسلیے یہ خیال تمہارا بالکل باطل ہے کہ نہ قیامت ہے اور نہ جزاء سزا، اور نہ تمہارے اعمال کی اس کو خبر ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے اس آیت مبارکہ میں اپنی شانِ بے نیازی و "استغنا" کا جو ذکر فرمایا یہ مضمون مشہور حدیث قدسی میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے۔ جس میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اے میرے بندو اگر تم میں سے اولین و آخرین جن و انس زندہ و مردہ تر او رخشک

Marfat.com

یعنی جاندار اور بے جان سب کے سب مل کر ایک شقی ترین انسان کا پیکر بن جائیں تو یہ سب میرے ملک میں مچھر کے پر کے برابر بھی نقصان نہیں کر سکتے۔ یہ وہی بات ہے جو قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم سے خطاب کے ذیل میں ذکر فرمائی۔ فرمایا۔ ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعًا فان اللّٰہ لغنی حمید کہ اے لوگو اگر تم سب اور روئے زمین کے سب انسان بھی مل کر کفر کرو تو جان لو خدا کا کوئی نقصان نہیں، بے شک اللہ تو ہر حال میں بے نیاز ہے اور لائق ستائش وحمد وثنا ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً

اور جب لگے انسان کو سختی، پکارے اپنے رب کو رجوع ہو کر اس کی طرف، پھر جب بخشے اسکو نعمت

مِنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ

اپنی طرف سے بھول جاوے جو پکارتا تھا اس کام کو پہلے سے۔ اور ٹھہراوے اللہ کے برابر اوروں کو

عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ⑧

تا بہکاوے اسکی راہ سے، تو کہہ، برت لے ساتھ اپنی منکری کے تھوڑے دنوں۔ تو ہے آگ والوں میں ⑧

فراموشی وغفلت انسان از رب منعم در حالت نعمت واضطرار وانابت در مصیبت

قال اللّٰہ تعالیٰ واذا مسّ الانسان الی قولہ من اصحاب النار

گذشتہ آیات میں اللہ رب العزت نے اپنی شانِ بے نیازی بیان فرمائی۔ اب اس کے بالمقابل انسان کی اس فطری دنائت کا ذکر کیا جا رہا ہے جس میں بالعموم وہ مبتلا ہوتا ہے۔ اس دنائت وکمینگی سے پاک کرنیوالی چیز صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہدایات وتعلیمات ہیں اور اس امر کا احساس وشعور کہ خدا کے اس پر کیسے عظیم انعامات ہیں اور انعامات کا تقاضا ہے کہ انسان ہر حالت میں اپنے رب کے ساتھ تعلق قائم رکھے نعمتوں میں شاکر بن کر خدا سے رابطہ رکھے اور تکلیف ومشقت میں صابر ہو کر اس کی رحمتوں اور عنایات کا مستحق بنے۔

فرمایا اور اس انسان کو جس نے اپنے رب سے کوئی واسطہ نہیں رکھا جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے۔ وہ رب جس کی معرفت اس کی اصل فطرت میں موجود ہے جو عہدِ الست سے اس میں سرایت کیے ہوئے ہے اور اس وقت اس کو اپنے وہ معبودانِ باطلہ یاد نہیں آتے جن کو اس نے اپنا معبود بنایا ہوا یا خدا کی الوہیت میں شریک کیا ہوا ہے۔ پھر جب اللہ اس کو اپنی طرف سے نعمت امن وعافیت اور آسائش عطا فرما دیتا ہے تو بھول جاتا ہے جس تکلیف کے دفع کرنے کے لیے پہلے سے وہ (خدا کو) پکار رہا تھا۔ اور پھر غفلت وبغاوت کے ساتھ خدا کے شریک بنانے لگتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی گمراہی کے علاوہ دوسروں

Marfat.com

کو بھی اللہ کی راہ سے بھٹکا دے۔ آپ ایسے شخص سے کہہ دیجئے نفع اٹھا لے اپنے کفر کے ساتھ تھوڑا سا کیونکہ یہ متاعِ دنیا قلیل ہے اور یہاں کی لذتیں اور راحتیں بھی عارضی ہیں آخرت میں بہر کیف جانا ہے بے شک تو وہاں جہنمیوں میں سے ہوگا جہاں کا عذاب شدید اور ابدی ہوگا جس سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا تو اس نافرمان و کافر انسان کی بڑی غلطی ہے کہ دنیا کی چند روزہ نعمتوں اور لذتوں میں پڑ کر جہنم کا دائمی عذاب اختیار کر رہا ہے۔

قولہ لیضل عن سبیلہ اکثر مفسرین و قراء اس کو یا کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کا ترجمہ ہے تاکہ گمراہ کرے کیونکہ کافر خود اپنے عمل سے گمراہ تو ہوتا ہی ہے لیکن وہ اپنی ذات کی گمراہی کے علاوہ اپنے عمل اور گمراہ کن کوششوں سے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ اس لیے اس کے کفر کا حقیقت میں نتیجہ یہی نکلتا ہے تو وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرے۔ بعض قراء مثلاً ابن کثیر اور ابو حفص اس کو بفتح یا پڑھتے ہیں تو اس تقدیر پر ترجمہ ہوگا تاکہ گمراہ ہو اللہ کے راستہ سے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا
بھلا ایک جو بندگی میں لگا ہے گھڑیوں رات کی سجدے کرتا، اور کھڑا، خطرہ رکھتا ہے آخرت کا، اور امید
رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ
رکھتا ہے اپنے رب کی مہر کی۔ تو کہہ، کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے ، اور بے سمجھ ؟
إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ
وہی سوچتے ہیں جن کو عقل ہے ۞ تو کہہ اے بندو میرے۔ جو یقین لائے ہو! ڈرو اپنے رب سے
لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا
جنہوں نے نیکی کی اس دنیا میں ، ان کو ہے بھلائی۔ اور زمین اللہ کی کشادہ ہے۔ ٹھہرنے والوں
يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ
ہی کو ملتا ہے ان کا نیگ ان گنت ۞ تو کہہ، مجھ کو حکم ہے کہ بندگی کروں
اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ
اللہ کو نری کر کر اسکی بندگی۔ اور حکم ہے کہ میں ہوں سب سے پہلے حکم بردار ۞ تو کہہ
إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ
میں ڈرتا ہوں ، اگر حکم نہ مانوں اپنے رب کا ، ایک بڑے دن کی مار سے۔ تو کہہ، میں تو اللہ کو پوجتا
مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ﴿١٤﴾ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ
ہوں، نری کر کر اپنی بندگی اسی کے واسطے۔ اب تم پوجو جسکو چاہو اسکے سوا۔ تو کہہ، بڑے ہارے وہ جو

Marfat.com

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ
ہار بیٹھے اپنی جان، اور اپنا گھر قیامت کے دن۔ سنتا ہے! یہی ہے

الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ
صریح ٹوٹا۔ ان کے اوپر سے بادل ہیں آگ کے، اور نیچے سے بادل۔ اس چیز سے

يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ
ڈراتا ہے اللہ اپنے بندوں کو۔ اے بندو میرے تو مجھ سے ڈرو۔ اور جو لوگ بچے شیطانوں سے

اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ
کہ ان کو پوجیں، اور رجوع ہوئے اللہ کی طرف، انکو ہے خوشخبری۔ سو تو خوشی سنا میرے بندوں کو۔ جو

يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ
سنتے ہیں بات، پھر چلتے ہیں اس کے نیک پر۔ وہی ہیں، جن کو راہ دی اللہ نے،

وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾
اور وہی ہیں عقل والے۔

مدح مومنین مطیعین و بیان مراتب عالیہ برائے اہل تقویٰ در دنیا و عقبیٰ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ الیٰ قولہ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ

گذشتہ مضمون اس قانون خداوندی کی تحقیق وتفصیل پر مشتمل تھا کہ کفر و نافرمانی اللہ کو ہرگز پسند نہیں۔ ایمان و طاعت اور شکر اللہ کو محبوب ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت تمام جہانوں سے بے نیاز ہے اس کو نہ کسی کے کفر سے نقصان ہے اور نہ کسی کے ایمان و طاعت سے نفع۔ اب ان آیات میں اہل ایمان و طاعت کے درجات اور ان پر خداوند عالم کے ان انعامات کا بیان ہے جو ان پر دنیا اور آخرت میں کیے جائیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کیا جا رہا ہے کہ علم و معرفت اور عقل و تدبر ہی کے ذریعہ انسان ہدایت قبول کرتا ہے اس لیے علم اور جہل برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی سلسلہ مضمون میں آپ کو حکم دیا گیا کہ لوگوں کو ایمان و تقویٰ کی دعوت دیں اور یہ کہ اعلان فرما دیں۔ خود میرا عمل اور طرز زندگی سراپا اخلاص اور عبادت خداوندی ہے۔ اور خوف خدا اور فکر آخرت سے میں کسی بھی لمحہ غافل نہیں۔ اب اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنی باغیانہ روش ترک نہیں کرتا تو آپ اس سے بیزاری کا اعلان فرما دیجیے اور یہ کہہ دیجیے کہ

Marfat.com

ایسے لوگ خود اپنے آپ کو اور اپنے اہل و متبعین کو بھی ہلاکت و تباہی میں مبتلا کر رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا بھلا کیا وہ شخص جو اطاعت و بندگی میں لگا ہوا رات کے ٹکڑوں میں جبکہ بالعموم لوگ آرام و راحت کے ساتھ لبستروں پر ہوں یہ بجائے نیند اور استراحت کے خدا کی یاد میں سجدے کرتا ہے اور کھڑا ہوا اللہ کو پکار رہا ہے آخرت سے ڈر رہا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار بھی ہے اور وہ شخص جو خدا سے غافل اور آخرت سے بے فکر شرک و کفر اور نافرمانی میں مبتلا برابر ہو سکتے ہیں ؟ ۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ قانت و مطیع اللہ کی بندگی میں مصروف رات کی تاریکیوں میں اس کے لیے سربسجود جو اس کے عذاب و قہر سے ڈر رہا ہے اور رحمت کا امیدوار ہے اللہ کے نزدیک محمود و پسندیدہ اور محبوب ہے ۔ اور وہ مشرک و نافرمان جو مطلب نکالنے کے بعد خدا کو بھلا دیتا ہے خدا کے نزدیک مبغوض اور قابلِ نفرت ہے آپ اس حقیقت کو سمجھانے کے لیے کہہ دیجئے کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ لوگ جو علم والے ہیں اور وہ جو جاہل ہیں کسی قسم کا قطعاً علم نہیں رکھتے ۔

دنیا اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ علم اور جہل برابر نہیں اور عالم و جاہل کا درجہ یکساں نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ بھی ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان و کفر اور مومن و کافر برابر نہیں ہو سکتے مگر افسوس کہ ان حقائق کو اکثر لوگ نہ سوچتے ہیں اور نہ اس سے عبرت و سبق حاصل کرتے ہیں ان چیزوں سے تو صرف وہی لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں اور جب یہ واضح اور ثابت ہو گیا کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ لوگ صرف وہی ہیں جن کا شیوہ اللہ کی بندگی اور فکرِ آخرت ہی ہے تو آپ فرما دیجئے میرے بندوں کو میری طرف سے میرا یہ پیغام لے میرے وہ بندو ! جو ایمان لائے ڈرو تم اپنے رب سے اب اس طرح کا ڈر جو اس ذات بابرکت کا حق تقویٰ ادا کرنے والا ہے۔ اور اس خوف و خشیت سے تم عبادت پر دوام و پابندی اختیار کیے رکھو اور یہ سمجھ لو جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کے کام کیے ان کے واسطے بہترین بدلہ ہے آخرت میں تو یہ بدلہ ضرور ملنا ہی ہے ۔ دنیا میں بھی موجب رحمت و برکت ہے خواہ ظاہرا ہو یا باطنا ۔ اور اگر جس سرزمین میں تم رہتے ہو وہاں طاعت و بندگی سے موانع ہیں تو ہجرت کر کے دوسری جگہ جا سکتے ہو ۔ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ طاعت و نیکی میں استقلال و استقامت اختیار کرو کیونکہ صبر و استقامت اختیار کرنے والوں کو تو اجر بے حساب دیا جاتا ہے اور ہر عمل اخلاص ہی سے بارگاہِ خداوندی میں قابلِ اعتبار ہے تو آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ مجھ کو تو اللہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اس طرح کہ اسی کے لیے عبادت و بندگی کو خالص کرنے والا ہو جاؤں جس میں شرک کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ ہو اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے میں طاعت کرنے والوں میں سب سے پہلا اطاعت کرنے والا ہوں ۔ تاکہ دنیا میں خدا کا ہر مطیع و فرمانبردار بندہ میری اطاعت و فرمانبرداری ہی کو اپنے واسطے اسوہ اور نمونہ بنائے ۔ اور ظاہر ہے کہ اطاعت و بندگی خشیت خداوندی کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ کوئی نڈر غلام اپنے آقا کا کبھی فرمانبردار نہیں ہو سکتا ۔ اس لیے یہ بات بھی کہہ دیجیے میں تو ڈرتا ہوں اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں ایک بڑے دن کے عذاب سے آپ اگر ان تمام باتوں کے بعد بھی ان نافرمانوں میں اللہ کی طرف رجوع کا کوئی ارادہ محسوس نہ کریں تو پھر کہہ دیجیے میں تو اللہ کی عبادت اسی طرح کرتا رہوں گا اس کے لیے اپنی بندگی خالص کرتے ہوئے اب تم جس کی چاہو عبادت کرلو اس کو چھوڑ کر ۔ تمہیں خود اپنا انجام معلوم ہو جائے گا ..... اس حقیقت کے پیش آپ اتمام حجت کے طور پر کہہ دیں پورا خسارہ اور نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں اور اپنے

Marfat.com

اہل وعیال کو جو ان کے نقش قدم پر چلے ہلاکت اور خسارہ میں ڈالنے والے ہیں قیامت کے روز۔ یاد رکھو یہی صریح خسارہ ہے کہ نہ انسان کو خود نجات نصیب ہوئی اور نہ اہل وعیال اور متعلقین کو راحت دیکھنا نصیب ہوئی تو اس سے بڑھ کر اور کون سا خسارہ یا تباہی ہوسکتی ہے ان لوگوں کے واسطے تو ان کے اوپر سے سائبان ہوں گے آگ کے شعلوں کے اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے اور یہ اوپر اور نیچے کے شعلے اس طرح ہوں گے جیسے سمندر کی موجوں کے اندر غرق انسان کے اوپر بھی موجیں اور نیچے بھی طوفانی تھپیڑے۔ یہی تو ہے وہ عذاب جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے سو اے میرے بندو مجھ سے ڈرو اور میرے احکام کی اطاعت میں لگ جاؤ ورنہ تو نافرمانوں کے لیے جو عذاب اللہ نے تیار کر رکھا ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

اور جو لوگ شیطان سے بچتے ہیں اس بات میں کہ اس کی پرستش کریں اور اس کے کہنے پر چلیں اور انھوں نے نفس وشیطان سے منہ موڑ کر خالصۃً اپنی زندگی کا رخ اللہ کی طرف کر رکھا ہے تو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اللہ کی بات کی طرف کان لگاتے ہیں توجہ سے سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی ہیں وہ جن کو اللہ نے ہدایت دی اور یہی ہیں وہ جو عقل والے ہیں۔ تو ایسے ایمان واخلاص اور توجہ سے اللہ کی باتیں سننے اور ماننے والوں اور ان پر عمل کرنے والوں کو حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور جنت میں ہر طرح کے انعام واعزاز کی بشارت سنا دیجئے۔

آیت مبارکہ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ کا مضمون جس میں مطیعین کی تعریف اور ان پر انعامات خداوندی کا ذکر فرمایا گیا۔ بعینہٖ وہی مضمون ہے جو آیت لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ میں گزر چکا۔ ان کلمات سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ قنوت کا مفہوم صرف قیام نہیں بلکہ اس کے معنی خشوع کے زیادہ راجح معلوم ہوتے ہیں۔ سفیان ثوری بروایت مسروق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قانت بمعنی مطیع ہے۔ یعنی اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کرنا ہو۔ آنَآءَ الَّيْلِ رات کے ٹکڑوں کو کہا جاتا ہے۔ رات کی تاریکی میں عبادت باعث سکون وفرحت بھی اور موجب قرب خداوندی بھی ہے۔ قیام لیل اور تہجد خدا کی بارگاہ میں اس قدر محبوب عمل ہے کہ فرشتے اس عمل کو بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے کے لیے باہم خصومت کرتے ہیں۔ ہر ایک فرشتہ کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اس عمل کو لے کر وہی سب سے پہلے بارگاہ رب العزت میں پہنچے جیسے کہ حدیث اختصام ملا اعلیٰ میں ذکر فرمایا گیا۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا کبھی سجدہ میں گرا۔ ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل کو بیقرار کیے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے تو کیا یہ سعید بندہ اور وہ بدبخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی نکلی خدا کو چھوڑ بیٹھا۔ دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل یا سمجھ دار اور بیوقوف میں کچھ فرق نہ رہا۔ مگر ظاہر ہے کہ اس بات کو وہی سوچتے اور سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے (انتہیٰ کلام) ایمان کی حقیقت اور اصل روح چونکہ خوف ورجا ہے اس وجہ سے یہاں

Marfat.com

اہلِ ایمان و طاعت کی یہ خصوصی صفت بیان کی گئی یحذر الآخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ کہ آخرت کا ڈر ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار بھی ہے۔ حافظ ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے یہ لفظ ذکر فرمایا۔ یحذر الآخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ اے فی حال عبادتہ۔ یعنی آخرت کا ڈر اور اپنے رب کی رحمت کی امید حالتِ عبادت میں قائم کیے ہوئے ہو۔ کیونکہ جس طرح یہ صفتِ ایمان کا کمال ہے اسی طرح یہ وصفِ عبادت کا بھی کمال ہے۔ خوف و رجا یہ دونوں کیفیتیں ایمان کی روح اور عبادت کے جوہر ہیں۔ مگر ان میں سے ایک کیفیت خوف زندگی میں غالب رہنی چاہیے۔ اور جب انسان دنیا سے رحلت کر رہا ہو تو پھر رجا کا پلہ بھاری ہونا چاہیے کیونکہ اب وقت رجا اور امید رحمت کا ہے اور خوف جو اصلاح عمل کے لیے ضروری تھا اب یہ انسان دار العمل سے روانہ ہونے کی وجہ سے اس مرحلہ سے گزر چکا ہے۔ عمل کے میدان کو عبور کر کے دار الجزاء کے دروازے پر کھڑا ہے تو یہ وقت رجا ہی کے غلبہ کا ہے۔

عبد بن حمید نے باسناد انس بن مالک رضی اللہ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے جبکہ وہ مرض الموت کی حالت میں تھے۔ آپ نے اس شخص سے دریافت فرمایا بتاؤ تم اس وقت اپنے آپ کو کیسی حالت میں پا رہے ہو۔ جواب دیا۔ اِنّی اَرْجُو اللّٰہَ وَاَخَافُ ذُنُوْبِیْ کہ میں اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر بھی رہا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ دو صفتیں کسی مومن بندہ کے قلب میں جمع ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا نہ فرمائے جس کی اسے امید ہے اور اس چیز سے اس کو مامون و محفوظ نہ فرما دے جس سے وہ ڈر رہا ہے۔ (جامع ترمذی۔ سنن نسائی)

ابنِ ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ البکاء نے ایک دفعہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سنا کہ وہ یہ آیت اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا یحذر الآخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ پڑھتے ہوئے سنا تو سن کر فرمایا یہ شخص جس کا ذکر قرآنِ کریم نے ان کلمات میں کیا وہ تو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ ان کی یہی شان تھی کہ پوری رات تہجد اور تلاوت میں گزر جاتی تھی اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھ لیتے۔

ارض اللہ واسعۃ کے ترجمہ میں اضافہ کردہ کلمات سے یہ ظاہر کیا گیا کہ انسان اگر اپنے وطن میں عبادت نہیں کر سکتا تو پھر اس کو چاہیے کہ اس سرزمین سے ہجرت کر کے ایسی جگہ جائے جہاں اپنے رب کی اطاعت کر سکے۔ اس تفسیر پر ماقبل سے ربط بخوبی واضح ہو رہا ہے۔ کہ اس دنیا میں نیکی کرنے والوں کی نیکی کا بدلہ ضرور ان کو ملتا رہا یہ کہ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ میں تو ایسی جگہ محصور ہوں اور کفار کا غلبہ و تسلط ہے کہ نیکی اور عبادت کر ہی نہیں سکتا تو اس کو فرمایا جا رہا ہے اگر یہ زمین تیرے واسطے تنگ ہے تو کیا ہوا کہیں اور چلا جا۔ ارض اللہ واسعۃ اللہ کی زمین تو بہت وسیع ہے۔ چنانچہ مجاہد اس کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے۔ فہاجروا فیہا وجاھدوا واعتزلوا الاوثان مجاہد کے اس کلمہ نے ایک لطیف اشارہ بھی کر دیا۔ مسلمانوں پر اگر کافروں کا غلبہ اور تسلط سے کوئی جگہ نیکی اور عبادت کے لیے تنگ ہے تو ہجرت کے ساتھ جہاد بھی کرو۔ تاکہ جہاد کے ذریعہ اللہ کی وسیع زمین فتح کرو اور وہاں اللہ کا دین قائم کرو۔

عطا کا قول ہے مراد یہ ہے جب تم کو کسی معصیت کی طرف بلایا جائے تو تم اس جگہ سے راہِ فرار اختیار کرو۔ ا لسم تکن

Marfat.com

ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا اسی معنی اور حکم کو ثابت کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے کتاب الایمان میں ایک باب من الدین الفرار من الفتن قائم کیا ہے کہ دین کے شعبوں میں سے ایک شعبہ یہ ہے کہ فتنوں اور فتنوں کی سرزمین سے انسان راہ فرار اختیار کرے۔

اَفَمَنۡ حَقَّ عَلَیۡهِ كَلِمَةُ الۡعَذَابِ ؕ اَفَاَنۡتَ تُنۡقِذُ مَنۡ فِى النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ
بھلا جس پر ٹھیک ہو چکا عذاب کا حکم۔ بھلا تو خلاص کرے گا آگ میں پڑے کو؟ لیکن
الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ لَهُمۡ غُرَفٌ مِّنۡ فَوۡقِهَا غُرَفٌ مَّبۡنِيَّةٌ ۙ تَجۡرِىۡ مِنۡ
جو ڈرتے رہے اپنے رب سے، ان کو ہیں جھروکے۔ ان پر اور جھروکے چنے ہوئے، ان کے نیچے
تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخۡلِفُ اللّٰهُ الۡمِيۡعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ
چلتی ہیں ندیاں۔ وعدہ ہوا اللہ کا۔ اللہ نہیں خلاف کرتا وعدہ۔ تو نے نہیں دیکھا؟ کہ اللہ نے اتارا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيۡعَ فِى الۡاَرۡضِ ثُمَّ يُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا مُّخۡتَلِفًا
آسمان سے پانی، پھر چلایا وہ پانی چشموں میں زمین کے، پھر نکالتا ہے اس سے کھیتی، کئی کئی رنگ
اَلۡوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيۡجُ فَتَرٰٮهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ يَجۡعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى
بدلتے اس پر، پھر آئی تیاری پر تو تو دیکھے اسکا رنگ زرد، پھر کر ڈالتا ہے اس کو چورا بیشک اس میں نصیحت
لِاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۱﴾
ہے عقلمندوں کو۔

مذمت و وعید بر شقاوت مجرمین و فلاح و کامرانی مومنین

قال اللہ افمن حق علیہ الی قولہ لاولی الالباب

در ربط: گذشتہ آیات میں بالقصد اور اصل بیان مومنین و مطیعین کا اور عند اللہ ان کے درجات و انعامات کا تھا درمیان میں ضمناً مجرمین کے خسارہ کا بھی ذکر ہو گیا تھا۔ اب ان آیات میں ایسے بدنصیب اور محروم لوگوں کی ذلت و ناکامی اور اہل ایمان و طاعت کی کامیابی کا بیان ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت کے یہاں ان کے درجات کس قدر بلند ہوں گے۔
ارشاد فرمایا کیا وہ شخص جس پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے۔ بھلا کیا آپ اسکو دوزخ کے عذاب سے چھڑا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ جن کے حق میں یہ فیصلہ ہو چکا وہ ہرگز گمراہی سے نہیں نکل سکتے اور گمراہی پر مرنا عذاب جہنم کا موجب ہے۔ اور جب ان کی ہدایت اور ایمان اس تقدیری فیصلہ کے باعث ممکن نہ رہا تو کوئی بھی ان کو جہنم میں جانے سے نہیں روک سکتا اور نہ اس کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے جیسا کہ خود پروردگار عالم نے یہ فیصلہ ان بدنصیبوں کے حق میں فرما دیا جو ابھی

Marfat.com

شقاوت کے ہدایت سے محروم کر دیے گئے۔ تو اس صورتِ حال میں کون ان کو جہنم سے بچا سکتا ہے۔ اس لیے آپ ان پر غم اور ملال نہ کریں۔ ان پر اس طرح کا غم بے سود ہے۔ لیکن جو لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا بے شک وہ انعاماتِ خداوندی کے مستحق ہیں ان کے واسطے جنت کے بالاخانے ہیں جن کے اوپر اور بالاخانے بنے ہوتے ہیں۔ اور ان محلات کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ اللہ کا وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ اپنے وعدہ میں خلاف نہیں کرتا۔ ایسے انعامات جنت کے محل اور باغات پر تعجب کیوں ہوں جو نعمتیں اللہ نے دنیا میں بندوں کو عطا کیں۔ اور جیسی قدرت کی نشانیاں نظروں کے سامنے ہیں۔ ان کو دیکھ کر یہ سب کچھ سمجھنا آسان ہے تو کیا اے مخاطب تو نے نہیں دیکھا اللہ نے آسمان سے کس طرح پانی برسایا پھر وہ اپنی قدرت سے اس پانی کو زمین کے سوتوں میں داخل کر دیتا ہے چنانچہ زمین کے ان ٹکڑوں سے پانی نکلتا ہے۔ کنویں اور چشمے اپنے قعر اور گہرائیوں سے پانی ابال کر اوپر پھینکتے ہیں۔ جس سے زمینیں سیراب ہوتی ہیں پھر اس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کھیتیاں پیدا کرتا ہے جن کے رنگ اور اقسام مختلف ہوتے ہیں پھر وہ کھیتی پک جاتی ہے تو اے مخاطب اس کو تو دیکھے گا خشک ہو جانے کے بعد زرد رنگ کی پھر اس کو چورا چورا کر دیتا ہے جبکہ کھیتی کٹنے کے بعد روندی جائے بے شک اس میں بڑا ہی نمونہ ہے عبرت کا عقل والوں کے لیے۔ تو بس یہی حالت دنیوی حیات کی ہے کہ ابتداء اس کی شادابی اور رونق و زینت ہے لیکن اس کی انتہا پامالی اور ہلاکت ہے اور پھر اس ضمن میں یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ جو پروردگارِ عالم دنیا میں آسمان سے پانی برسانے اور سبزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے اس کی قدرت سے جنت کی ان نعمتوں پر بھی کوئی تعجب نہ کرنا چاہیے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فوائد میں یہ فرماتے ہیں یعنی عقلمند آدمی کھیتی کا حال دیکھ کر نصیحت حاصل کر سکتا ہے کہ جس طرح اس کی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی پھر چورا چورا کیا گیا۔ یہی حال دنیا کی چہل پہل کا ہوگا۔ چاہیے کہ آدمی اس کی عارضی بہار پر مفتون ہو کر انجام سے غافل نہ ہو جائے۔ جیسے کھیتی مختلف اجزاء سے مرکب ہے مثلاً اس میں دانہ ہے جو آدمیوں کی غذا بنتا ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کا چارہ بنتا ہے اور ہر ایک جزء سے منتفع ہونا بدون اس کے ممکن نہیں کہ دوسرے اجزاء سے اس کو الگ کریں اور اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچائیں۔ اسی طرح دنیا کو سمجھ لو کہ اس میں نیکی بدی راحت تکلیف وغیرہ سب ملی جلی ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ کھیتی کٹے اور خوب چورا چورا کی جائے اور پھر اس میں ہر ایک جزء کو اس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیا جائے نیکی اور راحت اپنے مستقر و مرکز پر پہنچ جائے اور بدی یا تکلیف اپنے خزانہ میں جا ملے (نیکی اور راحت کا مستقر جنت ہے اور بدی و تکلیف کا مستقر جہنم ہے۔ اس لحاظ سے نیکی کا انجام جنت اور جنت کی راحتیں سمجھ لینی چاہئیں اور بدی کا مستقر جہنم ہے تو بدی کا مآل جہنم اور جہنم کی تکالیف ہوگا)۔

غرض کھیتی کے مختلف احوال دیکھ کر عقلمند لوگ بہت مفید سبق حاصل کر سکتے ہیں نیز مضمون آیت میں ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جس خدا نے آسمانی بارش سے زمین میں چشمے جاری کیے وہ ہی جنت کے محلات میں نہایت قرینہ کے ساتھ نہروں کا سلسلہ جاری کر دے گا۔

Marfat.com

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ؕ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ
بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے مسلمانی پر، سو وہ اُجالے میں ہے اپنے رب کی طرف سے۔ سو خرابی ہے ان کو،

قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ
جنکے دل سخت ہیں اللہ کی یاد سے، وہ پڑے پھرتے ہیں بہکے صریح ۞ اللہ نے اُتاری بہتر

الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ
بات کتاب، آپس میں ملتی، دُہرائی ہوئی بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے

یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ؕ
جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے۔ پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل، اللہ کی یاد پر۔

ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ
یہ ہے راہ دینا اللہ کا، اس طرح راہ دیتا ہے جسکو چاہے۔ اور جس کو راہ بھلاوے اللہ اسکو کوئی

مِنْ ھَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْھِہٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ وَقِیْلَ
نہیں سجھانے والا ۞ بھلا ایک جو روکتا ہے اپنے منہ پر بُرا عذاب دن قیامت کے۔ اور کہیے

لِلظّٰلِمِیْنَ ذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ
بے انصافوں کو، چکھو جو تم کماتے تھے ۞ جھٹلا چکے ہیں اُن سے اگلے،

فَاَتٰىھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَھُمُ اللّٰہُ الْخِزْیَ
پھر پہنچا اُن پر عذاب جہاں سے خبر نہ رکھتے تھے ۞ پھر چکھائی ان کو اللہ نے رسوائی

فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ ۘ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾
دُنیا کے جیتے۔ اور عذاب آخرت کا تو اور بڑا ہے، اگر یہ سمجھ رکھتے ۞

بیان انشراح قلوب اہل ایمان و آثار خشیت و تقویٰ از ذکر الٰہی و تلاوت قرآن

قال اللہ تعالیٰ افمن شرح اللہ صدرہ الیٰ قولہ تعالیٰ لو کانوا یعلمون

(ربط) گذشتہ آیات میں دلائل قدرت اور اثبات حق کے لئے براھین اور شواہد بیان کئے گئے تھے۔

Marfat.com

باطل اور عقائد باطلہ کی تردید و ابطال کیا گیا تھا۔ اب اس کے بعد ان آیات میں آیات خداوندی سے انتفاع اور قبول و ہدایت کا ایک معیار ذکر کیا جا رہا ہے وہ قلب کا اللہ رب العزت کی اطاعت کے لئے منشرح ہو جانا اور یہ اس پر موقوف ہے کہ اس قلب پر اللہ کی خشیت و عظمت کے آثار ظاہر ہوں۔ لیکن اگر قلب پر قساوت (سختی اور بے حسی) مسلط ہو تو پھر اس پر خدا کی عظمت وہیبت اثر انداز ہو گی۔ اور نہ ہی اس کو ذکر اللہ کی رغبت ہو گی۔

نیز یہ بھی ایک ربط کی وجہ بیان کی جا سکتی ہے کہ گذشتہ آیات میں زمین کے چشموں اور کنوؤں کا ذکر تھا۔ زمین کے چشمے اور کنویں جو اپنی تہوں سے پانی اُبالتے ہیں اور خشک زمینوں کو سیراب کرتے ہیں وہ دو باتوں پر مبنی ہیں۔ بخارات کا انقلاب برودت ارض سے اور آب باراں کا زمین کی گہرائیوں میں پیوست ہو جانا۔ اور پھر ان کا سمٹ کر جمع ہو جانا۔ تو اسی طرح اہل ایمان کے قلوب میں علوم ہدایت (جو قلوب کی ہدایت کے لئے بمنزلہ باران رحمت ہیں) جمع ہوتے ہیں پھر ان قلوب سے وہ علوم ہدایت چشموں کے پانی کی طرح اُبلتے ہیں اور دوسرے دلوں کو سیراب و شاداب کرتے ہیں اور یہ بات اس وقت ہوتی ہے جب قلوب میں اللہ کی خشیت و تقویٰ موجزن اور اگر قلوب بنجر زمین کی طرح ہو جائیں تو ظاہر ہے وہ نہ خود علوم ہدایت سے متاثر و مستفید ہوں گے۔ اور نہ علوم ہدایت کا ذخیرہ ان میں جمع ہو سکے گا کہ دوسروں کی تشنگی دور کر سکیں تو فرمایا سو جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور اسلام کی حقیقت و حقانیت کو پہچان کر اس کا مطیع فرمانبردار ہو گیا تو وہ ایک نور پر ہے جو اس کو اپنے رب کی طرف سے حاصل ہے۔ کیا یہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ جس طرح زندہ اور مردہ اور بینا اور نابینا برابر نہیں، اسی طرح یہ دونوں بھی برابر و یکساں نہیں۔ پس ہلاکت و بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل سخت ہو چکے ہیں اللہ کے ذکر اور یاد سے۔ ایسے لوگ بیشک کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ نے تو نازل کر دیا ہے بڑا ہی بہترین کلام ایک کتاب کی صورت میں یعنی قرآن حکیم جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے کہ اس کی تمام آیات اور باتیں فصاحت و بلاغت اور اسرار و حکم اور سعادت و فلاح کے ضامن و کفیل ہونے میں متشابہ اور ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے ان آیات و احکام اور علوم میں نہ باہم اختلاف ہے نہ تضاد اور نہ تفاوت و فرق جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ کلام اسی قادر مطلق پروردگار کا ہے جس نے تمام کائنات کو کیسے حسن و تناسب اور سلیقہ سے بنایا۔ اگر یہ کتاب غیر اللہ کی ہوتی تو ضرور تفاوت اور اختلاف پایا جاتا جیسے ارشاد ہے۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ یہ ملتی جلتی متشابہ آیات ایسی ہیں جو بار بار دہرائی گئی ہیں جن کا تکرار اور دہرانا مختلف حکمتوں اور فوائد پر مشتمل ہوتا ہے اور اسلئے کہ یہ مضامین قلب و دماغ میں راسخ ہو جائیں اور انسان اپنی فکری اور ذہنی صلاحیتوں سے ان چیزوں کو اپنی عملی زندگی میں رچانے کے لئے تیار ہو جائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ثمرہ محض ایک دفعہ بطور پیغام کسی بات کو بیان کر دینے سے نہیں حاصل ہوتا تاوقتیکہ مختلف اسلوبوں کے ساتھ پہلے ایک بات ذہن نشین نہ کرا دی جائے پھر اس کی حکمتوں اور فوائد کے تکرار سے اس کی رغبت دل میں نہ بٹھا دی جائے حتیٰ کہ یہ شوق و رغبت اس کو عمل پر مجبور کر دے۔ اس کتاب الٰہی

Marfat.com

کی ایسی عظیم تاثیر ہے کہ کانپ اُٹھتی ہیں کھالیں یعنی بدن ان لوگوں کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر اُس ایمانی اور طبعی خشیت الٰہی جس سے ان کا بدن بھی کانپتا ہو۔ ترقی کرکے ان کی عملی زندگی کو انقیاد و اطاعت کے ایسے بلند ترین مقام پر پہنچا دے کہ نرم ہو جائیں ان کی کھالیں یعنی بدن اور دل اللہ کے ذکر کی طرف طاعت و فرمانبرداری کے ساتھ یعنی پوری توجہ اور انقیاد کے ساتھ اعمال جوارح اور اعمال قلب بجالاتے ہیں۔ یہی ہے اللہ کی ہدایت جس کی سراپا تفسیر و تشریح قرآن کریم ہے۔ اسی کلام الٰہی کی تلاوت اس پر غور و فکر اور عمل ہدایت و سعادت اور کامیابی کی راہیں کھولتا ہے جس کو بھی اللہ چاہے اس کے ذریعے ہدایت سے سرفراز فرما دیتا ہے اور جس کو خدا گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔ اب ایسا بدنصیب جس نے اپنی قساوت قلبی سے کبھی اللہ کی طرف رخ نہ کیا ہو ظاہر ہے کہ اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔ سورج کی روشنی سے تو وہی منتفع ہو سکتا ہے جو اپنی آنکھیں کھولے اور سورج کا رُخ کرے اور عناد و نخوت میں اپنی آنکھیں نور ہدایت سے بند کئے ہوئے ہے اس کو اب کیا نور حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جس کو ارشاد فرمایا گیا۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور

بہر کیف وہ قلوب جن میں ایمان و تقویٰ ہے اور خوفِ خدا سے وہ پگھل رہے ہیں وہ ان قلوب کی طرح نہیں ہو سکتے جو قساوت کی وجہ سے مردہ ہو چکے۔ اس وجہ سے ہر صاحب فہم یہ سمجھ سکتا ہے بھلا کیا وہ شخص جو عذاب کی سختی سے بچے گا اپنے چہرے کے ذریعہ اس کو سپر بنلاتے ہوئے قیامت کے روز وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو اللہ کی نعمتوں اور رحمتوں کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ پہلا شخص ذلت و خواری کی اس حالت میں مبتلا ہے کہ ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور عذاب خداوندی سامنے سے آ رہا ہے اس کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ ہاتھ کے ذریعہ سے سامنے سے آنے والی چیز کو دفع کرے۔ تو وہ اپنے چہرے ہی کو سامنے کرتے ہوئے اس عذاب کو دور کرنا چاہے گا۔ اور دوسرا شخص جس کا دل اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تھا وہ اعزاز و اکرام اور انعامات کا مستحق ہوگا۔ اور اس وقت کہا جائے گا ظالموں سے کہ چکھو تم مزہ اپنے ان اعمال کا جو تم کیا کرتے تھے۔ کفار مکہ کو چاہیئے کہ یہ باتیں سُن کر یقین کریں۔ اگر انہوں نے جھٹلایا تو پھر سمجھ لینا چاہیئے ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا عذاب خداوندی کو جو ان سے پہلے گذرے ہیں۔ لیکن آ گیا ان پر عذاب خداوندی ایسے طریقے سے کہ ان کو خبر بھی نہ تھی اور تصور بھی نہ کر سکتے ہیں۔ اس طرح بھی کوئی ناگہانی عذاب کسی قوم کو تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ تو چکھا دیا اللہ نے ان کو ذلت کا مزہ دنیا کی زندگی ہی میں۔ اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ جان لیتے کہ دنیا میں کتنی قومیں ایسی گذری ہیں کہ اللہ ربّ العزت کے پیغمبروں کی تکذیب و نافرمانی کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب سے تباہ کر دی گئیں۔ ائمہ مفسرین مثلاً سدیؒ وغیرہ کا قول ہے کہ اسلام کے لئے سینہ کھول دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ہر حکم پر انقیاد و اطمینان نصیب ہو جائے اور یہ اطمینان و وثوق اس درجہ ہو کہ دل میں کسی بھی امر خداوندی پر کوئی تنگی باقی نہ رہے یہاں تک احکام شریعت اور طبیعت کے تقاضوں میں کوئی فرق باقی نہ رہے اور یہ کیفیت اس کی ایمانی استعداد کے کامل ہونے کا نام ہے۔

صدر سینہ کو کہتے ہیں اور چونکہ قلب انسانی سینہ میں محفوظ کر دیا گیا ہے اور یہی قلب روح کا منبع ہے

Marfat.com

تو جس طرح ظرف کا ذکر کر کے مظروف مُراد لیا جاتا ہے یہاں بھی سینہ کے کھل جانے سے قلب کا کھل جانا مراد لیا گیا.
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو ہم نے عرض کیا یا نبی اللہ سینہ کا کھلنا کس طرح ہے ۔ آپ نے فرمایا جس وقت اس میں نور داخل ہوتا ہے تو وہ کشادہ ہو جاتا ہے ۔ یعنی اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی رغبت اور اشتیاق محسوس کرنے لگتا ہے ۔ ہم نے عرض کیا تو پھر یا رسول اللہ اس کی کوئی علامت ہے آپ نے فرمایا ہاں اسکی علامت ہے اور وہ الانابۃ الی دار الخلود والتجافی عن دار الغرور والتاھب للموت قبل النزول یعنی رجوع کر لینا ہمیشہ مسکن (جنت) اور آخرت کی طرف اور علیحدگی (و بیزاری) اختیار کر لینا دھوکہ کی جگہ (یعنی دنیا اور دنیا کی لذتوں سے) اور موت کے لئے تیاری کرنا موت کے اترنے سے پہلے حضرت عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے ۔ من شرح اللہ صدرہ للاسلام صدیق اکبر ہیں ۔ مراد یہ کہ جس طرح پیغمبر کی تصدیق اور قبول حق میں صدیق اکبر رض سب سے مقدم ہیں ۔ اسی طرح اسلام کے واسطے سینہ کھل جانے میں بھی وہ سب سے مقدم اور سب سے افضل ہیں ۔
لفظ تقشعر اقشعرار سے ہے ۔ اصل میں سکڑ جانے کو کہتے ہیں ۔ جبکہ شدت خوف سے کسی کی کھال سکڑ جائے اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں ۔
افمن یتقی بوجھہ کا عنوان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان مجرموں پر خدا کا عذاب آنے لگے گا تو طبعی تقاضہ کے باعث یہ اس عذاب کو دفع کرنے کی کوشش کریں گے ۔ لیکن ان ظالموں کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہوں گے تو عذاب کے تھپیڑے سیدھے منہ پر پڑتے ہوں گے یا اس بے بسی کے عالم میں یہ اپنا منہ اس کے سامنے کر دے گا تو گویا یہ مجرم اپنے چہرہ کے ذریعے عذاب سے اپنے آپ کو بچانے والا ہوگا ۔ اور اس وقت کہا جاتا ہوگا مزید تذلیل و توہین کے طور پر اے ظالمو! اپنے کئے ہوئے اعمال کا مزہ چکھ لو ۔ تو اس منظر کو ذکر کرتے سوال کیا جا رہا ہے کیا ایسا شخص اور وہ مومن جو آخرت میں ہر تکلیف و پریشانی اور ذلت و حقارت سے مامون و محفوظ ہوگا برابر ہو سکتے ہیں ؟ نہیں ہرگز نہیں ۔
اس آیت کا مضمون وہی جو آیۃ مبارکہ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمَّنْ يَّاْتِىْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ میں بیان فرمایا گیا ۔ یا اسی طرح ارشاد ہے ۔ اَفَمَنْ يَّمْشِىْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِىْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ کہ کیا وہ شخص جو چل رہا ہو اوندھے منہ اپنے سر کے بل وہ راہ راست پر ہے یا وہ شخص جو چل رہا ہے برابر استقامت کے ساتھ صراط مستقیم پر ۔
فاذاقھم اللہ الخزی فی الحیوۃ الدنیا ۔ کفار مکہ اور دشمنان اسلام کو دُنیا کی زندگی میں سب سے پہلی ذلت غزوہ بدر میں شکست کھا کر اُٹھانی پڑی کہ بڑے بڑے سردار مارے گئے ۔ قیدی ہوئے اور اپنا مال و متاع چھوڑ کر بھاگے جو اللہ نے مسلمانوں کے لئے غنیمت بنایا ۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

Marfat.com

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ
اور ہم نے بیان کی لوگوں کو اس قرآن میں، سب چیز کی کہاوت کہ شاید وہ
يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ
سوچیں ۔ قرآن ہے عربی زبان کا، جس میں کجی نہیں، کہ شاید وہ بچ چلیں ۔ اللہ نے
اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ
بتائی ایک کہاوت، ایک مرد ہے کہ اسمیں کئی شریک ضدی، اور ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا۔
هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٩﴾ إِنَّكَ مَيِّتٌ
کوئی برابر ہوتی ہے اُن کی کہاوت۔ سب خوبی اللہ کو ہے، پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے ۔ بیشک تو
وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿٣١﴾
بھی مرتا ہے، اور وہ بھی مرتے ہیں ۔ پھر مقرر تم دن قیامت کے، اپنے رب کے آگے جھگڑو گے ۔

تمثیلِ حق و باطل و فرق درمیان عبدِ مؤمن و مطیع و بندۂ مشرک و عاصی

(ربط) گذشتہ آیات میں یہ بیان فرمایا گیا تھا کہ جس کسی کا دل اللہ نے ایمان کے لئے کھول دیا وہ ہدایت وسعادت کی روشنی پر ہے۔ تو ایسا شخص جس کو نور ہدایت حاصل ہو چکا وہ اس بدنصیب انسان کی طرح نہیں ہو سکتا جو کفر و گمراہی کی تاریکیوں میں مبتلا ہے۔ اب ان آیات میں حق و باطل کی تمثیل اور مؤمن و مشرک کے فرق کو ایک حسی مثال میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اور یہ بیان کیا جا رہا ہے ان حقائق کو سمجھانے میں قرآن کریم نے تو کوئی کمی نہیں کی۔ دلیلوں سے سمجھا دیا۔ مثالوں سے واضح کر دیا اس کے بعد بھی اگر کوئی نہ سمجھے اور نہ مانے تو یہ اس کی حماقت و غفلت ہے قرآن کے بیان میں کوئی کمی نہیں۔ تو ارشاد فرمایا اور بے شک ہم نے بیان کر دی ہے لوگوں کی ہدایت و عبرت کے لئے ہر قسم کی مثال میں سے عمدہ اور بلیغ مثال۔ امید ہے کہ لوگ اس کے ذریعے نصیحت حاصل کریں جس کی شان یہ ہے کہ وہ قرآن عربی ہے جس میں ذرہ برابر بھی کجی نہیں یہ صاف اور سیدھی باتیں اس لئے اتاری گئیں تاکہ یہ لوگ اللہ کا تقوی اختیار کریں ان واضح حقائق کو سن کر ہر شخص ایمان و کفر اور توحید و شرک کی حقیقت بخوبی سمجھ سکتا ہے اور یہ کہ شرک و نافرمانی کا کیا برا انجام ہے۔ چنانچہ بیان کر دی ہے اللہ نے ایک مثال موحد اور مشرک کی کہ ایک شخص ہے غلام جس میں متعدد شرکاء ہیں

Marfat.com

جو آپس میں کھینچا تانی اور مزاحمت کر رہے ہیں ہر ایک مالک چاہتا ہے کہ یہ میرا کام انجام دے جو دوسرے مالک کی مرضی اور مقصد کے خلاف ہے تو ظاہر ہے کہ اس طرح مشترک غلام میں اس کے سارے مالکین ضد اضدی کریں گے اور ہر ایک اپنی خدمت کے لئے اس کو کھینچے گا۔ جس کا انجام ظاہر ہے کہ وہ کسی کی بھی اطاعت نہ کر سکے گا اور کوئی بھی اس کے آقاؤں میں سے اس سے راضی نہ ہو سکے گا اور اس کے برعکس دوسرا شخص وہ غلام ہے جو پورے طور پر ایک ہی کے لئے ہے۔ اور صرف ایک ہی کا غلام ہے جو پوری طرح اپنے آقا کی اطاعت بجا لا سکتا ہے اور اس کا آقا اُس کی اس فرمانبرداری کی وجہ سے اس سے راضی بھی ہو سکتا ہے تو کیا یہ دونوں اپنی حالت کے لحاظ سے برابر ہو سکتے ہیں! نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ پہلا غلام متحیر و بدحواس رہے گا کہ کس کی مانو اور نہ ہی اس کا کوئی آقا تحیر کے بعد اس سے راضی ہوگا اور اس کے برعکس دوسرا بڑے اطمینان و سکون سے اپنے ایک آقا کی فرمانبرداری میں لگا رہے گا۔

اس کا آقا اس سے خوش

ہوگا۔ انعامات سے ہی نوازے گا۔ اور اپنے غلام کی ضرورت و حاجت بھی پوری کرتا رہے گا۔ یہ دیکھ کر کہ یہ تو بس میرا ہی ہے۔ میں اس کی حاجت پوری نہ کروں تو پھر کون کرے گا۔ اور اس کا کوئی آقا میرے سوا نہیں تو یہ کس کے در پہ جائے گا۔ الحمد للہ کہ حق واضح ہو گیا اور ثابت بھی ہو گیا۔ مگر افسوس پھر یہ لوگ قبول نہیں کرتے قبول تو کیا کرتے بلکہ اکثر تو ان میں سے یہ چیزیں جانتے ہی نہیں۔ جاننا تو درکنار سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اور نہ وہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں بہرحال یہ ایک فیصلہ ہے جس سے کسی کو سرتابی کی مجال نہیں ہو سکتی۔ قیامت آنے والی ہے۔ بے شک آپ کو مرنا ہے اور اسی طرح ان کو بھی مرنا ہے پھر تم دونوں فریق قیامت کے روز اپنے پروردگار کے کے سامنے اپنے مقدمات پیش کرو گے اور ظاہر ہے اس وقت حق اور باطل کا عملی فیصلہ سب کے سامنے آجائیگا اور وہ باطل پرست جن کو ہر دلیل سے حق اور ہدایت کو سمجھایا گیا اپنی آنکھوں سے اس عذاب و قہر کو دیکھتے ہوں گے جو ان کی گمراہی کے باعث ان پر مسلط ہوگا۔

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اپنے فوائد میں لکھتے ہیں ایک غلام جو کئی ایک کا غلام ہو کوئی اُس کو اپنا نہ سمجھے تو اس کی پوری خبر نہ لے اور ایک غلام جو سارا ایک کا ہو وہ اس کو اپنا سمجھے اور پوری خبر لے۔ یہ مثال ہے ان کی جو ایک رب کے بندے ہیں، اور جو کئی رب کے بندے ہیں۔"

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ متشاکسوں کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں یعنی کئی حصہ دار ایک غلام یا نوکر میں شریک ہوں اور ہر حصہ دار اتفاق سے کج خلق اور بے مروت اور سخت ضدی واقع ہوا ہو چاہتا ہو کہ یہ غلام دوسرے سے سروکار نہ رکھے تو اس کھینچ تان میں ظاہر ہے کہ غلام سخت پریشان اور پراگندہ دل ہوگا۔ برخلاف اس کے کہ جو غلام پورا ایک کا ہو تو اسے ایک طرح کی یکسوئی اور طمانیت حاصل ہوگی۔ اور کئی آقاؤں کو خوش رکھنے کی کشمکش میں گرفتار نہ ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح موحد و مشرک کو سمجھ لو۔ مشرک کا دل کئی طرف بٹا ہوا ہے اور کتنے ہی جھوٹے معبودوں کو خوش رکھنے کی فکر میں رہتا ہے اس کے برخلاف موحد کی کل توجہات و خیالات اور داد و دہش کا (صرف) ایک مرکز ہے اور وہ پوری دل جمعی کے ساتھ اس کو خوش رکھنے کی فکر میں ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی خوشنودی کے بعد

Marfat.com

کسی اور کی خوشنودی کی ضرورت نہیں۔

عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ کی تفسیر میں بالعموم مفسرین اہلِ حق اور باطل کی خصومت مراد لیتے ہیں جس کی طرف دوران ترجمہ اضافہ کردہ کلمات سے اشارہ کر دیا گیا۔ حافظ ابن مندہ نے کتاب الروح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ جھگڑا صرف انسانوں کے درمیان ہی نہیں ہوگا بلکہ روح اور جسم بھی ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے ہوں گے۔ روح جسم سے کہے گی کہ یہ سب کچھ تو نے کیا۔ جسم روح سے کہے گا نہیں میں تو بے قصور ہوں اصل حکم اور عمل کرنے والی طاقت تو تو ہی تھی ہر ایک دوسرے کو ملزم ٹھہراتا ہوگا تو اس خصومت کی حالت میں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجے گا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ یہ فرشتہ ان سے آکر یہ کہے گا کہ تمہارے واسطے ایک مثال ہے۔ اور تم دونوں کا حال اس کا مانند ہے۔ ایک اپاہج و معذور شخص آنکھوں والا ہے جس کو نظر تو سب کچھ آتا ہے لیکن چل پھر نہیں سکتا۔ دوسرا شخص نابینا مگر چل پھر سکتا ہے۔ دونوں ایک باغ میں داخل ہوئے اپاہج نے اندھے سے کہا اے میرے ساتھی میں یہاں باغ میں بہت سے پھل اور میوے دیکھ رہا ہوں لیکن معذور ہوں پھلوں تک پہنچ نہیں سکتا اندھے نے اپاہج سے کہا تو مجھ پر سوار ہو جا اور مجھے وہاں تک لے چل جہاں تو پھل دیکھ رہا ہے چنانچہ اپاہج اندھے پر سوار ہو کر پھلوں تک پہنچا اور پھل کھانے لگا۔ تو بتاؤ ان میں سے کون ظالم ہے۔ جسم اور روح دونوں نے جواب دیا۔ ان دو میں سے کوئی ایک تنہا ظالم نہیں ہے۔ ظالم تو دونوں ہی ہیں۔ فرشتہ یہ فیصلہ سن کر بولا اے جسم و روح بس تم نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ مجرم اور ظالم تم دونوں ہو مراد یہ کہ جسم سواری ہے اور روح اس پر بمنزلہ سوار کے ہے کہ جو اس سواری پر سوار ہو کر اعمال و افعال کا ارتکاب کرتی پھرتی ہے۔ لہٰذا جسم و روح دونوں ہی عذاب اور سزا کے مستحق ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ

پھر اس سے ظالم کون؟ جس نے جھوٹ بولا اللہ پر، اور جھٹلایا

بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲

سچی بات کو، جب پہنچی اس پاس۔ کیا نہیں دوزخ میں ٹھہراؤ منکروں کا؟

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اور جو لایا سچی بات، اور سچ مانا اس کو، وہی لوگ ہیں

الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا

ڈر والے ۲ ان کو ہے، جو چاہیں اپنے رب کے پاس۔ یہ ہے بدلہ

Marfat.com

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٤﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا
نیکی والوں کا ۞ تا اُتارے اللہ اُن سے بُرے کام جو کیے تھے،
وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٥﴾
اور بدلے میں دے ان کا نیگ بہتر کاموں کا، جو کرتے تھے ۞
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ط وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ
کیا اللہ بس نہیں اپنے بندے کو؟ اور تجھ کو ڈراتے ہیں ان سے، جو
دُوْنِهٖ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٦﴾ وَمَنْ يَّهْدِ
اسکے سوا ہیں۔ اور جس کو راہ بھلاوے اللہ تو کوئی نہیں اسکو راہ دینے والا ۞ اور جسکو راہ سجھاوے
اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ط اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿٣٧﴾
اللہ، اسکو کوئی نہیں بھلانے والا۔ کیا نہیں ہے اللہ زبردست بدلہ لینے والا ۞

تنبیہ و تہدید بر تکذیب حق و صداقت و بیان حسرت و ملال مکذبین

قال اللہ تعالیٰ۔ فمن اظلم ممن کذب علی اللہ الی قولہ ذی انتقام

(ربط) گذشتہ آیات میں موحد و مُشرک کی حقیقت ایک مثال کے رنگ میں بیان کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا کہ شرک کا انجام سوائے حیرت و اضطراب اور ناکامی کے اور کچھ نہیں۔ حقیقی اطمینان و سکون اور انسان کی اصل فلاح و سعادت توحید خداوندی اور صرف اپنے ایک ہی رب کے ساتھ رشتۂ حیات وابستہ کر لینے میں ہے اب ان آیات میں اُن بدنصیبوں پر تنبیہ فرمائی جا رہی ہے جن کا کام اللہ پر بہتان باندھنا اور اللہ کے رسولوں کی تردید تکذیب کرنا ہے اور یہ کہ ایسے بدنصیب تباہی سے کبھی نہیں بچ سکتے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ اور ہدایت اختیار کرتے ہیں وہ صرف یہی نہیں کہ کامیاب ہوں ان کے گناہوں کا بھی کفارہ اور معافی فرمائی جاتی ہے۔ تو ارشاد فرمایا جبکہ قیامت کے روز بوقت خصومت ہر ایک کا انجام سامنے آجائے گا تو پھر بتاؤ اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور مثلاً یہ کہے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں جو خدا کے ساتھ اور بھی معبود شریک ہیں اور سچی بات کو جھٹلائے یعنی قرآن جو سراپا صداقت و حق ہے۔ جبکہ وہ سچی بات اس کے پاس پہنچ چکی۔ تو کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ منکروں کا؟ یقیناً یہ منکروں کا فرقہ ہی ظالم ہیں اور ظلم پر عقوبت و سزا عقل و فطرت کا تقاضا ہے اس لئے

Marfat.com

ظالموں اور حق سے موںھ موڑنے والوں کا یہی انجام ہو سکتا ہے اور اس کے برعکس جو سچی بات لے کر آیا خدا کی طرف سے یا خدا کے رسُول کی طرف سے اور اس نے اس کی تصدیق بھی کی تو بیشک یہ لوگ ہی صاحب تقویٰ ہیں خدا کے ایسے برگزیدہ اور متقی بندوں کا انجام یہ ہوگا کہ ان کے لئے جو وہ چاہیں گے ان کے پروردگار کے یہاں ہوگا اور ظاہر ہے کہ ان کی ہر خواہش اور طلب کا پورا کیا جانا انتہائی اعزاز و اکرام ہوگا۔ بیشک یہ صلہ ہے نیکو کاروں کا یہ صلہ اور انعام ان کے واسطے اس لئے تجویز یہ کیا گیا تاکہ کفارہ کر دے اللہ تعالیٰ ان کے ان بُرے کاموں کا جو انہوں نے کئے اور ثواب دے ان کو ان کے بہترین کاموں کا جو وہ اپنی دنیوی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ منکرین کا رسول خدا کو جھٹلانا اور نافرمانی کرنا خدا کے رسول اور اہل ایمان کے لئے باعث تشویش و رنج نہ ہونا چاہیئے کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ جب اللہ کافی ہے تو وہی حفاظت بھی کریگا اور وہی منکرین و مجرمین کو ذلیل اور رسوا کریگا۔ اور یہ لوگ ڈراتے ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ان جھوٹے معبودوں سے خدا کے سوا جو انہوں نے تجویز کر رکھے ہیں۔ حالانکہ ان معبودانِ باطلہ میں خود کوئی قدرت نہیں عاجز محض ہیں۔ اس لئے ان مشرکوں اور کافروں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرانا اور یہ کہنا کہ ہم اپنے معبودوں سے کہیں گے کہ وہ آپ کو دیوانہ کر دیں حقیقت میں کھلی ہوئی حماقت اور گمراہی ہے۔ اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ خداوند عالم کی اس قدرت عظیم کے پیش نظر نہ خدا کے رسولؐ کو اور نہ ہی اہل ایمان کو ان کی ایسی احمقانہ دھمکیوں سے مرعوب و خوف زدہ ہونا بلکہ یقین رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ضرور ان سے ایسی بیہودہ باتوں اور مجرمانہ اعمال کا بدلہ لے گا کیا خدا تعالیٰ زبردست انتقام والا نہیں ہے؟ وہ اپنے رسولؐ کی مدد کرے گا۔ اور نافرمانوں سے انتقام لے گا۔ اور ان مجرموں کے معبود بے بس و لاچار ہیں تو ہمارے عذاب سے ان مجرموں کو ان کے معبُود بچا بھی نہیں سکیں گے۔ اور ہم قادر مطلق ہیں اس لئے ہماری نصرت و حمایت کو کوئی روک نہیں سکتا۔

الذی جاء بالصدق۔ صدق سچائی کا نام ہے۔ خدا کی کتاب بھی سچی ہے۔ خدا کا ہر پیغام سچا ہے۔ بالخصوص پیغام توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی صداقت و حقانیت تو اس قدر روشن ہے کہ کائنات کی ایک ایک چیز اس کی دلیل ہے حافظ ابن کثیرؒ نے اَلَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر فرمائے ہیں مجاہد قتادہؓ ربیع بن انسؓ اور ابن زید سے منقول ہے کہ وہ سچائی لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اس کی تصدیق کرنے والا ہر وہ شخص ہے جو آپؐ پر ایمان لائے اور ظاہر ہے کہ جو شخص دنیا میں سب سے پہلے آپؐ کی تصدیق کرنے والا ہوا۔ وہ اس آیت کا اولین مصداق ہے۔ اور وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

بعض مفسرین نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ الذی جاء بالصدق جبرئیل امین ہیں جو اللہ کی طرف سے سچائی اور ہدایت لے کر آئے۔ اور وصدق بہ کے مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ وحی الٰہی کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے خدا کے رسول ہی ہوتے ہیں۔ ترجمہ آیت کے درمیان اضافہ کردہ کلمات میں انہی دو قولوں کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن جمہور مفسرین نے پہلے قول کو ترجیح دی اور آیت مبارکہ میں آخری کلمہ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

Marfat.com

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ
اور جو تو اُن سے پوچھے کس نے بنایا آسمان اور زمین کو؟ تو کہیں
اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ
اللہ نے۔ تو کہہ، بھلا دیکھو تو! جن کو پوجتے ہو اللہ کے سوا، اگر چاہے اللہ
اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ
مجھ پر کچھ تکلیف، وہ ہیں کہ کھول دیں تکلیف اس کی ڈالی؟ یا وہ چاہے مجھ پر مہر
هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ
وہ ہیں کہ روک دیں اس کی مہر؟ تو کہہ، مجھ کو بس ہے اللہ۔ اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں
الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ
بھروسہ رکھنے والے ۞ تو کہہ، اے قوم! کام کئے جاؤ اپنی جگہ، میں بھی کام کرتا ہوں،
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ لا مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ
اب آگے جان لوگے۔ کس پر آتی ہے آفت؟ کہ اسکو رسوا کرے اور اترتی ہے
عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ
اس پر سدا کی مار ۞ ہم نے اُتاری ہے تجھ پر کتاب لوگوں کے واسطے سچے دین کے ساتھ
فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ
پھر جو کوئی راہ پر آیا، سو اپنے بھلے کو۔ اور جو کوئی بہکا، سو یہی کہ بہکا اپنے بُرے کو۔
وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع
اور تجھ پر ان کا ذمہ نہیں ۞

بیان قدرت خداوندی و عدم استطاعت بر مدافعت عذاب

قال اللہ تعالیٰ ولئن سألتہم من خلق السمٰوات والارض الی قولہ بوکیل

(ربط) مضمون سابق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دیتے ہوئے یہ فرمایا گیا تھا کہ مجرمین کو بس اللہ ہی کا

Marfat.com

عذاب سرکوبی کے لئے بہت کچھ ہے۔ اور یہ مجرم اس عذاب خداوندی سے کسی طرح نہیں بچ سکتے کیونکہ اللہ عزیز ذو انتقام ہے اب ان آیات میں اللہ رب العزت اپنی اس قدرت و طاقت کا ذکر فرما رہا ہے جو خود ان منکرین کو تسلیم ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مشرکین کا یہ لغو اور بعید از عقل طریقہ کہ آپ کو اپنے معبودوں سے ڈراتے ہیں اور حال یہ ہے کہ اگر ان سے پوچھو کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا تو اقرار کرتے ہیں کہ کائنات کا خالق اللہ ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ اور ظاہر ہے ایسی عظیم مخلوقات کا پیدا کرنا اس کی کمال قدرت کی دلیل ہے تو آپ ان کے اس اقرار و تسلیم کے بعد ان سے یہ کہدیجئے تو پھر تم مجھے یہ بتلاؤ کہ جن معبودوں کو اللہ کے سوا تم پکارتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا تمہارے معبود اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اللہ اگر مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس پر ان کو اسی طرح جواب دینا پڑے گا۔ جیسا خدا کی خالقیت کو تسلیم کرنے کا جواب دیا۔ تو جب صورت حال یہ ہے کہ وہ اپنی خالقیت میں بھی منفرد ہے اسی طرح وہ کمال قدرت میں بھی منفرد ہے جیسا کہ اس کی خالقیت میں کوئی شریک نہیں اسی طرح اس قدرت کے مقابلہ میں کوئی مزاحمت نہیں کرتا۔ پھر یہ کس منہ سے اے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے معبودوں سے ڈراتے ہیں اس لئے آپ کہدیجئے۔ بس میرا خدا ہی میرے واسطے کافی ہے۔ اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں اور میں بھی اسی رب پر بھروسہ اور توکل کر رہا ہوں۔ اس لئے مجھ کو تمہاری دھمکیوں کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ اور سب دلائل و براہین کے ذریعے حقیقت واضح ہو گئی۔ تو آپ یہ بھی کہدیجئے۔ اچھا اگر تم اس کے باوجود بھی اپنی روش سے باز نہیں آتے تو تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ میں بھی اپنے طرز پر کار فرما ہوں اور یہ کیسے ممکن ہے۔ اہل باطل تو باطل نہ چھوڑیں مگر اہل حق ان کی رعایت سے حق سے پہلو تہی کر لیں سو اب تم کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون وہ شخص ہے جس پر دنیا میں ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو ذلیل کر دے گا اور بعد از مرگ ایسا عذاب اس پر مسلط ہو گا جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا۔ چنانچہ بدر میں اللہ نے ان پر ایسی سزا مسلط فرمائی کہ بہت سے قتل ہوئے بہت سے قید ہوئے اور ذلت کے ساتھ شکست کھا کر مکہ واپس لوٹنا پڑا۔ دنیا کا یہ عذاب اور ذلت و رسوائی تو اللہ رب العزت نے سنہ ۲ ھجری میں دکھا دی اور اس کے علاوہ آخرت کی ذلت اور عذاب کا بھی مزا چکھنا پڑے گا۔ اور وہ عذاب دائمی ہو گا۔

وحی الٰہی کے ذریعے یہ ایسے حقائق دنیا کے سامنے ظاہر کر دیئے گئے کہ اب کسی کو انکار و تردد کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ بے شک ہم نے یہ کتاب قرآن حکیم آپ پر اتاری ہے۔ حق و صداقت کے ساتھ لوگوں کے نفع ہی کے لئے۔ آپ کا کام لوگوں تک اللہ کے احکام و پیغامات پہنچا دینا ہے۔ اب اس کے بعد جو شخص راہ راست پر آئے گا تو وہ اسی کے نفع کے لئے ہو گا۔ اور جو شخص گمراہ ہو گا اس کے گمراہ ہونے کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور نہ آپ ان پر ذمہ دار نہیں بنائے گئے ہیں کہ ان کی گمراہی کا الزام یا اس کی باز پرس آپ سے ہو۔
ابن ابی حاتم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند سے مرفوعاً یہ حدیث نقل کی ہے کہ

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من احب ان یکون اقوی الناس فلیتوکل علی اللہ ومن احب ان یکون اغنی النّاس فلیکن بما فی ید اللہ عزّ وجل اوثق منہ بما فی یدیہ ومن احبّ ان یکون اکرم النّاس فلیتق اللہ عزوجل

جس شخص کو یہ بات محبوب ہے کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ قوی ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ اللہ پر توکل کرے اور جو شخص چاہتا ہے کہ سب سے زیادہ غنی ہو اس کو چاہیئے کہ جو چیز خدا کے ہاتھ میں ہے اس پر اس چیز سے زائد بھروسہ کرے جو خود اس کے ہاتھوں میں ہے۔ اور جو شخص چاہتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ عزت والا ہو تو اسے چاہیئے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔

عذاب یخزیہ ان الفاظ میں مجرمین کو دو قسم کے عذاب کی دھمکی دی گئی۔ ایک دنیوی سزا کی جس کو یخزیہ کی قید کے ساتھ بیان فرمایا گیا۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا میں مجرم کی ذلت کی رسوائی سزا میں بہت اہمیت رکھنے والی بات ہے۔ تو عذاب یخزیہ سے دنیا کا عذاب ذکر کیا گیا اور آخرت کا عذاب ویحل علیہ عذاب مقیم بیان فرمایا۔ جس کو مقیم یعنی ہمیشہ قائم و باقی رہنے کی صفت سے متصف کیا گیا۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ آخرت کا عذاب وہی شدید عذاب ہے جو کبھی مجرم سے نہ ٹلے۔ بلکہ ہمیشہ قائم رہے۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ
اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں، جب وقت ہو انکے

مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ۚ فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی
مرنے کا، اور جو نہیں مریں ان کی نیند میں۔ پھر رکھ چھوڑتا ہے
عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ
جن پر مرنا ٹھہرایا، اور بھیجتا ہے دوسروں کو ایک ٹھہرے وعدہ تک۔ البتہ
فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ
اسمیں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں ۔ ع ۲ کیا انہوں نے پکڑے ہیں اللہ کے
اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾
سوا کوئی سفارش والے؟ تو کہہ، اگرچہ ان کو اختیار نہ ہو کسی چیز کا، نہ بوجھ، تو بھی؟
قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
تو کہہ، اللہ کے اختیار ہے سفارش ساری۔ اسی کا راج ہے آسمان و زمین میں۔

Marfat.com

ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحْدَہُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ
پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے ف۳ ۞ اور جب نام لیجئے اللہ کا نرا، رک جاویں دل اُنکے

الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ ج وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ
جو یقین نہیں رکھتے پچھلے گھر کا - اور جب نام لیجئے اسکے سوا اوروں کا،

اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾
تبھی وہ لگیں خوشیاں کرنے ۞

بیان قدرتِ خداوندی واثباتِ حشر وتنبیہ بر شناعت مشرکین

قال اللہ تعالیٰ ۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا ۔ الی قولہ اذھم یستبشرون

(ربط) گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ نے منکرین کی رد میں اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا تھا اور اس سے غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا تھا کہ قیامت کے روز مجرمین کا انجام خود ان کی نظروں کے سامنے آجائے گا۔ اب ان آیات میں قیامت اور قیامت کے روز انسانوں کی حق تعالیٰ شانہ کے سامنے پیشی کا ایک منظر بیان کیا جا رہا ہے اور یہ منظر ایسی ایک حالت ہے جو ہر روز وشب ہر انسان پر واقع ہوتی ہے وہ انسان کا سونا جو بمنزلہ موت ہے اور بیدار ہونا .... جو بعث بعد الموت کا نمونہ ہے۔ ارشاد فرمایا۔

اللہ ہی قبض کر لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت جبکہ قضاء الٰہی سے ان کی موت کا وقت آجائے تو من کل الوجوہ ان کو قبض کر لیتا ہے اور ان جانوں کو بھی قبض فرماتا ہے حالتِ خواب میں جن کی موت نہیں آئی ہے ان کے سونے کے وقت میں۔ اس طرح سے کہ حواس تو معطل کر دیے جاتے ہیں مگر حیات باقی رہتی ہے پھر اس کے بعد ان جانوں کو تو ابدان کی طرف لوٹنے سے روک لیتا ہے جن پر موت کا فیصلہ فرما دیا اور باقی ان دوسری جانوں جن پر بحالت نوم صرف ادراک وشعور سے تعطل واقع فرمایا ہے اور ابھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا ان کو چھوڑ دیتا ہے اور واپس فرما دیتا ہے۔ ابدان کے تصرف کی جانب ایک وقت معین تک کے لیے تاکہ بیداری کے بعد بدستور یہ جان بدن میں تصرف کرنے لگے۔ بے شک اس تمام مجموعہ حال میں بہت بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو غور وفکر کی صلاحیت رکھنے کی وجہ سے ان احوال و واقعات میں غور وفکر کرتے ہیں۔ اور بے شک ہر انسان کا سونا اور سونے کے بعد بعث بعد الموت اور قیامت کی بہت ہی واضح نشانی ہے۔ اب باوجود ان واضح دلائل کے قیام کے مشرکین کا پھر بھی حق تعالیٰ کی الوہیت وتوحید کا

Marfat.com

نہ ماننا یا قیامت پر ایمان نہ لانا گیا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے خدا کے سوا اپنے واسطے کچھ سفارشی بنالیے ہیں۔ جن پر انہوں نے بھروسہ کرلیا ہے۔ کہ یہ ان کو کسی قسم کی تکلیف و عذاب نہ پہنچنے دیں گے یا عذاب سے بچالینگے آپ کہہ دیجیے کیا یہ ممکن ہے کہ یہ ان کے معبود ان کو خدا کے عذاب سے بچالیں گے اگرچہ یہ نہ تو کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ہی کچھ سمجھتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ شفاعت کے لیے علم اور قدرت دونوں چیزیں ضروری ہیں تو جو معبود نہ علم رکھتے ہوں اور نہ ان کو ذرہ برابر کسی چیز کی قدرت ہو بھلا وہ کسی کی کیا سفارش کرسکیں گے یا کسی مصیبت سے وہ کسی کو وہ کیسے بچاسکیں گے۔ آپ کہہ دیجیے سفارش تو سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت نہ کرسکے گا۔ اور جس کسی کو سفارش کی اجازت دی جاسکتی ہے وہ دو بنیادوں پر قائم ہے۔ ایک شفیع کا مقبول و پسندیدہ ہونا اور دوسرے جس کی سفارش کی جائے اس کا قابل معافی ہونا۔ اب جن معبودوں کو یہ مشرکین اپنا شفیع قرار دے رہے ہیں وہ اللہ کے نزدیک کسی درجہ میں بھی پسندیدہ نہیں۔ اور خود یہ لوگ اس کے اہل نہیں کہ ان کی نافرمانی معاف کی جائے پھر کس بناء پر ان کو زعم ہے کہ ہمارے معبود ہمیں آخرت کے عذاب سے بچالیں گے اگر عذاب آنے بھی لگے۔ اس لیے سمجھ لینا چاہیے کہ اسی کے واسطے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔ کائنات کی کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر کچھ حرکت بھی نہیں کرسکتی چہ جائیکہ اللہ کے عذاب اور قہر کا مقابلہ یا اس کی مدافعت کرسکے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور اس کی بارگاہ میں حاضری پر تمہارے یہ سب دھوکے اور فریب زائل ہوجائیں گے اور باوجود اس کے کہ دلائل توحید قائم ہوچکے لیکن کفار مکہ اور مشرکین کا حال یہ ہے کہ جب اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل منقبض ہوجاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب خدا کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جائے تو فوراً ہی خوش ہوجاتے ہیں کیونکہ ان کو ایمان و توحید سے نفرت ہے اور کفر و شرک کی محبت دلوں میں رچی ہوئی ہے۔ اسی کا یہ اثر ہے کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دل بجھ جائیں اور چہرے کبیدہ ہوجائیں اور غیر اللہ کے ذکر پر انبساط و فرحت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اسی بناء پر یہ چیز دیکھی جاتی ہے کہ اہلِ باطل کو ایمانی باتوں کے سننے سے کراہت ہوتی ہے اور مادی دنیا کے "تذکرے لذیذ و خوشگوار معلوم ہوتے ہیں۔

توفّی کی ایک قسم منام یعنی نیند اور دوسری قسم موت ہے

لفظ توفی کی تشریح آیۂ مبارکہ یاعیسیٰ انی متوفیک اور سورۂ انعام میں گزرچکی۔ آیت کے مضمون نے یہ واضح کردیا کہ حالتِ نوم اور خواب میں حواس و ادراک کا قبض کرلینا بھی توفی ہے۔ جیسے دوسرے موقع پر ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ اس لیے توفی کے معنی صرف موت ہی سمجھنا نہ دلالت لغت کے لحاظ سے صحیح ہے اور نہ قرآنی تعبیرات اور تصریحات کی رو سے درست ہے۔

علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس کی تفسیر میں یہ ذکر فرمایا۔ ابن آدم میں نفس اور روح ہے جن دونوں کے درمیان سورج کی شعاع کی طرح ایک چمک حائل ہے۔ نفس کے ذریعہ فہم تمیز اور احساس کا سلسلہ رہتا ہے اور روح سے حیات و حرکت کا تعلق قائم رہتا ہے تو موت کے وقت روح اور

Marfat.com

نفس دونوں قبض کر لیے جاتے ہیں جس کے بعد حیات و حرکت کا بھی سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن نیند کے وقت صرف نفس قبض کیا جاتا ہے جس سے عقل و ادراک اور تمیز کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے (روح المعانی ج ۲۴ ص ۸) یہی وہ چیز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں فرمائی یعنی جس رات سفر غزوہ میں راستہ میں آرام فرمانے کے لیے لیٹے تو آنکھ نہ کھلی تا آنکہ سورج نکل آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اِنَّ اللہ تعالیٰ قبض ارواحکم حین شاء وردھا الیکم حین شاء (صحیح بخاری، سنن نسائی) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ ان ھٰذہٖ الارواح عاریۃ فی اجساد العباد فیقبضھا اللہ اذا شاء و یرسلھا اذا شاء

سلیم بن عامر سے روایت ہے کہ ایک روز فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ تعجب کی بات ہے کہ بعض شخص خواب دیکھتا ہے اور اس کے دل پر اس کا خطرہ بھی نہیں گزرا ہوتا پھر وہ خواب ہو بہو پورا واقع ہوتا ہے اور بعض شخص خواب دیکھتا ہے وہ غلط بلکہ کالعدم ہوتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا اے امیر المومنین اس کی وجہ میں عرض کرتا ہوں۔ اللہ فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجلٍ مُّسَمًّی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روحیں قبض کرتا ہے۔ پس جو روحیں آسمان پر جا کر کچھ دیکھ آتی ہیں وہ حق ہوتا ہے اور وہ رؤیائے صادقہ ہے اور جو آسمان پر کچھ نہیں دیکھتیں بلکہ جب اجساد کی طرف واپس آتی ہیں تو اس حالت میں کہ جب وہ واپس ہوتی ہیں تو شیاطین انہیں کچھ القا کرتے ہیں۔ وہ رؤیائے کاذبہ ہے۔ حضرت عمرؓ اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ (روح المعانی ج ۲۴۔ ازالۃ الخفاء ص ۵۸۶)

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
تو کہہ، اے اللہ پیدا کرنیوالے آسمان و زمین کے،

عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا
جاننے والے چھپے اور کھلے کے، تو ہی فیصلہ کرے اپنے بندوں میں، جس چیز

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ
میں وہ جھگڑ رہے تھے ۞ اور اگر گنہگاروں کے پاس ہو، جتنا کچھ کہ زمین میں ہے

جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ
سارا، اور اتنا ہی اور اسکے ساتھ، سب دے ڈالیں اپنی چھڑوائی میں، بری طرح کی مار سے، دن

الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾
قیامت کے۔ اور نظر آیا ان کو اللہ کی طرف سے، جو خیال نہ رکھتے تھے ۞

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
نظر آئے ان کو برے کام اپنے، جو کمائے تھے، اور الٹ پڑا ان پر جس چیز پر

Marfat.com

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤٨﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ
ٹھٹھا کرتے تھے ۔ سو جب لگے آدمی کو کچھ تکلیف، ہم کو پکارے ۔ پھر جب ہم بخشیں اسکو
نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ
اپنی طرف سے کوئی نعمت، کہے، یہ تو مجھ کو ملی کہ آگے سے معلوم تھی کوئی نہیں! یہ جانچ ہے،
وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ
پر وہ بہت لوگ نہیں سمجھتے ف ۱ ۔ کہہ چکے ہیں یہ بات اُن سے
قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَاَصَابَهُمْ
اگلے ، پھر کچھ کام نہ آیا اُن کو، جو کماتے تھے ۔ پھر پڑیں ان پر
سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ
برائیاں ، جو کمائی تھیں ۔ اور جو گنہگار ہیں ان میں سے ، ان پر بھی اب پڑتی ہیں،
سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ
برائیاں جو کمائی ہیں، اور وہ نہیں تھکانے والے ۔ اور کیا نہیں جان چکے ؟ کہ
اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
اللہ پھیلاتا ہے روزی جس کو چاہے ، اور ناپ کر دیتا ہے ۔ البتہ اس میں پتے ہیں
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ
ان لوگوں کو جو جانتے ہیں ف ۲ ۔

تسلّی برائے نبی کریم بضمن تلقین دعا و بیان بیچارگی عالم پیش قدرت رب کبریا

قال اللہ تعالیٰ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔۔۔ الیٰ قولہ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

(ربط) گذشتہ آیات مجرمین و منکرین کی سزا اور قیامت کے روز ان کی ذلت و ندامت کے بیان پر مشتمل تھیں اب ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم دعا کی تلقین و تعلیم کے ضمن میں تسلی دی جا رہی ہے تاکہ آپ کفار کی مخالفت اور شدتِ عناد سے مغموم و متأسف نہ ہوں ۔ ارشاد فرمایا ۔

کہہ دیجیے اے ہمارے پیغمبر اپنے پروردگار سے دعا و مناجات کرتے ہوئے اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، ظاہر و باطن کے جاننے والے آپ ہی قیامت کے روز اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے

Marfat.com

ان امور میں جن کے متعلق وہ باہم اختلاف کرتے تھے اور یہ کہہ کر آپ ہر معاملہ اللہ کے حوالے کر دیجئے۔ اللہ خود ہی فیصلہ فرمادے گا۔ اور یہ فیصلہ کوئی ایسا فیصلہ نہیں ہوگا کہ جس کو کسی تدبیر اور ذریعہ سے رد کر دیا جائے حتیٰ کہ اگر ان لوگوں کے پاس جو کفر و شرک کر کے ظلم کرنے والے ہیں۔ دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور بلکہ ان کے ساتھ اتنی ہی چیزیں اور بھی ہوں تو یہ لوگ ان چیزوں کو فدیہ کرنے لگیں قیامت کے دن کے سخت عذاب سے بچنے کے لیے اور خدا کی طرف سے ظاہر ہوگا ان کے لیے ایسا معاملہ عذاب و ذلت کا جس کا وہ گمان بھی نہ کرتے تھے۔ اور اس وقت ان کو اپنے وہ تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے جو وہ کیا کرتے تھے اور جس عذاب کا وہ استہزاء و مذاق کرتے تھے وہ ان کو آکر گھیر لے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا انسان اپنی نالائقی اور کمینہ فطرت کے باعث یہ روش اختیار کرتا ہے کہ جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے اور اپنے ان معبودوں کو اس وقت بھول جاتا ہے جن کو وہ ہماری الوہیت و عبادت میں شریک کرتا تھا۔ مگر پھر جب اس کو اپنی جانب سے نعمتوں سے نواز دیتے ہیں تو یہ کہنے لگتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے صرف اپنے علم و ہنر اور تدبیر کی وجہ سے ملی ہے گویا اتنے ہی فرق اور حالت کی تبدیلی سے جس توحید کا اثر اس کے قلب میں اس اضطرار و پریشانی کے عالم میں پیدا ہوا تھا فوراً ہی ختم ہو جاتا ہے اور خدا کے کیے ہوئے انعام میں اپنی تدبیر اور ہنر کو شریک کرنے لگ جاتا ہے حق تعالیٰ اس ناپاک ذہنیت کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں نہیں ہرگز ایسا نہیں بلکہ یہ نعمت تو ایک آزمائش ہے تاکہ ہم دیکھ لیں کہ یہ بندہ اس نعمت کے ملنے پر ہمیں یاد کرتا ہے شکر ادا کرتا ہے یا ہم کو بھول جاتا ہے۔ اور انعامات کے ذریعہ بندوں کا امتحان یہ ہمارا قانون ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں اور طرز بغاوت و ناشکری کا آج اس قوم کا کوئی نیا طرز نہیں ہے بلکہ یہ بات ان لوگوں نے بھی بے شک کہی ہے جو ان سے پہلے گزرے جیسے کہ قارون نے بھی کہا تھا۔ اِنَّمَا اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ مگر ان کی کوئی تدبیر ان کے کام نہ آئی جو وہ کرتے تھے بلکہ ان کی وہ تمام بداعمالیاں ان پر آپڑیں جو وہ کرتے تھے۔ اور جس طرح ان کی بداعمالیوں کا انجام ان پر مسلط ہوا اسی طرح ان میں کے ظالموں کی بداعمالیاں بھی عنقریب ان پر پڑیں گی اور یہ لوگ اس سے بچ نہیں سکتے۔ چنانچہ بدر میں شکست اور بڑی ہی ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ حالانکہ ان کے پاس سازو سامان کی کوئی کمی نہ تھی اور مسلمان بے سر و سامان اور تعداد میں نہایت قلیل تھے۔ ایسے تاریخی حقائق سے منکروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اور دنیا کی دولت اور مادی اسباب پر غرور نہ کرنا چاہیے۔ کیا انہیں اب تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس کے واسطے چاہے رزق پھیلا دیتا ہے اور جس کے واسطے چاہے تنگ کر دیتا ہے رزق کی وسعت و کثرت نہ حق کی دلیل ہے اور نہ غلبہ کی نشانی ہے۔ بے شک اس چیز میں بہت بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو ایمان و یقین رکھتے ہیں چنانچہ ہر صاحب فہم دنیا کے احوال دیکھ کر اس اقرار پر مجبور ہوتا ہے کہ رزق کی وسعت اور تنگی انسان کے ہنر و علم پر موقوف نہیں بلکہ یہ صرف اللہ کی طرف سے تقسیم ہے۔ بہت سے بے ہنر اور بے تدبیر مال و دولت کے انبار رکھتے ہیں اور بہت سے سمجھ دار اور ہنر و تدبیر والے خسارہ اور ناکامی کا شکار ہوتے ہیں۔ اگر رزق علم و ہنر سے ہی حاصل کیا جاتا تو علم و ہنر والے جاہلوں اور بے ہنر لوگوں کے واسطے حبہ بھی نہ چھوڑتے۔ الغرض ان آیات میں حق تعالیٰ شانہٗ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمانے کے ساتھ کافروں

Marfat.com

اور ظالموں کو انجام بد سے متنبہ فرمایا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ مال و دولت سے نہ مغرور ہونا چاہیئے اور نہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہمارے علم و ہنر کا نتیجہ ہے بلکہ اس کو محض انعام خداوندی جاننا چاہیئے اور منعم کا شاکر و مطیع ہونا چاہیئے اور یہ کہ خدا کے عذاب و قہر کے مقابلہ میں دنیا کے تمام اسباب و وسائل بھی عاجز ہیں تو اس پیغام تسلی کے ساتھ مجرمین کو تہدید و دھمکی بھی ہے اور ساتھ ہی اپنے رسولؐ کو کامیابی اور غلبہ کی بشارت بھی دی جا رہی ہے۔ ان آیات میں یہ دعائیہ کلمات نہایت ہی جامع اور باا ثر ہیں۔ ان کلمات مبارکہ میں ایمان و معرفت اور توکل علی اللہ کی حقیقت پوری طرح روشن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ابتداء انہی کلمات سے فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت رات میں بیدار ہو کر نماز کا سلسلہ شروع فرماتے۔ آپؐ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ اللّٰھم ربّ جبریل ومیکائیل واسرافیل فاطر السمٰوات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادك فیما کانوا فیہ یختلفون۔ اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنك انك تھدی من تشاء الی صراط مستقیم (تفسیر ابن کثیر ج ۴)

ربیع خثیم رح کی مجلس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر کیا گیا اور بعض حاضرین مجلس نے اس بارہ میں ان سے کچھ دریافت کرنا چاہا تو بڑے ہی رنج و کرب کی کیفیت کے ساتھ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اللّٰھم فاطر السمٰوات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادك فیما کانوا فیہ یختلفون

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

کہہ دے، اے بندو میرے! جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر،

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ

نہ آس توڑو اللہ کی مہر سے۔ بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ۔

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ

وہ جو ہے وہی ہے معاف کرنے والا مہربان ۵ اور رجوع ہو اپنے رب کی طرف، اور اسکی حکمبرداری کرو

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا

پہلے اس سے کہ آوے تم پر عذاب، پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آوے گا ۵ اور چلو

اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

بہتر بات پر، جو اُتری تم کو تمہارے رب سے، پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ

عذاب اچانک، اور تم کو خبر نہ ہو۔ کہیں کہنے لگے کوئی جی،

Marfat.com

يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ
اے افسوس! جس سے میں نے کمی کی اللہ کی طرف سے، اور میں تو
السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ مِنَ
ہنستا ہی رہا۔ یا کہنے لگے، اگر اللہ مجھ کو راہ دیتا، تو میں ہوتا
الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِىْ كَرَّةً
ڈر والوں میں۔ یا کہنے لگے جب دیکھے عذاب کسی طرح مجھ کو پھر جانا بنے۔
فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ فَكَذَّبْتَ
تو میں ہوں نیکی والوں میں ٭ کیوں نہیں پہنچ چکے تھے تجھ کو میرے حکم پھر تو نے انکو جھٹلایا
بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى
اور غرور کیا اور تو تھا منکروں میں ٭ اور قیامت کے دن تو دیکھے انکو
الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ
جو جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر، ان کے منہ سیاہ۔ کیا نہیں دوزخ میں
مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ
ٹھکانا غرور والوں کو ؟ اور بچاویگا اللہ ان کو جنہوں نے ڈر رکھا، ان کے بچاؤ کی جگہ
لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ
نہ لگے ان کو برائی، اور نہ وہ غم کھاویں ٭ اللہ بنانے والا ہے ہر چیز کا،
وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ
اور وہ ہر چیز کا ذمہ لیتا ہے ٭ اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی
وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾
اور زمین کی۔ اور جو منکر ہوئے ہیں اللہ کی باتوں سے، وہ جو ہیں، وہی ہیں ٹوٹے میں پڑے ٭

Marfat.com

بیانِ ترتّبِ عفو و نجات بر قبولِ اسلام۔ و ہلاکت و حسرت

برائے مجرمانِ ربِّ انام

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الی قولہٖ اولٰئِکَ ھم الخٰسِرُوْنَ

(ربط) اس سے قبل چند آیات میں مشرکین کی مذمت اور ان کے دل آزار طریقوں کا بیان تھا اور ساتھ ہی نہایت مؤثر انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں شرک و کفر کی گندگی اور مذمت کو سنتے ہوئے ممکن تھا کہ کسی کے دل میں قبولِ اسلام کی رغبت پیدا ہوتی اور ساتھ ہی یہ تصور بھی گذر سکتا تھا کہ جب انسان اس قدر ذلت اور گندگیوں میں آلودہ ہو چکا ایسی خباثت اور کمینہ پن کر چکا تو اب اس کو اپنی نجات اور عذابِ خداوندی سے بچنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ تو اس طرح مایوسی کا تصور پیدا ہونا ایک طبعی سا امر تھا تو اس کو دلوں سے نکالنے کے لیے یہ آیات نازل کی گئیں جن میں ہر اس شخص کو اللہ کی رحمت و مغفرت کی بشارت دی گئی جو باطل سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف اپنا رخ کرے۔ جیسے کہ عبد اللہ بن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ کچھ اہلِ مکہ یہ کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں جس شخص نے بت پرستی کی اور خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود بنایا، کسی کو قتل کیا تو اس کی کبھی مغفرت نہ ہوگی تو ہم کیسے ہجرت کریں۔ اور کس طرح اسلام لائیں حالانکہ ہم نے تو بتوں کو پوجا ہے اور خدا کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک کیا اور قتل بھی کیا تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ بعض سندوں سے یہ مضمون اس طرح منقول ہے۔ کچھ لوگ اہلِ شرک میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے جو اسلام کی رغبت رکھتے تھے اور جاہلیت کے زمانہ میں انہوں نے شرک بھی کیا تھا قتل کے بھی مرتکب ہوتے تھے اور زنا و چوری بھی خوب کی تھی تو انہوں نے یہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ نہایت ہی بہترین چیز ہے۔ اب ہم اسلام تو لانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ ہم نے کیا ہے اور ان چیزوں کے باعث ہم ڈرتے ہیں تو کیا اسلام لانے پر ہماری نجات ہو جائے گی اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ارشاد فرمایا۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا کہہ دیجیے آپ میرے ان بندوں سے جنہوں نے کفر و شرک اور قتل و زنا جیسے کام کر کے اپنے اوپر زیادتی کی ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو اور اس خیال سے کہ یہ گناہ کیسے معاف ہوں گے۔ ایمان لانے میں ہرگز تامل و تردد نہ کرو بے شک اللہ رب العزت اسلام لانے کی وجہ سے تمام گناہوں کی مغفرت فرما دے گا اگرچہ وہ سابق زندگی کا گناہ کفر و شرک ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اسلام لانے سے تو کفر ایمان و طاعت کی صورت میں تبدیل ہو گیا اور اس نے شرک کی گندگی سے پاکی حاصل کر کے توحید کو اختیار کر لیا ہے۔ واقعی وہ بڑا ہی مغفرت کرنیوالا مہربان پروردگار ہے۔ اس کی رحمت و مغفرت میں کمی نہیں۔ بس صرف شرط اتنی ہے کہ بندہ اس کی طرف رجوع کرے۔ اس لیے اے انسانو! خواہ اب تک تم نے کچھ ہی کر لیا ہو مگر اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب

Marfat.com

خداوندی آجائے پھر تو تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ عذاب خداوندی کو ٹلانا اور اس کو دفع کرنا خدا کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کے ساتھ مقابلہ کرنے کی تمام کائنات کو بھی طاقت نہیں۔ اگر دنیا کی طاقت ہوا کے ایک جھونکے کو روکنے سے عاجز ہے تو مجرمین پر برستا ہوا عذاب و قہر کس کی مجال ہے کہ روک لے جب عذاب خداوندی کی یہ نوعیت ہے کہ کسی کی کوئی مدد نہ ہو سکے گی تو اے لوگو! تم کو چاہیے کہ تم ان بہترین احکام کی پیروی کرو جو تمہاری طرف اتارے گئے تمہارے رب کی طرف سے قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب خداوندی آجائے اور حال یہ کہ تم کو اس کا احساس بھی نہ ہو کہ ناگہاں ایسے وقت عذاب آجائے گا اور نہ ہی یہ احساس و گمان ہو گا کہ ایسا شدید عذاب ہو گا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو نہیں روک سکے گی لہذا تم کو چاہیے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے احکام خداوندی کی پیروی کرنے لگو۔ کہیں ایسی نوبت نہ آجائے کوئی انسان یہ کہنے لگے ہائے حسرت وافسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے بارہ میں کی کوتاہی اور غفلت تو کیا میں تو بے شک احکام خداوندی اور اس کے دین کا مذاق اڑانے والوں میں سے رہا یا اس سے پہلے ہی ایمان لے آؤ کہ کوئی کہنے لگے کاش اگر اللہ مجھ کو ہدایت کرتا تو میں ایمان و تقویٰ والوں میں سے ہو جاتا لیکن یہ میرے اعمال اور احوال کی وجہ سے میری بدنصیبی تھی کہ میں اللہ کی توفیق و ہدایت سے محروم رہا یا اس سے قبل اے لوگو! ایمان لے آؤ کہ کوئی کہنے والا یہ کہنے لگے جس وقت کہ عذاب دیکھے اے کاش اگر میرے واسطے دنیا کی طرف واپسی کا کوئی امکان ہو جائے تو پھر میں نیک بندوں میں ہو جاؤں۔ خبردار اے مخاطب منکر یہ باتیں ہرگز تجھے زیب نہیں دیتیں۔ نہ تو حق میں کوئی خفا اور شبہ تھا اور نہ تو احمق و غافل تھا۔ کہ اس کے دور ہونے پر تو حق و ہدایت قبول کر لیتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہاں بے شک تیرے پاس میری آیات احکام و دلائل کے ساتھ پہنچیں لیکن تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا۔ اللہ رب العزت کے سامنے اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ سر جھکانے سے۔ اور یہ نہیں کہ یہ حالت کسی وقت رہی ہو اور پھر عقل و ہوش آگیا ہو بلکہ تو تو کفر ہی کرنے والوں میں رہا۔ ہدایت تو اس وقت ممکن تھی جبکہ قبول حق کا کوئی ارادہ کرتا جبکہ ایسے مجرموں نے یہ ہی طے کیا ہوا تھا کہ اسلام کی مخالفت اور اللہ کی بغاوت ہی کرنی ہے تو پھر ظاہر ہے ان حسرتوں اور آرزوؤں سے کچھ کام نہ بنے گا۔ اور اے ہمارے پیغمبر آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے خدا پر جھوٹ باندھا تھا کہ ان کے چہرے سیاہ ہوتے ہوئے ہیں تو کیا ایسے نافرمانوں اور منکروں کے واسطے

---

۵۵ " سیاہ ہوئے ہیں" یہ ترجمہ مسودہ کا کیا گیا۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ چہرے جو دراصل خلقی طور پر ایسے سیاہ نہ تھے ان کو قیامت کے روز سیاہ کر دیا جائے گا جو زیادہ ڈراؤنے اور ہیبت ناک نظر آئیں گے۔ بخلاف چہروں کی اس سیاہی کے جو پیدائشی طور پر دنیا میں بہت سے انسانوں کے ہوتی ہے۔ جیسے سیاہ فام اقوام۔ تو ایسی سیاہی نہ عیب ہے اور نہ دیکھنے میں یہ چہرے ہیبت ناک اور ڈراؤنے نظر آتے ہیں۔ جھوٹ خود ایک معنوی ظلمت ہے۔ چہ جائیکہ اللہ کے بارہ میں جھوٹ بولا جائے یا اس کی باتوں کو جھٹلایا جائے۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون سا درجہ ہو سکتا ہے معنوی ظلمت کا۔ اور قیامت کے روز اعمال و اوصاف ظاہری حقائق کی صورت میں رونما ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اللہ کی باتوں کی تکذیب اور اس پر جھوٹ باندھنے کا یہ وبال ہو گا کہ چہرے سیاہ ہونگے۔

Marfat.com

جہنم میں ٹھکانا نہ ہوگا جنہوں نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے احکام کا مذاق اڑایا اور اس کے فرمابرداروں کی ذلت و اہانت کی۔ لیکن اس کے برعکس اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو کفر و نافرمانی سے بچتے تھے جہنم سے نجات دے گا۔ ان کی کامیابی کے ساتھ اس طرح کہ ان کو ذرہ برابر بھی نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ کیونکہ جنت تو نام ہی ہے عالم راحت...... اور نشاط و فرحت کا جہاں نہ کوئی غم ہوگا اور نہ فکر و پریشانی۔ بے شک اللہ ہی خالق ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔ اسی کے قبضہ میں ہیں آسمان و زمین کی کنجیاں اس لیے جس کے واسطے وہ چاہے دنیا میں ہدایت و رحمت کے اور آخرت میں نجات و مغفرت کے دروازے کھول دے اور...... جس کے واسطے چاہے بند کر دے۔ اس کے کھولے ہوئے در کو کوئی بند نہیں کر سکتا اور جو دروازہ وہ بند کرے اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور جو لوگ اس کے باوجود بھی نہ سمجھیں اور اللہ کی آیتوں اور اس کے احکام کا انکار کرتے ہیں وہ بڑے ہی خسارہ میں ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ آخرت کا خسارہ تو ظاہر ہے کہ عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے اور وہ عذاب دنیا کی کسی تکلیف کی طرح نہ ہوگا کہ کچھ عرصہ بعد ختم ہو جائے یا کسی ذریعہ سے انسان اس سے چھٹکارا حاصل کرے۔ بلکہ وہ تو دائمی ہوگا جس سے نہ نجات ہوگی اور نہ اس میں کوئی خفت و کمی ہوگی اور دنیا میں ان مجرمین کا خسارہ ذلت اور طرح طرح کے مصائب کی صورت میں ظاہر ہے۔ چنانچہ غزوہ بدر سے ہی اللہ کے نافرمانوں کی ذلت و ناکامی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

دُنیا کے انسانوں کو رحمت و عافیت اور نجات و مغفرت کی قرآنی دعوت

یہ آیات مبارکہ قرآن کریم میں سب سے بڑھ کر رحمت و مغفرت خداوندی کی امید دلوں میں قائم کرنے والی آیات ہیں۔ ان آیات میں پروردگارِ عالم نے تمام دنیا کے گناہگاروں، نافرمانوں حتیٰ کہ شرک و کفر میں مبتلا ہونے والوں کو دعوت دی ہے۔ کہ وہ نافرمانی و بغاوت سے تائب ہو کر سچے دل سے اگر اللہ کی طرف رجوع کر لیں تو خدا کی عنایات اور رحمتیں ان کی جانب یقیناً مبذول ہوں گی۔ ان کو اپنی سابق زندگی کی نافرمانی اور بداعمالیوں سے یہ تصور نہ کرنا چاہیے کہ ان کی معافی کا کوئی امکان نہیں رہا۔ نہیں ان کو اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ جس حالت میں بھی خواہ کسی طرح کا عمل ہو جب بھی وہ اللہ کی طرف رجوع کریں گے رحمتِ خداوندی کا دروازہ کھلا پائیں گے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کچھ لوگ مشرکین میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی سابق زندگی میں قتل بھی کیے تھے، خوب قتل کیے تھے۔ اور زنا بھی کیا تھا اور بہت کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ آپ کہتے ہیں اور جس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ بے شک نہایت ہی بہتر ہے لیکن ہمیں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے کیے ہوئے اعمال کا کوئی کفارہ ہو سکتا ہے تو ہم اسلام لانے کو تیار ہیں تو اس پر آیات وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ اِلٰھًا اٰخَرَ اور یہ آیات قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا نازل ہوئیں۔ اور حق تعالیٰ نے نہایت واضح طور سے فرما دیا اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ کہ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے اپنے بندوں کی۔ کہیں ارشاد فرمایا۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔

Marfat.com

کہ جو شخص بھی برا کام کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے اور پھر وہ اللہ سے معافی مانگے تو اللہ کو پائے گا کہ وہ بڑا ہی مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔ کہیں منافقین کے حق میں خصوصیت سے یہ فرمایا۔ ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار ولن تجد لهم نصیرا الا الذین تابوا واصلحوا کہ منافقین جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہوں گے اور اے مخاطب تو ان کے واسطے کوئی مددگار نہیں پائے گا۔ لیکن جو لوگ تائب ہو جائیں اور اپنے عمل کی اصلاح کر لیں تو بے شک وہ اس عذاب سے نجات پانے والے ہوں گے۔ اہلِ کتاب میں سے نصاریٰ کے شرک اور کفر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثة ان کے اس شرک وکفر کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا افلا یتوبون الی اللہ ویستغفرونہ کہ یہ لوگ کیوں نہیں خدا کی طرف رجوع کرتے اور تائب ہوتے اور کیوں نہیں اس سے معافی مانگتے۔

الغرض ان آیات سے مجموعی طور پر یہ واضح ہوا کہ انسان کی بداعمالیاں ہوں یا کفر و شرک ہو یا نفاق کی گندگیوں میں مبتلا ہو۔ ان میں سے ہر ایک جس وقت بھی اپنے جرائم وگناہوں اور کفر و شرک یا نفاق سے تائب ہو کر مطیع و فرمانبردار بننا چاہے تو اس کو بارگاہِ رحمت سے دھتکارا نہیں جائے گا۔ نزع روح سکرات موت نزول عذاب اور قیامت کے وقوع سے قبل جب بھی وہ اللہ کی طرف رجوع کرے گا تو (یجد اللہ توابا رحیما) اللہ کو بڑا ہی مہربان توبہ قبول کرنے والا پائے گا۔ حسن بصریؒ نے آیۃ اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ کی تفسیر میں فرمایا کرتے دیکھو اس جود وکرم کی کیا انتہا ہے کہ جن لوگوں نے مومنین کو ستایا۔ اولیاء کو قتل کیا۔ انہیں کو رحمت ومغفرت کی طرف دعوت دی جا رہی ہے۔ گناہ کی زندگی سے تائب ہو کر تڑپ اور بیقراری کے ساتھ درِ رحمت کی طرف دوڑنے والے کو رحمتِ خداوندی کس طرح اپنی آغوش میں لے لیتی ہے؟ اس کا اندازہ اس حدیث سے ہو سکتا ہے جو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل میں سے کسی کا واقعہ بیان فرمایا کہ جو ننانوے آدمیوں کو قتل کر چکا تھا۔ بعد میں اس کو ان بداعمالیوں پر ندامت ہوئی اور اس نے کسی عابد و زاہد کا پتہ معلوم کرنا چاہا کہ جس کے ہاتھ پر جا کر تائب ہو اور اپنی زندگی درست کر لے۔ ایک راہب کا پتہ معلوم ہونے پر اس کے پاس پہنچا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا میرے واسطے توبہ کا امکان ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس جواب پر غم وغصہ کی کیفیت میں اس راہب کو بھی قتل کر کے سو کا عدد پورا کر دیا۔ لیکن بدستور وہی تڑپ برقرار رہی اور تلاش میں رہا کہ کسی کے ہاتھ پر بیعت کروں اور تائب ہو جاؤں۔ کسی عالم سے پوچھا کہ کیا میرے واسطے توبہ کا امکان ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کون حائل ہو سکتا ہے تیرے اور تیری توبہ کے درمیان۔ اور فلاں بستی میں ایک عالم و عابد ہے۔ تو اس کے پاس جا۔ اور اس بستی میں رہ کر خدا کی عبادت کرتا رہ۔ یہ شخص روانہ ہوا۔ سفر کے دوران موت کے آثار واقع ہوئے تو رحمت اور عذاب کے فرشتے آ گئے اور باہم خصومت کرنے لگے۔ عذاب کے فرشتے کہتے ہیں ہم اسکی روح قبض کریں گے اور رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ نہیں ہم اس کی روح قبض کر کے رحمت کے مقام میں لے جائینگے حق تعالےٰ نے فیصلہ فرمایا کہ زمین ناپ لو۔ جس جگہ سے قریب ہو اسی حکم میں اس کو شمار کر لو۔ ساتھ ہی اللہ نے اس طرف کی زمین کو جہاں یہ جا رہا تھا حکم دیا کہ تو نزدیک ہو جا۔ پیمائش کرنے پر توبہ کی زمین قریب نکلی۔

Marfat.com

اس پر رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کی۔ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ جس وقت وہ زمین پر گر رہا تھا اس نے اپنا سینہ اور رخ اسی طرف جھکا دیا جس طرف وہ جا رہا تھا تو ایک بالشت کے بقدر ادھر زمین کم رہ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ کا حکم ہوا سرزمینِ معصیت کو کہ تو بعید ہو جا اور توبہ کی زمین کو حکم ہوا تو قریب ہو جا۔ اور اس طرح ملائکۂ رحمت کو قبض روح کا حق عنایت کر دیا گیا۔

گویا قانونِ الٰہی سے اس شخص کو نافرمانیوں اور معصیتوں سے تائب اور پاک شمار کر لیا گیا کیونکہ حسن نیت اور جذبہ کے ساتھ یہ اپنی جگہ سے نکلا اور ارضِ معصیت کو نفرت سے چھوڑتے ہوئے ارضِ طاعت کا رخ اختیار کر لیا تو درحقیقت یہ اس ارشادِ خداوندی کا مصداق بن گیا۔ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ کے نزدیک اس کا شمار تائبین و مطیعین میں ہو گیا اور تائب السان بفرمانِ نبوی اس معصوم بچہ کی طرح ہے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

اِنابت الی اللہ کا مفہوم

انابت اور رجوع الی اللہ کی حقیقت نافرمانی اور معصیت سے بیزار و متنفر ہو کر اللہ رب العزت کی اطاعت و بندگی کی طرف رخ کر لینا ہے۔ اس طرح سے کہ گذشتہ کیے ہوئے اعمال پر ندامت و شرمساری ہو اور بارگاہِ خداوندی سے عفو کا طالب ہوتے ہوئے یہ عہد کرے کہ آئندہ ان برائیوں سے میں پرہیز کروں گا۔

حدیث سید الاستغفار کے الفاظ یہ ہیں۔ اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا عهدك اعوذبك ووعدك ابوء بنعمتك علیّ وابوء بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت

ان کلمات سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے توبہ و استغفار کی مجموعی حقیقت یہ ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیت و خالقیت کا اعتقاد کامل رکھتے ہوئے اپنی بندگی کا اقرار کرے اور خدا سے کیے ہوئے عہد و پیمان کی تکمیل کا اپنی عملی حدِ استطاعت تک عزم رکھے۔ ساتھ ہی اپنی کی ہوئی برائیوں کا تصور ہو اور اس بات کا احساس ہو کہ خدا کے انعامات کس قدر ہیں اور ان انعامات کے بالمقابل میری تقصیرات کتنی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس احساس کا نتیجہ ندامت و شرمندگی کی صورت میں ظاہر ہو گا اور اس طرح کے اعتقاد و عزم اور احساسِ ندامت کے ساتھ معافی کی طلب اور اس بات کا عہد کہ آئندہ اس طرح کی معصیت کا مرتکب نہ ہوں گا۔

تو ان تمام احوال و کیفیات کا مجموعہ درحقیقت اللہ کی طرف انابت و رجوع ہے تو ایسے رجوع الی اللہ پہ بشارت سنائی جا رہی ہے رحمت و مغفرت کی۔ اور اسی کے ساتھ مایوسی کا تصور قلب و دماغ سے نکال دینے کا بھی امر فرمایا جا رہا ہے۔

رحمتِ خداوندی سے مایوسی جُرمِ عظیم ہے

دعوتِ رحمت اور بشارتِ مغفرت کے ساتھ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کہ اللہ کی رحمت سے اے لوگو! ہرگز مایوس نہ ہو اور رحمتِ خداوندی سے مایوسی کو کفر کے درجہ میں شمار کیا گیا جیسے

Marfat.com

ارشاد ہے ۔ اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ دوسری جگہ قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَۃِ رَبِّہٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ الخ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرمایا اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہو تو درحقیقت ایسا شخص کتاب اللہ کا منکر ہے (ابن کثیر ج ۴) عبد اللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے ۔ اعظم ترین آیت کتاب اللہ میں آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے اور خیر وشر کے لیے جامع ترین آیت قرآن کریم میں آیۃ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ہے اور سب سے زیادہ مسرت وخوشی کی آیت قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ہے اور تفویض و اعتماد علی اللہ کے باب میں سب سے زیادہ مضبوط وقوی آیت وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ہے ہے ۔ مقاتل بن حیان حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے ۔ ہم لوگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آنحضرت کے زمانہ میں) یہ سمجھا کرتے اور کہا کرتے تھے ہم جو بھی نیکیاں کرتے ہیں وہ یقیناً قبول ہوتی ہیں ۔ یہاں تک کہ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَکُمْ تو ہم نے سوچا کہ یہ کون سی چیز ہو سکتی ہے جو اعمال کو باطل کر دے تو ہمیں معلوم ہوا کہ یہ کبائر و فواحش ہیں کہ ان کے ارتکاب سے انسان کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں ۔ تو اس پر ہم گھبرا گئے اور کہنے لگے یقیناً جو شخص بھی کسی گناہ کا ارتکاب کرے وہ تباہ وبرباد ہوگا ۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے ان دونوں باتوں سے رجوع کیا ۔ یعنی نہ ہم اس تخیل پر رہے کہ ہر نیکی ضرور قبول ہوگی اور نہ یہ عقیدہ رہا کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد ہلاکت و تباہی کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ۔ بلکہ اس کے برعکس ہم نے سمجھا کہ گناہوں کے ارتکاب کے بعد توبہ و استغفار اور رجوع الی اللہ سے بندہ اللہ کی مغفرت، عنایات اور رحمتوں کا مستحق ہو جاتا ہے ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴)

انابت کا مفہوم رجوع ہے اور وَاَنِیْبُوْۤا اِلٰی رَبِّکُمْ الخ کے معنی یہ ہیں ۔ اے لوگو! تم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو معصیتوں سے اعراض کرتے ہوئے اور ان پر ندامت وشرمندگی کے ساتھ ۔ اور بعض آئمہ مفسرین نے اس کا مفہوم یہ ذکر کیا ہے کہ تم نفس اور نفس کے تقاضوں سے منقطع ہو کر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف اس کی عبادت وبندگی اور ذکر کے ساتھ رجوع کرو ۔

توبہ کے معنی بھی اہل لغت رجوع کے بیان کرتے ہیں اور انابۃ کے معنی بھی رجوع کے ہیں ۔ جیسے کہ بیان کیا گیا ۔ شیخ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں میں لطیف فرق بیان کیا ۔ فرمایا تائب اس کو کہیں گے جو خوف عقاب کی وجہ سے رجوع کرے یعنی سزا اور عقوبت سے ڈر کر معصیت سے تائب ہو اور طاعت کی طرف رجوع کرے اور منیب اس رجوع کرنے والے کو کہیں گے جو حق تعالیٰ کے انعامات وکرم سے شرما کر معاصی سے باز آئے ۔ وَاَنِیْبُوْۤا اِلٰی رَبِّکُمْ کے بعد وَاَسْلِمُوْا کا حکم حق تعالیٰ سبحانہٗ کے لیے اخلاص پر متوجہ وآمادہ کر رہا ہے اور انابت کے بعد اخلاص کا حکم اس مقصد کیلیے ہے کہ بندہ یہ بات سمجھ لے کہ اس کی نجات وکامیابی اس کی انابت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اس کے فضل وکرم سے ہے اور اسی کا فضل تھا کہ انابت کی توفیق حاصل ہوئی ۔ (تفسیر روح المعانی ج ۲۴)

الغرض آیت کا مقصد اور اس پیغام رحمت کی غرض یہ ہے کہ کسی شخص کو قبولِ حق اور رجوع الی اللہ کے لیے یہ بات مانع نہ ہونی چاہیے کہ اس نے اپنی سابق زندگی میں عظیم گناہ کیے ہیں ۔ نہ اس کو اس وجہ سے قبول حق سے رکنا چاہیے اور نہ ہی اس کو رحمتِ خداوندی سے مایوس ہونا چاہیے ۔ اس لیے ان آیات سے یہ سمجھنا کہ اللہ کی نافرمانی اور معصیت میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ اور ان اعمال کے مواخذہ کی کوئی فکر نہ کرنی چاہیے ۔ قطعاً غلط ہے ۔ عقل اور الفاظ کی دلالت ہرگز ایسے مفہوم کی اجازت نہیں دیتی ۔ حاصل یہ کہ ان آیات سے انسان کو بے فکر ہو کر گناہوں پر جری نہ ہونا چاہیے ۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ مایوسی کا خیال

Marfat.com

سے نکال دینا چاہیئے۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝٦٤ وَلَقَدْ
تو کہہ، اب اللہ کے سوا کسی کو بتاتے ہو کہ پوجوں، اے نادانو؟ اور حکم

اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ
ہو چکا ہے تجھ کو، اور تجھ سے اگلوں کو۔ اگر تو نے شریک مانا، اکارت جاوینگے

عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٦٥ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ
تیرے کئے اور تو ہووے گا ٹوٹے میں آیا ٭ نہ بلکہ اللہ ہی کو پوج اور رہ

مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝٦٦ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا
حق ماننے والوں میں ٭ اور نہیں سمجھے اللہ کو جتنا کچھ وہ ہے۔ اور زمین ساری ایک

قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ
مٹھی ہے اسکی، دن قیامت کے، اور آسمان لپٹے ہیں اسکے داہنے ہاتھ میں۔ وہ پاک ہے

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٦٧ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي
اور بہت اوپر ہے اس سے کہ یہ شریک بتاتے ہیں ف ٭ اور پھونکا گیا نرسنگا، پھر بیہوش ہوگرا، جو کوئی ہے

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ
آسمانوں میں اور زمین میں، مگر جس کو اللہ نے چاہا۔ پھر پھونکا گیا

اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝٦٨ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ
دوسری بار، پھر تبھی وہ کھڑے ہوگئے دیکھتے ف ٭ اور چمکی زمین اپنے رب کے نور سے،

رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ
اور لا دھرا دفتر، اور حاضر آئے پیغمبر اور گواہ، اور فیصلہ ہوا

بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝٦٩ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا
ان میں انصاف سے، اور ان پر ظلم نہ ہوگا ف۲ ٭ اور پورا ملا ہر جی کو، جو

عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝٧٠ ع
کیا، اور اس کو خوب خبر ہے جو کرتے ہیں ف۳ ٭

Marfat.com

اعلانِ برائت از شرک وتنبیہ ووعید بحبطِ اعمال وخسرانِ انجام برنافرمانی رب العالمین

قال اللہ تعالیٰ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ الی قولہ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ

ربط: گذشتہ آیات میں دنیا کے تمام انسانوں کو دعوتِ رحمت دی گئی۔ اور یہ کہ دلائلِ حق واضح ہونے پر اگر کوئی شخص قبولِ حق سے محض اس وجہ سے اعراض کرتا ہے کہ اس کو اپنے سابق اعمال کا ڈر ہے اور یہ تصور ہے کہ اس کی نجات ممکن نہیں تو اس کا یہ خیال غلط ہے۔ اس کو چاہیئے کہ مایوسی کا یہ تصور قلب و دماغ سے نکال دے۔ اب ان آیات میں اس امر کی ہدایت کی جا رہی ہے کہ ہر حق پرست اور موحد انسان کو شرک سے برأت و بیزاری کا اعلان کر دینا چاہیے۔ تاکہ کافروں کو اس کے بارہ میں ایسی کوئی طمع باقی نہ رہے کہ شاید کسی ذریعہ یہ شخص راہِ راست سے بھٹک سکتا ہے۔ اسی ضمن میں یہ بھی فرما دیا گیا۔ اللہ رب العالمین کی نافرمانی انسان کے لیے تمام اعمالِ خیر کو برباد کرتی ہے اور اس کا انجام خسارہ اور تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ تو فرمایا

کہہ دیجئے اے ہمارے پیغمبر تو کیا غیر اللہ کی عبادت کرنے کی مجھ سے فرمائش کرتے ہو تم اے جاہلو۔ بعد اس کے کہ حق واضح ہو چکا اور توحید ثابت ہو گئی۔ اب بجائے اس کے کہ تم اس توحید کو قبول کرو۔ خود تمہاری یہ جرأت اور طمع کیسے ہوئی کہ تم مجھ ہی سے غیر اللہ کی پرستش کے لیے کہنے لگے۔ اور حال یہ ہے کہ بے شک آپ کی طرف وحی بھیجی جا چکی۔ اور ان انبیاء کی طرف جو آپ سے پہلے گذرے کہ اے مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو یقیناً تیرا سارا عمل برباد ہو گا اور تو خسارہ میں پڑے گا۔ اے مخاطب شرک تو کیا بلکہ تو تو ہمیشہ اللہ ہی کی عبادت کرتا رہ اور ہمیشہ اللہ کے شکر گذار بندوں میں سے رہنا اور سب سے بڑا حق اللہ کا اس کی عظمت و توحید پر ایمان لانا ہے تو ظاہر ہے کہ شرک کے ارتکاب کے ساتھ اللہ کا شکر کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ شرک کے مرتکب ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ خدا کی عظمت اور قدر و منزلت کو پہچانتے ہی نہیں۔ چنانچہ یہ وہی لوگ ہیں کہ انھوں نے خدا کی عظمت نہیں کی جیسے کہ خدا کی عظمت کا حق تھا اور حق عظمت ادا کرنا قبولِ توحید کے بغیر ممکن نہیں۔ حالانکہ اس کی شان یہ ہے کہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہو گی۔ قیامت کے روز اور تمام آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اس کے دائیں ہاتھ میں پس پاکی ہے اس پروردگار کی اور برتر ہے وہ ذات ان کے ہر شرک سے جو وہ کرتے ہیں اور قیامت کے روز جس میں حق تعالیٰ کی یہ شانِ عظمت ہو گی۔ صور میں پھونک ماری جائے گی تو مدہوش ہو کر گر پڑیں گے تمام آسمان و زمین والے بجز اس کے کہ جس کو خدا چاہے کہ اس مدہوشی سے محفوظ رہے۔ پھر اس صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو دفعتہً سب ہوش میں آنے کے بعد اپنی قبروں سے باہر نکل کر کھڑے دیکھنے ہوں گے حیرت و تعجب سے کہ یہ سب کچھ کیا ہو گیا اور کیسے ہو گیا۔ اور پھر حق تعالیٰ جب اپنی شان بے چون و چگوں کے ساتھ زمین کی طرف نزول و تجلی فرمائیں گے تو زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور یہ نور اللہ کی تجلی کا ہو گا۔ جیسے کہ ارشاد ہے۔ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اور ہر ایک کا نامۂ اعمال اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور لایا جائے گا پیغمبروں کو اور گواہوں کو۔ انبیاء گواہی دیں گے کہ ہم نے اللہ کے احکام پہنچا دیے تھے اور گواہ جو خود ان کے ہاتھ پاؤں بھی ہوں گے علاوہ فرشتوں

Marfat.com

اور امتِ محمدیہ کے ان کے اعمال کی گواہی دیتے ہوں گے۔ اور اس طرح سب مکلفین کے درمیان فیصلہ کر دیا جائیگا حق و انصاف کے ساتھ کہ مجرمین و نافرمانوں کے واسطے سزا کا اور مطیعین و فرمانبرداروں کے لیے نجات و انعامات کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہی فیصلہ حق و انصاف کا فیصلہ ہونا ہے اور پورا پورا دے دیا جائے گا ہر ایک شخص کو اس کے عمل کا بدلہ جو اس نے کیا۔ نہ کسی کی نیکی ضائع ہو گی اور نہ کوئی ظلم کے بدلہ سے بچ سکے گا۔ اور وہ پروردگار تو سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اس لیے اس کے علم اور نظر سے کسی کا کوئی عمل اور کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں مگر اس کے باوجود نامۂ اعمال مرتب ہوں گے جو ان کے سامنے ہوں گے۔ انبیاء علیہم السلام احکامِ خداوندی پہنچادینے کی گواہی دے رہے ہوں گے۔ اعمال کے لکھنے والے فرشتے اور خود ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیتے ہوں گے کہ اس شخص نے یہ یہ کیا۔ اس طرح عدل و انصاف سے فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جس کے بعد مجرمین جہنم کی طرف گھسیٹے جا رہے ہوں گے اور مطیعین انعام و اکرام اور اعزاز کے ساتھ جنت میں داخل ہو رہے ہوں گے اور فرشتے دروازوں پر استقبال کے لیے کھڑے ہوں گے اور تحیہ و سلام ہوتا ہو گا۔ سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ منقول ہے کہ اس کے مصداق تمام کافر ہیں۔ کیونکہ انھوں نے اللہ کی عظمت کو پہچانا ہی نہیں۔ اگر وہ اس کی قدر و منزلت کو پہچان لیتے تو ضرور ایمان لے آتے۔ یعنی مشرکین نے اس کی عظمت و جلال کو اس حد تک نہ سمجھا جہاں تک ایک بندہ کو سمجھنا اور ملحوظ رکھنا چاہیئے تھا یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کی شانِ رفیع کا سمجھنے والا ایک عاجز مخلوق حتیٰ کہ پتھروں کو اس کا شریک بناتا۔

والارض جمیعًا قبضتہ کی تفسیر میں حضرات مفسرین نے متعدد روایات بیان کی ہیں۔ اور مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ لیکن اہل سنت والجماعت اور تمام آئمہ سلف اس قسم کی جملہ آیات کو متشابہات میں سے قرار دیتے ہیں اور آیات متشابہات میں سلف کا یہی مؤقف ہے کہ ظاہر پر برقرار رکھتے ہوئے ان پر ایمان لایا جائے اور کسی کیفیت کی تحقیق اور تعیین سے گریز کیا جائے۔ اس آیت کے شانِ نزول میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو حدیث امام بخاری نے اور دیگر آئمۂ محدثین نے عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے تخریج کی ہے، وہ سلف کے اس مؤقف کے خلاف نہیں۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک عالم علماء یہود میں سے آپ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اپنی کتاب میں یہ پاتے ہیں کہ اللہ عز وجل آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھائے گا۔ اور زمینوں کو ایک انگلی پر درختوں کو ایک انگلی پر۔ پانی اور مٹی کو ایک پر درختوں کو ایک پر اور باقی تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر (اس طرح تمام کائنات کو اپنے دستِ قدرت میں لے گا اور پھر فرمائے گا میں ہی ہوں بادشاہ اور مالک تمام کائنات کا) اور ایک روایت میں ہے اس طرح تمام کائنات کو پانچوں انگلیوں پر لیے ہوئے حرکت دے گا اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیفیت بھی اپنے دستِ مبارک سے ظاہر فرمائی۔ الغرض جب اس یہودی عالم نے یہ کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔ حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے۔ اس عالم کی بات پر تعجب کے طور پر یا بعض احادیث کے کلمات کی رو سے تصدیق کے طور پر۔ اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی

Marfat.com

وماقدروا اللّٰہ حق قدرہ والارض جمیعًا قبضتہ یوم القیمۃ والسّمٰوٰت مطویات بیمینہ
ان تمام روایات کا استیعاب حافظ ابنِ کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں کر دیا ہے۔ اہلِ علم مراجعت فرمائیں۔

(نفخ صُور کی تفصیل)

نفخ صور آیتہ مبارکہ سے یہی ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ صور پھونکنے پر آسمانوں اور زمین والے سب مدہوش ہو کر گریں گے اور دوبارہ نفخ صور پر سب انسان میدانِ حشر میں رب العالمین کے سامنے کھڑے حیرت کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہے ہوں گے۔ پہلے نفخ کو نفختہ الصعق کہا جاتا ہے جس پر آسمان وزمین کے احیاء پر موت کی مدہوشی طاری ہوگی۔ اس کے بعد پھر اسرافیل کو جب دوبارہ نفخ صور کا حکم ہوگا۔ تو تمام اموات حتیٰ کہ وہ مردے جن کی ہڈیاں اور گوشت پوست ریزہ ریزہ ہوچکے ہوں گے یا سمندروں میں غرق ہوچکے ہونگے یا ہواؤں میں منتشر ہوچکے ہونگے سب زندہ ہوکر قیامت کے یہ ہولناک مناظر دیکھنے لگیں گے۔ اسی چیز کو حق تعالیٰ شانہ نے اس آیتہ مبارکہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ دَعْوَۃً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ۔ (روم)

اکثر آئمہ مفسرین کے نزدیک نفخ صور دو مرتبہ ہی ہے اور احادیث سے بھی ان ہی دو مرتبوں کی وضاحت وتعیین ہو رہی ہے۔ بعض حضرات مفسرین جیسے حافظ ابنِ کثیرؒ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفختہ الصعق یعنی مدہوشی کا صور دوسرا ہوگا اور ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی کو تیسرا نفخ کہا اور بعض نے یہ فرمایا۔ ایک بار نفخ صور عالم کے فنا ہونے کا ہوگا اور دوسری بار زندہ ہونے کا اور یہ نفختہ الصعق بعد حشر کے بیہوشی کا تیسری بار ہوگا اور چوتھی مرتبہ کے نفخ پر سب لوگ پروردگار کے روبرو حاضر کھڑے ہوں گے۔

(نفخ صُور پہ مدہوشی سے مستثنیٰ کون ہونگے)

الا من شاء اللّٰہ سے ان افراد کا استثناء فرمایا گیا جو اس مدہوشی سے مستثنیٰ اور محفوظ رہیں گے حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دوبارہ نفخ صور پہ سب لوگ ہوش میں آئیں گے تو میں ہی وہ شخص ہوں گا جو سب سے پہلے افاقہ پانے والا ہوں گا اور دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرشِ الٰہی کا پایہ پکڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آچکے یا آج کی مدہوشی کے بالعوض ان کی کوہِ طور کی مدہوشی کو سمجھ لیا گیا جبکہ کوہِ طور کی تجلی واقع ہونے سے مدہوش ہو کر گر پڑے تھے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا تھا۔ (صحیح بخاری) بعض مفسرین نے استثناء سے جبریل میکائیل اور ملک الموت مراد لیے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد حاملین عرشِ الٰہی ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انبیاء وشہداء ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صور کے دونوں نفخوں کے درمیان چالیس کا فرق ہوگا۔ راوی بیان کرتے ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا اے ابوہریرہ چالیس دن کا ؟

Marfat.com

جواب دیا۔ میں نہیں جانتا۔ پھر لوگوں نے کہا۔ کیا چالیس مہینے۔ کہنے لگے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ پوچھا گیا۔ تو کیا چالیس سال؟ ۔ جواب دیا مجھے نہیں معلوم ۔ اس کے بعد حضور کا ارشاد نقل کیا کہ آپ نے فرمایا۔ پھر حق تعالے آسمان سے بارش برسائے گا جس سے لوگوں کی نشوو نما ہو گی اور فرمایا انسان کے جسم میں سے کوئی چیز بھی ایسی باقی نہ رہے گی کہ وہ بوسیدہ اور پارہ پارہ نہ ہو چکی ہو مگر عَجْبُ الذَّنَبْ یعنی پشت کی ہڈی جسے ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے۔ پھر اسی سے (یا اس کے اجزاء سے خواہ وہ کسی بھی شکل میں متغیر ہو چکے ہوں) اس کے تمام بدن کی تخلیق اور ترکیب کی جائے گی (صحیح بخاری) اور اس طرح بعث جسمانی ہو گا۔

وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ انبیاء کا لایا جانا وہی ہے جو سورۂ نساء میں گذر چکا۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا کہ ہر امت کے پیغمبر کو لایا جائے گا اور ان انبیاء کی تبلیغ احکام الٰہی پر گواہی دینے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا جائے گا۔ تو ایک گواہی یہ ہو گی۔ مزید ایک گواہی امت محمدیہ کی طرف سے ہو گی تو امت کے افراد بھی بطور گواہ لائے جائیں گے۔ جیسے کہ ارشاد ہے۔ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَى النَّاسِ ۔ تیسری قسم کی گواہی ہر انسان کے اعضاء و جوارح کی ہو گی جیسے کہ ارشاد ہے ۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ چوتھی گواہی ملائکہ اور کراماً کاتبین کی ہو گی چنانچہ فرمایا گیا۔ وَجَاۗءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاۗىِٕقٌ وَّشَهِيْدٌ ۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى
اور ہانکے گئے جو منکر تھے،

جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ
دوزخ کو جتھے جتھے ۔ یہاں تک کہ جب پہنچے اس پر کھولے گئے اسکے دروازے اور کہنے لگے ان کو

خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ
داروغہ اسکے، کیا نہ پہنچے تھے تم پاس رسول تم میں کے؟ پڑھتے تھے تم پر باتیں تمہارے رب کی،

وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ
اور ڈراتے تم کو تمہارے دن کی ملاقات سے ۔ بولے، کیوں نہیں! پر ثابت ہوا حکم

الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
عذاب کا منکروں پر ۔ حکم ہوا، کہ پیٹھو دروازوں میں دوزخ کے، سدا رہنے کو

فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ
اسمیں، سو کیا بری جگہ ہے رہنے کی غرور والوں کو؟ اور ہانکے گئے، جو ڈرتے رہے تھے اپنے رب سے،

Marfat.com

اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ
بہشت کو جتھے جتھے۔ یہاں تک کہ جب پہنچے اس پر، اور کھولے گئے اسکے دروازے، اور کہنے لگے
لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَ قَالُوا
ان کو داروغہ اسکے، سلام پہنچے تم پر، تم لوگ پاکیزہ ہو، سو پیٹھو اس میں سدا رہنے کو ۔ اور وہ بولے
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ
شکر اللہ کا، جس نے سچ کیا ہم سے اپنا وعدہ، اور وارث کیا ہم کو اس زمین کا، گھر
مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَ تَرَى
پکڑ لیں بہشت میں سے جہاں چاہیں، سو کیا خوب نیگ ہے محنت کرنیوالوں کا ۔ اور تو دیکھے
الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ
فرشتے، گھر رہے ہیں عرش کے گرد پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں
وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع
اور فیصلہ ہوا ہے ان میں انصاف کا، اور یہی بات ہوئی کہ سب خوبی ہے اللہ کو جو صاحب ہے سارے جہان کا ۔

بیان انجام حقارت وتذلیل کفار ومجرمین وانعام واکرام اہل ایمان ومطیعین

قال اللہ تعالیٰ وسیق الذین کفروا الی قولہ تعالیٰ الحمد للہ رب العالمین

ربط: گذشتہ آیات میں مشرکین وکفار کو متنبہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ شرک و نافرمانی سے باز نہ آئیں گے تو زندگی میں کیے ہوئے تمام اعمال حبط و برباد ہوں گے اور انسان کو نہ قیامت سے بے فکر ہونا چاہیئے اور نہ محاسبہ سے لاپرواہی برتنی چاہیئے۔ قیامت بھی برحق ہے، محاسبۂ اعمال بھی۔ اعمال اس پروردگار پر پوشیدہ نہیں وہ اعمال کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ اس نے ہر انسان کا نامۂ اعمال بھی تیار کر رکھا ہے۔ اعمال پر گواہ بھی ہیں اس نوعیت سے مجرم کو اعمال کی سزا دی جائے گی اور جو مطیع و فرمانبردار ہیں ان کو ان کی نیکیوں پر انعام و جزاء دی جائے گی۔ تو اس طرح جزاء وسزاء کا اجمالی ذکر کرنے کے بعد اب آئندہ آیات میں اس کی تفصیل کی جارہی ہے۔ ہر گروہ کے ساتھ قیامت کے روز کیسا معاملہ ہوگا تو ارشاد فرمایا۔

اور اس قضاءِ حق اور فیصلۂ عدل کے بعد ہانکا جائے گا کافروں کو جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر اس طرح ان کو

Marfat.com

ذلت کے ساتھ ہنکا کرلے جایا جائے گا۔ جیسے جانوروں کو دھکیل کر کسی جگہ لے جایا جاتا ہو اور ظاہر ہے کہ یہ کفار جانے کے لیے تیار نہ ہوں گے تو زبردستی ان کو دھکیلا جاتا ہوگا۔ اور کافروں کے کفر و شرک کی بہت انواع ہیں تو اسی لحاظ سے ہر نوع کفر و شرک کے مرتکب کا ایک گروہ ہوگا۔ اس طرح گروہ در گروہ جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے یا یہ کہ رؤسا اور ان کے سرغنے آگے آگے ہوں گے اور متبعین و پیرو کار پیچھے پیچھے۔ یہاں تک کہ جب یہ کفار دوزخ کے سامنے پہنچیں گے تو دوزخ کے دروازے کھول دیے جائیں گے تاکہ ایک دم جہنم کے شعلے اور لپٹیں انکو جھلسنا شروع کر دیں اور دروازے کھلتے ہی دائمی عذاب اور وہاں کے ہولناک مناظر نظروں کے سامنے آتے ہی حسرت و ملال کی بے چینی پیدا کر دے اور ان سے دوزخ کے نگران فرشتے بطور ملامت کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں سنایا کرتے تھے اور احکام خداوندی سکھایا کرتے تھے۔ اور تم کو ڈرایا کرتے تھے تمہارے اس دن کے پیش آنے سے کہ اے لوگو قیامت کا دن آنا ہے اس کی فکر کر لو۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو ورنہ عذاب خداوندی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس وقت ذلت و لاچاری کے عالم میں کافر کہیں گے۔ کیوں نہیں! بے شک ہمارے پاس اللہ کے رسول آئے اور انہوں نے عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ بے شک اسباب ہدایت سب موجود تھے لیکن ہم نے نہ ان سے فائدہ اٹھایا اور نہ راہ راست پر آئے لہٰذا اب عذاب کا فیصلہ ثابت ہو کر رہا کافروں پر۔ اور اب حسرت و ندامت کے ساتھ سوائے اس اعتراف کے اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ بے شک ہم نے کفر کیا اور کافروں کے حق میں جس عذاب کا فیصلہ اور وعدہ تھا وہ اب ہمارے سامنے موجود ہے تو یہ ہماری نالائقی ہے اور ہم اس کے مستحق ہیں۔ اس وقت ان لوگوں سے کہا جائے گا اچھا اب تو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس طرح کہ ہمیشہ اس میں رہو گے۔ غرض یہ متکبرین[۲] اور اللہ کے احکام سے

ع‌۱ ۔ اسی کو حق تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ظاہر فرمایا۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا یعنی کافروں کی ہر جماعت میں سے ہم ان لوگوں کو چھانٹ لیں گے جو کفر میں زیادہ شدید تھے تو بڑے بڑے کفار علیحدہ ہوں گے اور چھوٹے چھوٹے الگ ہوں گے ۔ ۱۲ ۔

ع‌۲ ۔ پہلی آیت میں ان دوزخیوں کو کافرین کہا گیا اور اس آیت میں متکبرین کو عذاب جہنم تو بے شک کفر ہی کی وجہ سے ہے لیکن کفر کا اصل سبب اور علت تکبر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ ایک چیز عذاب کی ذلت ہے اور دوسری چیز یعنی تکبر وہ علۃ العلۃ ہے تو ان دو تعبیروں سے اشارہ کر دیا گیا کہ جو لوگ کفر میں مبتلا ہیں دراصل ان کا یہ کفر ان کے تکبر کا نتیجہ ہے۔ نخوت اور تکبر ہی ہمیشہ کافروں کے کفر کا سبب بنا۔ انھوں نے اللہ کے پیغمبروں کے سامنے سر جھکانے سے تکبر کیا تو ایک موقعہ پر علت عذاب کو ذکر کر دیا گیا اور دوسری آیت میں علت کی علت بیان کر کے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ ان کافروں کا یہ کفر ان کے تکبر کا انجام ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک کے کافروں کی یہی نخوت و کفر و نافرمانی کا سبب بنی رہی جیسے کہ ارشاد ہے أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ اور تکبر ہی تمام رذائل کا سرچشمہ ہے اس وجہ سے اس کی سزا میں کفار کو انتہائی ذلت و خواری کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس طرح ذلت و حقارت کے ساتھ جہنم گھسیٹ کر لے جایا جائے گا جیسے جانور ہنکائے جا رہے ہوں۔ اسی وجہ سے لفظ سیق استعمال کیا گیا جو سوق بمعنی ہنکانے سے مشتق ہے ۔ ۱۲ ۔

Marfat.com

سرکشی کرنے والوں کا بہت ہی برا ٹھکانا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے بخلاف اہلِ توحید میں سے گنہگاروں کے کہ اگر وہ اپنے گناہوں کے باعث بطور سزا جہنم میں گئے بھی تو سزا بھگتنے کے بعد ان کو عذابِ جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا۔ جہنم ان کا دائمی ٹھکانا اور حقیقی مثوی نہیں۔ اور اس کے برعکس جو لوگ اپنے خدا سے ڈرے اور اپنے رب پر ایمان لائے ان کو نہایت ہی عزت و اکرام کے ساتھ چلایا جائے گا جنت کی جانب گروہ گروہ بنا کر اس طرح کہ متبعین کی جماعتیں مراتب تقوی کے لحاظ سے جدا جدا ہوں گی۔ ہر جماعت کی ایک علیحدہ شان ہو گی وہ اس شان کے ساتھ جنت کی طرف لے جا رہے ہوں گے۔ مجرمین کو فرشتے ذلت وحقارت سے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے گئے تھے تو ان فرمانبرداروں اور مومنین کو اللہ کے فرشتے ان کے ساتھ چلتے ہوں گے جس طرح بادشاہوں کے محافظ اور درباری خدام اپنے درمیان اپنے بادشاہ کو لے کر چلتے ہوں۔ اہلِ جہنم کا سوق حقارت وتوہین کے رنگ میں تھا جیسے چوروں ڈاکوؤں کو طوق وسلاسل کے ساتھ سپاہی لیجاتے ہوں لیکن اہلِ جنت کا جنت کی طرف سوق اعزاز واکرام کے ساتھ ایسا ہو گا جیسے بادشاہ کو اس کے مصاحبین لیے جاتے ہوں۔ فرشتے ان کو تقاضا کر کے جلدی جلدی لیے چلتے ہوں گے اور خدام پیچھے سے ان کی سواریوں کو ہکاتے ہوں گے۔ غرض یہ سوق عزت و کرامت کا ہو گا جو بصد شوق ومحبت ہو گا۔ یہاں تک کہ جب یہ اہلِ ایمان جنت تک پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہوں گے اور جیسے کہ معزز مہمانوں کی آمد سے قبل ان کے استقبال کے لیے دروازے کھلے رکھے جاتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہی جنت کے نگران ان سے کہیں گے (سلام علیکم طبتم) سلامتی ہو تم پر اللہ کی عنایات ورحمتوں کے ساتھ اور خوش رہو تم۔ پس داخل ہو جاؤ اس جنت میں اس شان سے کہ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو گے۔ ہر جانب سے تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں گی نہ کبھی کوئی تعب ومشقت پیش آئے گی اور نہ کسی قسم کا رنج وغم واقع ہو گا۔ اہلِ جہنم کو تو خازنین جہنم داخل ہونے سے پہلے ملامت اور سرزنش کریں گے لیکن اہلِ جنت کے لیے خازنین جنت تحیۃ وسلام اور پیغام بشارت اور ان کی ثنا وتوصیف اور اعزاز واکرام کے ساتھ استقبال کرتے ہوں گے اور آئندہ کے لیے بھی سکون وچین کا مژدہ سنا کر مطمئن کریں گے۔ جس پر اہلِ جنت خوش ہونگے اور فرطِ مسرت اور جذبۂ تشکر سے یہ کہیں گے۔ "الحمد للہ" شکر ہے اس خدا کا جس نے پورا کر دکھایا جو وعدہ اس نے ہم سے کیا تھا ہمارے ایمان لانے پر جو وعدہ تھا جنت کا وہ وعدہ محض اپنے فضل سے پورا کر دیا اول تو وعدہ ہی محض اس کا فضل تھا۔ پھر اس مہربانی پر مزید یہ کہ ہم کو اس نے ایمان کی توفیق دی پھر یہ انعام کہ ہم کو اس پر قائم رکھا۔ پھر اور کرم بالائے کرم یہ کہ اس کو قبول فرمایا اور خوشنودی کا ذریعہ بنایا لہٰذا یہ سب کچھ اس کا فضل ہی فضل ہے اس پر جس قدر بھی اس کا شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے اور ہم کو اس سرزمین کا وارث بنا دیا کہ ہم عالم جنت میں جہاں چاہیں اپنا ٹھکانا بنا لیں کوئی روک ٹوک نہیں حالانکہ دنیا میں تو کوئی ایک بالشت زمین کا ٹکڑا بھی جہاں چاہے نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ پھر یہاں ہر شوق اور خواہش پوری ہو رہی ہے ہر طلب پوری

ملے۔ ان کلمات سے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ لفظ اہلِ جنت کے لیے بطور صنعت مشاکلت کے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اہلِ جنت تو ظاہر ہے کہ بصد اکرام جنت میں لیجائے گے جیسے کہ ارشاد ہے۔ اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ

Marfat.com

کی جا رہی ہے جیسے کہ ارشاد ہے۔ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ تو آخراس سے بڑھ کر انعام و اکرام کا کیا درجہ ہو سکتا ہے۔ بس کیا ہی اچھا ہے اجر و ثواب نیک عمل کرنے والوں کا۔

الغرض جب اہلِ جنت اللہ کے فضل سے جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخیوں کو جہنم میں گھسیٹ کر ڈال دیا جائے گا تو اللہ کے برگزیدہ بندے اللہ رب العزت کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو جائیں گے اور اے دیکھنے والے تو اس روز دیکھے گا فرشتوں کو اس طرح کہ گھیرے ہوئے ہوں گے ہر جانب سے عرشِ الٰہی کو یا کی بیان کر رہے ہوں گے اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے ہوئے کہ پروردگارِ عالم کی تسبیح و تحمید میں غرق ہوں گے اور عرشِ الٰہی کعبۃ اللہ کی طرح ملائکہ کا مطاف بنا ہوا ہوگا۔ اور عرش خداوندی کے طواف کے دوران ملائکہ کا ورد ہوگا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اور تمام خلائق کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اللہ رب العزت کی اس شانِ عظمت و کبریائی اور عدل و انصاف کو دیکھ کر ہر زبان اور ہر سمت سے یہی صدا جاری ہوگی۔ "الحمد للہ رب العالمین"۔ یعنی ہر طرف سے فرشتوں اور اہلِ جنت کی زبان جوش و خروش کے ساتھ اللہ کی حمد و ستائش میں مصروف ہوگی اور کہا جاتا ہوگا۔ ساری خوبیاں اس خدا کو زیبا ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

فرشتوں کا عرشِ الٰہی کے گرد گھیرا بنائے تسبیح و تحمید میں مصروف ہونا اس وقت ہوگا جب حق تعالیٰ نزولِ اجلال ہوگا بندوں کے حساب کے لیے۔ اس وقت کی عظمت و ہیبت کا یہ اثر ہوگا۔ فرشتے بھی عرشِ الٰہی کا گھیرا دیئے یا طواف کرنے کی حالت میں حمد و ثناء میں مصروف ہوں گے۔

ان آیات میں عجیب ربط و تناسب ہے جس سے مزید شانِ اعجاز کلام خداوندی کی ظاہر ہو رہی ہے قل افغیر اللہ تامرونی سے کلام کا آغاز فرمایا گیا تھا۔ اثباتِ توحید اور نفیِ شرک موضوعِ خطاب تھا۔ اس سے کلام کی ابتداء کرتے ہوئے معاد اور آخرت کا ذکر شروع کر دیا گیا۔ اس میں جنت و جہنم اور اہلِ جنت و جہنم کا ان کے احوال کا ان کے جنت و جہنم میں داخل ہونے کی کیفیات کا بیان فرما دیا گیا اور ان تمام تفصیلات کو اخیر میں حق تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت کے بیان پر ختم فرمایا۔ یہ کہتے ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اور ثنا الارض میں جنت کی سرزمین کو لفظ ارض سے مجازاً اس لحاظ سے تعبیر کیا گیا کہ وہ جگہ اسی طرح چلنے پھرنے اور ٹھکانا بنانے کی ہوگی جیسے عالمِ دنیا میں زمین ہوتی ہے۔

دوزخ و جنّت کے دروازے اور ان میں داخل ہونیوالوں کی کیفیات

حتی اذا جاؤھا فتحت ابوابھا اہلِ جہنم کے جہنم کے سامنے پہنچنے کی کیفیت میں یہ فرمایا گیا۔ یہاں تک کہ جب وہ جہنم کے سامنے پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ اذا جاؤھا شرط پر فتحت کا جملہ جزائیہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے پہنچتے ہی فوراً دروازے کھولے جائیں گے تاکہ جلد سے جلد ان کفار و مجرمین کو دار العقوبت میں پہنچا دیا جائے اور ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ مل سکے نیز مجرمین کے ساتھ یہی طریقہ برتا جاتا ہے کہ جیل خانہ بند ہوتا ہے جوں ہی مجرم لایا گیا جیل کے نگران فوراً دروازہ کھول کر مجرم کو اندر دھکیل دیتے ہیں۔ اس کے بالمقابل اہلِ جنت کا جنت میں

Marfat.com

جانا اعزاز و اکرام کے ساتھ ہوگا اور اعزاز و اکرام کا مقتضی یہ ہے کہ معزز مہمانوں کے استقبال کے لیے دروازے پہلے کھلے رہیں۔ اس لیے وہاں وفتحت ابوابھا کی تعبیر اختیار کی گئی جس کا ترجمہ یہ کیا گیا اور دروازے کھلے ہوں گے جیسا کہ ایک موقعہ پر دخولِ جنت کے ذکر میں مُفَتَّحَۃً لھم الابوابُ فرمایا گیا۔

زُمَرًا یعنی گروہ گروہ اور جماعتیں جماعتیں۔ اہلِ جنت کے گروہ وہی جماعتیں ہوں گی جن پر خدا کا انعام ہے اور وہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کے گروہ ہیں جو یکے بعد دیگرے جنت میں داخل ہونگے جیسا کہ ارشاد ہے۔ اُولٰئِکَ مع الَّذِیْنَ انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشُّھَدَاۤءِ والصّٰلحین وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقًا۔ (نساء)

جنت میں داخل ہونے والا سب سے پہلا گروہ اگرچہ جملہ انبیاء کا ہوگا لیکن وہ ذات جو سب سے پہلے جنت میں جائے گی وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے جیسے کہ ارشاد ہے۔ انا اول من یقرع باب الجنۃ (صحیح مسلم) کہ میں ہی سب سے پہلا وہ شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے۔ انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز میں جنت کے دروازہ پر پہنچوں گا دستک دینے پر خازنِ جنت دریافت کرے گا۔ کون؟ میں جواب دوں گا۔ میں ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خازنِ جنت کہے گا۔ مجھے آپ ہی کے بارہ میں حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے واسطے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے جو گروہ جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔ ان کے بعد وہ گروہ ہوگا جو زیادہ سے زیادہ روشن ستاروں کے مانند ہوں گے پھر اسی ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے داخل ہونے والے گروہوں کے حسن وجمال کا حال ہوگا۔

جنّت کے دروازے اعمال کی مناسبت سے متعین ہونگے

جنّت کے دروازوں کا عدد احادیث میں آٹھ ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ ان فی الجنّۃ ثمانیۃ ابواب باب منھا یسمی باب الرَّیّان لا یدخلہ الا الصّائمون اور باب فضل وضو میں ہے الا فتحت لہٗ ابواب الجنّۃ الثمانیۃ یدخل ایھا شاء

جنت کے دروازوں میں کوئی باب الصلوٰۃ ہوگا کوئی دروازہ باب الصدقہ ہوگا۔ کوئی باب الصیام۔ جس کو باب الریان فرمایا گیا۔ کوئی باب الحج ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ان دروازوں میں ہر ایک دروازہ سے داخل ہونے والے وہ ہوں گے جو اپنی زندگی میں اس عبادت اور عمل سے خاص شغف رکھنے والے ہوں گے مثلاً جن پر نماز کا رنگ غالب ہوگا وہ باب الصلوٰۃ سے اور جن پر صدقہ وخیرات کا رنگ غالب ہوگا وہ باب الصدقہ سے داخل ہوں گے اور جن پر جہاد کا رنگ غالب تھا وہ باب الجہاد سے۔ اور اسی لحاظ سے ان کو پکارا جائے گا۔ ایک مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ بیان فرما رہے تھے تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ یارسول اللہ اس بات کی کسی کو ضرورت تو نہیں ہے کہ اس کو تمام دروازوں سے پکارا جائے اور

Marfat.com

اور بلایا جائے (کیونکہ ایک آدمی ایک ہی دروازے سے داخل ہوتا ہے) لیکن پھر بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ہوگا ایسا جس کو سب دروازوں سے پکارا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! ایسا بھی کوئی شخص ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص اے ابوبکر تم ہی ہوگے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

وقیل الحمد للہ رب العالمین الحمد للہ رب العالمین کی صدا جوش و خروش کے ساتھ لگانے والے کون ہوں گے؟ بالعموم حضرات مفسرین کا خیال ہے کہ یہ مومنین اور اللہ کے فرشتے ہوں گے۔ حافظ ابن کثیر رح اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں یہ کہنے والی کائنات کی ہر شے ہوگی کہ ہر موجود شے اس فیصلہ کے عدل و انصاف کو دیکھ کر اللہ کی پاکی اور حمد و ثنا میں مصروف ہو جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴) ۔ عالم کائنات کی جب ہر چیز اللہ کی حمد و ثنا کرتی ہے جیسے کہ ارشاد ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ یہی وجہ ہے صیغۂ مجہول وَقِیْلَ استعمال کیا گیا تاکہ عموم قائل پر دلالت کرے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ہر مخلوق حمد خداوندی کے ساتھ ناطق ہوگی اور اس کی پاکی کی گواہی دینے والی ہوگی۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق اپنی حمد سے فرمائی۔ جیسے کہ فرمان ہے۔ الحمد للہ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تو مناسب ہوا کہ تمام مخلوقات کا انجام اور فیصلہ اور ان کے امور کی انتہا بھی حمد خداوندی پر ہوگی۔ اسی بناء پر اس عدل و انصاف کے آخری فیصلہ کو اسی عنوان سے بیان ذکر فرمایا گیا۔ وقضی بینهم بالحق وقیل الحمد للہ رب العالمین ابتداء خلق بھی حمد سے تھی تو تمام امور کا انجام و انتہا بھی حمد خداوندی پر کی گئی۔

الحمد للہ آج مورخہ ۲۲ ذی الحجۃ الحرام ۱۴۰۰ھ یوم شنبہ بعد العشاء سورۂ زمر کی تفسیر ختم ہوئی۔ وللہ الحمد اولاً و آخراً۔

Marfat.com

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُورۂ مومن

سورۂ مومن یہی مکّی سورت ہے۔ اس سورت کو سورۂ غافر بھی کہتے ہیں۔ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ یہی قول عطائے جابر اور عکرمہ کا ہے۔ قتادہ کا قول ہے ان الذین یجادلون فی ایات اللہ دو آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اس سورت میں پچاسی آیات اور نو رکوع ہیں۔

بیہقی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آل حٰم یعنی جو سورتیں حٰم سے شروع ہوتی ہیں وہ سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے پر سورۂ حٰم اپنے تلاوت کرنے والے کو عذاب جہنم سے بچانے والی ہوگی۔

(ربط) اس سے قبل سورہ زمر کی ابتداء وحی الٰہی اور قرآن کریم کی حقانیّت کے بیان سے تھی اور انتہا اس مضمون پر تھی کہ حق تعالیٰ اپنی مخلوقات کے درمیان صحیح فیصلہ اور عدل و انصاف قائم کرنا حق تعالیٰ کی شان عزت و کبریائی اور علم و حکمت پر مبنی ہے تو یہ سورت حق تعالیٰ کے ایسے ہی اوصاف عظیم کے ذکر سے شروع ہو رہی ہے مثلاً اس کا یہ عزیز علیم (زبردست حکمت والا ہونا) غافر الذنب گناہوں کی مغفرت کرنے والا۔ قابل التوب توبہ قبول کرنے والا۔ شدید العقاب۔ سرکشوں کو شدید سزا دینے والا۔ ذی الطول بڑی بخشش والا۔ لا الٰہ الا اللہ ھو کہ وہ خدا یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں جو اس کو کسی بات سے روک لے۔ الیہ المصیر اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ان صفات خداوندی کے ساتھ کلام کی ابتداء فرمائی جا رہی ہے ارشاد فرمایا حٰم تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم۔

Marfat.com

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ خَمْسٌ وَّثَمٰنُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ
سورۂ مومن مکی ہے، اور اس میں شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے پچاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝٢ غَافِرِ
اُتارا کتاب کا اللہ سے ہے، جو زبردست ہے خبردار - گناہ
الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ
بخشنے والا، اور توبہ قبول کرتا سخت مار دیتا، مقدور کا صاحب۔ کسی کی
اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝٣ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ
بندگی نہیں سوا اسکے۔ اسی کی طرف پھر جانا ہے ؛ وہی جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں، جو
كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝٤ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ
منکر ہیں، سو تو نہ بہک اس پر، کہ چلتے پھرتے ہیں شہروں میں ف ۳ جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے قوم
نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۪ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ
نوح کی، اور کتنے فرقے ان سے پیچھے - اور ارادہ کیا ہر اُمت نے اپنے رسول پر
لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ
کہ اس کو پکڑ لیں، اور لانے لگے جھوٹے جھگڑے کہ اس سے ڈگاویں سچا دین، پھر میں نے انکو پکڑا،
فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝٥ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ
تو کیسی ہوئی میری سزا دینی ؟ اور ویسے ہی ٹھیک ہو چکی بات تیرے رب کی، منکروں

كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝٦ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ
پر، کہ یہ ہیں دوزخ والے ؛ جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش اور جو
حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ
اسکے گرد ہیں، پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں، اور اس پر یقین رکھتے ہیں، اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان
اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ
والوں کے۔ اے رب ہمارے! ہر چیز سمائی ہے تیری مہر میں اور خبر میں، سو معاف کر ان کو جو

Marfat.com

تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ⑦ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ
توبہ کریں، اور چلیں تیری راہ ، اور بچا ان کو آگ کی مار سے ٭ اے رب ہمارے! اور داخل کر

جَنّٰتِ عَدْنِ ۣالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَ
انکو بسنے کے باغوں میں، جنکا وعدہ دیا تونے ان کو، اور جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں، اور

اَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑧ۙ وَقِهِمُ
عورتوں میں ، اور اولاد میں - بے شک تو ہی ہے زبردست حکمت والا ٭ اور بچا انکو

السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ
برائیوں سے - اور جس کو تو بچاوے برائیوں سے اُس دن اس پر مہر کی تونے - اور یہ جو ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨ۧ
یہی ہے بڑی مراد ٭ باقی ف ۱۲ ٭

بیان عظمت خداوندی وتہدید بر مقابلہ ومجادلہ مغرورین ومتکبرین

قال اللہ تعالیٰ حٰمٓ . تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم الیٰ قولہ تعالیٰ ھو الفوز العظیم

(ربط) گذشتہ سورت کے مضامین مجموعی طور پر قرآن کریم کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اثبات پر مشتمل تھے۔ ساتھ ہی ان لوگوں پر وعید وتنبیہہ تھی جو خدا کے پیغمبر کے ساتھ تمسخر و مذاق کرتے تھے تو اسی مناسبت سے اس سورۂ مومن یا غافر میں بھی اسی طرح کے مضامین ذکر فرمائے گئے جو اثبات توحید خداوندی اور وحی الٰہی کی حقانیت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے متعلق ہیں اور اسی کے ضمن میں ان مغرور ومتکبر اور سرکش قسم کے انسانوں پر وعید ہے جو اپنے دنیوی جاہ وجلال اور مال و دولت کے نشہ میں مست ہو کر خدا سے غافل ہیں۔ تو مجموعی طور سے اس سورت کے مضامین تین انواع پر مشتمل ہیں۔ ایک نوع مضمون اثبات توحید ہے۔ دوسری قسم مجادلین فی الحق کی مذموم خصلتیں بیان کرنا ہے۔ تیسری قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے مضامین کی ہے تو ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

حٰمٓ اللہ ہی اس کی مراد خوب جانتا ہے یہ کتاب اتاری ہوئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔ اس لیے وہ اپنے بندوں کے ہر عمل کو جانتا ہے اور ہر عمل کا بدلہ دینے پر بھی پوری پوری قدرت رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ گناہ کا بخشنے والا ہے توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے مجرموں کو بڑی قدرت رکھنے والا ہے مطیعین وفرمانبرداروں پر انعام وبخشش کی نہیں ہے

Marfat.com

کوئی لائقِ عبادت اس کے سوا بس اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ اس قرآنِ کریم کے نزول اس کی حقانیت اور ذاتِ خداوندی کی عظمت و کبریائی اور اس امر کا کہ نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے یہ تقاضا ہے کہ انسان اس کتابِ الٰہی اور احکامِ خداوندی کے سامنے سرنگوں ہو جائے اور اس میں کسی طرح کا انکار و جدال نہ کیا جائے۔ مگر پھر بھی معاندینِ اللہ کی آیتوں میں خصومت اور اس کے احکام کا مقابلہ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی آیتوں میں کوئی بھی جھگڑا اور جدال نہیں کرتا مگر صرف وہی لوگ جو اللہ کے منکر ہیں۔ ان کا انکار اور خدا کے ساتھ خصومت کا اقتضاء تو یہ ہے کہ جلد از جلد ان پہ خدا کا عذاب نازل ہو جائے لیکن خدا نے اپنی حکمت سے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے اس لیے اے ہمارے پیغمبر (یا اے مخاطب) آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے ان کا شہروں میں چلنا پھرنا نہایت ہی اطمینان کے ساتھ اور اپنے کاروبار میں منہمک رہنا تو اس عارضی مہلت کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ ہمیشہ خدا کے عذاب اور اس کی گرفت سے بچے رہیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان سے پہلے قومِ نوح نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا اور دوسرے اور بھی گروہوں نے جو ان کے بعد ہوئے جیسے عاد و ثمود وغیرہ اور ہر ایک قوم نے اپنے رسول کے متعلق برا ارادہ کیا۔ اور اسی تدبیریں لگے کہ اس اللہ کے رسول کو پکڑ لیں اور پکڑ کر قتل کر ڈالیں اور جھگڑنا شروع کر دیا باطل طریقہ سے تاکہ اس باطل سے حق کو مٹا دیں بالآخر میں نے ان کو پکڑا پھر دنیا نے دیکھ یا کہ کیسا تھا میرا عذاب تو جس طرح ماضی میں گزری ہوئی ان قوموں پر خدا کا عذاب مسلط ہوا۔ اسی طرح اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رب کا فیصلہ تمام کافروں اور منکروں کے حق میں ہو چکا ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ دوزخی ہیں اور اس فیصلۂ خداوندی سے ان مجرموں پر دنیا میں بھی عذابِ ذلت و رسوائی کی صورت میں ہوگا اور آخرت میں بھی دوزخ کی آگ میں جلیں گے۔ خدا کو کسی کی عبادت اور ایمان کی کوئی حاجت نہیں اس کی شانِ عظمت تو یہ ہے کہ جو فرشتے عرشِ الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے عرشِ الٰہی کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں اس کی حمد و ثناء کے ساتھ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں ایمان والوں کے لیے اس طرح دعا کرتے ہوئے کہ اے ہمارے رب تو تو چھائے ہوئے ہے ہر چیز پر اپنی رحمت اور علم کے لحاظ سے بس مغفرت فرما دے ان لوگوں کی جنہوں نے تیری طرف رجوع کیا (تائب ہو کر ہر برائی سے) اور تیرے راستہ پر چلے اور بچائے ان کو دوزخ کے عذاب سے اور ظاہر ہے کہ ایسی بے پایاں رحمت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ذرا بھی اپنی طرف رجوع کرنے والوں اور ایمان والوں کو اپنی اس بے پایاں رحمت و انعام سے نواز دے اس لیے اے ہمارے پروردگار محض یہی نہیں کہ تو ان کو جہنم کے عذاب سے بچاتے بلکہ اور ان کو داخل کر دے بہشت کے ان باغات میں جو ہمیشہ رہنے کے ہیں جن کا تو نے وعدہ کیا ہے ان ایمان والوں سے اور ان کو بھی داخل کر لیجیئے جو ان کے ماں باپ اور بیویوں اور اولاد میں سے صالح ہیں نیک و برگزیدہ اور جنت کی نعمتوں کے لائق ہیں اگرچہ وہ ان اہلِ ایمان و تقویٰ کے برابر درجہ کے نہ ہوں بے شک آپ تو بڑے ہی عزت و حکمت والے ہیں۔ اس لیے جس کسی کو بھی اپنے انعام سے نوازنا چاہیں گے کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور جو بھی انعام و کرم فرمائیں گے وہ عین حکمت کے مطابق ہوگا اور اے پروردگار ان کو بچا لیجیئے تکلیفوں سے اور اے پروردگار آپ جس کو اس روزِ قیامت کی تکلیفوں سے بچا لیں بس اس پر تو آپ نے بڑا ہی رحم و کرم فرما دیا اور یہی تو سب سے بڑی کامیا

Marfat.com

ہے کہ مغفرت بھی ہوگئی۔ رضا اور خوشنودی بھی میسر آگئی آخرت اور روزِ قیامت کی کلفتوں اور شدتوں سے محفوظ ہوگیا اور جنت کے بے پایاں انعامات سے نواز دیا گیا تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون سی کامیابی ہو سکتی ہے۔

اللہ کی آیات میں جدال وخصومت ہلاکت کا سامان

مایجادل فی آیات اللہ الا الذین کفروا کا عنوان یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ کی آیات میں خصومت و جدال اہلِ ایمان کو زیب نہیں دیتا۔ مومن کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ ان کے سامنے جب بھی اللہ کی آیات تلاوت کی جائیں وہ سراپا انقیاد و اطاعت بن جائیں۔ تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم کا مصداق ہو جائیں۔ چہ جائیکہ حجت بازی اور خصومت کا رنگ اختیار کریں۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے سنن میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ کسی آیت میں نزاع اور خصومت کر رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ انما ہلك من كان قبلکم بھذا ضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض انما نزل کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضا فلا تکذبوا بعضہ ببعض۔ فما علمتم فقولوہ و ما جھلتم فکلوہ الی عالم رواہ البغوی۔) یعنی تم سے پہلے صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ پر مارا اور مخالفت و تردید کے جذبہ میں تعارض و تناقض ثابت کرنے کی فکر میں لگ گئے) حالانکہ کتاب اللہ کا تو ایک حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کرتا ہے۔ (نہ کہ تردید و تکذیب) اس لیے تم ایک حصہ کی دوسرے کسی حصہ سے تکذیب اور تردید نہ کرو۔ جو جانتے ہو وہ بیان کر دو۔ اور جو چیز تم نہیں جانتے وہ اس کے عالم کے حوالہ کر دو۔

صحیح مسلم میں یہ ہے کہ آپ نے دو شخصوں کی آواز سنی کہ وہ کسی آیت میں جھگڑ رہے ہیں تو آپ کو اس قدر ناگوار ہوئی کہ چہرۂ انور سے غصہ کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ تم سے پہلی قومیں اپنی کتاب میں اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔

بہرکیف یہ جدال و خصومت جو کافروں کی صفت بیان کی گئی ہے وہ جدال و خصومت ہے جس کا مقصد قرآن کریم پر طعن اور اعتراض ہو یا حق کا مقابلہ مقصود ہو اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ کتاب اللہ کی تفسیر اور بیان معانی میں صرف اسی شخص کو بولنے کا حق ہے جو علم رکھتا ہو۔ علوم قرآن اور علوم شریعت کی اس کو معرفت ہو اور جو ان علوم سے نابلد ہو اس کو کوئی حق نہیں کہ وہ اپنے جہل کے باوجود کتاب اللہ میں اپنی رائے ٹھونسنے لگے۔

نیز فلا یغررك تقلبہم فی البلاد سے یہ واضح کر دیا گیا مال و دولت اور دنیوی جاہ اقتدار سے کسی بھی وقت انسان کو حق اور باطل کے درمیان کسی قسم کا شبہ اور تردد نہ کرنا چاہیئے۔ یہ دنیوی عزتیں نہ علم کی دلیل ہیں اور نہ خدا کے یہاں مقبول ہونے کی نشانی ہے۔

ملائکہ حاملین عرش کی اہل ایمان کے لئے دعاء

اہلِ ایمان و تقویٰ اور تابعین و مطیعین کی قرآن کریم میں بہت سی خوبیاں اور ان پر نعمتیں بیان کی گئیں

Marfat.com

لیکن اس مقام پر جو خاص انعام اور ان پر فضل و کرم ذکر کیا گیا وہ یہ کہ ملائکہ حاملین عرش ایسے وقت کہ عرشِ الٰہی اٹھائے ہوئے اس کی حمد و تسبیح میں مصروف ہوں یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار مغفرت فرما دے ان مومنوں کی جو تیری طرف رجوع کر چکے اور تیرے راستہ پر چلے ان کو جہنم کے عذاب سے بچا اور جنّاتِ عدن میں ان کو داخل فرما دے نہ صرف ان کو بلکہ ان کے آباء ان کی ذریت اور ان کی ازواج کو بھی ان ہی کے ساتھ ملحق کر دے اگرچہ وہ خود اس درجہ کے مستحق نہ ہوں۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ حاملین عرش فرشتوں اور ان کے گرد ملائکہ کو کرّ وبین کہا جاتا ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش کے حاملین چار فرشتے ہیں۔ ایسے فرشتے جن کی عظمت کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے اگر ایک ستارہ زمین کی سطح سے لاکھوں گنا زائد ہو سکتا ہے تو کیا تعجب ہے کہ فرشتوں کی عظمت ایسی ہو کہ وہ عرش خداوندی کے حامل بن جائیں۔ اس روایت سے حاملینِ عرش کا عدد چار معلوم ہوا لیکن قرآن کریم کی آیت ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذٍ ثمانیۃ بتاتی ہے کہ قیامت کے روز عرش کے اٹھانے والے فرشتے آٹھ ہوں گے تو بظاہر یومئذٍ کی قید اس پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت کے روز ان کی تعداد چار سے بڑھ کر آٹھ ہو جائے گی۔

شہر بن حوشبؓ بیان کرتے ہیں ان آٹھ حاملینِ عرش میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہوتی ہے۔ سُبحانک اللہ وبحمدک لک الحمد علی حلمک بعد علمک اے اللہ تیری پاکی ہے حمد و ثنا کے ساتھ اور تیرے ہی واسطے حمد ہے تیرے اس حلم پر جو تیرے علم کے بعد ہے۔ اور چار کی تسبیح اس طرح ہوتی ہے۔ سُبحانک اللھم وبحمدک لک الحمد علی عفوک بعد قدرتک یعنی تیری حمد و ثنا ہے تیرے درگزر پر باوجود تیری قدرت کے توان دو تسبیحوں سے ربنا وسعت کل شیئٍ رحمۃ وعلماً کی حقیقت ظاہر ہو رہی ہے اس وسعت علمی کے باوجود اس قدر حلم اور اس قدرت کاملہ کے باوجود یہ درگزر یقیناً اس کی وسعتِ رحمت کا پورا پورا مظہر و پیکر ہے۔ ان حاملین عرش فرشتوں کی تسبیح و تحمید کے ساتھ مزید ایک وصف بیان کیا گیا۔ و یؤمنون بہ کہ یہ فرشتے اس پروردگار پر ایمان رکھتے ہیں۔

حالانکہ فرشتوں کا ایمان اور پروردگار کی معرفت تو محتاجِ بیان ہی نہیں کیونکہ ان کے سامنے تو ہمہ وقت اللہ رب العزت کی تجلیات ظاہر ہیں اور اس کی عظمت و کبریائی کا ان سے بڑھ کر کس کو مشاہدہ ہو سکتا ہے تو ان کے لیے وصف ایمان کا ذکر ایمان کی عظمت اور شرف کو ظاہر کرنے کے لیے ہے یعنی ایمان ایسی عظیم نعمت ہے کہ فرشتے بھی اس سے متصف ہوتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے انبیاء اور رسولوں کا ایمان لانا بیان کیا جائے نیز و یؤمنون بہ کے لفظ سے اشارہ ہے کہ ان فرشتوں کی ایک صفت تو بجانب خداوندی کمالِ عظمت ہے۔ اور بندوں کی جانب ان کا رنگ کمالِ شفقت کا ہے جیسا کہ لفظ و یستغفرون للذین آمنوا ظاہر کر رہا ہے۔

فرشتوں کی دعا اہلِ ایمان کے حق میں حق تعالیٰ کی طرف سے مومنین پر ایک خاص انعام ہو گا۔ یہ دعا تین اجزاء پر مشتمل ہے ایک مغفرت و معافی کیلئے جس پر لفظ فاغفر للذین تابوا دلالت کر رہا ہے۔ دوسرے جنت کی لازوال نعمتوں کے لیے۔ تیسرے ان جنتیوں کے ساتھ ان کے ماں باپ اولاد اور بیبیوں کے ملا دینے کے لیے کہ یہ بھی ان کے ساتھ جنت کے ان ہی درجات میں بھیج دیئے جائیں جو خود ان کے ہیں اگرچہ یہ لوگ ان درجات کے مستحق نہ ہوں مگر محض اس لیے کہ ان ایمان و تقویٰ والوں کی راحت اور خوشنودی مکمل ہو جائے اور اپنے کسی

Marfat.com

عزیز کے فراق کا قلب پر کوئی ملال و رنج نہ ہو۔
امام بغویؒ نے سعید بن جبیرؓ سے ایک روایت تخریج کی ہے بیان کرتے ہیں جس وقت ان مومنین کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا جو اعزاز و اکرام سے اپنے باغات و محلات میں پہنچا دیئے جائیں گے تو ان مومنین میں سے بعض کہیں گے کہاں ہے میرا باپ، کہاں ہے میری ماں۔ کہاں ہے میرا بیٹا۔ کہاں ہے میری بیوی یا میرا خاوند تو جواب دیا جائے گا۔ ان کا عمل تو تیرے عمل جیسا نہیں ہے یعنی وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے اس رتبہ کے نہیں ہیں تو یہ مومن کہے گا اے پروردگار میں جو عمل کرتا تھا وہ اپنے واسطے اور ان کے واسطے بھی کیا کرتا تھا۔ اس پر اعلان ہو گا کہ اچھا ان لوگوں کو بھی اسی مومن کے ساتھ لاحق کر دو[ع]۔ اس مضمون کو بیان کر کے سعید بن جبیرؓ یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے۔ رَبَّنَا وَادْخِلْهُم الخ یہی وہ مضمون ہے جو آیت مبارکہ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ میں ذکر فرمایا گیا۔

فرشتوں کی دعا میں ان تین اجزا کے بعد اخیر ایک خاص جز یہ بھی بطور الحاق اور تکمیل دعا یہ ہے وقہم السیئات کہ اے پروردگار تو ان مومنین کو تکالیف سے بچا لیجئے۔ اگرچہ پہلے عذاب جحیم سے بچانے کی دعا ہو چکی لیکن اب اس تکملہ دعا میں ہر قسم کی تکلیف و دشواری سے بچنے کی دعا ہے کہ نہ حساب کی تکلیف ہو نہ قبر کی نہ میدان حشر کی بے چینی کی اور نہ انجام کی پریشانی کی۔ فرشتوں کی اس دعا نے اہل ایمان کو یہ سبق سکھایا کہ مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنی عملی زندگی میں ان سب باتوں سے خائف رہے اور اللہ کی ان نعمتوں اور راحتوں کا طالب رہے یہی خوف اور شوق اس کو فوز عظیم سے ہمکنار بنانے والا ہو گا۔ اللھم اجعلنا منھم وحبب الینا الایمان وزینہ فی قلوبنا وکرہ الینا الکفر والفسوق والعصیان۔ توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین غیر خزایا ولا مفتونین۔ آمین یارب العالمین۔

بحوالہ تفسیر مظہری جلد ۸

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ
جو لوگ منکر ہیں، ان کو پکار کے کہیں گے، اللہ بیزار
أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۝١٠
ہوتا تھا زیادہ اس سے، کہ تم بیزار ہوئے ہو اپنے جی سے جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین لانے کو، پھر تم منکر ہوتے تھے۔
قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا
بولے، اے رب ہمارے! تو موت دے چکا ہم کو دوبار، اور زندگی دے چکا دوبار، اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے،

ع بحوالہ تفسیر مظہری جلد ۸۔

Marfat.com

فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ
پھر اب بھی ہے نکلنے کو کوئی راہ ؟ یہ تم پر اس واسطے، کہ جب کسی نے پکارا اللہ کو اکیلا،
كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ
تو تم منکر ہوئے، اور جب اسکے ساتھ شریک پکارے، تو تم یقین لانے لگے۔ اب حکم وہی جو کرے اللہ سب سے اوپر بڑا۔ وہی

الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ
ہے، تم کو دکھاتا ہے اپنی نشانیاں، اور اُتارتا تمہارے واسطے آسمان سے روزی - اور سوچ
اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ
وہی کرے جو رجوع رہتا ہو۔ سو پکارو اللہ کو، نری کر کر اسکے واسطے بندگی ، اور پڑے بُرا
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ
مانیں منکر۔ صاحب اُونچے درجوں کا، مالک تخت کا- اُتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے
عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ڬ
جس پر چاہے اپنے بندوں میں کہ وہ ڈراوے ملاقات کے دن۔ جسدن وہ لوگ نکل کھڑے ہونگے۔
لَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ
چھپی نہ رہے گی اللہ پر اُن کی کوئی چیز - کس کا راج ہے اُسدن ؛ اللہ کا ہے، جو اکیلا ہے
الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ
دباؤ والا۔ آج بدلہ پاوے گا ہر جی، جیسا کمایا - ظلم نہیں آج بے شک
اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

بعضے از احوال کفّار بعد دخول نار وبیان دلائل قدرت پرودگار

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنَادَوْنَ الی قولہ تعالیٰ سریع الحساب -

ربط) گذشتہ رکوع میں کتابِ الٰہی کی حقانیت بیان فرماتے ہوئے مجادلین و معاندین پر وعید و تہدید تھی اور ساتھ ہی اہلِ ایمان و طاعت کا اعزاز و اکرام اور حاملینِ عرش فرشتوں کی طرف سے ان کے حق میں دعا و استغفار

Marfat.com

کا ذکر تھا۔ تو اس کے بعد ان آیات میں کافروں کی ذلت و حقارت کا بیان ہے کہ قیامت کے روز ان کو کس طرح ذلیل و رسوا ہونا پڑے گا اور اس وقت یہ کافر خود اعتراف کریں گے اور چاہیں گے کہ پھر کسی طرح ہم دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ جائیں تو ایمان لائیں اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ ارشاد فرمایا۔

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کو پکارا جائے گا جبکہ ان کا فیصلہ ہو چکا ہوگا اور دوزخ میں داخل ہونے کے بعد اپنے کفر و شرک پر حسرت و افسوس کر رہے ہوں گے۔ حسرت و ملال اور خود اپنے اوپر غصہ کا یہ عالم ہوگا کہ اپنی انگلیاں شدتِ حسرت کی وجہ سے چبا رہے ہوں گے تو اس وقت ان کو پکار کر کہا جائے گا یقیناً اللہ کی نفرت بڑھ کر ہے تمہاری اس نفرت سے جو تم کو اس وقت خود اپنے سے ہے جبکہ دنیا میں تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا مگر پھر بھی تم کفر کرتے تھے یہ سن کر ان کی حسرت و اذیت میں اور اضافہ ہوگا اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہم کو دو بار بحالتِ موت رکھا کہ ایک موت ہماری پیدائش سے قبل تھی جبکہ ہم بے جان تھے اور پھر دوسری موت ہماری دنیوی زندگی کے بعد جس کو عام طور پر موت کہا جاتا ہے۔ اور دو بار تو نے ہم کو حیات دی۔ ایک حیات جو دنیا میں تھی اور دوسری یہ حیات جو بعثِ بعد الموت آخرت میں اب حاصل ہے۔ جس کا ہم پہلے انکار کرتے تھے اور نہیں مانتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ہے اور اسی انکار کے باعث ہم نے کفر و شرک کیا اور تیرے احکام کی نافرمانی کی لیکن اب ہم کو اپنی غلطی کا اعتراف ہو گیا سو اب ہم اقرار کرتے ہیں اپنی خطاؤں کا تو کیا ہے یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ تاکہ ہم پھر دنیا میں جا کر اپنی خطاؤں کا تدارک کر لیں۔ ایمان لے آئیں اور مطیع و فرمانبردار بن جائیں۔ جیسے کہ دوسرے موقع پر ارشاد ہے کہ یہ لوگ یوں کہیں گے فَهَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّن سَبِيلٍ ظاہر ہے کہ اس کا یہی جواب ہے کہ نہیں اور فرمایا جائے گا اے لوگو اس کی وجہ تو یہ ہے کہ جب صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا نام لیا جاتا تھا تو انکار کرتے تھے اور توحیدِ خداوندی سے نفرت کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تو اس پر تم ایمان لاتے بس اب فیصلہ اللہ ہی کیلئے ہے جو بڑی شان اور بڑے رتبہ والا ہے۔ جو اس کی بارگاہ سے صادر ہو چکا کہ إِنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ کہ اب یہ کافر ہرگز دنیا کی طرف نہیں لوٹیں گے اور اگر بالفرض لوٹیں بھی تو کیا فائدہ ہوگا کیونکہ ایمان تو اسی وقت ایمان تھا جب غیب پر تھا۔ اب جبکہ سب باتوں کا مشاہدہ کر لیا آخرت اور قیامت سب کچھ نظروں کے سامنے آچکا تو اب ایمان کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں رہی اور آج روزِ قیامت کی یہ باتیں ہی خدا کی معرفت کی دلیل ہیں کہ اب تمہیں

ﻫ یہ دو مرتبہ موت کی حالت اور دو مرتبہ حیات کی حالت وہی ہے جو سورۂ بقرہ کی آیت كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ہ

ﻫ منکرین و کفار کے اس کہنے کا کہ تو نے دو مرتبہ ہم کو بحالتِ موت رکھا اور دو مرتبہ زندگی دی یہ مقصد تھا کہ جب اے پروردگار آپ اس بات پر قادر ہیں تو یقیناً آپ کو یہ بھی قدرت ہے کہ تیسری مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف لوٹا دیں تاکہ اس مرتبہ خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں تو آئندہ کلمات میں جواب دیا گیا کہ نہیں اب اس کا کوئی امکان نہیں اور یہ فیصلہ علیٰ کبیر کی عدالتِ عالیہ سے جاری ہوا ہے جس پر اب کوئی اپیل مرافعہ نہیں ہو سکتی۔ ۱۲۔

Marfat.com

یہ سمجھ میں آیا کہ خدا پر ایمان لانا چاہیے وہ پروردگار تو ہمیشہ سے تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے اور آثارتا ہے تمہارے واسطے آسمان سے روزی تو کیا یہ دلیلیں نہ تھیں اور کیا ان مشاہدات سے تم کو خدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی مگر ان سب آیات کے باوجود تم غافل ہی رہے اور حقیقت یہ ہے کہ نصیحت صرف وہی حاصل کرتا ہے جو اپنے رب کی طرف رجوع کرے۔ اور جب تم نے اپنی زندگی میں کبھی خدا کی طرف رخ ہی نہیں کیا تو بتاؤ پھر کس طرح تمہیں ہدایت ہو سکتی ہے تو اے لوگو! پکارو اللہ کو اسی کے واسطے دین کو خالص کرتے ہوئے نہ اس کے سوا کسی کی عبادت کرو اور نہ کسی سے کچھ مانگو اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔ کیونکہ کافر یہ پسند نہیں کرتے کہ اہل ایمان حق پر اور توحید پر قائم رہیں اور وہ چاہا کرتے ہیں کہ اہل حق ان کی رعایت کریں اور ان کی خوشنودی کا لحاظ کریں تو اے مسلمانو! اگر تم اپنے دین پر قائم رہنا چاہتے ہو تو کافروں کی خوشنودی کی فکر چھوڑ دو اور ان کی ناراضگی سے بے خوف ہو کر دین پر مضبوطی سے جمے رہو۔

وہ رفیع الدرجات ہے عرش کا مالک ہے جب وہ بلند درجوں والا عرش کا مالک ہے تو اصل اس کی خوشنودی کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور کافروں کی ناراضگی کا ڈر یا یہ خیال کہ ان کی ناراضگی ہمیں کچھ نقصان یا ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا لغو اور غلط خیال ہے عزت اور سربلندی کا مالک تو رفیع الدرجات ہی ہے وہی درجے بلند کرنے والا بھی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے احکام میں سے کسی بھی حکم کی وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ صاحب وحی ملاقات و اجتماع کے دن سے لوگوں کو ڈرائے جس دن کہ سب لوگ خدا کے سامنے پیش ہوں گے حال یہ ہوگا کہ اللہ پر ان کی کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی اس وقت ہر دیکھنے والا ہر سوچنے والا اور پوچھنے والا جب یہ کہتا ہوگا۔ لمن الملك اليوم کہ آج کے دن کس کی حکومت ہے تو حالات و مشاہدات اور خدا کے فرشتے یہی جواب دیں گے اور سب سے آخر پروردگار عالم ہی کا جواب ہوگا جبکہ ساری مخلوق ہیبت و عظمت خداوندی کے باعث کوئی حرف زبان سے بولنے پر قادر نہ ہوگی لله الواحد القهار بس اسی خدا کے لیے ہے جو یکتا اور غالب ہے۔ آج کے دن بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو اسی کام کا جو اس نے کیا۔ نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی اور نہ کسی کی برائی چھپی رہے گی۔ آج کے دن کچھ ظلم نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ تمام خلائق ایک کھلے میدان میں اللہ رب العزت کے روبرو حاضر ہوں گے نہ کوئی شخص اس کی نظروں سے غائب ہوگا اور نہ کوئی عمل اس سے چھپا ہوگا۔ اس حساب کی سرعت کا عالم یہ ہوگا کہ تمام مخلوق سے حساب اس قدر سریع ہوگا جیسے ایک انسان سے حساب کر لیا جائے جیسے کہ ارشاد مبارک ہے۔ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تو ہر بڑے سے بڑا کام بھی بس پلک جھپکنے میں ہو جاتا ہے۔ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ۔

دعا کی روح اخلاص اور توجہ الی اللہ ہے

فادعوا الله مخلصين له الدين کی تفسیر میں امام احمد بن حنبلؒ سے فرض نماز کے بعد ان کلمات دعائیہ کو بھی بیان کیا گیا جو عبداللہ بن زبیرؓ سے منقول ہیں کہ ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ کہا کرتے۔ لا اله الا الله وحده لا شريك له۔ له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير لا حول ولا قوة الا بالله لا اله الا الله

Marfat.com

ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون ۔
اور عبداللہ بن زبیر یہ فرمایا کرتے تھے تو فادعوا اللہ مخلصین الدین کا عموم اگرچہ مومن کی زندگی کے ہر مرحلہ کے لیے شامل ہے توحید اور عبادت کے اخلاص سے لے کر ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھنے تک۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فادعوا اللہ مخلصین لہ الدین کی مراد یہ بھی ہے کہ اللہ سے اس طرح دعا مانگی جائے کہ اسکی قبولیت کا اللہ کے فضل سے یقین کامل ہو۔

لَمَقْتُ اللّٰہ لغت میں مقت کے معنی نفرت اور بغض کے ہیں اور بعض آئمہ لغت شدت بغض کے معنی بیان کرتے ہیں۔ لام مفتوح تاکید کا ہے عربیت اور اصولِ نحو کی رُو سے لَمَقْتُ اللّٰہ ینادون کا مفعول اور مقولہ ہے کہ کافروں کو پکار کر جو کہا جائے گا وہ یہ قول ہوگا۔ لَمَقْتُ اللّٰہ الخ

مقت الله ترکیبِ اضافی ہے اور مصدر کی اضافت فاعل کی جانب ہے۔ اکثر مفسرین اس آیت کی تفسیر اسی تقدیر کے لحاظ سے کرتے ہیں اور اِذْ کو ظرفیت کے معنی پر محمول کرتے ہیں تو اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ کافروں کو پکار کر کہا جائے گا کہ اے کافرو یقیناً اللہ کا مبغوض رکھنا تم کو دنیا میں جبکہ تمہیں ایمان کی طرف دعوت دی جاتی تھی اس نفرت و بغض سے بڑھ کر تھا جو آج تم کو اس وقت اپنی جانوں سے ہے۔ کیونکہ انسان جب مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ طبعی امر ہے کہ وہ خود اپنے سے متنفر ہوتا ہے۔ چنانچہ کلبی کا قول ہے ہر جہنمی جب جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوگا تو کہیگا اے میری جان میں تجھ کو مبغوض رکھتا ہوں اور تجھ سے مجھے نفرت ہو رہی ہے۔ اس پر فرشتے کہیں گے۔ بے شک اللہ کا بغض و نفرت تم سے اس سے زائد تھا۔ جیسے آج تم کو خود اپنے سے ہے۔

یہ مفہوم تو اِذْ کے ظرفیہ ہونے کی صورت میں ہوا۔ اور اگر اِذْ کو تعلیلیہ لیا جائے تو اذ تدعون الی الایمان علت ہوگی بیان کردہ اللہ کے مقت ناراضگی اور ناگواری کی یعنی آج جس قدر اے جہنمیوں تم کو اپنی جانوں سے بغض و نفرت ہے خدا کو دنیا میں تم سے اس سے بھی زیادہ بغض تھا۔ کیونکہ تم کو بار بار ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر و انکار کرتے تھے۔ (روح المعانی جلد ۲۴)

رفیع الدرجات

رفیع صیغہ صفت مشبہ ہے بمعنی مرتفع اور بلند۔ رفیع الدرجات بلند مرتبے والے کو کہا جاتا ہے۔ ان بلند مرتبوں سے جو اللہ رب العزت کے لیے یہاں ذکر فرمائے جا رہے ہیں۔ اس کی صفاتِ عظیمہ اور جلال و کمال ہے۔ کہ پروردگار عالم اپنی صفاتِ کمالیہ عظمت و جلال کے باعث بہت اونچے مرتبوں والا ہے وہ اپنی وحدانیت و عظمت کے باعث تمام مخلوق سے مستغنی و بے نیاز ہے اور ساری مخلوق خواہ عالمِ اجسام ہو یا عالمِ ارواح اسی کی محتاج ہے۔ مخلوق کی احتیاج مادی اور احتیاج روحانی ہر قسم کی احتیاج اسی کی بارگاہِ عنایت سے پوری ہوتی ہے۔ رزق کے ذریعہ مادی احتیاج پوری فرماتا ہے اور وحی نازل فرما کر روحانی احتیاج کو پورا فرماتا ہے تو اس پہلو کے لحاظ سے یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ فرما کر نظامِ تشریع اور وحی الٰہی کو بیان فرما دیا گیا کہ جس طرح اللہ رب العزت رزق پیدا فرما کر مخلوق کی عام مادی حاجتیں پوری فرماتا ہے اسی طرح وحی نازل فرما کر بندوں کی روحانی حاجتیں بھی پوری کی جاتی ہیں۔ تو اس ذاتِ خداوندی کا ایسی بلند و بالا صفات

Marfat.com

سے متصف ہونا اور شانِ صمدیت (بے نیازی) اور اس امر کا کہ کل کائنات اس کی محتاج ہے۔ مادی احتیاج کے لحاظ سے بھی اور روحانی احتیاج کے لحاظ سے بھی غرض بہ جملہ امور اس کے مقتضی ہیں وہ یکتا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

بعض اقوال مفسرین کی رو سے رفیع بمعنی رافع یعنی بلند کرنے والا ہے۔ اور درجات سے مخلوق کے درجات و مراتب مراد ہیں تو مراد یہ ہوگی کہ وہ مخلوق کے درجات بلند کرنے والا ہے کہ انبیاء و اولیاء کے درجات عام مومنین پر بلند کیے اور مومنین کے درمیان علم و فضل اخلاق کے لحاظ سے کسی کے درجے کسی پر بلند کیے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ یرفع اللّٰہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اور پھر اہلِ ایمان کو کل بنی آدم میں فوقیت دی۔ اسی طرح ملائکہ میں بعض کو بعض پر بلندی عطا کی جیسے کہ وَمَا مِنَّا اِلَّا مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ

علی ہذا القیاس اجسام میں بھی اللہ نے بعض اجسام کو بعض دوسرے اجسام پر فضیلت و بلندی عطا کی بعض سفلیات ہیں تو بعض علویات بعض اجرام مکدر و بے نور اور مظلم و تاریک ہیں تو بعض اجرام روشن و منور بلکہ عالم کو روشن کرنے والے ہیں۔

بعض اقوال مفسرین ہیں درجات سے آسمان مراد لیے ہیں۔ کہ آسمانوں کو بلند بنایا والسماء رفعھا اور رفع سمکھا فسوّاھا جیسے ارشاد فرمایا گیا۔ سعید بن جبیر سے منقول ہے۔ فرمایا کرتے وہ ہر آسمان کے اوپر دوسرا آسمان ہے اور سبع سموات پر عرشِ الٰہی۔

روح سے مراد وحی الٰہی ہے جیسے آیت مبارکہ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ہیں وحی کو روح کے عنوان سے تعبیر کیا گیا۔ روح سے مراد بعض نے جبریلِ امین لیا ہے کیونکہ وہ روح القدس ہیں چنانچہ نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک باذن اللہ میں حضرت جبریلِ امین کا بھی اترنا بیان کیا گیا۔

یوم التلاق قیامت کا نام ہے

یوم التلاق۔ تلاقی لغت میں ایک کا دوسرے سے ملنا ہے۔ تلاقی بمعنی ملاقات علی بن طلحہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ "یوم التلاق" یوم قیامت کے ناموں سے ایک نام ہے۔ ابنِ جریج نے عبداللہ بن عباس سے یوم التلاق کی وجہ تسمیہ میں یہ ذکر کیا کہ قیامت کا دن اس وجہ سے یوم التلاق کہلاتا ہے کہ وہ ملاقات کا روز ہوگا کہ اس میں کل اولادِ آدم ایک دوسرے سے ملاقات کرے گی۔ اس دن انسانوں کی فرشتوں سے ملاقات ہوگی۔ ہر انسان اپنے عمل سے ملاقات کرے گا۔ ہر انسان کو اپنے عمل کا نتیجہ ملے گا اور وہ اپنے انجام سے ملنے والا ہوگا۔ یہی دن وہ ہوگا اس میں بندہ اپنے پروردگار سے ملے گا۔ غرض ہر لحاظ سے قیامت کا دن ملاقات کا دن ہے۔ (تفسیر ابنِ کثیر ج ۴)

لمن الملک الیوم حافظ ابنِ کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے بیان فرمایا۔ قیامت سے قبل ایک منادی پکارے گا۔ ایھا الناس اتتکم الساعۃ کہ اے لوگو! قیامت آچکی ہے اور یہ آواز ہر زندہ و مردہ کو سنائی جائے گی اور اللہ رب العزت آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرمائیں گے اور ارشاد ہوگا۔ لمن الملک الیوم اور خود رب العزت ہی کی طرف سے جواب صادر ہوگا للہ الواحد القہار۔

عبداللہ بن عمر کی حدیث میں یہ مضمون اس طرح ذکر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے دستِ قدرت میں لپیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا۔ این الجبارون این المتکبرون این الملوک کہ کہاں ہیں بادشاہ کہاں ہیں بڑے زور و طاقت

Marfat.com

والے۔ کہاں ہیں بڑے غرور و نخوت والے۔ ہر طرف سے سکوت ہوگا۔ خود ہی ارشاد فرمائیں گے۔ انا الملک انا الجبار بس میں ہی ہوں بادشاہ میں ہی زور و طاقت والا، میں ہی ہوں بڑائی والا۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ
اور خبر سنا دے ان کو، اس نزدیک آنیوالے دن کی جسوقت دل پہنچ گئے

لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ
گلوں کو، دبا رہے ہوں گے۔ کوئی نہیں گنہگاروں کا دوست، اور نہ کوئی سفارشی

يُّطَاعُ ۭ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ
جسکی بات مانی جاوے۔ وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ، اور جو چھپا ہے سینوں میں۔ اور اللہ

يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ
چکاتا ہے انصاف۔ اور جن کو پکارتے ہیں۔ اسکے سوا، نہیں چکاتے ہیں

بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي
کچھ۔ بے شک اللہ جو ہے، وہی ہے سنتا دیکھتا۔ کیا پھرے نہیں ملک

الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ
میں؛ کہ دیکھتے آخر کیسا ہوا اُن کا؛ جو تھے ان سے پہلے

كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
وہ تھے ان سے سخت زور میں، اور جو نشان چھوڑ گئے زمین میں، پھر ان کو پکڑا اللہ نے

بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ
ان کے گناہوں پر۔ اور نہ ہوا ان کو اللہ سے کوئی بچانے والا۔ یہ اس پر، کہ ان پاس

تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ قَوِيٌّ
آتے تھے ان کے رسول، کھلے نشان لے کر، پھر منکر ہوئے، پھر انکو پکڑا اللہ نے۔ بیشک وہ زور آور

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾
ہے سخت مار دینے والا۔ اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر، اور کھلی سند۔

Marfat.com

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَٰنَ وَقَٰرُونَ فَقَالُواْ سَٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا
فرعون اور ہامان اور قارون پاس، پھر کہنے لگے، یہ جادوگر ہے جھوٹا ف ۱ پھر جب
جَآءَهُم بِٱلْحَقِّ مِنْ عِندِنَا قَالُواْ ٱقْتُلُوٓاْ أَبْنَآءَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ
پہنچا ان پاس لے کر سچی بات ہمارے پاس سے، بولے، مار و بیٹے ان کے جو یقین لائے ہیں اسکے
مَعَهُۥ وَٱسْتَحْيُواْ نِسَآءَهُمْ ۚ وَمَا كَيْدُ ٱلْكَٰفِرِينَ إِلَّا فِى ضَلَٰلٍ ﴿٢٥﴾
ساتھ، اور جیتی رکھو ان کی عورتیں۔ اور جو داؤ ہے منکروں کا سو غلطی میں ۔
وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِىٓ أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُۥٓ ۖ إِنِّىٓ أَخَافُ
اور بولا فرعون، مجھ کو چھوڑو کہ مار ڈالوں موسیٰ کو، اور پڑا پکارے اپنے رب کو۔ میں ڈرتا ہوں
أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن يُظْهِرَ فِى ٱلْأَرْضِ ٱلْفَسَادَ ﴿٢٦﴾ وَقَالَ
کہ بگاڑے تمہاری راہ، یا نکالے ملک میں خرابی ف ۲ ۔ اور کہا
مُوسَىٰٓ إِنِّى عُذْتُ بِرَبِّى وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ
موسیٰ نے، میں پناہ لے چکا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی، ہر غرور والے سے جو یقین نہ کرے
بِيَوْمِ ٱلْحِسَابِ ﴿٢٧﴾
حساب کا دن ف ۳

تنبیہ و وعید برائے ظالمین از کرب و اضطراب روز قیامت مع تذکرہ قصہ موسیٰ علیہ السلام

قال اللہ تعالیٰ وانذرھم یوم الآزفۃ ۔۔۔ الیٰ قولہ من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب

(ربط) گذشتہ آیات میں منکرین کی ذلت و رسوائی کا بیان تھا اور یہ کہ قیامت کے روز عذاب خداوندی دیکھ کر وہ اس کی تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں پھر دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تاکہ ہم ایمان لے آئیں اور نیک کام کرلیں اب ان آیات میں ایسے منکروں اور ظالموں کو اس دن کی بے چینی اور اضطراب سے متنبہ کیا جارہا ہے اور اسی کے ساتھ تاریخ قدیم میں گزرے ہوئے مجرمین اور سرکشوں کا انجام ہلاکت بیان کرکے یہ سمجھایا جارہا ہے اے کفار مکہ تم لوگ اللہ کے دین کا مقابلہ اور پیغمبر خدا کی مخالفت کرکے خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ عاد و ثمود کو جب ان کی بے پناہ طاقت اور قوت نہ بچاسکی تو تمہاری کیا حقیقت ہے۔ تو فرمایا۔

اور اے ہمارے پیغمبر آپ ان کو ڈرا دیجئے قریب آنے والے دن کی مصیبت سے جو قیامت کا دن ہے جس وقت کہ

Marfat.com

کلیجے منہ تک آ گئے ہوں گے شدت اضطراب و بے چینی کی وجہ سے دم گھٹتے ہوں گے شدت غم کی وجہ سے حال یہ ہوگا کہ اس وقت ان ظالموں کے واسطے نہ کوئی ولی اور دوست ہوگا اور نہ ہی کوئی ایسا سفارشی ہوگا۔ جس کی بات مانی جائے وہ پروردگار ظاہری اعمال و افعال اور نافرمانیاں تو در کنار وہ تو جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جن کو سینے چھپاتے ہیں اور جس پروردگار کا علم اس قدر وسیع اور محیط ہو وہ اللہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے تھے وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کو نہ علم ہے اور نہ قدرت ہے علم کے بغیر فیصلہ درست نہیں ہو سکتا اور قدرت کے بغیر نافذ نہیں ہو سکتا بے شک اللہ ہی وہ پروردگار ہے جو سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے اس بناء پر اس کا فیصلہ نہایت ہی محکم ہوگا اور ہر عمل کا بدلہ عین عمل کے مطابق ہوگا کیا یہ لوگ اے ہمارے پیغمبر جو آپ کی تکذیب و انکار کر رہے ہیں نہیں چلے پھرے ہیں زمین میں اور کیا انہوں نے ملک در ملک سفر نہیں کیا کہ یہ دیکھ لیتے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے ان کے کفر اور خدا کے پیغمبر سے عناد رکھنے کی وجہ سے جو ان سے زیادہ مضبوط تھے طاقت اور زور کے لحاظ سے اور ایسی نشانیوں کے لحاظ سے جو زمین میں چھوڑ گئے ہیں جیسے انکی عمارات اور محفوظ ترین قلعے اور پہاڑوں سے تراشے ہوئے مکانات تو اللہ نے ان کو پکڑا ان کے گناہوں کی وجہ سے اور جب عذاب ان پر مسلط ہوا تو ان کو خدا کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوا۔ یہ مواخذہ اور عذاب الٰہی ان پر اس وجہ سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں دلائل اور احکام خداوندی لے کر آتے رہے لیکن انہوں نے نہ مانا اور کفر پر ڈٹے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کو پکڑا بے شک وہ تو بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے یہ تھی وہ علت اور وجہ ان مجرمین پر عذاب خداوندی آنے کی تو اے کفار مکہ اگر تم بھی رسول خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور مخالفت پر قائم رہے تو تمہارا انجام بھی ہلاکت و ذلت میں ایسا ہی ہوگا۔

اور بے شک ہم نے بھیجا موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے احکام دے کر اور کھلی نشانی کے ساتھ جو ان کی نبوت و رسالت کی واضح دلیل تھی۔ فرعون و ہامان اور قارون کی طرف۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ معجزات اور واضح دلائل کی بناء پر اللہ کے احکام مانتے اور موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کرتے لیکن انہوں نے کہا یہ تو جادوگر ہے بڑا ہی جھوٹا معجزہ کو جادو قرار دیا۔ اور اعلانِ نبوت کو جھوٹ کہا کہ نہ یہ اللہ کے پیغمبر ہیں اور نہ یہ اس کے احکام لے کر آئے ہیں۔ یہ بات ابتدا میں فرعون و ہامان اور قارون جیسے خواص کہتے رہے اور یہی چاہا کہ عام لوگوں کے سامنے اس حق و صداقت کو نہ آنے دیں اور اس تدبیر سے لوگوں کو برگشتہ کرتے رہیں مگر ان تمام کوششوں کے باوجود جب ان لوگوں یعنی بنی اسرائیل کے سامنے حق آ گیا جو ہماری طرف سے تھا اور کچھ لوگ ایمان بھی لے آئے تو ان خاص لوگوں نے باہمی مشورہ اور تدبیر کے طور پر کہا قتل کر ڈالو ان لوگوں کے بیٹوں کو جو ان کے ساتھ ہو کر ایمان لائے تاکہ یہ نسل جوان ہو کر قوت و جمعیت نہ حاصل کر سکے اور ان کی لڑکیاں کو زندہ چھوڑ دو کیونکہ ان سے اس قسم کا کوئی اندیشہ نہیں اور ان سے اپنے گھروں کی خدمت بھی لینی ہے[؎] غرض ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلبہ کے انسداد کی یہ تدبیر کی اور حالانکہ کافروں کی تدبیر سوائے بربادی اور بے اثر ہونے

؎۔ یہ قتل کی تدبیر جو مرتب کی گئی تھی حضرت موسیٰؑ کی نبوت کے بعد کا قصہ ہے تو ظاہر ہے کہ اقتلوا ابناء الذین آمنوا اس قتل کے واقعہ کے علاوہ ہے" یذبح ابناءهم ویستحی نساءهم میں قبل از ولادت موسیٰ تھا کہ نصِ صریح روایت سے معلوم نہیں ہو سکی کہ اس تدبیر و سازش کے مطابق عمل ہوا یا نہیں۔

Marfat.com

کے اور کچھ بھی نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فرعون و ہامان کی ساری تدبیریں رکھی رہیں اور اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کامیاب و غالب بنایا اور فرعون اور اس کے لشکر کو تباہ و غارت کیا۔

اور فرعون نے اہلِ دربار سے کہا مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے رب کو پکارے اپنی مدد کے لیے۔ اے اہلِ دربار اس کی ان باتوں سے مجھ کو ایسا اندیشہ ہے کہ وہ تمہارا دین (نہ) بدل ڈالے یا ملک میں کوئی فساد نہ پھیلا دے۔ کافر اور کافرانہ نظریات رکھنے والوں کے نزدیک پیغمبر خدا کی ہدایات اور تعلیمات کی اشاعت اور لوگوں کے اعمال و اخلاق کی درستگی کا نام فساد ہے۔ گویا فساد ان کی خواہشات اور شہنشاہیت میں خلل پڑ جانے کا نام ہے اہلِ دربار بظاہر قتل کی رائے نہ دیتے ہوں گے یا روکتے ہوں گے یا تو مصلحت کے خلاف ہونے کی وجہ سے یا اس بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کو ان کے معجزات اور معقول دلائل سے حق سمجھ رہے ہوں اور یہ خیال کر رہے ہوں اس حق کا مقابلہ ہمارے واسطے انجام کار تباہی کا موجب ہو گا۔ چنانچہ آیت وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا یعنی ان لوگوں نے ان آیات و بینات کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل اس کا پورا یقین کر رہے تھے یہ انکار محض ظلم اور تکبر کی وجہ سے تھا۔ پھر ان لفظوں سے کہ ذرونی مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ فرعون خود بھی اپنے دل میں خائف تھا۔ اور جرأت نہیں ہو رہی تھی۔ کہ قتل کر ڈالے اور ڈرتا ہو گا کہ اگر ایسا کیا تو کہیں کوئی آسمانی بلا تباہ نہ کر دے کیونکہ معجزات سے اس کو یقین تو ہو چکا تھا اور وَلْیَدْعُ رَبَّہٗ بھی محض عیاری، اپنی بڑائی اور قوت کا رعب ڈالنے کے لیے تھا ورنہ دل اندر سے کانپ رہا ہو گا۔ غرض فرعون کی طرف سے تو یہ سازش و مکاری کا سلسلہ جاری تھا۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے یہ سب کچھ معلوم ہونے پر نہایت ہی اطمینان سے کہا بے شک میں پناہ حاصل کرتا ہوں اپنے رب کی ہر مغرور و متکبر شخص سے جو حساب کے دن پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اسی وجہ سے وہ بڑی دلیری اور ڈھٹائی کے ساتھ حق کے مقابلہ پر تلا ہوا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح کا غرور و نخوت سوائے اس کے اور کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی کہ اس شخص کو نہ قیامت کا ڈر ہے اور نہ خداوند عالم کے مواخذہ کی فکر ہے۔

ف۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، فرعون نے کہا مجھ کو چھوڑ دو شاید اس کے ارکان سلطنت مار ڈالنے کا مشورہ نہ دیتے ہوں گے کیونکہ معجزہ دیکھ کر ڈر گئے تھے کہیں اس کا رب بدلہ نہ لے فرعون خود بھی ڈرا ہوا تھا لیکن لوگوں پر اپنی قوت و شجاعت کا اظہار کرنے کیلئے انتہائی شقاوت و بیحیائی سے ایسا کہہ رہا تھا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اسکو قتل سے کوئی چیز مانع نہیں، اور اسکو اپنے ارادہ سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ ۱۲

ف۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا اس وقت تھا جب ان کو فرعون اور فرعون کے درباریوں کے اس مشورہ کا علم ہوا تو اپنی قوم سے فرمایا کہ مجھے ان دھمکیوں کی ہرگز کوئی پرواہ نہیں میں تو اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں اس کی پناہ کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں توڑ سکتی اور فرعون یا اس کے ارکانِ حکومت تو کیا مجھے تو دنیا کے سارے متکبرین وجبارین کا بھی کوئی ڈر نہیں مجھے بس اسی کی پناہ و حمایت کافی ہے تو اپنی قوم سے تخاطب کی بناء پر بربی وربکم کہ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لیتا ہوں کہ عنوان اختیار کیا۔ بہت ممکن ہے وربکم کا عنوان فرعون کے لوگوں کو سنانے کے لیے کیا ہو تاکہ ان پر یہ بات جتلادیں کہ وہ تمہارا بھی رب ہے تم کدھر بھٹکے ہوئے ہو۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے تمام جبار و متکبر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میں تنہا اسی رب کی پناہ لے رہا ہوں وہی میرا حامی و مددگار ہے جیسے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لا تخافا اننی معکما اسمع واری۔ حضرت تھانویؒ من کل متکبر کے ترجمہ میں بہ لفظ فرماتے ہیں ہر خر دماغ شخص۔

Marfat.com

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ
٭ اور بولا ایک مرد ایماندار فرعون کے لوگوں میں، جو چھپاتا تھا
اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ
اپنا ایمان، کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر، کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، اور لایا ہے تم پاس
بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ
کھلی نشانیاں تمہارے رب کی - اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس پر پڑے گا اس کا جھوٹ - اور اگر
يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ
وہ سچا ہوگا تو تم پر پڑے گا کوئی وعدہ، جو دیتا ہے بے شک اللہ راہ نہیں دیتا
مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ
اسکو جو ہو بے لحاظ جھوٹا وہ ٭ اے قوم میری! تمہارا راج ہے آج، چڑھ رہے ہو
فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ
ملک میں، پھر کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی آفت سے؟ اگر آ گئی ہم پر، بولا
فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ
فرعون، میں وہی سوجھاتا ہوں تم کو، جو سوجھا مجھ کو، اور وہی راہ بتاتا ہوں جس میں
الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ
بھلائی ہے ٭ اور کہا اس ایماندار نے، اے قوم میری! میں ڈرتا ہوں، کہ آوے تم پر دن
يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ
ان فرقوں کا سا - جیسے رسم پڑی قوم نوح کی، اور عاد اور ثمود کی، اور جو
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿٣١﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ
ان کے پیچھے ہوئے - اور اللہ بے انصافی نہیں چاہتا بندوں پر ٭ اور اے قوم میری! میں ڈرتا ہوں کہ
عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
تم پر آوے دن ہانک پکار کا - جس دن بھاگو گے پیٹھ دے کر - کوئی نہیں تم کو اللہ سے

Marfat.com

مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ
بچانے والا - اور جس کو غلطی میں ڈالے اللہ، تو کوئی نہیں اسکو سوجھانے والا ۔ اور تم پاس آچکا ہے
يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ
یوسف اس سے پہلے کھلی باتیں لے کر، پھر تم رہے دھوکے ہی میں ان چیزوں سے، جو وہ لایا -
حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ
یہاں تک کہ جب مرگیا، کہنے لگے، ہرگز نہ بھیجے گا اللہ اس کے بعد کوئی رسول - اسی طرح
يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾ ۨالَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ
بھکاتا ہے اللہ اسکو، جو ہو زیادتی والا شک کرتا ۔ وہ جو جھگڑتے ہیں اللہ کی
اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ
باتوں میں بغیر کچھ سند کے، جو پہنچی ہو ان کو - بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں، اور ایمانداروں
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾
کے ہاں - اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر دل پر غرور والے سرکش کے ۔

قصۂ مردِ مومن از آلِ فرعون و نصیحت و ارشاد و دعوت ایمان

فرعون و ارکانِ سلطنت و زجر و توبیخ بر ارادۂ قتل موسیٰ علیہ السلام

قال اللہ تعالیٰ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ... الیٰ قولہ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ

ربط: گذشتہ آیات میں یہ مضمون چل رہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ کے احکام نشانیاں اور کھلی سند لے کر آئے اور ان دلائل سے لوگوں کے سامنے حق اور باطل کا فرق واضح ہونے لگا تو فرعون اور اس کے اہلِ دربار کو یہ خطرہ ہوا کہ اس طرح کہیں لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئیں۔ جس کا انجام فرعون کی حکومت کا زوال ہے تو اس نے یہ ارادہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دے چنانچہ اس کا اظہار و اعلان بھی کیا یہ کہتے ہوئے کہ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ تو اس مجلس مشورہ میں ایک مومن شخص بھی فرعون کے خاندان سے تھا۔ جس نے ابھی تک اپنے ایمان کو مخفی رکھا تھا یا کسی اور طریقہ سے اس کو علم ہوا ہو تو اس شخص مومن نے اس رائے کی شدت سے مخالفت کی اور ایسا کرنے سے منع کیا اور ضمن میں فرعون کو اور فرعون کے ارکانِ حکومت کو نصیحت کی اور ایمان کی دعوت دی۔ تو ان آیات میں اس مردِ مومن کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے اور اس کی ان پاکیزہ اور بلند نصیحتوں کا ذکر ہے جو اس نے فرعون اور اس کے ارکانِ حکومت کو رُشد و فلاح کی دعوت دیتے ہوئے کیں فرمایا

Marfat.com

اور کہا ایک شخص مومن نے فرعون کے خاندان سے جو ابھی تک اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ کیا تم ایک شخص کو قتل کر رہے ہو محض اس وجہ سے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب تو بس اللہ ہے۔ یقیناً یہ بات ایسی تو نہیں ہے کہ اس پر کسی کے قتل کا منصوبہ بنایا جائے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور دلائل لے کر آیا ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے تو بڑی ہی بری بات ہے کسی معقول چیز کا انکار کرنا۔ پھر جبکہ وہ اپنی صداقت کے لیے دلائل اور نشانیاں بھی رکھتا ہو اور صرف یہی نہیں کہ تم اس کی بات کو قبول نہ کرو تم تو اس کے قتل کرنے پر آمادہ ہو جو نہایت ہی نازیبا بات ہے۔ ایسا نہ کرو اور اگر بالفرض وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا جس کے نتیجہ میں وہ خود ہی ذلیل و ناکام ہوگا اور اس صورت میں ہمیں نقصان و تکلیف کا کوئی اندیشہ نہ ہونا چاہیے اور اگر وہ سچا ہے تو اس میں سے ضرور تم کو کچھ پہنچے گا۔ جس کا وہ وعدہ اور پیش گوئی کر رہا ہے کیونکہ اس کا یہ اعلان ہے۔ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی کہ ہمیں یہ وحی بھیجی گئی ہے بے شک خدا کا عذاب اس شخص پر واقع ہو کر رہے گا جو خدا کی بات جھٹلائے اور روگردانی کرے تو سچا ہونے کی صورت میں تو اس کو قتل کرنا درحقیقت اپنے واسطے عذاب اور مصیبت کو دعوت دینا ہے اور ظاہر ہے یہ کوئی دانشمندی نہیں ہے کہ خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا جائے۔ الغرض ایک لحاظ سے یہ قتل بے سود اور بے کار ہے اور ایک لحاظ سے خود اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ عقل کا تقاضا ہے بے سود کام سے بچا جائے اور ہلاکت سے بھی اپنے کو بچایا جائے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو حد سے بڑھ جانے والا اور بہت جھوٹ بولنے والا ہو اگرچہ کسی جھوٹے کی کوئی بات ابتداءً چل پڑے مگر انجام کار ایسے شخص کو ذلت و ناکامی اور محرومی ہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس ضابطہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بس سمجھ لینا چاہیے کہ موسیٰ اگر اپنے دعوائے نبوت و رسالت میں جھوٹے ہیں تو یہ جھوٹ براہ راست خدا پر افتراء اور بہتان ہونے کی وجہ سے حد سے بڑھ جانا ہے اور مخلوقِ خدا کو دھوکہ میں ڈالنا ہے اور حق تعالیٰ خود ایسے شخص کو ذلیل و ناکام بنائے گا۔ یہ مردِ مومن ان کلمات میں اس امر کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ جب موسیٰ کے بارہ میں دونوں احتمال ہیں تو ان کے صادق ہونے کی صورت میں اس کی تکذیب اور قتل پر اقدام اے فرعونیو! یہ تمہاری طرف سے زیادتی ہوگی اوّل تو تم اس بناء پر مسرف ہو گے اور اپنے مقصد کو نہیں پہنچ سکو گے۔ اس قانون سے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ

ف۔ آئمہ مفسرین کے نزدیک مشہور قول یہی ہے کہ یہ شخص مومن قبطی تھا فرعون کے خاندان سے۔ سُدّی نے یہ تصریح کی ہے یہ فرعون کا ابنِ عم یعنی چچازاد بھائی تھا اور ایک قول کے مطابق یہ وہ شخص ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے ہمراہیوں میں بحرِ قلزم سے عبور کرنے اور نجات پانے والا تھا۔ ابنِ جریر نے اس قول کو اختیار کیا اور ان بعض مفسرین کا قول رد کیا جن کا خیال یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل میں سے تھا کیونکہ فرعون نے اس کی بات سنی اور متاثر بھی ہوا۔ چنانچہ ان ہی مردِ مومن کے موثر خطاب سے موسیٰ علیہ السلام کے ارادۂ قتل سے باز آیا۔ اگر یہ بنی اسرائیل میں سے ہوتے تو اوّل تو اتنی جرأت ہی مشکل تھی اور اگر جرأت کر کے کچھ کہنا شروع کرتا تو فرعون فوراً ہی اس کا کام تمام کر دیتا اور نوبت ہی نہ آنے دیتا کہ اتنی مفصل گفتگو اور اس تفصیل کے ساتھ سلسلۂ نصیحت شروع کر دے۔

ابنِ جریر نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ فرعون کے خاندان سے سوائے اس مردِ مومن اور اس کی بیوی آسیہ کے اور کوئی ایمان نہیں لایا۔ (ابنِ کثیر ج ۴)

Marfat.com

جس کا انجام یہ ہو گا کہ موسیٰ کو قتل بھی نہ کر سکو گے اور دوسرے یہ کہ ان کے صادق ہونے کی وجہ سے جو بات وہ کہتے ہیں وہ پوری ہو گی اور تمہیں اس عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا جس کی موسیٰ (علیہ السلام) نے خبر دی ہے۔

اس مردِ مومن نے اس بلیغ اور پر اثر گفتگو میں فرعونیوں کو حق اور صداقت کی طرف دعوت دی اور نہایت لطیف انداز میں اس پر آمادہ کرنا چاہا۔ پھر اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ جس دولت و حکومت پر غرور نے اس ناپاک ارادہ پر آمادہ کیا تھا اس کے بارہ میں اس نے نصیحت کی اور کہا اے میرے بھائیو! آج تمہارے واسطے سلطنت و اقتدار ہے اس طرح کہ تم اس سرزمین میں غالب و حکمران ہو لیکن بتاؤ کون ہماری مدد کرے گا اللہ کا عذاب آنے کی صورت میں اگر وہ ہم پر آ گیا۔ موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کر دینے کی وجہ سے فرعون نے اس مردِ مومن کی ان باتوں کو سن کر کہا میں تم کو وہی رائے دوں گا جو میں بہتر سمجھ رہا ہوں۔ اور میں تم کو وہی راستہ بتا رہا ہوں جو عین مصلحت ہے اور وہ یہی ہے کہ موسیٰ کو قتل کر دیا جائے یہ مردِ مومن اس بات کو سن کر مغموم و متفکر ہوا۔ سوچا کہ نرمی اور نصیحت سے مخاطب کوئی اثر قبول نہیں کرتا۔ کلام کا رخ بدلا اور کہا اس مومن شخص نے اے میری قوم مجھے تو ڈر لگ رہا ہے تمہارے متعلق ایسے ہی روزِ بد کا جیسے اور امتوں پر قہر و عذاب کا دن آیا جیسا حال قوم نوح قوم عاد و ثمود اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آنے والوں کا یعنی قوم لوط وغیرہ کا ہوا۔ کہ ان کو ان کی اسی طرح شقاوت اور نخوت و تکبر کی وجہ سے عذابِ خداوندی نے ہلاک کر ڈالا۔ یقیناً یہ سب کچھ صرف انہی کے اعمال کے باعث ہوا اور خدا تو بندوں پر ذرہ برابر بھی ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ مگر ظاہر ہے کہ جب تمہارے اعمال ان ہی جیسے ہوں گے تو یقیناً اسی طرح کا عذاب بھی تم پر مسلط ہو گا۔ یہ تو دنیا کی زندگی میں عذاب ہے جو ایسی قوموں کو ہلاک کرنا ہی ہے اور میرے بھائیو! مجھے تو تمہارے متعلق اندیشہ ہے اس دن کے بھی شدید عذاب کا جس دن میں کثرت ندائیں پکار اور آوازیں پڑنے والی ہوں گی اور ان آوازوں اور نداؤں سے لوگوں کے ہوش و حواس پراگندہ ہوں گے۔ اول ندا ہولناک تو صور کی آواز ہو گی جب پھونکا جائے گا اور سب مدہوش ہو جائیں گے پھر ندا دوبارہ نفخ صور کی ہو گی جس سے سارے مردے زندہ ہو کر میدانِ حشر میں جمع ہوں گے یہ وہی ندا ہو گی جس کا ذکر قرآنِ کریم کی اس آیت میں یَوۡمَ یُنَادِ الۡمُنَادِ مِنۡ مَّكَانٍ قَرِیۡبٍ یَّوۡمَ یَسۡمَعُوۡنَ الصَّیۡحَۃَ بِالۡحَقِّ پھر ایک ندا اور ہو گی کہ اے لوگو! کھڑے ہو جاؤ حساب کے واسطے۔ جیسے ارشاد ہے۔ یوم ندعو کل اُناسٍ بِاِمَامِھِم پھر ایک ندا اور پکار جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان ہو گی۔ جس کا ذکر وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اور وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ آیات میں ہے پھر سب سے اخیر میں ایک وہ ندا ہو گی جو موت کو ذبح کرنے کے وقت اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کو دی جائے گی یا اہل الجنۃ اور یا اہل النار۔ اس ندا پر جب جنتی اور جہنمی متوجہ ہوں گے اور دیکھنے لگیں گے۔ جنتی گھبرا کر دیکھیں گے کیا ماجرا ہے ہم کو کیوں آواز دی جا رہی ہے۔ جہنمی دیکھیں گے اور متوجہ ہوں گے کچھ توقع اور طمع کے ساتھ کہ شاید ہمیں عذاب سے نجات کا پروانہ دینے کے لیے پکارا گیا ہو گا۔ مگر ان نداؤں کے بعد اور اہلِ جنت و اہلِ نار کے متوجہ ہونے کے بعد اعلان ہو گا موت کو ذبح کرتے ہوئے خُلُوۡدٌ لَا مَوۡتَ کہ بس اب جس کے بعد کہ موت کو موت دے دی گئی۔ دوام و خلود ہی ہے آئندہ کسی کو موت نہیں نہ اہلِ جنت کو نہ دوزخیوں کو۔ غرض ان تمام نداؤں کے اجتماع کے باعث یہ دن یوم التناد ہوا۔ (ماخوذ از تفسیر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

اور یہ یوم التناد وہ دن ہوگا جس میں تم پشت پھیر کر دوزخ کی طرف جاتے ہوں گے اس وقت تم کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا اللہ کے عذاب سے اور حقیقت یہ ہے کہ جس کسی بدنصیب کو اللہ ہی گمراہ کر دے اس کو کوئی راہِ راست پر لانے والا نہیں۔ ان حقائق اور سبق آموز نصیحتوں کے بعد توبیخ و تہدید کے انداز میں اس مردِ مومن نے کہا اور اے لوگو! تمہارے پاس تو اس سے قبل یوسف بھی بینات و دلائل لے کر آئے لیکن اے قوم قبط تم یعنی تمہارے اسلاف جن کے نقشِ قدم پر تم چل رہے ہو ہمیشہ شک ہی میں مبتلا رہے اس چیز کے بارہ میں جو وہ لے کر آئے تھے اور چونکہ وہ تمہارے اسلاف تھے اور تم ان کی باتوں کو سند سمجھتے ہو اس بناء پر تم ہی کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ تم برابر اس میں شک کرتے رہے یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم کہنے لگے کہ بس اب اللہ تعالٰے اور کوئی رسول نہیں بھیجے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حالت کو دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ یہ بدنصیب انبیاء کی تعلیم و ہدایت کا کوئی اثر قبول ہی نہیں کرتے لہٰذا ان کے پاس کسی رسول کا بھیجنا بیکار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے ہیں۔ ان کے غرور و نخوت نے ان کو اللہ کے احکام میں گستاخ بنا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ اسی طرح غلطی میں ڈالے رکھتا ہے ہر ایسے حد سے بڑھ جانے والے شک و تردد میں پڑ جانے والے لوگوں کو جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے رہتے ہیں بغیر کسی سند و حجت کے جو ان کے پاس آئی ہو بہت ہی بڑی ہے یہ چیز ناگواری اور نفرت کے لحاظ سے اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک۔ کہ انسان اللہ ہی کے احکام اور اس کی آیتوں میں خصومت کرتا رہے۔ اسی طرح اللہ تعالٰے ہر مغرور و جابر کے پورے قلب پر مہر لگا دیتا ہے۔ اور سارا قلب اس مہر کے احاطہ میں گھر جاتا ہے اور اس کا کوئی گوشہ خالی نہیں رہتا کہ اس خالی رخ اور سمت سے حق فہمی کی کوئی صلاحیت باقی رہ جائے۔ جیسے کسی برتن کے پورے منہ پر اگر مہر لگ گئی تو اس کے بعد ظاہر ہے کہ کوئی ایسا سوراخ و منفذ باقی نہیں رہتا کہ باہر سے کوئی چیز اس برتن کے اندر ڈالی جا سکے۔ اور علیٰ ہذا جب اس پر مہر لگ گئی تو اندر سے کسی چیز کے نکلنے کا امکان نہیں رہا۔ تو بس یہی حال ایسے مغرور و سرکش انسان کے قلب کا ہوتا ہے جب پورے قلب پر مہر لگ گئی تو باہر سے ہدایت و نصیحت اندر نہیں جا سکتی اور اندر کی شقاوت باہر نہیں نکل سکتی۔ یا حسرۃ علی العباد۔

یہاں تک اس مردِ مومن کی ناصحانہ تقریر تھی جو فرعون اور اس کے ارکانِ حکومت کو خطاب کرتے ہوئے کی آج سے پہلے اگرچہ اس بزرگ مومن نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہو لیکن اس واضح اور کھلم کھلا دعوت توحید اور شقاوت و بدبختی سے زجر و توبیخ کی وجہ سے تو ان کا ایمان علی الاعلان ظاہر ہو گیا۔ اس مردِ مومن نے اپنی اس تقریر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ جو دو شقیں اختیار کیں۔ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ العیاذ باللہ اس بنا پر نہیں کہ یہ دو احتمال موسیٰ علیہ السلام میں ممکن اور متحمل تھے بلکہ ظاہر ہے کہ وہ ان کی صداقت و حقانیت پر کامل یقین و ایمان رکھنے والے تھے یہ محض تعبیر اور بیان میں دو شقیں حجت پوری کرنے کے لیے تھیں اور اس غرض سے مخاطبین اس سے پوری طرح متاثر ہوں اور ان کی بات کو اسی تخیل کے ساتھ سنیں بہ کسی طرح حمایت اور جانبداری کے جذبہ سے بلکہ یہ ایک اصولی اور قطعی بات ہے اس لیے موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ کو ایسی ہی روشنی اور ضابطہ کے تحت بخوبی سمجھا جا سکتا ہے نیز اس سے

Marfat.com

یہ استدلال بھی نہ کیا جائے کہ کوئی مدعیٔ نبوت اور کذاب مفتری جس کا کذب اور افتراء دلائل سے ثابت ہوچکا ہو۔ اس کی تکذیب و تردید کے قطعی پہلو کو چھوڑ کر اس کیلئے ایسا ہی طرز اختیار کر لیا جائے اور یہ کہہ کر بات ٹلا دی جائے کہ اگر جھوٹا ہوگا اس کا جھوٹ اس پر پڑے گا۔ الخ۔ بلکہ ایسے کذاب و دجال کی تو واضح طور پر ڈٹ کر تردید اور مقابلہ کرنا فرض ہوگا۔

اب جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا قطعی دلائل شریعت سے ثابت ہوچکا اور یہ کہ آپ کے بعد اب اور کوئی پیغمبر نہیں آئے گا تو مدعیٔ نبوت کی قطعی طور سے تکذیب و تردید اور تکفیر کی جائے گی۔ اور وہ مدعی نبوت اور اس پر ایمان لانے والے واجب القتل ہوں گے۔ جیسے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب مدعی نبوت اور اس کے پیروؤں کے ساتھ قتال فرمایا اور وہ قتل کیے گئے۔

آل فرعون کے مردِ مؤمن کا ناصحانہ خطاب اور اس کے خصوصی نکات

یہ مرد مومن فرعون کے خاندان اور قبطیوں ہی میں سے تھے اور بقول آئمہ مفسرین فرعون کے چچازاد بھائی تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ آل فرعون میں سے ایمان لانے والے ایک یہ مرد مومن تھے اور دوسرا مومن خود فرعون کی بیوی تھی۔ جس کا ذکر قرآن کریم نے سورۂ تحریم میں فرمایا۔ یہ صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ایمان لا چکے تھے۔ ان کا یہ خطاب ہے جو فرعون کی طرف سے قتل موسیٰ کا ارادہ کرنے پر تھا جس میں نصیحت و ہمدردی کا پہلو پوری طرح نمایاں ہے اور حق کا مقابلہ کرنے پر زجر و توبیخ ہے۔ اور ایسا حکیمانہ انداز ہے کہ ادنیٰ فہم اور صلاحیت رکھنے والا انسان بھی اس کو تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے۔

اس مرد مومن نے اپنے اس خطاب میں جو خاص امور اور حکیمانہ نکات اور معاندانہ رویہ ترک کرنے کے لیے اثر انگیز نصیحتیں کیں وہ یہ تھیں۔ سب سے پہلے ابتداء خطاب میں اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ کہہ کر بے وجہ اقدام قتل جیسے برے فعل کی مذمت کی اور اس پر اظہار نفرت کیا اور یہ کہ جس بنیاد پر قتل کا ارادہ ہے وہ اس شخص کا یہ کہنا ہے۔ میرا رب اللہ ہے۔ حالانکہ یہ بات اگرچہ تمہارے تخیل یا عقیدہ کے خلاف ہو۔ کسی بھی ضابطہ سے قتل کی اجازت نہیں دیتی۔ پھر یہ کہ وہ اپنی اس بات پر جب واضح دلائل پیش کر رہا ہے تو اس کی بات کی حقانیت دلائل سے ثابت ہو رہی ہے۔ اور اسکے بالمقابل تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ تو کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک حق پرست انسان کو جو اپنی حقانیت کے دلائل پیش کر رہا ہے قتل کیا جائے۔ اور پھر یہ کہ یہ دلائل کوئی عام قسم کی تنہا ذہنی اور دلائل نہیں ہیں بلکہ تمہارے رب کی طرف سے دلائل ہیں۔ اور لفظ من ربکم بول کر ایک لطیف طنز بھی کر ڈالا کہ وہ تو تمہارا رب ہے اب یہ تمہاری حماقت ہے کہ تم اپنے رب کو نہ پہچانو۔ اور پھر یہ کہ اگر تم ان دلائل حقانیت سے قطع نظر کر لو تو سوچو کہ قتل کا جواز تو اس صورت میں تصور کیا جا سکتا ہے جب کوئی سبب اور وجہ قتل متحقق ہو اور ظاہر ہے کہ اس صورت حال میں کوئی چیز بھی موجب قتل نہیں معلوم ہوتی۔ تو ایسی صورت میں یہ مناسب ہے کہ اس شخص کو اپنے حال پر چھوڑ دو اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر ہوگا۔ علاوہ ازیں جب کہ تمہارے پاس اس کی تردید کے لیے کوئی دلیل معقول نہیں تو اس احتمال کو خود تمہاری حد تک بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ صادق

Marfat.com

ہے اور اس صورت میں کہ وہ سچا ہو اور تم اس کا مقابلہ کرو ظلم وستم کا نشانہ بناتے ہوئے قتل کر ڈالو تو یہ قطعی بات ہے کہ یصبکم بعض الذی یعدکم کہ تم کو وہ مصیبت ضرور پہنچ کر رہے گی جس کا وہ وعدہ کرتا ہے اور اس کی دھمکی دے رہا ہے اور پھر یہ کہ تم لوگ ایسی صورت میں کہ اس کے پاس دلائل ہیں اور تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ تمہارے لیے اس کے قتل کا کوئی جواز نہیں اور خود تمہارے اصول سے اس کے صادق ہونے کا احتمال ہے تو ان تمام باتوں کے باوجود بھی اس کے قتل پر اقدام بلاشبہ انتہائی زیادتی اور ظلم ہوگا اور ان اللہ لایھدی من ھو مسرف کذاب (خدا تعالیٰ کسی بھی زیادتی کرنے والے کذاب وجھوٹے کو مقصد میں کامیاب نہیں کرتا۔ اور اگر اس کے برعکس یہ احتمال فرض کر دکہ یہی اپنے اس دعوائے نبوت میں جھوٹا ہے تو پھر وہ مسرف وکذاب ہوگا کہ اس نے زیادتی کی اور خدا پر جھوٹ بولا اور ایسی صورت میں وہ اپنے مقصد میں ضرور ناکام وذلیل ہوگا۔ تو اس سے تم لوگوں کو کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا۔ پھر کیا فائدہ کہ بغیر کسی اہم مقصد کے کسی کو قتل کر ڈالا جائے۔ پھر یا قوم لکم الملک الیوم الخ کہہ کر یہ سمجھانا چاہا کہ ملک واقتدار کے حاصل ہو جانے پر تمہیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ ظلم وتعدی کی روش اختیار کی جائے۔ یاد رکھو اگر ایسا کیا جائے گا تو نہ صرف یہ کہ انسانی فطرت سے بعید ہے بلکہ اللہ کے عذاب وانتقام کا بھی موجب ہے اور خداوند عالم کے عذاب اور انتقام سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی تو ان کلمات میں نہایت لطیف انداز سے فرعون کے ذہن کو اس طرف متوجہ کیا کہ اگر تو غور کرے تو سمجھ جائے گا کہ یہ حکومت اور غلبہ خود تیرا حاصل کردہ نہیں ہے کہ تو نے اپنی کسی صلاحیت یا محنت سے اسے حاصل کیا ہو یقیناً تجھے ماننا چاہئے کوئی قدرت وطاقت ایسی ہے جو انسانی قدرت اور وسائل سے بالاتر ہے بس اسی قدرت کا مالک اللہ ہے۔ جس نے تجھ کو یہ سلطنت دی اور جس نے ایسی بڑی حکومت دی ہے وہ پروردگار اسے چھین بھی سکتا ہے۔ ناراض ہو کر عذاب وقہر بھی نازل کر سکتا ہے تو اگر ایسا ہوا تو اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت نہیں کر سکتی۔ تو اس حصۂ نصیحت میں مردمومن نے نہایت ہی لطیف انداز سے قدرتِ خداوندی اس کی نعمت اور اس کی سزا کا ذکر کر ڈالا اور اس فرعون کو جو مدعی تھا کہ انا ربکم الاعلیٰ کا ان کلمات سے دعوتِ فکر بھی دیدی کہ ان چیزوں کو سوچکر خدا کی ربوبیت کو پہچان لے اور اس پر ایمان لائے اور خدا کے پیغمبر کے مقابلہ سے باز آجائے۔

یہ تھے دس خصوصی نکات جس پر اس مردِ مومن کا ناصحانہ خطاب مشتمل تھا۔ اس ناصحانہ وحکیمانہ معقول و مدلل خطاب اور انسانی فطرت اور اس کے شعور کو بیدار کرنے والے حقائق سے فرعون بظاہر متاثر ہونے لگا ہوگا اور ڈرا ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ میں خود ہی اپنے ذہن میں رچے ہوئے تصورات اور معتقدات کو غلط قرار دیدوں۔ تو فوراً بات کاٹنے کے انداز میں اس مردمومن کے وعظ کے دوران جو ابھی مزید نکات اور حقائق بیان کرنے والا تھا بول پڑا جس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا۔ قال فرعونُ ما اُریکم الّا ما اَریٰ وَما اَھدِیکُم الّا سبیل الرشاد کہ فرعون اس پر کہنے لگا کہ اے لوگو! بس میں تو تم کو وہی بات سمجھاتا ہوں اور اسی چیز کی رہنمائی کرتا ہوں جس کو میں خود بہتر سمجھتا ہوں اور میں تم کو صرف بھلائی ہی کا راستہ دکھا رہا ہوں۔

اس مردمومن نے اس لغو، مہمل اور بے دلیل بات کی تردید وتغلیط کی طرف رخ کرنے کے بجائے پھر وہی اصل حکیمانہ خطاب کے باقی اہم نکات کا سلسلۂ بیان شروع کر دیا جو فرعون نے بیچ میں غلط طریقہ سے کاٹ دیا تھا۔

Marfat.com

چنانچہ مزید گذشتہ تاریخی عبرتناک واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔ یاقوم اِنِّیۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ الخ کہ اگر تمہاری یہی روش رہی تو پھر مجھے اسی قسم کے عذاب کا اندیشہ ہے جو پہلی قوموں قوم نوح، عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں پر نازل ہوا۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ اس طرح کے عذاب کوئی وقتی اور اتفاقی قسم کے پیش آنے والے حادثات نہیں ہیں بلکہ یہ براہِ راست اللہ رب العزت کی طرف سے مجرمین کو سزا ہوتی ہے اور اس طرح کی سزائیں کسی قسم کا ظلم نہیں ہوتیں بلکہ مجرمین درحقیقت ایسی ہی سزاؤں کے مستحق ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بندوں پر ذرہ برابر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتے اور جو رب ایسا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس سے واقعتہً ظلم کا تحقق ہو جائے۔

اور چلو یہ تو جو کچھ ہو گا دنیوی زندگی تک کا معاملہ ہے مگر یہ جان لو کہ اسی پر بس ہونے والی نہیں مجھے تو اس سے بھی بڑھ کر تمہاری نسبت یوم التناد یعنی اس دن کے عذاب کا ڈر ہے جس دن آوازیں پڑیں گی۔ پکارا جاتا ہو گا۔ اس پکار اور ندا والے دن کا معاملہ تو یہ ہو گا کہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگو گے۔ اور تم کو عذاب خداوندی سے کوئی بھی بچانے والا نہ ہو گا۔ اور پھر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اس پر بھی سوچو کہ یہ تمہاری بدبختی اور گمراہی خدا کی طرف سے ایک محرومی ہے جس کی وجہ سے یہ باتیں تم سے ظاہر ہو رہی ہیں۔

اور میں تم کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمہاری یہ خصلت تمہارے گزرے ہوئے آباؤ اجداد کے ورثہ میں ملی ہے۔ تمہارے بزرگوں کے زمانہ میں تمہارے پاس اللہ کے پیغمبر حضرت یوسف آئے۔ ان کے ساتھ بھی معاملہ نافرمانی اور ایذارسانی کا کیا اور آج تم اسی نقشِ قدم پر چل رہے ہو۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوائد میں تحریر فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں مصر والے ان کی نبوت کے قائل نہ ہوئے۔ ان کی موت کے بعد جب مصر کی سلطنت کا بندوبست بگڑا تو کہنے لگے کہ یوسف کا قدم اس شہر پر کیسا مبارک تھا۔ اب ایسا نبی آئندہ کوئی نہیں آئے گا۔

غرض اس مردِ مومن کی مراد یہ تھی کہ نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے۔ فی الحال تم کو موسیٰ علیہ السلام کی قدر نہیں لیکن یاد رکھو تم اسی طرح پچھتاؤ گے جیسے کہ اہلِ مصر یوسف کے بعد پچھتائے۔ ان نصائح اور دل پر اثر ڈالنے والے حقائق کو بیان کرتے ہوئے مردِ مومن نے اخیر میں صاف کہہ ڈالا کہ سب کچھ تمہاری طرف سے غلط قسم کی تعدی اور زیادتی ہے اور خدا کی نشانیوں میں بے دلیل حجت بازی اور جھگڑا کرنا ہے اور یہ تمام باتیں اس بات کی نشان دہی کر رہی ہیں کہ تمہارے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور واقعی تم جیسے مغرور اور سرکش لوگوں کے تو پورے قلب پر مہر لگا دیتا ہے پھر کوئی گوشہ ایسا باقی نہیں رہتا کہ قلب تک ہدایت رسائی حاصل کر لے۔ گویا یہ بتا دیا کہ یہ فطرت کا مسخ ہو جانا ہے جو انسان کی انتہائی بدنصیبی ہے۔

آلِ فرعون کے مردِ مؤمن کے ایمان و اخلاص سے صدیق اکبرؓ کا جذبہ ایمان بڑھ کر تھا

امم سابقہ میں جو فضائل و کمالات حق تعالیٰ نے عطا فرمائے وہ اس امت کے افراد میں بھی بدرجۂ اتم و اکمل پائے گئے ہیں۔ یہ کلمات اس مردِ مومن کے اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ یَّقُوۡلَ رَبِّیَ اللّٰہُ جو قرآن کریم نے ذکر فرمائے وہی الفاظ ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اس وقت نکلے جبکہ کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم

Marfat.com

ڈھانے پر تلے ہوئے تھے۔ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زائد جو سخت تکلیف پہنچائی وہ مجھے بتاؤ تو فرمایا ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آکر آپ کی گردن میں کپڑا ڈالا اور اس زور سے کھینچا کہ گلا گھٹنے لگا اور تکلیف انتہائی شدت کو پہنچ چکی تھی۔ سامنے سے ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے اور عتبہ کو زور سے ایک دھکا دیا اور ڈانٹتے ہوئے فرمایا۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ (افسوس تم ایک شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو محض اس بات پر کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ تو تمہارے پاس نبوت و رسالت کے واضح اور روشن دلائل تمہارے رب کی طرف سے لے کر تمہارے پاس آیا ہے۔ تو آل فرعون کا مرد مومن تو اپنے ایمان کو چھپانے والا تھا۔ مگر امتِ محمدیہ کا یہ مرد مومن وہ تھا کہ جس نے روزِ اول سے اپنے ایمان کا اعلان کیا۔ مسند بزار اور دلائل ابونعیم میں محمد بن علی سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اثناء خطبہ یہ فرمایا۔ بتاؤ سب سے زیادہ بہادر اور طاقتور کون ہے۔ لوگوں نے جواب دیا ہم میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تو آپ ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا۔ میرا حال تو یہ ہے کہ جس کسی نے میرا مقابلہ کیا۔ میں نے اس سے انتقام لیا۔ سب سے زیادہ شجاع تو ابوبکر تھے۔ میں نے دیکھا کہ قریش کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جا رہے ہیں۔ اَنْتَ جَعَلْتَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا کیا تو ہی ہے وہ شخص جس نے بہت سے معبودوں کو ایک معبود بنا دیا۔ تو اس وقت ہم میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے قریب جا سکے۔ اتفاق یہ کہ سامنے سے ابوبکر آگئے اور مشرکین کے ہجوم میں گھس پڑے اور بڑی قوت کے ساتھ کسی کے لات ماری، کسی کے گھونسہ مارا اور بآواز بلند مشرکین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ وَیْلَکُمْ (ہلاکت ہو تمہاری) اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ یہ کہہ کر رو پڑے اور فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آل فرعون کا رجل مومن افضل تھا یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک گھڑی آل فرعون کے مرد مومن کی تمام زندگی سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس نے تو اپنے ایمان کو چھپایا تھا مگر ابوبکر نے اپنے ایمان کا اظہار و اعلان کیا۔ پھر یہ کہ اس مرد مومن کی حمایت ناصحانہ خطاب اور باتوں تک محدود رہی گو یا کہ یہ بھی بہت بڑا جہاد تھا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو زبانی نصیحت و حمایت کے علاوہ اپنے ہاتھ پاؤں اور عمل سے اللہ کے پیغمبر کی حمایت اور مدد کی۔ تو بے شک یہ بہت ہی اونچا اور اعلیٰ مقام تھا جو اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

(یَوْمُ التَّنَادِ کی تفسیر)

یوم التناد کی تفسیر میں بالعموم مفسرین نے یہی بیان کیا ہے کہ وہ قیامت کا دن ہے کہ اس میں آوازیں پڑیں گی۔ وہ نداؤں اور ہانک پکار کا دن ہوگا۔ ان نداؤں کی تفصیل اور انواع کی طرف ترجمہ کے دوران تشریحی الفاظ میں اشارہ کر دیا گیا کہ نفخ صور کے وقت جب زمین پر زلزلہ ہوگا اور شق ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہوں گے اور اس

Marfat.com

ہیبت ناک منظر سے لوگ بدحواس و پریشان ہوں گے تو شدت پریشانی میں بھاگ رہے ہوں گے تو ایک دوسرے کو پکارتا ہوگا۔ یا یہ ندا فرشتوں کو آواز ہوگی میدانِ حشر میں جمع ہو جانے کے لیے۔ نیز یہ ندا فرشتوں کی ہوگی مجرمین کو۔ اگر تم سے ہو سکے تو آسمان و زمین کے کناروں سے نکل جاؤ۔ تم کہیں بھی چلے جاؤ خدا کے قبضۂ قدرت سے نہیں نکل سکتے ایک ندا وہ ہوگی جب منکرین بدحواسی کے عالم میں بھاگنے لگیں گے تو فرشتے کہیں گے۔ لَا وَزَرَ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَر کہ بھاگنے کی اب کوئی جگہ نہیں۔ اب تو اے انسان تیرے رب ہی کی طرف تیرا ٹھکانا ہے۔ ایک ندا میزانِ اعمال پر ہوگی۔ ایک ندا جنتیوں کو جنت میں جانے کے لیے اور دوزخیوں کو جہنم میں داخل ہونے کے لیے۔ ایک ندا اعراف والوں کی ہوگی کہ اپنی جان پہچان کے کافروں کو ملامت و توبیخ کریں گے۔ ایک ندا اہلِ جنت کی جہنمیوں کو ہوگی ایک ندا اہلِ نار کی طرف سے اہلِ جنت کو ہوگی۔ جب وہ اہلِ جنت سے کچھ پانی یا دوسری کوئی نعمت جنت کی نعمتوں میں سے مانگتے ہوں گے اور ایک ندا اخیر میں رب العزت کی طرف سے اہلِ جنت اور اہلِ نار کو ہوگی موت کو ذبح کرتے ہوئے کہ اے لوگو! سن لو اب خود موت ہی کو موت دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد بس خلود و دوام ہی ہے لَا مَوْت۔ (موت کا اس کے بعد اب کسی کو تصور ہی نہ کرنا چاہیئے) غرض ان سب نداؤں کی وجہ سے اس کو یوم التناد کہا گیا۔

تفسیر مظہری جلد ہشتم میں قاضی محمد ثناء اللہ صاحب الحنفی المظہریؒ نے یوم التناد کی تفسیر فرماتے ہوئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث ذکر فرمائی جس میں تین نفخات کا ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا کہ حق تعالےٰ حضرت اسرافیل کو پہلی بار صور پھونکنے کا حکم فرمائیں گے اور فرمائیں گے۔ اُنْفُخْ نَفْخَۃَ الْفَزَعِ کہ اے اسرافیل فزع گھبراہٹ کا صور پھونکو تو وہ پھونکیں گے۔ جس پر آسمان و زمین والے سب ہی گھبراہٹ و بدحواسی کے عالم میں مبتلا ہو جائیں گے۔ بجز ان کے کہ جن کو اللہ تعالیٰ مستثنیٰ فرما دے۔ یہ وقت وہ ہوگا کہ دودھ پلانے والی ماں اپنے بچہ کو دودھ پلانے سے غافل ہو جائے گی اور حاملہ عورتوں کے حمل وضع ہو جائیں گے اور بچے ہیبت و گھبراہٹ کی شدت سے بوڑھے ہو جائیں گے۔ جنات و شیاطین بدحواس ہو کر بھاگنے لگیں گے۔ حتیٰ کہ کناروں تک پہنچ جائیں گے تو فرشتے ان کے چہروں پر گرز مار کر واپس لوٹائیں گے۔ اس پر وہ لوٹیں گے تو لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوں گے۔ ایک دوسرے کو پکارتا ہوگا۔ اس طرح یہ دن پکار کا دن ہوگا۔

ابونعیم نے ابوحازم الاعرج رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ابوحازم الاعرج خود اپنے آپ کو مخاطب بنا کر فرمایا کرتے۔ اے اعرج قیامت کے دن جب بعض خطاکاروں کو پکارا جائے گا کہ فلاں فلاں خطا کرنے والو کھڑے ہو جاؤ۔ تو ان کے ساتھ تو کھڑا ہوگا۔ پھر جب دوبارہ پکار پڑے گی یا اہل الخطیات تو جب بھی تو انہی کے ساتھ اٹھے گا۔ بس میں تو یہی خیال کر رہا ہوں کہ اے اعرج تیرا اٹھنا خطاکاروں ہی کے ساتھ ہوگا۔ خواہ وہ کتنے ہی اقسام و انواع کی خطائیں ہوں۔

ابن ابی عاصم نے کتاب السنہ میں عبداللہ بن عمرؓ سے تخریج فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز ایک منادی ندا کرے گا۔ خبردار کھڑے ہو جائیں وہ لوگ جو خدا سے جھگڑنے والے ہیں۔ اس ندا پر فرقہ قدریہ کھڑا ہوگا اور اس گمراہ فرقہ کے علاوہ علیٰ ہذا القیاس جو بھی فرقے اہلِ بدعت کے ہوں گے خواہ ان کی بدعات

Marfat.com

عملی ہوں یا اعتقادی سب کھڑے ہو جائیں گے) اور اسی روز اہلِ جنت اہلِ نار کو پکاریں گے۔ اور اہلِ اعراف جہنمیوں کو آواز دیں گے جس کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزر چکی۔ یہاں تک کہ آخری ندا یہ ہو گی۔ ہر ایک سعید و شقی کا نام پکارتے ہوئے۔ یہ ہیں سعادت والے جو کبھی ناکام نہ ہوں گے۔ اور یہ ہیں اشقیاء و بدبخت جو کبھی کامیاب و کامران نہ ہوں گے۔ (بیہقی)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم قیامت کے روز میزان اعمال پر لایا جائے گا اور درمیان میں کھڑا کر دیا جائیگا۔ اگر اس کے اعمالِ حسنہ بھاری اور غالب ہوئے تو فرشتہ اس کی کامیابی کا اعلان کر دے گا اور اگر اس کے اعمال سیئہ بھاری اور غالب ہو گئے تو اس کی بدبختی کا اعلان کر دیا جائیگا اور یہ ایسی ندا ہو گی جسکو تمام مخلوق سنے گی۔

طبرانی نے ابوہریرہؓ سے ایک روایت تخریج کی ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہو گا تو اللہ تعالیٰ ایک منادی کو حکم فرمائے گا۔ جو ندا کرے گا اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ میں نے ایک نسب بنایا تھا اور تم نے ایک نسب بنایا۔ میں نے تو یہ نسب مقرر کیا تھا کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ کہ تم میں سب سے زائد کرامت و عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ مگر اے لوگو! تم نے یہ بات نہیں مانی اور تم باز نہ آئے مگر یہ کہ تم یہی کہو فلاں بن فلاں بہتر ہے فلاں بن فلاں سے یعنی تم خاندانی شرافت اور برتری میں لوگوں کو تولتے رہے۔ بس سمجھ لو کہ آج میں اپنے نسب کو بلند کرتا ہوں اور تمہارے نسب کو گھٹاتا ہوں۔ (اعلان ہو گا) کہاں ہیں تقویٰ والے۔ تو اس طرح اس روز اہلِ تقویٰ کو پکارا جائے گا اور اسی دن ایک اور ندا دی جائیگی جس وقت کہ موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ وَیَا اَھْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ امام بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنتی جب جنت میں چلے جائیں گے اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے۔ تو موت کو لایا جائے گا (ایک کبش یعنی مینڈھے) کی شکل میں۔ یہاں تک اسے جنت اور جہنم کے درمیان رکھا جائے گا اور پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اسی اعلان کے ساتھ لئے اہلِ جنت اب ہمیشہ جنت میں رہنا ہے آئندہ کوئی موت نہیں اور اے اہلِ نار اب ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے آئندہ کوئی موت نہیں کہ مر کر ہی اس عذاب سے نجات مل جائے۔ تو اس ندا و اعلان پر اہلِ جنت کی خوشیوں پر مزید خوشی کا اضافہ ہو جائیگا اور اہلِ نار کے غموں پر اور غم کا اضافہ ہو جائے گا۔ الغرض اس طرح کی تمام نداؤں کا اجتماع اس دن کو یوم التناد بنا دینے والا ہو گا۔

یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ یوم التناد دال کے کسرہ اور تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے۔ عبداللہ بن عباس اور ضحاک اس کو دال کی تشدید کے ساتھ یوم التنادّ پڑھا کرتے تھے تو اس قرأت کی رو سے یہ مصدر مشتق ہو گا نَدَّ یَنِدُّ سے ہو گا۔ یعنی بھاگنا بدکنا۔ کہا جاتا ہے نَدَّ الْبَعِیْرُ جب اونٹ بدک کر بھاگ جائے۔ اس قرأت کی تائید اس روایت سے ہے جو ابن المبارک اور ضحاک نے بیان کی ہے کہ جب قیامت کا دن ہو گا۔ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کو حکم فرمائے گا تو وہ مع اپنی تمام مخلوق کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ ملائکہ اس کے کناروں پر ہوں گے جس وقت

Marfat.com

پروردگار کا حکم ہوگا تو وہ اتریں گے اور زمین والوں کا احاطہ کر لیں گے۔ پھر اسی طرح دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں چھٹے آسمان کو حکم ہوگا۔ ہر ایک کے فرشتے علیحدہ علیحدہ صفیں بنا لیں گے۔ پھر ایک بہت بلند تر فرشتہ اترے گا جس کے بائیں جانب جہنم ہوگی۔ جب زمین والے جہنم دیکھیں گے تو گھبرا کر بھاگنے لگیں گے تو اس حالت میں زمین کے جس کونہ اور جانب کا رخ کریں گے وہاں فرشتوں کو صف بستہ پائیں گے کہ ان کی سات صفیں مرتب ہیں اور انہوں نے ہر راستہ گھیر رکھا ہے۔ بھاگ کر کہاں جائیں گے) تو یہ دیکھ کر پھر اپنی جگہ لوٹ آئیں گے۔ ضحاک فرمایا کرتے یہی مراد ہے اس آیت مبارکہ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ التَّنَادِ کی کہ میں تمہارے بارے میں خوف کر رہا ہوں اس دن کا کہ جب ہر طرف سے لوگ بھاگتے ہوں گے اور ان کو کسی رخ سے بھی پناہ نہ ملے گی اور نہ نکلنے کا راستہ ہوگا۔ (تفسیر مظہری جلد ہشتم)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے یوم التناد کے ایک اور معنی بیان کیے۔ فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں فرعونیوں پر عذاب آیا چنانچہ فرماتے ہیں۔ یہ ہانک پکار کا دن ان پر آیا جس دن بحرِ قلزم میں غرق ہوئے اس وقت ڈوبتے ہوئے ایک دوسرے کو پکارنے لگا (شاید) اس مرد مومن کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا یا قیاس سے کہ ہر قوم پر اسی طرح عذاب آتا ہے۔ (از فوائد شیخ الاسلام)

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿٣٦﴾

اور بولا فرعون، کہ اے ہامان! بنا میرے واسطے ایک محل، شاید میں پہنچوں رستوں میں۔

اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ

رستوں میں آسمان کے، پھر جھانک دیکھوں موسے کے معبود کو اور میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے۔ اور اسی طرح

زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ

بھلے دکھائے گئے فرعون کو اسکے برے کام، اور روکا گیا راہ سے ، اور جو داؤ تھا

فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ

فرعون کا، سو کھپنے کے واسطے ٭ اور کہا اس ایماندار نے، اے قوم! میری راہ چلو،

اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ

پہنچادوں تم کو نیکی کی راہ پر ٭ اے قوم! یہ جو زندگی ہے دنیا کی، سو برت لینا ہے۔

وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى

اور وہ گھر جو پچھلا ہے، وہی ہے ٹھہراؤ کا گھر ٭ جس نے کی ہے برائی تو وہی بدلہ پاوے گا

اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اس کے برابر۔ اور جس نے کی ہے بھلائی، مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہو،

Marfat.com

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَ
سو وہ لوگ جاوینگے بہشت میں، روزی پاویں گے وہاں بے شمار ۔
يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾
اے قوم! مجھ کو کیا ہوا ہے؟ بلاتا ہوں تم کو بچاؤ کی طرف، اور تم بلاتے ہو مجھ کو آگ کی طرف ۔
تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا
تم بلاتے ہو مجھ کو، کہ منکر ہوں اللہ سے، اور شریک ٹھہراؤں اس کا جس کی مجھ کو خبر نہیں ۔ اور میں
اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ
بلاتا ہوں تم کو، اس زبردست گناہ بخشنے والے کی طرف ۔ آپ ہی ہوا کہ جس کی طرف مجھ کو بلاتے ہو، اسکا
لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ
بلاوا کہیں نہیں دُنیا میں اور نہ آخرت میں، اور یہ کہ ہم کو پھر جانا ہے اللہ کے پاس اور یہ
الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ
کہ زیادتی والے وہی ہیں دوزخ کے لوگ ۔ سو آگے یاد کرو گے جو میں کہتا ہوں تم کو ۔
وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ
اور میں سونپتا ہوں اپنا کام اللہ کو ۔ بے شک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے ۔ پھر بچا لیا
اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾
موسیٰ کو اللہ نے برے داؤں سے جو کرتے تھے، اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب ۔

بے شرمی و بیباکی فرعون و ارشاد و نصیحت مردِ مومن بعد تکذیب و تردید و اعلان

مقابلہ با رسولِ خدا

قال اللہ تعالیٰ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا الی قولہ سوء العذاب

(ربط) مردِ مومن کی نصیحتوں کا سلسلہ چل رہا تھا۔ اس مردِ مومن کے ناصحانہ خطاب میں ایسے حقائق و دلائل اور تاریخی شواہد تھے۔ اور ایسے ٹھوس اصول پر یہ خطاب مشتمل تھا کہ کسی بھی صاحبِ عقل انسان کو ان کے قبول کرنے میں کوئی تردد نہیں ہو سکتا۔ فرعون ان دلائل کی قوت اور ان کی تاثیر کے سامنے بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ درمیان میں

Marfat.com

کچھ بے دلیل بات بھی کی لیکن وہ اس قدر مہمل بات تھی کہ مردِ مومن کے معقول خطاب کے سامنے اس کا بولنا ہی اپنی حماقت کا ثبوت دینا تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر اب فرعون نے اپنی فرعونیت کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے بے شرمی اور حماقت کا ایک اور رخ اختیار کیا۔ جس میں وہ اپنی رعونت بھی ظاہر کرنا چاہتا تھا تاکہ اگر مردِ مومن کو خاموش کرنے کے لیے دلیل نہیں پیش کر سکتا تو زور اور دباؤ کا ہی مظاہرہ کر کے دیکھ لوں تو اب ان آیات میں فرعون کی مغرورانہ دھونس کا ذکر کرنے کے بعد مردِ مومن کے ناصحانہ خطاب کا دوسرا حصہ بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا گیا۔

اور کہا فرعون نے اے ہامان میرے واسطے بناؤ ایک بلند ترین عمارت تاکہ میں اس پر چڑھ کر دیکھوں۔ شاید میں رسائی حاصل کر لوں ایسے راستوں کی جو راستے آسمانوں تک پہنچانے کے ہوں پھر وہاں پہنچ کر میں جھانکوں موسیٰ کے خدا کی جانب۔ اور جھانک کر دیکھ لوں کہ موسیٰ کا خدا کیسا ہے اور میں تو موسیٰ کو اس کے اس دعوے میں کہ میرے علاوہ کوئی اور خدا ہے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں[؎] ۔ بہر کیف یہ بے ہودہ بات تھی جو اس نے کہی اور اسی طرح رچا دی گئی تھی فرعون کے لیے اس کے عمل کی برائی منجملہ دیگر برائیوں کہ جیسے یہ بات اس کے ذہن میں رچی اور اس کو بھلی معلوم ہوئی حالانکہ یہ نہایت ہی حماقت اور جہالت کی بات تھی۔ اس بات کو کہہ کر تو اس نے یہ ثابت کر دیا کہ نہ اس کو آسمان کی بلندی کا علم ہے اور نہ اس کو اس بات کا اندازہ ہے کہ کوئی عمارت کتنی بلند بنائی جا سکتی ہے اور خواہ وہ کتنی بھی بلند بنا لی جائے لیکن اس پر چڑھ کر آسمانوں کے اوپر کے احوال کا اس کو کیسے مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ روک دیا گیا ہر سیدھے عقل اور ہدایت کے راستہ سے۔ اس لیے اب اس کے بعد کوئی توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ عقل اور ہدایت کا کوئی راستہ پائے۔ اور یہ سب کچھ تدبیریں موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کرتا رہا۔ مگر فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی۔ اور نتیجہ سوائے ہلاکت و ذلت کے اور کچھ نہ ہو سکا۔

مردِ مومن نے فرعون کی ایسی احمقانہ اور سراپا جہالت کی بات سن کر دوبارہ انداز نصیحت اختیار کرتے ہوئے حسب سابق رشد و ہدایت کا پیغام دینا شروع کر دیا اور کہا اس مردِ مومن نے جو موسیٰ پر ایمان لا چکا تھا اور اس ناصحانہ خطاب میں اپنا ایمان ظاہر بھی کر چکا تھا۔ اے میری قوم تم میری بات مانو۔ میں تمہیں دکھا رہا ہوں ہدایت و کامیابی کا راستہ جس پر میں واضح دلائل پیش کر رہا ہوں اور یہ ایسے حقائق ہیں جن کو ہر شخص جو فطرت سلیمہ اور عقل صحیح رکھتا ہو تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ برخلاف فرعون کے اس دعوے کے کہ جو وہ کرنے لگا تھا۔ مَا اُرِیْکُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی وَمَآ اَھْدِیْکُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ وہ محض اپنی بات کی پچ اور تعلّی ہے اور ایک مہمل دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ فرعون محض دنیا کی دولت اور سلطنت کی وجہ سے غرور میں پڑا ہوا تھا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ اپنی مہمل

؎۔ ان کلمات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نمرود کی طرح ایسی بلند عمارت بنانے کا حکم دیا اور وہ بنائی گئی لیکن بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ بنائی نہیں گئی۔ بہر کیف جو کچھ بھی ہو اس ملعون کی یہ بات یا استہزاء و تمسخر سے تھی یا وہ اس قدر پاگل و بد حواس ہو گیا تھا کہ ایسی احمقانہ باتیں سوچنے لگا کہ بعض مفسرین نے بیان کیا کہ یہ تو وہ بھی جانتا تھا کہ کتنی بھی بلند تعمیر بنالے مگر آسمان تک نہیں پہنچ سکتا۔ پھر بھی محض لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے یہ حرکت کی۔ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ یہ بلند عمارت تعمیر کرائی گئی لیکن بلندی پر پہنچتے ہی منہدم ہو گئی۔

Marfat.com

اور احمقانہ بات کو یہ کہتا ہے کہ میں تمہیں سیدھا راستہ ہی بتا رہا ہوں۔ اس لیے اے میری قوم تم خوب سمجھ لو یہ دنیا کی زندگی اور سلطنت و دولت تو صرف چند روزہ نفع اٹھا لینے کا نہایت ہی قلیل اور حقیر سامان ہے اور یقیناً آخرت ہی دار القرار مستقل ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ وہاں کا قیام دائمی ہوگا۔ وہاں کی راحت و نعمت بھی دائمی ہے اور عذاب بھی دائمی ہے۔ یہ بہت ہی بڑی چوک اور حماقت کی بات ہوگی۔ کہ انسان عارضی متاع دنیا سے اس قدر دھوکا اور فریب میں پڑ جائے کہ اصل دائمی ٹھکانہ بھلا دے اور اس کی راحت و آرام اور وہاں کی اذیت و آلام کی کوئی فکر ہی نہ کرے حالانکہ یہ قانون طے ہو چکا ہے کہ جو شخص کوئی برائی کرے تو اس کا بدلہ بس اسی کے برابر دیا جائیگا یہ نہیں کہ اس پر کچھ اضافہ ہو۔ اور جو شخص نیکی کا کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ بشرطیکہ وہ مومن ہے تو ایسے لوگ تو جنت میں داخل ہوں گے جن کو رزق اور ہر طرح سامان راحت عطا کیا جائے گا بغیر کسی حساب کے کہ وہ جزاء عمل کی حد تک محدود و مقدر نہ ہوگا بلکہ وہ اللہ رب العزت کی محض ثواب و انعام ہوگا جس کی نہ کوئی حد ہوگی اور نہ انتہاء اور نہ اس کے لیے فنا ہوگی۔ اور نہ انقطاع بلکہ دوام و تسلسل کے ساتھ ان انعامات کا سلسلہ اہل ایمان و عمل صالح کے لیے جاری رہے گا اور دیکھنا چاہیے کہ پروردگار عالم کی یہ کس قدر عظیم عنایت و رحمت ہے کہ برائی کا بدلہ اور سزا تو صرف برائی کی حد تک محدود رہتی ہے لیکن ایمان اور اعمال صالحہ کا بدلہ اعمال کے بقدر نہیں ہوتا بلکہ کم از کم دس سے لے کر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زائد جس کے لیے بھی وہ چاہے۔ تو ایسی صورت میں تو تم میں سے ہر ایک کو یہی چاہیے کہ دنیا کی حقیر اور قلیل منفعت کو آخرت کے بے پایاں انعامات پر ترجیح نہ دے اور ایسے حقیر اور قلیل متاع دنیا کے دھوکہ میں مبتلا ہو کر اس دار القرار کی ابدی تکالیف و آلام میں اپنے آپ کو نہ ڈال لے عاقل کا کام تو یہ ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے دار القرار کی تیاری کرے۔ اور میری قوم مجھے کیا ہوا میں یہ عجیب منظر دیکھ رہا ہوں کہ میں تم کو دعوت دے رہا ہوں نجات کے راستہ کی طرف اور تم مجھ کو بلا رہے ہو دوزخ کی آگ کی جانب۔ تم تو مجھ کو اس بات کی دعوت دے رہے ہو العیاذ باللہ کہ میں اللہ کا انکار کردوں اور اس کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ ایسی چیز شریک کروں جس کا مجھے کوئی علم اور میرے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں اور میں تم کو بلا رہا ہوں اس عزت والے خطا بخش پروردگار کی طرف کہ جس کی قوت و عزت کے باعث کوئی اس کی رحمت کو روک نہیں سکتا اور باوجودیکہ اس کی عزت و عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا وہ غفار و خطا بخش ہے۔ یقیناً جس چیز کی تم مجھے دعوت دے رہے ہو اس کے واسطے نہ تو دنیا ہی میں کوئی پکار ہے کہ کوئی اس کو دنیا میں اپنی کسی حاجت کے لیے پکارے کیونکہ وہ اس لائق ہی نہیں اور نہ ہی آخرت میں کسی عذاب اور پریشانی کے دفع کرنے کے لیے اس کے واسطے کوئی پکار ہے اور بے شک ہم سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے اور بے شک زیادتی کرنے والے اور عبودیت و بندگی کی حدود سے نکل جانے والے وہاں جا کر بس وہ سب کے سب جہنمی ہی ہوں گے اور اس وقت اگرچہ میری یہ نصیحت اور بات تمہارے دل کو نہیں لگتی مگر تم عنقریب یاد کرو گے۔ یہی بات جو میں تم کو کہہ رہا ہوں اور مجواب میں

ع۔ اشارہ ہے کہ متاع پر تنوین تقلیل اور تحقیر دونوں معنی پر دلالت کے لیے ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسی طرح مراد بیان فرمائی ہے۔ ۱۲ر

Marfat.com

اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ میں اپنی حجت پوری کر چکا اور جو کچھ نصیحت و ہمدردی سمجھانا تھا وہ سمجھا چکا۔ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کر لینے کے بعد بس میں اپنا معاملہ اسی کے حوالہ کرتا ہوں۔ جس سے کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں نہ میرا اخلاص اور یہ جذبہ اور تم کو راہِ راست پر لانے کی امکانی جدوجہد اور نہ تمہارا اعراض دبے رہتی۔ اس لیے وہ میرا پروردگار ہر ایک کو اس کے کردار کا بدلہ دے گا۔ حق و باطل کی یہ کشمکش جاری رہی۔ فرعون اور فرعون کے متبعین ہر طرح کی تدبیر کرتے رہے اور اس مرد کے خلاف سوچتے رہے لیکن اللہ نے بچا لیا اس مردِ مومن کو ان کی سازشوں و تدابیر کی تمام برائیوں سے[۵] اور اس مردِ مومن کو کسی بھی سازش سے نقصان نہ پہنچا سکے اور اس کے برعکس الٹا چمٹ پڑا فرعونیوں پر بہت ہی برا عذاب۔

مردِ مومن کا دوسرا ناصحانہ خطاب۔ دُنیا کی بے ثباتی اور جزائے اعمال کا معیار

مردِ مومن نے اپنے ناصحانہ خطاب کے دوسرے حصہ میں پہلے حصہ سے بڑھ کر اہم اور عظیم نکات کی طرف اشارہ کیا اور نہایت واضح انداز میں ہدایت و گمراہی پر مرتب ہونے والے آثار اور ثمرات کا ذکر کر دیا ساتھ ہی تنبیہہ اور وعید بھی بلیغ انداز میں کر دی۔ سب سے پہلے تو حیات دنیا اور عقبیٰ کا فرق واضح کرتے ہوئے یہ بتایا کہ دنیا کی ہر نعمت اور ہر عزت عارضی اور ناپائیدار اور بلکہ محض دھوکہ و فریب ہے۔ اور دارِ آخرت ہی حقیقت قرار و پائیداری کی جگہ ہے وہاں کی راحتیں اور نعمتیں ہی پائیدار اور ابدی ہیں۔ اور اگر عذاب و تکلیف ہو تو وہ بھی دائمی ہے۔ اس وجہ سے عقل کا تقاضا ہے کہ انسان دائمی اور پائیدار کی فکر کرے۔ عارضی کو دائمی اور ابدی پر فوقیت دینا سراسر غلطی ہے۔ دوسری یہ چیز اس مردِ مومن نے یہ کہی کہ انسان کو کسی مرحلہ پر بھی یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ ہر عمل کا بدلہ اور نتیجہ مرتب ہو کر رہتا ہے۔ ایمان و عمل صالح کے ثمرات جنت اور جنت کے بے پایاں انعامات ہیں اور یہ نعمتیں حقیقت تو یہ ہے کہ انسانوں کے اعمال کا معاوضہ نہیں قرار دی جا سکتیں کیونکہ یہ عمل کے مقام سے بہت بلند و بالا اور زائد ہوتی ہیں اس لیے کہ بے حساب ہوتی ہیں۔ اور عمل تو ظاہر ہے کہ دائرہ حساب میں ہی رہتا ہے اور محدود انداز و مقدار پر ہوتا ہے۔ محدود عمل پر غیر محدود اور بے حساب انعامات و نعمتیں کس قدر عظیم مہربانی ہے۔ اس سے بے نیاز ہو جانا کسی طرح بھی عقلاً درست نہیں ہو سکتا تیسری بات یہ کہی کہ یہ کس قدر ظلم ہے کہ میں تم کو نجات کے راستہ کی طرف دعوت دوں اور تم نہ صرف یہ کہ اس سے انحراف و روگردانی کرو بلکہ الٹا مجھ ہی کو کفر و شرک کی دعوت دے کر ہلاکت میں ڈالنے کی فکر میں لگے ہوئے ہو۔ تم مجھ کو ایسے بے بس و لاچار معبودوں کی طرف بلاتے ہو جو نہ دنیا میں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں کام آ سکتے ہیں اور اس کے برعکس اس عزت و غلبہ والے رب کی طرف بلا رہا ہوں کہ نہ کوئی اس کے انعام و بخشش کو روک سکتا ہے اور نہ اس کے انتقام و سزا سے بچانے کی کسی میں جرأت ہے۔ چوتھی بات یہ کہی کہ سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ اس وجہ سے اب ہر ایک کو سوچ سمجھ کر اپنا طرزِ زندگی بنا لینا چاہیے اور اس سے غافل نہ ہونا چاہیے کہ جب خدا کے یہاں جانا ہوگا۔ انسان

---

[۵] ۔ بعض مفسرین نے فرعونیوں کی مختلف سازشوں کا ذکر کیا ہے۔ بہرکیف جو بھی وہ کر سکتے ہوں انہوں نے یقیناً اس میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا ہوگا مگر اللہ نے ہر چیز سے محفوظ رکھا۔ ۱۲۔

Marfat.com

اپنے اس باغیانہ طرزِ عمل کا کیا جواب دے گا۔ بس سمجھ لینا چاہیے کہ ایسی سرکشی اور زیادتی کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔
اخیر میں یہ بھی کہہ ڈالا۔ دیکھو اب اگرچہ تم میری باتوں کو نظر انداز کر لو یا میری نصیحتوں پر ہنس لو اور مذاق اڑا لو مگر یاد رکھو عنقریب ایک وقت آئے گا کہ تم میری ان باتوں کو یاد کرو گے اور پچھتاؤ گے لیکن اس وقت پچھتانے سے کچھ کام نہ چلے گا۔ اپنے خطاب کے اخیر میں افوض امری الی اللّٰہ کہہ کر اس مرد مومن نے ہر مخلص و ناصح اور داعی الی اللّٰہ کو یہ سبق سکھایا کہ اگر سرکش و مغرور لوگ اس کے پیغام رشد و ہدایت کو نہ سنیں نہ مانیں تو اسے اپنی بے لبسی اور بیچارگی کا معاملہ اللّٰہ کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ وہی غیب سے اس کی مدد کرے گا۔ اس کی کمزوری اور بے سرو سامانی کو قوت و عزت اور غلبہ سے بدل دے گا اور ایسے سرکشوں کو ذلیل و ناکام بنائے گا وہی قادرِ مطلق اور فعّال لِما یرید ہے۔
وَ اَنَّ مَرَدَّنَا کا لفظ بول کر بر ظاہر کر دیا کہ اصل میں ہم سب خدا کی مخلوق ہیں۔ اسی نے ہم کو پیدا کیا اور یہ زندگی عارضی زندگی اور دنیا کا قیام وقتی قیام ہے۔ اصل مقام اور ٹھکانہ اللّٰہ ہی کی طرف ہے چنانچہ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ تو ان الفاظ میں فرعونیت کی دہریت کا بھی پورا پورا رد کر دیا۔
اس طرح مرد مومن کے خطاب کا یہ دوسرا حصہ پہلے حصے سے زائد بلیغ و مؤثر تھا اور فرعون کے باطل تخیلات کا پوری قوت اور دلائل کی شوکت کے ساتھ رد تھا۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۖ قف
آگ ہے، کہ دکھا دیتے ہیں ان کو صبح اور شام۔ اور جس دن اُٹھے گی قیامت۔
اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ
داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں ف ۱ ۔ اور جب آپس میں جھگڑیں گے آگ میں،
فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ
پھر کہیں گے کمزور غرور کرنے والوں کو، ہم تھے تمہارے پیچھے، پھر کچھ
اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا
تم ہم پر سے اُٹھا لو گے حصہ آگ کا؟ کہیں گے جو غرور کرتے تھے،
اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ
ہم سبھی پڑے ہیں آگ میں، اللہ فیصلہ کر چکا بندوں میں ف ۲ ۔ اور کہیں گے جو لوگ
فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ
پڑے ہیں آگ میں، دوزخ کے داروغوں کو مانگو اپنے رب سے کہ ہم پر ہلکا کرے ایک دن تھوڑا

Marfat.com

الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ط قَالُوْا
عذاب ۔ وہ بولے کیا نہ آتے تھے تم پاس تمہارے رسول، کھلے نشان لے کر؟ کہیں گے کیوں

بَلٰى ط قَالُوْا فَادْعُوْا ج وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع
نہیں! بولے! پھر پکارو۔ اور کچھ نہیں پکارنا کافروں کا، مگر بھٹکنا ۔

بعد از ذکر عذاب دُنیوی وبیان عذاب برزخ وآخرت ذلّت وخواری فرعونیاں

قال اللہ تعالیٰ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا الیٰ قولہ تعالیٰ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔

(ربط) گذشتہ آیات میں آل فرعون کے مردمومن کا ناصحانہ خطاب کا بیان تھا کہ اس نے کیسے مؤثر وبلیغ اور مدلل انداز سے فرعون اور فرعونیوں کو اللہ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو قتل کے ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی اور اس سے آگے بڑھ کر ان کو حق کی دعوت دی اور اللہ رب العزت کی الوہیت و وحدانیت کے دلائل قائم کرتے ہوئے ایمان لانے پر آمادہ کرنا چاہا اور اللہ کی نافرمانی اور بغاوت پر مرتب ہونے والے نتائج سے آگاہ کیا۔ اب ان آیات میں جو عذاب خداوندی پر دُنیا میں آیا اور جو برزخ اور آخرت میں ہوگا اس کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ فرمایا۔ النار یعرضون علیھا الخ دوزخ کی آگ پر ان فرعونیوں کو پیش کیا جاتا رہے گا۔ صبح وشام۔ اور جب قیامت قائم ہوگی تو کہا جائے گا فرشتوں سے داخل کر دو فرعونیوں کو سخت سے سخت عذاب میں جو عالم برزخ کے عذاب سے بہت زائد سخت اور ہولناک ہوگا۔ کیونکہ برزخ میں تو آگ کا صرف معائنہ اور قرب ہی ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں برزخی آگ سے یقیناً جہنم کی آگ زائد شدید ہوگی تو برزخ کے عذاب سے جہنم کا عذاب نہایت سخت ہوگا۔ اور اس عذاب سے بڑھ کر ایک مزید عذاب و کلفت کی چیز ہوگی جبکہ کفّار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑتے ہوں گے تو نیچے درجے کے لوگ ان لوگوں سے کہتے ہوں گے جو بڑے تھے۔ اور ان کے مقتداء وپیشوا بنے ہوئے تھے ہم تو دنیا میں تمہارے تابع تھے اور تمہارے ہی ورغلانے سے ہم نے کفر کیا تھا تو کیا اس وقت تم ہم سے عذاب نار کا کچھ حصہ ہٹا سکتے ہو۔ وہ بڑے کہیں گے ہم سب ہی دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اب ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہم بھی تمہاری طرح اسی عذاب میں مبتلا ہیں۔ اللہ تو بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا۔ اور اس صورت حال میں کہ تابعین اپنے متبوعین سے مایوس ہو چکے ہوں گے اور متبوعین بھی اپنے کو بے بس پارہے ہوں گے۔ تو یہ سب جو جہنم میں ہوں گے۔ جہنم کے نگران فرشتوں سے کہیں گے پکارو اپنے پروردگار کو کہ وہ ہم سے عذاب میں سے کسی ایک دن ہی کمی کر دے تو ہم ایک دن کے عذاب کی تخفیف کو غنیمت سمجھیں گے کہ چلو ذرا ایک دن ہی کچھ سکون کا سانس لینا نصیب ہو جائے۔ یہ فرشتے کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول دلائل و معجزات لے کر نہیں آئے تھے جس سے تم بخوبی حق وہدایت سمجھ سکتے تھے۔ کہیں گے۔ بے شک وہ سب کچھ لے کر آئے تھے لیکن یہ ہماری بدنصیبی

Marfat.com

کہ ہم نے ان کی بات نہ مانی (جیسے کہ ارشاد ہے۔ بلیٰ قد جاء نا نذیر فکذبنا) اس پر فرشتے بولیں گے پھر اب ہم کچھ نہیں کر سکتے اور نہ تمہارے واسطے کوئی دُعاء والتجا ہو سکتی ہے اور کافروں کی دعاء بس بے اثر ہی ہو کر رہے گی۔ اس لئے کہ اس دُعاء؎ کا اثر اور اس کی قبولیت تو ایمان اور طاعت پر موقوف ہے

(عالم برزخ اور وہاں کا عذاب)

عالم برزخ اور وہاں کا ثواب و عذاب اور راحت و تکلیف امر قطعی ہے اور جس طرح آخرت پر اور آخرت کے ثواب و عقاب پر ایمان ضروری ہے۔ اسی طرح برزخ کے ثواب و عقاب پر بھی ایمان و یقین ضروری ہے اور ایمان بالآخرۃ جو دین کی اصل بنیاد ہے وہ احوال برزخ پر ایمان لائے بغیر ممکن نہیں۔ برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک درمیانی عالم کا نام ہے جس جگہ بھی اور جس حال میں بھی مردہ مرنے کے بعد سے لے کر یوم البعث تک رہے گا وہی برزخ ہے خواہ مردہ قبر میں دفنا دیا جائے یا سمندر میں ڈبو دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے یا کوئی جانور یا درندہ اس کو کھالے۔ غرض اس جملہ احوال کا عنوان برزخ ہے اور اسی کو اصطلاحی طور پر قبر کہا جاتا ہے۔ اگرچہ قبر لفظی طور سے زمین کے گڑھے کو کہتے ہیں مگر شریعت کی نظر میں یہ جملہ احوال عالم قبر ہی شمار کئے جاتے ہیں۔ اس عالم برزخ کا ثبوت کتاب اللہ کی نص صریح ہے ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون میں موجود ہے۔ اسی لئے حضرات متکلمین عقائد کے سلسلے میں عذاب قبر کا ایک مستقل باب رکھتے ہیں۔

اس عالم کی وسعت کا ہم کوئی اندازہ نہیں کر سکتے۔ بعض عارفین کا قول ہے کہ عالم دُنیا اس جہاں برزخ کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک ماں کا پیٹ تمام دُنیائے عالم کے سامنے۔ جس طرح حالت نوم موت و حیات کے درمیان ایک حالت ہے ایسے ہی اس عالم برزخ دنیا اور آخرت کے مابین عالم سمجھ لیا جائے۔ انسان کے مرجانے کے بعد دنیوی حیات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور رُوح عالم برزخ میں پہنچ جاتی ہے۔ مگر اپنے بدن کے ساتھ پھر بھی ایک گونہ گو تعلق باقی رہتا ہے۔ اور محل دفن سے بھی علاقہ رہتا ہے۔ قبر میں میت کو جو حیات حاصل ہوتی ہے وہ دنیا کی حیات معہودہ کی طرح نہیں بلکہ وہ دوسری نوع کی ہوتی ہے جس کا ان حواس سے ادراک نہیں ہوتا کیونکہ یہ بدنی حواس تو بدن کی موت سے ختم ہو چکے ہیں۔ ان ادراکات کو اس طرح سمجھ لیا جائے جیسے حالت نوم میں انسان جو کچھ دیکھتا سنتا ہے وہ ان آنکھوں اور کانوں سے نہیں دیکھتا سنتا وہ تو حالت نوم میں معطل ہیں بلکہ ان کے علاوہ دوسرے باطنی مدرکات ہیں جن کے ذریعہ یہ ادراک حاصل ہوتا ہے، بہرکیف مرنے کے بعد انسان جب اس جہان میں پہنچ جاتا ہے۔

؎ اس دعا کی قید اس وجہ سے ظاہر کی گئی یہ دعاء نجات یا تخفیف عذاب کی ہوگی اور قرآن کریم نے اللہ رب العزت کا فیصلہ واضح کر دیا کہ لا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینصرون۔ رہا دنیا کا معاملہ تو ہو سکتا ہے کہ کافر کی بعض دعائیں اللہ تعالیٰ اپنی شان ربوبیت کے کے لحاظ سے پوری فرما دے جیسے کہ رب العالمین ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ سب انسانوں اور جانوروں کی حاجتیں پوری فرماتا ہے تو اسی درجہ میں دنیا میں کافر کی دعا جو اس کی حوائج بشریہ سے متعلق ہو پوری ہو سکتی ہے لیکن یہاں کی دعاء محض آخرت کے عذاب کی تخفیف یا نجات کی تھی تو ظاہر ہے کہ وہ کیونکر پوری ہو سکتی تھی تو بے اثر اور ضیاع کا تعلق امر آخرت میں ہوا۔ تو اس وجہ سے لفظ اس کا اضافہ کیا گیا۔ ۱۲

Marfat.com

تو اس کو اپنے ایمان و کفر اور طاعت و معصیت کی صورتیں عالم مثال میں نظر آتی ہیں۔

شیخ محی الدین ابن العربی فتوحات میں فرماتے ہیں دنیا میں جو چیزیں معانی اور اوصاف ہیں عالم آخرت یا عالم برزخ میں وہ حقائق موجودہ کی شکل میں موجود نظر آئیں گی۔ اور ہر شخص ان کا مشاہدہ کرتا ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ مومن شخص قبر میں جب نکیرین کے سوال و جواب سے فارغ ہوجاتا ہے تو اس کے سامنے ایک نہایت بہترین صورت ظاہر ہوتی ہے تو مومن دریافت کرتا ہے۔ مَنْ اَنْتَ الخ کہ تو کون ہے تیرے چہرے سے خیر نظر آرہی ہے۔ تو جواب یہ ہوگا۔ انا عملك الصالح کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اس کے برعکس کافر اور فاسق و فاجر کے سامنے ڈراؤنی ہیبت ناک شکل آئے۔ اور یہ شخص جب پوچھے گا کہ تو کون ہے تیرے چہرے سے تو شر ٹپک رہا ہے اس پر یہ شکل جواب دیگی انا عملك الخبیث میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ الغرض یہ عالم برزخ عالم آخرت کا دیباچہ ہے۔ جیسا انجام نجات یا ہلاکت کا ہونا ہے اسی کے مطابق قبر ہی میں معاملہ شروع ہوجائے گا۔

حضرات عارفین کا قول ہے کہ قبر میں فقط روح سے سوال نہیں ہوتا بلکہ رُوح اور جسم دونوں سے ہوتا ہے۔ اولاً روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اور اس کو ایک قسم کی حیات دینے کے بعد سوال کیا جاتا ہے۔ متکلمین کی رائے ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد روح کا تعلق من وجہ اپنے جسد سے باقی رہتا ہے۔ عالم برزخ میں روح کو جسم سے مفارقت کلی حاصل نہیں ہوتی۔ البتہ قیامت کے روز یہ تعلق جسم کے ساتھ کامل ہوجائے گا۔ اور اس وجہ سے روح اور جسم دونوں کے آثار کلی طور پر ظاہر و نمایاں ہوں گے۔ انسان جسم اور روح سے مرکب ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ دنیا میں تو جسم کے احکام ظاہرا اور غالب ہوتے ہیں اور روح کے مغلوب و مستور۔ عالم برزخ میں روح کے احکام غالب و ظاہر ہوں گے اور جسم کے مغلوب و مستور رہتے ہیں۔ بلکہ جسم کی ظاہری ہیئت ہی ختم ہوجاتی ہے۔ اس کے برعکس دنیا میں روح کے احکام مستور ہوتے ہیں جس طرح کہ خود روح جسم میں مستور ہوتی ہے۔ اور حشر کے دن جسم اور روح دونوں کے احکام اور آثار برابر یکساں کردیئے جائیں گے ان میں سے کوئی مغلوب و مستور نہ ہوگا بلکہ دونوں نمایاں اور برابر ہوں گے۔

شیخ عبدالکریم شہرستانی "نہایتہ الاقوام" میں فرماتے ہیں کہ نکیرین کے سوال و جواب کے لئے روح کا تمام اجزاء بدن سے تعلق ضروری نہیں ہے۔ بعض اجزاء کا بدن سے تعلق کافی ہے۔ کیونکہ زندگی میں بھی ادراک و شعور اور فہم و مطلق جسم کے بعض اجزاء ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح مرنے کے بعد قبر میں اللہ تعالیٰ ان اجزاء مخصوصہ کے ساتھ روح کا تعلق قائم فرما کر زندہ کردیں گے اور نکیرین سے سوال و جواب دراصل انہی اجزاء مخصوصہ سے ہوگا اور پھر قیامت کے روز یہی اجزاء اصلیہ حشر و نشر کے وقت اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

نہایتہ الاقوام للامام شہرستانی

بحوالہ عقائد الاسلام حضرت مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ

بہرکیف یہ آیات النار یعرضون علیھا۔ برزخ میں عذاب قبر ثابت کررہی ہے اور یہ کہ یہ عذاب قبل از قیامت ہوگا جیسے کہ ویوم تقوم الساعۃ کی تصریح اس پر دلالت کررہی ہے اور حبیب نجار کے قصہ میں

Marfat.com

جن کو کفار نے شہید کر دیا تھا تو اُن کے متعلق ہے قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي کہ شہادت کے بعد ہی حکم ہوگیا کہ جنت میں داخل ہوجا۔ اور جنت میں داخل ہوگیا تو اس کو تمنا ہوئی کاش میری قوم کو بھی اس نعمت و کرامت کا علم ہو جائے تاکہ وہ بھی ایمان لائے تو ظاہر ہے کہ یہ ثواب مرنے کے بعد قبل از قیامت ہوا اس طرح سے ثابت ہوا کہ قبل از قیامت عذاب قبر کی طرح ثواب قبر بھی ہے جو مؤمنین و مطیعین کے لئے ہوگا۔ اسی طرح آیت واقعہ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيمٍ۔ اور یہ سلسلہ انعام مرنے کے بعد فوراً ہی ہے اور کفار کے حق میں مرنے کے بعد متصل احوال یہ ہیں فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ مہمانی کھولتے پانی کی اور جہنم کی آگ میں گھسنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب قبر سے پناہ مانگنا احادیث متواترہ اور صریحہ سے ثابت ہے۔

(عذاب قبر کی وحی قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی یا مدینہ منورہ میں)

فرعونیوں کے حق میں یہ آیات النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ سورہ مومن کی آیات ہیں جو باتفاق ائمہ مفسرین مکہ مکرمہ میں نازل ہونیوالی سورت ہے تو ان آیات میں عذاب قبر کا ذکر یہ بتلاتا ہے کہ قبل ہجرت مکہ مکرمہ ہی عذاب قبر کے بارے میں وحی نازل ہو چکی تھی۔ لیکن امام احمد بن حنبل کی تخریج کردہ وہ حدیث جس کا یہ مضمون ہے کہ ایک یہودی عورت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آیا کرتی۔ اور حضرت عائشہؓ اس کی مدد فرمایا کرتیں۔ تو جب بھی اس کے ساتھ کوئی احسان وغیرہ کرتیں تو وہ یہودیہ یہ دعا دیتی کہ وقاك الله عذاب القبر۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب قبر سے بچائے۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ یہ یہودیہ جھوٹ بولتی ہے۔ اور یہ لوگ تو اللہ پر بہت ہی جھوٹے ہیں قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں۔ پھر آپؐ کچھ دن گذرنے کے بعد ایک روز نصف النہار کے وقت اپنی چادر اوڑھے باہر نکلے۔ اور گھبراہٹ کی وجہ) آپؐ کی آنکھیں سرخ تھیں اور آپؐ باآواز بلند فرمارہے تھے القبر کقطع اللیل المظلم کہ قبر تو رات کے تاریک ٹکڑوں کی طرح ہے اے لوگو! اگر تم کو وہ باتیں معلوم ہوجائیں جو میں جانتا ہوں تو تم لوگ کثرت سے رویا کرو اور بہت کم ہنسا کرو۔ اے لوگو! پناہ مانگو اللہ کے عذاب قبر سے۔ کیونکہ عذاب قبر حق ہے۔ اس حدیث کو اگرچہ بخاری اور مسلم نے روایت نہیں کیا مگر یہ ان کی شرط پر ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث کا مضمون بھی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ ان دونوں حدیثوں کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ آیت در وایت میں تطبیق کے لئے یا تو یہ جواب دیا جائے کہ آیۃ قرآنیہ سے ارواحِ کفار کا عالم برزخ میں صبح و شام جہنم کی آگ پر پیش کیا جانا مراد ہے یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کی اذیت و کلفت کا ان کے اجسام کے ساتھ قبور میں بھی اتصال و تعلق ہوگا۔ تو قرآن کریم سے تو صرف اتنا ہی علم ہوا تھا کہ ارواح جہنم پر پیش کی جائیں گی۔ رہا اس اذیت و عذاب کا جسم تک پہنچنا یہ صرف احادیث کے ذریعے معلوم ہوا۔ تو گویا عذاب ارواح مکی وحی سے معلوم ہوا اور عذاب اجساد کا علم مدینہ منورہ میں ہوا۔ یا تطبیق کی دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آیۃ سے برزخ میں کافروں کے عذاب کا علم ہوا۔ یہ مضمون اس کی دلیل نہ تھا کہ مومن پر بھی قبر میں عذاب ہوسکتا ہے۔ پھر مدینہ منورہ میں اس یہودیہ کے قصہ کے بعد آپؐ کو وحی کے ذریعہ بتایا گیا۔ مومن کی بھی قبر میں آزمائش ہوگی اور اس کے واسطے بھی اس کی

Marfat.com

معصیتوں پر عذاب قبر ہے۔ چنانچہ آپؐ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ انکم تفتنون فی القبور قریبًا من فتنۃ الرجال۔

چنانچہ امام بخاری و مسلم نے عبداللہ بن عمرؓ کی سند سے یہ حدیث تخریج فرمائی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی۔ ان کان من اهل الجنۃ فمن اهل الجنۃ۔ وان کان من اهل النار فمن اهل النار فیقال هذا مقعدک حتی یبعثک اللہ عز وجل الی یوم القیٰمۃ

صحیح بخاری صحیح مسلم

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانہ صبح و شام پیش (اور ظاہر) کیا جاتا ہے اگر اہل جنت سے ہوتا ہے تو جنت والوں کا ٹھکانہ اور اگر اہل جہنم میں سے ہوتا ہے تو جہنم والوں کا ٹھکانہ۔ اور ان میں سے ہر ایک کو یہی کہلایا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ یہاں تک کہ تجھ کو اللہ عز وجل قیامت کے روز اٹھا نہ لے

تطبیق کی یہی صورت بہتر معلوم ہوتی ہے کہ عذاب برزخ جو مکی آیات میں ہے وہ کافروں کے حق میں معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ تصریح نہ تھی کہ مومن کے لئے بھی قبر میں عذاب و آزمائش ہے تا آنکہ بعد از ہجرت مدینہ منوّرہ میں وحی کے ذریعے اس کی بھی تصریح کر دی گئی۔ واللہ عالم بالصواب

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ
ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی، اور ایمان والوں کی دنیا کے جیتے، اور جب کھڑے

الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ
ہونگے گواہ۔ جس دن کام نہ آویں منکروں کو ان کے بہانے، اور ان کو پھٹکار ہے،

وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْهُدٰی وَاَوْرَثْنَا
اور ان کو بُرا گھر ❊ اور ہم نے دی موسیٰ کو راہ کی سوجھ، اور وارث کیا

بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًی وَّذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾
بنی اسرائیل کو کتاب کا۔ سوجھاتی اور سمجھاتی عقلمندوں کو ❊

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
سو تو ٹھہرا رہ، بیشک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے، اور بخشوا اپنا گناہ، اور پاکی بول اپنے رب

Marfat.com

رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ
کی خوبیاں شام کو اور صبح کو ۔ جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں ،
بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ
بغیر کچھ سند کے جو پہنچی ہو ان کو ، اور کچھ نہیں اُن کے جی میں ، غرور ہے ، کہ کبھی نہ
بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ
پہنچیں گے اس تک ۔ سو تو پناہ مانگ اللہ کی، بیشک وہ ہے سنتا دیکھتا ۔ البتہ پیدا کرنا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
آسمانوں کا اور زمین کا ، بڑا ہے لوگوں کے بنانے سے ، لیکن بہت
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ۬ وَالَّذِيْنَ
لوگ نہیں سمجھتے ۔ اور برابر نہیں اندھا اور دیکھتا ۔ اور نہ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾
ایماندار جو بھلے کام کرتے ہیں ، اور نہ بدکار ۔ تم تھوڑا سوچ کرتے ہو ۔
اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
تحقیق وہ گھڑی آنی ہے ، اس میں دھوکا نہیں ، لیکن بہت لوگ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ
نہیں مانتے ۔ اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو ، کہ پہنچوں تمہاری پکار کو ۔ بے شک
الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع
جو لوگ بڑائی کرتے ہیں میری بندگی سے ، اب پیٹھیں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر ۔

Marfat.com

پیغام بشارت بہ نصرت خداوندی و تلقین صبر واستقامت

وبیان ذلت و ناکامی اہل جدال وخصومت

قال اللہ تعالیٰ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا الیٰ قولہ تعالیٰ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیْنَ

(ربط) گذشتہ آیات میں مجرمین و کفار کی آخرت میں ایک دوسرے پر لعنت و ملامت کا ذکر تھا اور یہ کہ وہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ اور ایسے مجرمین کا مدد کے لئے چیخنا چلانا سب بیکار وضائع ہوگا۔ اب ان آیات میں حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی نصرت اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی کامیابی کا بیان فرمایا اور صبر واستقامت کی تلقین فرمائی گئی۔ اور یہ کہ اللہ کی راہ میں جو بھی دشواریاں اور مشقتیں پیش آئیں۔ اللہ رب العزت اپنی قدرت سے ان کو دور فرماتا ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کسی چیز کی کوئی حقیقت نہیں۔ ارشاد فرمایا۔

بیشک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان لانے والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہوگیا اور اس روز بھی جب گواہیاں دینے والے کھڑے ہوں گے۔ وہ اللہ کے فرشتے ہیں جنہوں نے بندوں کے اعمال لکھے اور وہ نامہائے اعمال لئے کھڑے ہوں گے اور وہ گواہی دیتے ہوں گے کہ اللہ کے پیغمبروں نے اللہ کے احکام اس کے بندوں کو پہنچادیئے لیکن ان کافروں اور مجرموں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کی اطاعت نہ کی یہ قیامت کا روز ہوگا۔ جہاں کسی طرح کی معذرت وندامت کام نہ آئے گی تو یہ وہ دن ہوگا کہ ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اور ان کے واسطے لعنت ہوگی اور بہت ہی برا ان کے واسطے ٹھکانہ ہوگا۔ تو اسی طرح اے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بھی آپؐ کا پروردگار مدد کرے گا اور آپؐ کی تکذیب وانکار کرنے والوں کے لئے دنیا میں بھی لعنت ہوگی اور قیامت کے روز بھی شدید عذاب ہوگا اور بے بیشک ہم نے موسیٰ کو ہدایت اور اپنی وحی عطا کی اور بنی اسرائیل کو وارث بنایا کتاب کا۔ یعنی تورات جو ہدایت و نصیحت تھی عقل والوں کے لئے کہ اگر اہل عقل اپنی عقل سے کام لیتے تو ضرور وہ اس ہدایت سے منتفع ہوتے مگر اس بدنصیبی کا کیا علاج ہو کہ ایک بینا انسان اپنی آنکھیں بند کرلے اور سورج کی روشنی سے نفع نہ اٹھائے جس سے سارا عالم روشن ہے۔ اے ہمارے پیغمبر اب یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ ان کو علوم وہدایت اور کتاب الٰہی آپ کے ذریعے دی مگر یہ بجائے اس سے نفع اٹھانے کے اپنے آپ کو ہلاکت وگمراہی میں مبتلا کئے ہوئے ہیں۔ تو آپ کفار مکہ کی ایذاؤں پر صبر کیجئے اور تسلی رکھئے بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ اور اپنے قصور دفر وگذاشت کی اللہ سے معافی طلب کیجئے۔ اگر ان کفار مکہ کی ایذاؤں پر صبر وتحمل میں نبوت ورسالت کے مقام عالی کی نسبت سے کوئی کمی رہ گئی ہو۔ اور اپنے رب کی پاکی بیان کرتے رہیئے۔ اس کی حمد وثناء کے ساتھ صبح وشام تسبیح وتحمید قلب کی غذا ہے۔ اس سے قلب کو تقویت حاصل ہوگی۔ اور ان تکالیف وشدائد کا برداشت کرنا آسان ہوگا۔ جو راہ حق میں آپ کو پیش آرہی ہیں اور ان جدال وخصومت کرنے والوں کی آپ ہرگز کوئی فکر نہ کریں۔ یقیناً جو لوگ اللہ کی آیتوں میں خصومت اور جھگڑا کررہے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل

Marfat.com

حجت آچکی ہو۔ ایسے خصومت کرنے والے کبھی بھی کامیاب نہیں ہوا کرتے اور نہ ان کے جھگڑوں سے حق میں کسی قسم کا اشتباہ و التباس واقع ہوسکتا ہے۔ ان کی یہ خصومت تو بس غرور و تکبر ہی ہے ان کے سینوں میں اگر وہ کبھی بھی اس بڑائی تک نہیں پہنچنے والے ہیں کہ جس بڑائی اور نخوت کے باعث ان کو آپ کے اتباع میں عار معلوم ہو رہا ہے وہ ہرگز اس بڑائی اور عزت کے مقام تک نہیں پہنچ سکیں گے بلکہ انہیں ذلت دنیا کا می کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تو آپؐ پناہ مانگتے رہیئے اللہ کی بے شک وہی سب کچھ سننے دیکھنے والا ہے۔ جب وہ ہر بات دیکھتا اور سنتا ہے تو آپؐ کے دشمنوں کا کوئی فعل و قول بھی اس سے چھپا ہوا نہیں اور اس کی پناہ و حفاظت نہایت اعلیٰ اور مکمل پناہ ہے جس کو توڑنے کی کسی کو مجال نہیں ہوسکتی۔ آخر یہ منکرین آپؐ کی باتوں کو کیوں جھٹلاتے ہیں۔ اور کیوں نہیں قیامت پر ایمان لاتے۔ ان کو بعث بعد الموت پر کیا تعجب ہے۔ یقیناً آسمانوں اور زمین کا ابتداءً پیدا کرنا تو بہت بڑا کام تھا بہ نسبت انسانوں کے دوبارہ پیدا کرنے کے تو جب ایک بڑی عظیم قدرت کا نمونہ ان کے سامنے موجود ہے تو اس سے کم تر چیز کا کیسے انکار کر رہے ہیں۔ یہ چیز بلاشبہ عقل کے خلاف ہے۔ لیکن اکثر لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ کبھی ایسے حقائق اور شواہد پہ غور نہیں کرتے اور نہ ان پر کبھی اس طرح نظر ڈالتے ہیں کہ ان سے ایسی چیزیں سمجھ لیں۔ حالانکہ یہ دلائل سمجھنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ اور یہ بات یہ ہے کہ نابینا آدمی اور بینا آدمی برابر نہیں یقیناً ان میں بڑا تفاوت ہے اسی طرح انسانوں کا وہ طبقہ جو ان حقائق اور شواہد سے اللہ رب العزت کی معرفت حاصل کرتا ہے اور وہ طبقہ جو نابیناؤں کی طرح اس سے محروم رہتا ہے باہم بڑا تفاوت رکھتا ہے۔ اور جب ان دونوں طبقوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو ظاہر ہے کہ اسی طرح ان کے انجام میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ اسی لئے یہ حقیقت سمجھ لینی چاہیئے کہ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیکی کے کام کئے اور دوسرے وہ جو برے کام کرنے والے ہیں برابر نہیں۔ یہ فرق اور بعد ایسا واضح ہے کہ ہر انسان کو سمجھ لینا چاہیئے لیکن بہت ہی کم ہیں ایسے جو سمجھتے ہوں اور عبرت حاصل کرتے ہوں۔ یہ مانیں یا نہ مانیں قیامت بے شک ضرور آکر رہے گی جس میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں۔ مگر پھر بھی بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں۔ اور ان کافروں کی مخالفت و سازشوں اور ان کی طرف سے پیش آنے والی تکلیفوں اور مشقتوں سے مت گھبراؤ۔ اے مسلمانو! تمہارے رب نے کہہ دیا ہے تم مجھ کو پکارو اور مجھ سے مانگو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ —— وہ درخواست جس میں تمہارے واسطے خیر اور فلاح ہو۔ اس لئے جب بھی سعادت و فلاح اور اہل ایمان کے غلبہ و کامیابی اور کافروں کی ناکامی کی دعاء مانگو گے میں قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے ذلت و رسوائی کے ساتھ بعد اس کے کہ دنیا میں بھی ان کی ذلت و رسوائی ہوچکی ہوگی۔ کیونکہ ہمارا وعدہ جو انبیاء سے نصرت و کامیابی کا ہوچکا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اور وہ نصرت و کامیابی جب دنیا میں بھی ہے تو بلاشبہ کفار و نافرمان دنیا میں بھی ذلیل ہوں گے۔ اور آخرت میں جہنم میں بھی ذلت کے ساتھ داخل ہوں گے۔

(نصرت خداوندی کی صورتیں)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نصرت کے معنی اگرچہ کامیابی اور مدد کے ہیں۔ لیکن کبھی نصرت خداوندی

Marfat.com

بدلہ لینے کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے تو اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ بیشک ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کا کافروں سے بدلہ لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ جب کبھی بھی کفار نے اللہ کے کسی پیغمبر یا مؤمنین پر غلبہ پاکر ان کو قتل کیا یا ستا کر ہلاک کیا اگرچہ اس وقت اہلِ حق مغلوب ہوگئے۔ مگر منجانب اللہ کسی وقت بدلہ ضرور ان سے لیا گیا۔ جیسے کہ اس پر قرآن و حدیث اور تاریخ گواہ ہے۔

شیخ ابو جعفر بن جریر رحمہ اللہ نے آیت انا لننصر رسلنا پر ایک سوال وارد کیا اور پھر خود ہی اس کے دو جواب دیئے۔ فرمایا سوال یہ ہوسکتا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام ایسے گذرے ہیں کہ ان کی قوموں نے ان کو قتل کرڈالا مثلاً حضرت یحییٰ، زکریا اور شعیاء علیہم السلام اور بعض ایسے بھی گذرے ہیں کہ بے بس و لاچار ہوکر ان کو اپنی قوم سے ہجرت کرنی پڑی۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام اور کوئی ایسے ہوئے کہ قوم کے ظلم و ستم سے بچانے کے لیئے خدا نے اُنھیں آسمانوں پر اٹھالیا۔ اور اس طرح کافروں کے ظلم اور قتل و صلب کے ارادہ سے محفوظ کیا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ان صورتوں میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی نصرت و کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ مغلوبی و ناکامی معلوم ہوتی ہے۔ اس سوال کے دو جواب دیئے۔ فرمایا پہلا جواب تو یہ ہوسکتا ہے یہ خبر عموم اور اکثریت کے درجہ میں ہے۔ لہٰذا اگر بعض اس سے مستثنیٰ ہیں تو یہ ممکن ہے۔ لیکن اس جواب کو پسند نہ کرتے ہوئے دوسرا جواب یہ دیا کہ نصرت سے مراد یہ ہے کہ انبیاء اور اہلِ ایمان کا کافروں اور ان کو ستانے والوں سے ضرور بدلہ لیا جائے گا۔ خواہ وہ بدلہ ان انبیاء اور ان ہی مومنین کی موجودگی میں ہو یا ان کے بعد۔ چنانچہ جن انبیاء کو کافروں نے قتل کیا۔ مثلاً حضرت یحییٰ، زکریا اور شعیاء علیہم السلام ان کے قاتلوں پر اللہ نے بعد میں ایک قوم کو مسلط کیا اُنہوں نے ان کو ذلیل کیا اور خوب ایذائیں پہنچائیں اور خون بہایا۔ اسی طرح نمرود کو خدا نے بڑی ذلت کی موت مارا۔ اور جن یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کا ارادہ کیا۔ خدا نے ان پر بعد میں روم کو مسلط کر دیا تو اہلِ روم نے ان کو نہایت ہی ذلیل و رسوا کیا طرح طرح کی ایذائیں دیں۔ خون بہایا۔ یہ تو دنیوی بدلہ ہوگیا اور اسی کی آخری قسط وہ ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے تو دجال کو اور یہود کو قتل کریں گے اور دنیا میں عدل و انصاف قائم کریں گے اور اللہ کی طرف سے امامت و قیادت کی عزت عطا کی جائے گی تو اس طرح خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کی عزت و سربلندی ظاہر فرمائے گا۔ اور قیامت کے روز جو بدلہ ہوگا وہ اس کے علاوہ ہے۔

الغرض حق تعالیٰ کی یہ سنّت قدیم ہمیشہ سے جاری رہی کہ وہ اپنے مومن بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ اور ان کے ظالموں سے بدلہ لے کر مومنین کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے حق تعالیٰ کی اس سنّت قدیم کو ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے نقل فرماتے ہیں۔ فرمایا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جو بھی میرے کسی دوست سے دشمنی کا معاملہ کرے۔ بس اس نے میرے مقابلہ میں اعلان جنگ کر دیا۔ اور میدان میں میرے سامنے نکل آیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ خداوند عالم نے قوم نوح، عاد و ثمود، قوم لوط اور اصحاب مدین اور ایسے اللہ کے رسولوں سے عداوت و مقابلہ کرنے والوں کا کیسا عبرت ناک انجام دنیا کو دکھایا اور سب سے آخر میں خاتم الانبیاء والمرسلین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کی اللہ نے کیسی مدد اور کامیابی

Marfat.com

فرمائی اور دشمنوں کو ذلیل ورسوا کر کے کلمۃ اللہ ہی العلیا اور لیظہرہ علی الدین کلہ کا منظر دکھایا۔ گو ایک وقت مغلوبیت کا گذارا مکہ سے ہجرت بھی کرنی پڑی۔ مگر مظلومیت اور بے لبسی کے اس دور کے ساتھ ہی ساتھ انصار کا گروہ مہیا فرما دیا جن کی زندگیاں اللہ کے رسولؐ اور ان پر ایمان لانے والوں کے لئے سراپا نصرت ہی نصرت تھیں۔ پھر اللہ نے کفار پر جنگ بدر میں غلبہ دیا۔ ان کے رؤسا اور سردار قتل کئے گئے۔ قید وبند کی ذلت سامنے آگئی فدیہ دیکر رہائی حاصل کرنا ہی اپنے ہاتھوں اپنی ذلت و پستی کو اختیار کر لینا تھا۔ تاآنکہ مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ وہی سردار وہی رؤسا قریش دست لبستہ سرنگوں و شرمسار آپؐ کے سامنے معافی مانگتے ہوئے حاضر ہو رہے ہیں اور آپؐ ان پر احسان فرماتے ہوئے یہ فرماتے جا رہے ہیں۔ لا تثریب علیکم الیوم۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جزیرہ عرب اور یمن آپؐ کا مطیع ہوا اور اہل کتاب جزیہ گذار ہو گئے۔ اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئے لگے۔ پھر آپؐ کی رحلت کے بعد خلفاء راشدین کے دور فارس وروم۔ افریقہ، اندلس اور کابل تک فتوحات کا سلسلہ پھیل گیا۔ اور اسلام کا کلمہ اور دین کا غلبہ مشرق و مغرب میں دنیا نے دیکھ لیا

(تفسیر ابن کثیر ج ۴)

یوم یقوم الاشہاد باجماع مفسرین یہ دن قیامت کا دن ہے۔ اور الاشہاد کی تفسیر ملائکہ سے کی گئی۔ جو بندوں کے نامہائے اعمال لئے میدان حشر میں موجود ہوں گے۔ سوء الدار کی تفسیر میں بعض مفسرین مثلاً سدی یہ بیان کرتے ہیں۔ بئس المنزل والمقیل۔ یعنی بہت ہی بری اترنے کی جگہ اور بہت ہی بری آرام گاہ۔ اور جہنم کو آرام گاہ کہنا ایسا ہی ہوگا جیسے فبشرھم بعذاب الیم۔ میں لفظ بشارت استعمال کیا گیا۔ ابن عباسؓ اس کی تفسیر انجام کی تباہی اور بربادی سے فرمایا کرتے تھے۔

ادعونی استجب لکم۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث قدسی کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ فرمایا حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔ چار باتیں ہیں۔ جن میں سے ایک میرے واسطے اور ایک لے میرے بندے تیرے واسطے ہے۔ اور ایک میرے اور تیرے درمیان ہے اور ایک وہ ہے جو تیرے اور میرے دوسرے تمام بندوں کے درمیان ہے۔

جو چیز میرے واسطے ہے وہ یہ ہے کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا۔ اور جو چیز تیری مجھ پر ہے وہ یہ ہے کہ جو بھی تو عمل خیر کرے گا اس کی جزاء میرے ذمہ ہے اور جو چیز میرے اور تیرے درمیان ہے وہ یہ کہ تو دعا کرے اور میں اس کو قبول کروں اور جو تیرے اور مخلوق کے درمیان ہے وہ یہ کہ تو ان کے واسطے وہی چیز پسند کر جو اپنے واسطے پسند کرتا ہے۔ نعمان بن بشیرؓ کی حدیث میں ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اِنَّ الدُّعَا ھُوَ الْعِبَادَۃُ یعنی دعا عبادت ہی ہے۔ اس وجہ سے دعا کے مضمون کو "اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ" پر مکمل فرمایا۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ استکبار عن العبادۃ جیسے کفر و نافرمانی ہے اسی طرح دعا سے اعراض و بے رخی کرنا بھی اسی کا مصداق ہے۔ حدیث میں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص دعا نہیں کرتا خدا اس پر ناراض ہوتا ہے۔

دعا اور دعاء کی قبولیت کی تفصیل آیت "وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ" میں گذر چکی ہے۔ مراجعت فرمائی جائے

Marfat.com

(دُعا کی حکمت اور اس کی قبولیت اور عدم قبولیت کا راز)

بارگاہِ خداوندی میں انسان کے لئے سب سے بڑی عزت وعظمت اور قرب کا عمل دُعاء ہے۔ کیونکہ دُعاء مظہر انم ہے۔ اور حق تعالیٰ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر اسراء کا ذکر فرمایا تو عنوان سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً میں عبد کا لفظ اختیار فرمایا۔ اسراء چونکہ سب سے زیادہ عظمت وبلندی کا واقعہ تھا تو اس کو وصف عبدیت سے ذکر کر کے اشارہ فرمادیا گیا کہ عبدیت تو ان عظمتوں کا باعث بنا اور ظاہر ہے کہ دعائیں یہ جملہ باتیں موجود ہیں۔ دُعاء کرنے والا عجز وتواضع کا بھی رنگ رکھتا ہوگا۔ دُعاء کرنے والا اپنے احتیاج کا بھی یقیناً تصوّر رکھتا ہے۔ ساتھ ہی رب العزت کی عظمت وکبریائی کا اعتقاد بھی قلب میں راسخ اور تازہ ہوگا۔ اور اس التجا کے ضمن پروردگار عالم کا تعلق اور جذبۂ محبت بھی حاصل ہوگا۔ اسی وجہ سے دُعاء مانگنے والا بندہ خدا کے نزدیک بڑی عزت کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اللہ کو اپنے بندہ کے مانگنے سے خوشی ہوتی ہے اور دعاء نہ کرنا ایک قسم کا استغناء اور کبر ہے جو اللہ کو ہرگز پسند نہیں تو اس وجہ سے جو شخص دُعاء نہیں مانگتا خدا اس سے ناراض ہوتا ہے (جیسا کہ حدیث میں وارد ہے) مخلوق کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا اور مانگنا ذلّت ہے۔ لیکن خالق کے سامنے اپنی حاجت کو پیش کرنا اور اس سے مانگنا عزت کا ذریعہ ہے۔

یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اور بندہ طرح طرح کی حاجتوں میں جکڑا ہوا ہے۔ انسان اپنی حوائج کی تکمیل کے مادی اسباب مہیّا کرنے کا مکلّف ہے۔ لیکن مادی اسباب کی کامیابی اسی پروردگار کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس لئے انسان کو صرف مادی اسباب پر بھروسہ اور اعتماد درست نہیں۔ باوجود اسباب ظاہرہ کے دُعا کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ ظاہری اسباب کو یہ باطنی سبب کامیابی اور تکمیل کے مرحلے تک پہنچا سکے۔ جو لوگ صرف ظاہری اسباب کو کافی سمجھ کر دُعاء اور توجہ الی اللہ اور تضرع کو (العیاذ باللہ) بیکار سمجھتے ہیں وہ یقیناً عقل ودانش سے بعید ہیں۔ کیا دن رات کا یہ مشاہدہ نہیں کہ تاجر بازار میں دکان بھی لگاتا ہے۔ مال بھی رکھتا ہے۔ اور جس قدر تدابیر ممکن ہیں انہیں بروئے کار بھی لاتا ہے۔ لیکن بہت سے ہنرمند تاجر ناکامی اور خسارہ میں پڑتے ہیں۔ اور بہت سے جو اس طرح کی تدابیر نہیں کرتے نفع اور کامیابی کی وہم وگمان سے بڑھ کر منزلیں طے کرتے ہیں یہ مشاہدات اس امر کا ثبوت ہیں کہ ہر مقصد کی کامیابی کے لئے صرف ظاہری وسائل واسباب کافی نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کے فضل اور رحمت پر موقوف ہے اس لئے ضروری ہے کہ اسی سے مانگا جائے حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے ایک ملفوظ میں ہے۔

جاننا چاہیئے کہ یہ عالم عالم اسباب میں ہے اور بندہ حاجتوں میں جکڑا ہوا ہے بندہ کو چاہیئے کہ وہ دوا بھی کرے اور دعاء بھی کرے۔ دوا ظاہری سبب ہے اور دعاء باطنی سبب ہے۔ جو لوگ جدید تعلیم کی وجہ سے طبعیات میں غلو رکھتے ہیں۔ ظاہر پرستی کی وجہ سے خفی اور معنوی اسباب تک ان کی نظر کی رسائی نہیں۔ ایسے لوگ دعاء کو بیکار سمجھتے ہیں۔ اور تمام آثار کو اسباب طبعیہ میں منحصر جانتے ہیں۔ ان آزاد منشوں نے اپنے گمان میں ایک قانون فطرت تجویز کر رکھا ہے اور اس کو بننے میں تو اللہ کے ماتحت

Marfat.com

مانتے ہیں مگر چلنے میں اس کا محتاج نہیں مانتے بلکہ نعوذ باللہ خود واجب الوجود کو اس کا تابع سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو خاص انتظام پر پیدا تو کر دیا لیکن وہ اب اس طرح خود بخود چل رہا ہے اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا جیسے گھڑی چابی دینے میں تو دوسرے کی محتاج ہے مگر اس کے بعد خود بخود چلتی رہتی ہے گویا کہ اب اللہ تعالیٰ کو بھی تغیر و تبدل کا اختیار نہیں اس عقیدہ سے اللہ تعالیٰ کا اضطرار اور عجز لازم آتا ہے۔ اور یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشیت اور اختیار سے خالی اور عاری ہے۔ جیسے فلاسفۂ یونان کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ المعنی واجب الوجود۔ حدوث عالم کی علت موجبہ اضطراریہ ہے۔ فلاسفہ یونان باری تعالیٰ کے لئے اختیار اور ارادہ اور مشیت کے قائل نہیں اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل با اختیار ہے ہر چیز کا وجود اور بقاء اور اس کی تاثیر اس کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے (انتہی کلامہ)

انسان بعض مرتبہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کی دُعاء قبول نہیں ہو رہی ہے تو اس کو یہ گمان نہ رکھنا چاہیئے کہ استجب لکم کا وعدہ الٰہی پورا نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ ممکن ہے کہ میری دعاء میں صرف ظاہری الفاظ ہوں۔ دُعاء کی رُوح اور حقیقت جو تضرع اور زاری ہے۔ وہ اس میں نہ ہوگی۔ اور دعاء میں جب رُوح ہی نہیں تو اس میں کیا اثر ہوگا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ جو دعاء اس نے مانگی ہے وہ اللہ کے نزدیک خود اس کے لئے بہتر نہ ہو۔ انسان کا علم بھی قاصر ہے۔ اور فہم بھی ناقص۔ احکم الحاکمین ہی علام الغیوب ہے وہ بندہ کی مصلحتوں کو جانتا ہے تو لبسا اوقات بندہ جو دعاء مانگتا ہے وہ خود اس کے واسطے مضر ہوتی ہے تو خُدا کی رحمت یہی ہوتی ہے کہ اس دعاء کی قبولیت نہ ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ آداب دعاء کی رعایت نہ کی ہو اس وجہ سے قبول نہیں ہو رہی ہے۔

یہ بھی ممکن ہے شرائط دعاء کی رعایت نہ کی ہو تو اثر ظاہر نہ ہو رہا ہو یہ بھی ممکن ہے کہ اس شخص کا کھانا پینا لباس وغیرہ سب کچھ حرام ہو تو ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ دُعاء کیسے قبول ہوگی۔ جیسے کہ حدیث میں ہے ایک شخص پراگندہ حال طویل سفر طے کرتے ہوئے دعاء کرتا ہے اور حال یہ کہ ملبسہٗ حرام و مشربہٗ حرام وغذی بالحرام فانّٰی یستجاب یعنی اس کا لباس حرام اس کا کھانا پینا ہی حرام الغرض اس کی غذا ہی حرام ہے تو پھر ایسی صورت میں کہاں اس کی دعاء قبول ہوگی۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ
اللہ ہے جس نے بنا دی تم کو رات کہ اس میں چین پکڑو، اور دن دیا دکھاتا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
اللہ تو فضل رکھتا ہے لوگوں پر، لیکن بہت لوگ

لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا
حق نہیں مانتے ۞ وہ اللہ ہے رب تمہارا، ہر چیز بنانے والا کسی کی بندگی نہیں

Marfat.com

هُوَ ۖ فَأَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
اسکے سوا، پھر کہاں سے پھیرے جاتے ہو؟ اسی طرح پھیرے جاتے ہیں، جو لوگ رہتے ہیں اللہ کی باتوں سے

يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ
منکر ہوتے ۔ اللہ ہے! جس نے بنا دی تم کو زمین ٹھہراؤ، اور آسمان

بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ
عمارت، اور تم کو صورت بنائی، پھر اچھی بنائیں صورتیں تمہاری، اور روزی دی تم کو ستھری چیزوں سے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ
وہ اللہ ہے رب تمہارا۔ سو بڑی برکت ہے اللہ کی، جو رب ہے سارے جہان کا ۔ وہ ہے زندہ رہنے والا

اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا، سو اس کو پکارو نری کر کر اُس کی بندگی۔ سب خوبی اللہ کو، جو رب ہے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ
سارے جہان کا ۔ تو کہہ، مجھ کو منع ہوا کہ پوجوں جن کو تم پکارتے ہو سوا

دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ
اللہ کے، جب پہنچ چکیں مجھ کو کھلی نشانیاں میرے رب سے، اور حکم ہوا کہ تابع رہوں

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
جہان کے صاحب کا ۔ وہی ہے، جس نے بنایا تم کو خاک سے، پھر پانی کی

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا
بوند سے، پھر لہو کی پھٹکی سے، پھر تم کو نکالتا ہے لڑکے، پھر جب تک پہنچو

اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ
اپنے زور کو، پھر جب تک ہو جاؤ بوڑھے۔ اور کوئی ہے تم میں کہ بھر لیا پہلے اس سے،

وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ
اور جب تک کہ پہنچو لکھے وعدے کو، اور شاید تم بوجھو ۔ وہ ہے جو جلاتا ہے

Marfat.com

وَيُمِيتُ ۚ فَإِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٦٨﴾ ع

اور مارتا ہے، پھر جب حکم کرے کسی کام کو، تو یہی کہے اسکو کہ ہو، وہ ہوجاتا ہے

بیان انعاماتِ خداوندی وذکر دلائل قدرت واسباب معرفت

قال اللہ تعالیٰ اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ الیٰ قولہ تعالیٰ کن فَیَکُوْنَ۔

(ربط) گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنے انبیأ اور اہل ایمان کی نصرت و کامیابی کا قانون بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی تھی اور ساتھ ہی ساتھ تسلی بھی کی گئی۔ اور صبر و استقامت کی تلقین فرمائی۔ اب ان آیات میں اپنے انعامات عامہ اور خاصہ کا ذکر فرمایا۔ تاکہ ان سے اللہ کی معرفت حاصل ہو۔ اس کی قدرت کاملہ پر ایمان لایا جائے تو فرمایا۔ اللہ ہی جس نے تمہارے آرام کے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو۔ اور اس نے دن کو روشن بنایا تاکہ تم اس کی روشنی میں اپنے کاروبار انجام دیسکو بے تکلف چل پھر کر کسب معاش کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے فضل و انعام والا ہے لوگوں پر کہ ان کے مصالح کی کیسی رعایت فرمائی۔ ان کی راحت اور کسب معاش کے کیسے اسباب پیدا فرمائے۔ لیکن اکثر لوگ ان نعمتوں کا شکر نہیں کرتے۔ ان انعامات کا تقاضا تو یہ تھا کہ خداوند عالم کی عبادت کرتے۔ اس کی عظمت و محبّت قلب میں ہوتی۔ اور اس کی نافرمانی پر اس کے قہر و غضب اور ناراضگی سے ڈرتے۔ مگر اکثر لوگ نہ باتیں سمجھتے ہیں اور نہ سوچتے ہیں۔ حالانکہ یہ باتیں روز روشن کی طرح واضح ہیں کیونکہ اللہ تو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ جس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ تو پھر اے لوگو بعد اس کے کہ خدا کی خالقیّت توحید اور الوہیت ظاہر ہے تم کہاں الٹے پاؤں شرک ہی کی طرف لوٹے جارہے ہو اور گمراہی کے بیابانوں میں بھٹک رہے ہو اے مخاطبین یہ بات آج تمہاری کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی بھٹکتے رہے جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے۔ خواہ وہ نشانیات تکوینی ہوں یا وہ دلائل و احکام ہوں جو اللہ نے نازل کئے۔ آپؐ کو ایسی باتوں پر صدمہ اور فکر نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے اے انسانو! تمہارے واسطے زمین کو قرار کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت کی طرح بنایا۔ اور تمہارا نقشہ بنایا۔ اور بہترین نقشہ بنایا کہ اس طرح کی خوبی جسم کی ساخت اور اعضا کا تناسب کسی بھی حیوان میں نہیں رکھا گیا۔ جیسا انسان میں رکھا۔ چنانچہ ارشاد ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اور تم کو عمدہ عمدہ پاکیزہ کھانے کو دیں۔ اے لوگو! بس یہی تو ہے وہ خدا جو تمہارا رب اور معبود ہے جس نے تم کو بہترین شکل میں پیدا کیا۔ اور عمدہ عمدہ غذائیں اور نعمتیں کھانے کو دیں سو بہت ہی عظیم برکت اور بزرگی والا ہے۔ وہ اللہ جو رب ہے سارے جہانوں کا۔ وہی حیّ لایموت ہے ازلی اور ابدی ہے کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں سو تم صرف

Marfat.com

اسی کو پکارو، اسی کی عبادت کرو۔ اسی کے واسطے اپنے اعتقاد خالص کرتے ہوئے۔ بے شک سب خوبیاں اسی اللہ کے لئے ہیں جو رب ہے تمام جہانوں کا۔ جب اللہ رب العزت کی قدرت خالقیت اور الوہیت وحدانیت سب کچھ ظاہر اور ثابت ہے تو آپ کہہ دیجئے ان مشرکین کو سنانے کے لئے اور شرک سے بیزاری و نفرت کا اعلان کرتے ہوئے بیشک میں تو منع کیا گیا ہوں اس چیز سے کہ میں عبادت کروں خدا کو چھوڑ کر ان معبودوں کی جن کی تم عبادت کرتے ہو خدا کو چھوڑ کر جبکہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے نشانیاں آچکیں اور ایسے دلائل و شواہد جو عقلی بھی ہیں اور نقلی بھی۔ اور مجھ کو تو بس یہی حکم ہے کہ میں اسی اللہ کے سامنے سر جھکاؤں جو رب العالمین ہے۔

اے لوگو! عجیب بات ہے کیا تمہیں خبر نہیں۔ وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا کہ تمہارے باپ آدم ؑ مٹی سے پیدا کئے گئے۔ پھر آئندہ ان کا سلسلہ نسل اس طرح قائم کیا کہ تم کو نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے ، پھر تم کو بعد اس کے بصورت حمل ماں کے رحم میں تخلیقی و تصویری مراحل مکمل ہو گئے ہوں نکالتا ہے ماں کے پیٹ سے بچہ کی شکل میں، پھر تم کو زندگی دیتا ہے تاآنکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ۔ پھر اور بھی مزید حیات عطا کرتا ہے یہاں تک کہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔ اور بعض تم میں سے وہ ہوتا ہے جو اس سے پہلے مر جاتے۔ جوانی یا بڑھاپے کی نوبت ہی نہ آئے۔ غرض یہ سب کا حال علیحدہ علیحدہ ہے کوئی بوڑھا ہوا اور کوئی نہیں۔ کوئی جوان ہوا۔ اور کوئی اس سے پہلے ہی مر گیا اور یہ سارا تقدیری نظام اس وجہ ہے کہ تم پہنچ جاؤ اس وقت پر جو مقرر و متعین کر دیا گیا ہے تو جو وقت جس انسان کا تقدیر خداوندی سے طے ہو چکا ہوتا ہے وہ اسی وقت تک پہنچتا ہے۔ کوئی طاقت اس وقت کو آگے پیچھے نہیں کر سکتی۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے۔ تاکہ تم لوگ ان احوال میں غور کر کے سمجھ جاؤ کہ دراصل وہی ایک ذات موت و حیات کی مالک ہے۔ وہی قادر ہے وہی مالک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے۔ بس وہ جس بھی کام کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کے لئے کہہ دیتا ہے کُن (ہو جا) تو بس وہ ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ کوئی چیز دفعتہً پیدا کرنا چاہے یا بتدریج جیسے بھی اس کی حکمت و مشیت ہو۔ اس کے مطابق وہ چیز ہو جاتی ہے۔ ان آیات میں حق تعالیٰ نے اپنے انعامات کے ذکر میں رات بنانے کی حکمت سکون کو بیان فرمایا کہ بندے دن کے وقت محنت اور نقل و حرکت کی مشقتوں کے بعد رات کی تاریکی اور خاموشی میں سکون و راحت حاصل کر لیں۔ اور اس سکون کے بعد پھر دن کی روشنی میں اپنے مشاغل انجام دے لیں۔ دن کی روشنی بھی کتنا عظیم انعام ہے۔ ظاہر ہے کہ کاروباری مصروفیات اور مشاغل حیات کی تکمیل بغیر روشنی کے کیسے ممکن ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے کتنا انعام فرمایا کہ دن کو روشن کر دیا۔ تو تکمیل مشاغل کے لئے جس چیز کی سب سے زیادہ حاجت تھی اللہ نے وہ عطا کر دی۔ اور راحت و سکون جسکے بغیر زندگی کا نظام قائم نہیں رہ سکتا تھا وہ بھی رات کی تاریکی میں عطا فرما دیا۔ پھر آسمان کتنی عظیم مخلوق ہے۔ اس سے متعلق چاند سورج اور ستاروں کی کیسی عجیب اور عظیم شان ہے۔ کس قدر فوائد و منافع انسانی حیات کے ان سے متعلق ہیں۔ ان تمام دلائل سے صرف نظر کسی بھی صاحب عقل انسان سے ممکن نہیں۔ نیز خود انسان کا وجود اس کی شکل و صورت کی خوبی اور اس کی خصوصیات و کمالات کتنے بلند پایہ دلائل ہیں پھر موت و حیات اور مدت حیات، لوازم حیات غرض سب چیز کا تنہا وہی پروردگار مالک و خالق ہے جب ان تمام چیزوں پر

Marfat.com

کوئی اس کا شریک نہیں تو پھر انسان کو یہ بات کیسے زیب دیتی ہے کہ وہ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک کرے۔ انسان نہ اللہ کی قدرت کا انکار کر سکتا ہے نہ اس کی الوہیت و وحدانیت کا۔ ان احوال کے پیش نظر انسان کی یہ بڑی ہی بدنصیبی اور حماقت ہوگی کہ خالق کائنات اور قادر مطلق کی عبادت نہ کرے اور اس پر ایمان نہ لائے۔ لا الٰہ الا ھو فادعوہ مخلصین لہ الدین کی تفسیر میں ابن جریر سے منقول ہے فرمایا حضرات سلف کی ایک جماعت یہ کہا کرتی تھی کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہے اس کو چاہیئے کہ اس کے بعد الحمد للہ رب العالمین بھی کہہ لیا کرے تاکہ اس آیت مبارکہ پر عمل ہو جائے بروایت اعمش مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل فرمایا کرتے تھے۔ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ۔ لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِہَ الْكَافِرُوْنَ۔ اور یہ بیان کیا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ کلمات ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے (صحیح مسلم۔ نسائی) تفسیر ابن کثیر جلد رابع۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ ۝۶۹ اَلَّذِیْنَ
تو نے نہ دیکھے؛ جو جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں، کہاں سے پھیرے جاتے ہیں؛ جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ﱠ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۝۷۰
جھٹلائی یہ کتاب، اور جو بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ، سو آخر جان لیں گے۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۝۷۱ فِی الْحَمِیْمِ ۙ۬
جب طوق پڑے ہیں ان کی گردنوں میں، اور زنجیریں، گھسیٹے جاتے ہیں، جلتے پانی میں

ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۝۷۲ ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ
پھر آگ میں ان کو جھونکتے ہیں۔ پھر ان کو کہا ہے کہ کہاں گئے جن کو

تُشْرِكُوْنَ ۝۷۳ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا
شریک بتاتے تھے؛ اللہ کے سوا۔ بولے ہم سے چوک گئے، کوئی نہیں ہم تو پکارتے نہ تھے

مِنْ قَبْلُ شَیْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ ۝۷۴ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
پہلے کسی چیز کو۔ اسی طرح بچلاتا ہے اللہ منکروں کو۔ یہ بدلہ اس کا جو تم

تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝۷۵ اُدْخُلُوْۤا
رَنجھے پھرتے تھے زمین میں ناحق، اور اس کا جو تم اتراتے تھے۔ بیٹھو

Marfat.com

أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ

دروازوں میں دوزخ کے، سدا رہنے کو اس میں۔ سو کیا بد ٹھکانا ہے غرور والوں کا ۞

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ

سو تو ٹھہرا رہ، بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے۔ پھر اگر کبھی ہم دکھا دیں تجھ کو کوئی وعدہ جو ان کو

نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

دیتے ہیں، یا بھر لیں تجھ کو، پھر ہماری طرف پھرے آویں گے ۞ اور ہم نے بھیجے ہیں

رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ

بہت رسول تجھ سے پہلے، کوئی ان میں ہیں کہ سنایا تجھ کو ان کا احوال، اور کوئی ہیں

لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ

کہ نہیں سنایا۔ اور کسی رسول کو مقدور نہ تھا، کہ لے آتا کوئی نشانی،

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ

مگر اللہ کے حکم سے پھر جب آیا حکم اللہ کا، فیصلہ ہو گیا انصاف سے، اور ٹوٹے

هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٧٨﴾

میں آئے اس جگہ جھوٹے ۞

حیرت واستعجاب برجدال مجادلین ومکذبین ووعید از عذاب آخرت

قال اللہ تعالیٰ ۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ الی قولہ تعالیٰ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ

(ربط) آیات سابقہ میں حق تعالیٰ نے اپنے انعامات اور دلائل قدرت کا ذکر فرما کر کفر و نافرمانی اور شرک پر وعید و تنبیہ فرمائی تھی اور یہ کہ انسان کی فطرت اسی کا تقاضا کرتی ہے خدائے وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لائے۔ اب ان آیات میں جدال و خصومت کرنے والے منکرین پر تعجب و حیرت کا اظہار فرمایا جا رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کا حال جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں عجیب بات ہے یہ کہاں بھٹک رہے ہیں بے شک جن لوگوں نے اس کتاب یعنی قرآن کریم کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی جھٹلایا جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا جن میں احکام خداوندی تھے۔ معجزات و دلائل تھے۔ سو عنقریب ہی یہ

Marfat.com

لوگ جان لیں گے ۔ بہرحال قیامت آئے گی اور اس کا آنا قریب ہی ہے کیونکہ نبی آخر الزماں کی بعثت ہی قرب قیامت کی علامت ہے تو یہ خوب جان لیں گے ۔ جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی کہ جن میں یہ جکڑیں ہوں گے اور اس حال میں گھسیٹے جا رہے ہوں گے کھولتے ہوئے پانی میں ۔ پھر جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ تمہارے معبود جن کو تم شریک کرتے تھے عبادت والوہیت میں خدا کو چھوڑ کر ۔ اس کے جواب میں یہ لوگ کہیں گے وہ تو سب غائب ہو گئے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم تو اس سے پہلے بھی ان میں سے کسی کو نہیں پوجتے تھے ۔ کیونکہ ہم جانتے تھے یہ معبود بے جان اور بے حقیقت ہیں ۔ ان میں نہ کوئی قدرت اور نہ طاقت و اختیار یہ تو محض ہماری طرف سے ایک عناد تھا دین حق سے اور محض اپنے آباؤ اجداد کے رسم ورواج کی پیروی تھی ۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح بھٹکاتا ہے کافروں کو کہ جس چیز کو وہ خود وہ اپنی عقل و دانش سے لاشی سمجھ رہے ہیں اسی کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں ۔ یہ سزا ایسے کافروں اس وجہ سے ہے کہ تم دنیا میں خوش ہوتے تھے ناحق کر ایسے باطل عقیدے اور غلط اعمال کو اچھا سمجھتے تھے اور اس پر خوش ہوتے ۔ اور اس وجہ سے یہ سزا کہ تم اترایا کرتے تھےعہ کہا جائے گا جہنم کے دروازوں میں گھسو درانحالیکہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہو گے ۔ سو وہ متکبرین کا بہت ہی برا ٹھکانا ہے ۔ اور اے ہمارے پیغمبر جب آپ کے علم میں یہ آگیا کہ یہ مجرمین و متکبرین اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے تو اب ان کافروں کی ایذاؤں اور اوران کے طرز عمل پر نہ زیادہ رنجیدہ ہوجیئے اور نہ کسی قسم کا فکر و تشویش کیجئے ۔ پس آپ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا ۔ پھر جس عذاب کا ہم وعدہ کر رہے ہیں تو اس میں سے کچھ آپ کو دکھلادیں یا آپ کو اس سے قبل ہم وفات دیدیں ۔ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ۔ لیکن بہر کیف وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے ۔ اس لئے اگر آپ کی حیات میں عذاب نازل نہ ہو تو تب بھی وہ آخرت کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے ۔ اور اگر آپ کی حیات میں عذاب نازل ہوگیا تو یہ عذاب ان کو آخرت کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا ۔ اس لئے کہ اصل عذاب تو وہی ہوگا جو ہماری طرف لوٹا دیئے جانے کے بعد ہوگا ، اور یہ بات آپ پیش نظر رکھیئے کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں سے بعضے تو وہ تھے جن کا قصہ ہم نے آپ کو سنایا خواہ اجمالاً یا تفصیلاً اور بعضے وہ تھے کہ جن کا ہم نے آپ کو کوئی ذکر نہیں سنایا اور کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ کوئی نشانی لے آئے بغیر اللہ کے حکم اور اس کی مرضی کے اور اس طرح وہ ایسے معجزات و نشانیاں ظاہر کرنے لگے جو اس پیغمبر کی اُمت چاہتی اور مطالبہ کرتی ۔ تو اسی طرح یہ کفار مکہ آپ سے کچھ مخصوص نشانیاں اور معجزات طلب کر رہے ہیں اور وہ اللہ کی حکمت و مشیت کے لحاظ سے آپ کو نہیں دی جاتیں تو آپ اس پر کوئی غم اور صدمہ نہ کیجئے ۔ اللہ اپنی حکمت سے جب کوئی چیز چاہے گا ظاہر کردے گا ۔

عہ فرح کا ترجمہ خوشی کیا گیا اور مرح کا ترجمہ اترانا ۔ کیونکہ وضع لغت کے لحاظ سے فرح کا تعلق قلب سے ہے اور اس کو خوشی کہا جاتا ہے اس کے بالمقابل مرح کا تعلق بدن سے ہے جس کو اترانا اور اکڑنا کہا جاتا ہے جس کا اثر انسان کے بدن اور چال ڈھال پر نمایاں ہوتا ہے ۔ ۱۲

Marfat.com

ابھی صبر کریں پھر جب اللہ کا حکم آجائے گا نزول عذاب کا خواہ دنیا میں یا آخرت میں تو فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ٹھیک ٹھیک اور اُس وقت یہ باطل پرست خسارہ میں رہ جائیں گے۔ کیونکہ آخرت دار الجزاء ہے لہٰذا انسان نے دنیا میں جیسا عمل کیا اس کا بدلہ ویسا ہی ہوگا۔

تکذیب کتاب اور تکذیب رسول ہر ایک مستقلاً سبب عذاب ہے

آیت "الذین کذبوا بالکتاب وبما ارسلنا بہ رسلنا" میں بطریق عطف دو چیزوں کی تکذیب پر ان مکذبین کی سزا بیان کی ہے کیونکہ جن مشرکین ومکذبین کے پیش نظر یہ خطاب ہے وہ دونوں قسم کی تکذیب کے مرتکب تھے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ اگر دونوں کی تکذیب نہ ہو بلکہ ایک کی ہو تو پھر وہ معذب نہ ہوں گے بلکہ ہر ایک ان میں معذب اور مخلد ہونے کا سبب ہے۔ اور اس طرح کی مثالیں بکثرت کلام اللہ میں موجود ہیں۔ اور اہل لسان کے یہاں از روئے بلاغت یہ مفہوم معروف بھی ہے۔

عذابِ حمیم وجحیم کی ترتیب اور حضرت تھانوی رح کی تحقیق انیق

اس سلسلہ عذاب میں یہاں ترتیب یہ ذکر کی گئی۔ يُسْحَبُونَ فِي الْحَمِيمِ ۔ گھسیٹے جائیں گے کھولتے ہوئے پانی میں ثم فی النار یسجرون کہ پھر وہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حمیم میں گھسیٹا جانا مقدم ہے اور اس کے بعد جہنم میں جھونکا جانا ہوگا تو بعض علماء مفسرین اسی کے پیش نظر اس بات کے قائل ہوئے کہ حمیم خارج جہنم ہے تو پہلے حمیم میں گھسیٹا جائے گا پھر جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور ان حضرات نے سورہ والصّٰفّٰت کی آیت ثم ان مرجعھم لالی الجحیم کو اسی پر محمول کیا کہ حمیم پلانے کے وقت ان کو جہنم سے باہر لایا جائے گا اور حمیم پلانے کے بعد پھر جہنم کی طرف لوٹا دئیے جائیں گے جیساکہ لفظ مرجعھم اس کا قرینہ ہے۔ لیکن بعض دیگر ائمہ اس کے قائل نہیں۔ ان کی نظر اس آیت پر ہے۔ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ط جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ عذاب حمیم دخول جہنم کے بعد ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے عذاب حمیم کے لئے جہنم سے باہر کسی جگہ جانا نہیں ہوگا بلکہ یہ جہنم ہی میں ہوگا کہ ان کے سروں پر یہ کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ نے ان اقوال یا اس اشکال کو بیان فرما کر بڑی ہی لطیف تحقیق فرمائی۔ فرمایا احقر کو آیات میں غور کرنے سے ظنًا یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ میں انواع انواع کے عذاب ہوں گے۔ کبھی کچھ کبھی کچھ۔ ان میں سے حمیم وجحیم بھی۔ پس دونوں کا سلسلہ برابر جاری رہے گا بس ہر نوع باعتبار فرد کے دوسری نوع سے مقدم بھی ہے اور باعتبار دوسرے فرد کے اس سے مؤخر بھی ہے۔

اور دوزخ کا اطلاق کبھی حمیم کے مقابل پر آتا ہے (یعنی جحیم) کبھی حمیم سے عام مفہوم پر (جس میں دونوں داخل ہیں) کیونکہ حمیم کا حمیم ہونا خود اس نار کا اثر ہے۔ پس اس سے ملابست عین ملابست بالنّار ہے تو معنی اول کے لحاظ سے حمیم کو خارج از جحیم کہہ سکتے ہیں اور معنی ثانی کے اعتبار سے عدم خروج من النار کا حکم صحیح رہتا ہے (تو جس آیت میں دخول جہنم کے بعد عذاب حمیم کا ذکر ہے وہ اسی لحاظ سے ہے) اور اس تقریر پر تمام آیتیں جمع ہوگئیں (اور باہم ان میں کوئی تعارض

Marfat.com

نہ رہا۔) اور تائید اس تقریر کی اس آیت سے ہوتی ہے هٰذه جهنم التی یکذب بها المجرمون یطوفون بینها وبین حمیم آن (تو طواف اسی معنی کی تائید کرتا ہے کہ تقدیم وتاخیر ایک نوع عذاب کی دوسری نوع پر ہوتی رہے گی) انتہی کلامہ بتوضیح یسیر۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا
اللہ ہے جس نے بنا دیئے تم کو چوپائے تا سواری کرو کتوں

مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا
پر، اور کتوں کو کھاتے ہو ۞ اور ان میں تم کو بہت فائدے ہیں، اور تا پہنچو ان پر

حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ؕ
چڑھ کر کسی کام تک جو تمہارے جی میں ہو، اور ان پر، اور کشتی پر لدے پھرتے ہو ۞

وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا
اور دکھاتا ہے تمکو اپنی نشانیاں، پھر کون کون نشانیاں اپنے رب کی نہ مانو گے؟ کیا پھرے نہیں

فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
ملک میں؛ کہ دیکھتے، آخر کیسا ہوا ان سے پہلوں کا؟

كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى
وہ تھے ان سے زیادہ، اور زور میں سخت، اور نشانیوں میں جو چھوڑ گئے ہیں زمین پر، پھر کام

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ
نہ آیا ان کو جو کماتے تھے ۞ پھر جب پہنچے ان پاس رسول انکے کھلی نشانیاں لے کر،

فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
ریجھنے لگے اس پر جو ان کے پاس تھی خبر، اور الٹ پڑی ان پر جس چیز پر

یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ
ٹھٹھا کرتے تھے ۞ پھر جب دیکھی انہوں نے ہماری آفت، بولے ہم یقین لائے اللہ اکیلے پر، اور

Marfat.com

كَفِرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ

چھوڑیں جو چیزیں شریک بتاتے تھے ۔ پھر نہ ہوا کہ کام آوے ان کو یقین لانا ان کا

لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ

جس وقت دیکھ چکے ہمارا عذاب ۔ رسم پڑی ہوئی اللہ کی ، جو چلی آئی ہے اس کے بندوں میں ۔ اور

خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

خراب ہوئے اس جگہ منکر ۔

ذکر انعامات و توحید رب العالمین و تہدید منکرین و مشرکین

قال اللہ تعالیٰ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ ۔ الیٰ قولہ تعالیٰ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ

ربط) گذشتہ آیات میں سلسلہ مضمون توحید خداوندی تھا اور دلائل قدرت کے بیان کے ساتھ مجرمین کے انجام ہلاکت پر افسوس و ملامت کا اظہار ہے ۔ اور یہ کہ خود مجرمین آخرت میں اپنے اعمال پر کس قدر پچھتائیں گے اب ان آیات میں مزید انعامات خداوندی ذکر فرما کر مضمون توحید اور منکرین و مشرکین کی تہدید پر سورت کو ختم فرما دیا گیا ۔

ارشاد ہے ۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے ہی نفع کے لئے مویشی بنائے تاکہ ان میں سے بعض سے تم سواری لو اور ان میں سے بعض کو کھاؤ ۔ اور بھی بہت سے فوائد رکھے کہ ان کے بال اُون اور کھالوں سے نفع حاصل کرو اور اس لئے کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے اس مقصد تک پہنچ جاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے خواہ ملاقات ہو یا تجارتی سفر ہو یا تعلیم و تعلم ، جہاد ہو یا حج کے لئے سفر ہو اور صرف یہی نہیں کہ تم ان ہی پر سواری کرو بلکہ ان پر اور کشتیوں پر بھی تم لدے پھرتے ہو ۔ تم اور تمہارا سامان ان پر لادا جاتا ہے ۔ نقل و حمل کا سلسلہ جاری ہے جس سے تمہارے معاشی مسائل حل ہو رہے ہیں اور حصول منافع کا سلسلہ قائم ہے اور بھی اپنی قدرت کی نشانیاں اللہ تم کو دکھاتا ہے سو تم اللہ کی نشانیوں میں سے کون کون سی نشانیوں (اور دلائل قدرت) کا انکار کرو گے ۔ کیا ان لوگوں نے زمین کا سفر نہیں کیا ہے کہ دیکھ لیتے کیسا انجام ہوا ان منکرین کا جو ان سے پہلے گذرے ہیں جو ان سے زائد تھے اپنی تعداد میں اور ان سے زائد تھے اپنی طاقت اور نشانیوں کے اعتبار سے جو آثار و نشانیاں اُنہوں نے اپنی دولت و ثروت اور عزت و حکومت کو چھوڑیں مگر ان کے کچھ کام نہ آئیں یہ تمام باتیں جو کرتے تھے ۔ اور وہ مادی تدابیر اپنی شان و شوکت کی اور اللہ کے پیغمبروں کے مقابلہ میں ہر طرح کی سازشیں ۔ اور کسی طرح بھی وہ عذاب الٰہی سے نہ بچ سکے ۔ غرض جب ان کے پاس ان کے پیغمبر اللہ کی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ اپنے اس علم پر خوش ہونے اور ناز کرنے لگے جو ان کے پاس تھا دنیوی اور معاشی علوم میں سے اور اس کے مقابلہ میں خدا اور اس کے رسول کے علم کو حقیر جانا تو آپڑا ان پر عذاب اسی

Marfat.com

چیز کی بدولت جس کا وہ تمسخر و مذاق کر رہے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے ہم ایمان لائے خدائے واحد پہ اور ہم نے ان سب چیزوں کا انکار کیا جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے اس وقت عذاب خداوندی کے ظاہر ہونے اور دیکھنے کے بعد تو کوئی ایمان لانا معتبر نہیں ہو سکتا تھا تو ان کا ایمان لانا ان کے واسطے کسی درجہ میں نافع نہیں ہوا جبکہ انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ اس لئے کہ اب یہ ایمان بالغیب نہ رہا جبکہ عذاب کا مشاہدہ ہو گیا اور نہ اختیاری رہا بلکہ اضطراری ہو گیا۔ اور ایمان تو وہی معتبر ہے جو بالغیب ہو اور بحالت اختیاری ہو۔ اللہ کا یہی قانون اور طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے چلا آرہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت جبکہ کافروں پر عذاب خداوندی مسلط ہو گیا اور ان کا ایمان بھی نافع و معتبر نہ ہوا تو خسارہ میں پڑ گئے۔ اللہ کا انکار و کفر کرنے والے۔ اور یہ خسارہ انتہائی اور آخری درجہ کا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد تو تلافی کا کوئی امکان ہی نہیں۔ نہ ایمان لانے کا وقت رہا۔ نہ توبہ کی مہلت رہی۔ بخلاف اس کے کہ اگر ایسے لوگ عذاب نازل ہونے سے پہلے کفر و نافرمانی کا تدارک ہو سکتا تھا۔

بحث ایمان بأس و ایمان یأس

اب تو نہ پچتانے سے کوئی فائدہ اور نہ توبہ و معذرت سے کوئی ثمرہ مرتب ہو گا۔

فرعون نے غرق ہوتے وقت جب ایمان لانا چاہا تو اس کو دھتکار دیا گیا کہ آلآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین۔ کہ اب ایمان لاتا ہے اور حال یہ کہ پہلے سے نافرمانی کرتا رہا اور موت کے وقت بھی ایمان چونکہ ایمان بالغیب نہیں رہتا اس لئے وہ بھی معتبر نہیں جیسے کہ ارشاد فرما دیا گیا۔ ولیست التوبۃ للذین یعملون السیات حتیٰ اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن ولا الذین یموتون وھم کفار (تفصیل سابق میں گذر چکی) حدیث میں ارشاد ہے۔ فرمایا۔ ان اللہ تعالیٰ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک اللہ قبول کرتا ہے جب تک کہ وہ غرغرہ یعنی نزع کی حالت میں نہ آجائے تو حق تعالیٰ نے کافروں کی اس قدیم روش کا ذکر کرتے ہوئے نتیجۃً یہ فیصلہ فرما دیا کہ ایسا ایمان کسی درجہ میں بھی نفع بخش نہ ہوا اور منکرین و کافرین خائب و خاسر ہوئے۔ اللھم احفظنا من الخسران واحفظنا من غضبک وعذابک توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین غیر خزایا ولا ندامی ولا مفتونین۔ آمین یارب العالمین۔ تم سورۃ المومن بفضل اللہ وتوفیقہ ولہ الحمد حمداً کثیراً۔

ع تمام ائمہ متکلمین کا اجماع ہے کہ ایسا ایمان۔ ایمان بأس کہلاتا ہے۔ اور نص قرآنی سے ایسا ایمان ناقابل اعتبار جیسے ارشاد فرما دیا گیا۔ فالیوم لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا۔ اسی طرح سکرات موت شروع ہو جانے پر بھی ایمان معتبر نہیں۔ اسے ایمان یأس کہا جاتا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ (فُصِّلَتْ) مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ

سورۂ حٰم السجدہ اسی کا نام سورہ فصّلت بھی ہے۔ اسی کو بعض حضرات نے سورۃ المصابیح بھی کہا ہے باتفاق ائمہ مفسرین مکی سورت ہے جس میں ۵۴ آیات اور چھ رکوع ہیں سورۃ المومن کے اکثر مضامین اثبات توحید و دلائل قدرت اور اثبات قیامت پر مشتمل تھے۔ اس سورت کے مضامین کا حاصل زیادہ تر اثباتِ رسالت ہے۔ اور ضمناً بعث بعد الموت اور حشر و نشر کو بھی ثابت کیا گیا۔ بالخصوص قریش کے لوگ جو توحید خداوندی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے سے اعراض کرتے تھے ان پر وعید و تہدید بھی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز قریش کے لوگ جمع ہوئے اور باہم مشورہ کرتے ہوئے کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُنہوں نے ہمارے درمیان تفرقہ ڈال دی۔ یہ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ ان کے پاس جاکر بات چیت کرنی چاہیئے۔ دیکھیں کیا جواب دیتے ہیں۔ باہمی مشورہ سے گفتگو کرنے کے لئے عتبہ بن ربیعہ کو متعین کیا گیا۔ کیونکہ وہ ان میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور علم و فہم والا شخص شمار کیا جاتا تھا۔ عتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آکر سلسلہ گفتگو اس طرح کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم یہ بتاؤ کہ بہتر ہو یا عبداللہ بہتر ہیں۔ آپ خاموش رہے پھر کہا

Marfat.com

آپؐ بہتر ہیں یا عبد المطلب ۔ اس پر بھی آپ خاموش رہے ۔ اس کے بعد خود ہی کہنے لگا کہ اگر آپؐ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ آپ سے بہتر تھے اور آپؐ کے بزرگ تھے تو انہوں نے ان بتوں کی عبادت کی ہے جن کی تم برائی کرتے ہو ۔ اور اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم ان سے اچھے ہو تو پھر بات کرو تاکہ ہم سنیں کہ وہ کون سی باتیں ہیں جن کے باعث تم اپنے کو ان سے بہتر کہہ سکتے ہو) ۔ اور ہمارے معبودوں کی قسم آپ سے بڑھ کر ہم نے کسی شخص کو اپنی قوم اور قبیلہ میں تفرقہ ڈالنے والا نہیں دیکھا ۔ تم نے ہمارے خاندانوں کو جدا جدا کر دیا تم ہمارے معبودوں کی برائی کرتے ہو ۔ ہمارے دین کو برا کہتے ہو ۔ اور تم نے ہمیں تمام عرب میں ذلیل کیا یہاں تک کہ یہ بات پھیل چکی ہے کہ قریش میں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے ان میں ایک کاہن ہے اب کیا اس بات کا انتظار ہے کہ ہماری قوم میں ایک آواز بلند ہو اور پھر ایک دوسرے کے بالمقابل تلوار لے کر میدان میں نکل آئے ۔ اے شخص اگر تمہیں مال کی ضرورت ہے تو کہدو ۔ ہم سب قبیلے مال جمع کر کے اتنا دیدیں گے کہ تم عرب کے سب سے زائد مالدار آدمی ہو جاؤ گے ۔ اگر سرداری چاہتے ہو وہ ہم ماننے کو تیار ہیں اور اگر نفس کی کوئی خواہش ہے تو وہ بھی پوری کر دی جائے گی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ عتبہ کی یہ تمام گفتگو سنتے رہے جب وہ بول کر خاموش ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہہ چکا جو کچھ کہنا تھا ۔ اس نے کہا جی ہاں تو آپؐ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ پڑھ کر اس سورت مبارکہ کی ابتداء سے تلاوت شروع فرمادی حٰمٓ تنزیل من الرحمٰن الرحیم کتاب فصلت آیاتہٗ یہاں تک کہ جب آپ پڑھتے پڑھتے آیت فَاِنْ اَعْرَضُوا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۔ تو عتبہ جواب تک سر جھکائے بڑی محویت سے سن رہا تھا ۔ بولا بس بس[ع] اگر آپ کے پاس کوئی اور کلام ہو تو سناؤ ۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس تو یہی کلام ہے اللہ کا جو اس نے مجھ پر نازل کیا ۔ عتبہ واپس لوٹا تو لوگوں نے پوچھا کیا کر کے آیا ۔ کہا جو کچھ تم لوگوں نے کہا تھا وہ سب کچھ میں نے ان سے کہا ۔ مجھے تو اس میں سے کچھ سمجھ میں نہیں آیا بجز اس کے کہ انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود ۔ کہ میں تمہیں ایک چیخ سے ڈراتا ہوں جو عاد وثمود پر عذاب و قہر کی چیخ کی طرح ہوگی یہ لوگ کہنے لگے عجیب بات ہے کہ وہ عربی میں بول رہے تھے ۔ تو عرب کا فصیح اللسان ہوتے ہوئے بھی نہیں سمجھ رہا تھا ۔ کہنے لگا بس میں تو صاعقہ کے ذکر کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا ۔ ایک روایت میں ہے کہ قریش کے لوگ کہنے لگے خدا کی قسم ابوالولید (عتبہ کی کنیت تھی) تو اس حالت سے بدل کر آیا جس حالت میں یہاں سے گیا تھا یعنی بدلا ہوا نظر آ رہا ہے ۔ عتبہ نے کہا خدا کی قسم جو قول میں نے اس سے سنا ہے وہ نہ شعر ہے نہ کہانت ہے اور نہ سحر ہے تم اس کا مقابلہ نہ کرو اگر دوسرے عرب قبائل نے اس کو مغلوب کر دیا تو وہی تمہیں کفایت کر جائیں گے اور اگر وہ غالب آگیا تمام عرب پر تو اس کا ملک تمہارا ملک ہوگا اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی ۔ اور تم دنیا میں سب سے زیادہ سعادت وعزت والے ہو جاؤ گے ۔ قریش کے لوگ یہ سن کر بولے اے ابوالولید اس نے اپنے کلام سے تجھ پر بھی جادو کر دیا ۔ عتبہ یہ سن کر کہنے لگا اچھا پھر تمہاری مرضی ۔

[ع] ایک روایت میں ہے کہ اس نے گھبرا کر آپؐ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگا بس بس

Marfat.com

جو چاہو کرو۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ
سورہ حم سجدہ مکی ہے اس میں شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا چوّن آیتیں اور چھ رکوع ہیں

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٢﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ
یہ اُتارا ہے بڑے مہربان رحم والے سے ۔ کتاب ہے، کہ جُدی جُدی کی ہیں اسکی آیتیں

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ
قرآن عربی زبان کا، ایک سمجھ والے لوگوں کو ۔ سناتا خوشی اور ڈر ۔ پھر دھیان نہ لائے وہ بہت لوگ،

فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٤﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ
پھر وہ نہیں سنتے ۔ اور کہتے ہیں، ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس طرف تو ہمکو بلاتا ہے،

وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا
اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے، اور ہمارے تیرے بیچ میں اوٹ ہے، سو تو اپنا کام کر، ہم اپنا

عٰمِلُوْنَ ﴿٥﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ
کام کرتے ہیں ۔ تو کہہ، میں بھی آدمی ہوں جیسے تم، حکم آتا ہے مجھ کو کہ تم پر بندگی ایک

وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦﴾
حاکم کی ہے، سو سیدھے رہو اسکی طرف، اور اس سے گناہ بخشواؤ ۔ اور خرابی ہے شریک والوں کو ۔

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّ
جو نہیں دیتے زکوٰۃ، اور وہ آخرت سے منکر ہیں ۔ البتہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٨﴾ ع
جو یقین لائے، اور کیے بھلے کام، ان کو نیگ ملنا ہے جو بس نہ ہو ۔

Marfat.com

حقانیت قرآن کریم و رسالت سید المرسلین و انجام مکذبین و منکرین و اجر و ثواب مؤمنین

قال اللہ تعالیٰ ۔ حٰمٓ تنزیل من الرحمٰن الرحیم الیٰ قولہ تعالیٰ لھم اجر غیر ممنون

(ربط) جیسا کہ گذشتہ کلمات میں ذکر کیا گیا کہ پہلی سورت مضامین توحید پر مشتمل تھی اب اس سورت میں قرآن کریم کی اس سورت میں قرآن کریم کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کرنا مقصود ہے ۔ اور یہ کہ منکرین کا انجام کس طرح ہلاکت و تباہی کا ہوگا اور اہل ایمان کس اجر و ثواب سے نوازا جائے گا ۔ ارشاد فرمایا

حٰمٓ خدا ہی اس کی مراد خوب جانتا ہے ۔ یہ کلام نازل کیا جا رہا ہے رحمٰن و رحیم کی طرف سے جو ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں ۔ اس طرح کہ یہ قرآن ہے عربی زبان میں تاکہ اہل عرب اس کے معارف و معانی بسہولت سمجھ کر ایمان لے آئیں ۔ اور بہت سہولت سے یہ جان لیں کہ کسی بشر کا کلام نہیں کیونکہ وہ عربی ہیں فصاحت و بلاغت کے امام ہیں ۔ ظاہر ہے کہ اگر عرب کا کوئی امی عربی کلام پیش کر رہا ہے تو ان فصحاء و ادباء کو اس سے بڑھ کر کلام پیش کر دینا چاہیے ۔ چہ جائیکہ وہ مقابلہ سے عاجز رہیں ۔ اور عاجز رہنا بلاشبہ اس کا ثبوت ہوگا کہ یہ کلام بشر نہیں ۔ بہرکیف یہ اللہ کا کلام قرآن عربی سامان ہدایت ہے ۔ اس قوم کے جو عقل رکھتی ہو ۔ جو ماننے اور عمل کرنے والوں کے واسطے بشارت سنانے والا ہے ۔ اور انکار و نافرمانی کرنے والوں کے لئے ڈرانے والا ہے ۔ قرآن حکیم اور ان صفات کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایسی عظیم کتاب ہدایت پر سب لوگ ایمان لاتے ۔ لیکن اکثر لوگوں نے اس سے روگردانی کی پھر وہ اپنے دلی عناد و نفرت کی وجہ سے سنتے ہی نہیں ہیں ۔ اور جب ان کا حق و ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل تو غلافوں اور پردوں میں محفوظ ہیں اس بات کے لئے جس کی طرف آپ ہم کو بلا رہے ہیں ۔ اس لئے آپ کی کوئی بات بھی ہمارے دل قبول نہیں کرتے ۔ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے ۔ اس لئے اصل میں ہمیں آپ کی بات سنائی ہی نہیں دیتی ۔ اور ہمارے آپ کے درمیان تو ایک حجاب رکاوٹ اور پردہ ہے تو اس صورت میں آپ کی طرف نہ رخ ہو سکتا ہے اور نہ قلبی میلان ہو سکتا ہے لہٰذا آپ اپنا کام کئے جائیے ہم اپنا کام کر رہے ہیں اب ہم سے کسی طرح کی امید و توقع رکھنے کی ضرورت نہیں ۔ آپ فرما دیجئے میں اس بات کی تو قدرت نہیں رکھتا کہ زبردستی تمہارے دلوں کو ایمان کی طرف پھیر دوں ۔ اور تمہیں اس کے قبول کرنے پر مجبور کر دوں ۔ بس میں تم ہی جیسا ایک بشر ہوں اور کسی بشر کو یہ قدرت نہیں کہ وہ کسی کا دل پھیر دے یہ قدرت اور طاقت تو صرف رب العالمین کو ہے ۔ البتہ یہ شرف اور برتری اور امتیاز مجھ کو عطا کیا گیا ہے مجھ پر اللہ کی وحی نازل کی جاتی ہے جو عین عقل و فطرت کے مطابق ہے وہ یہ کہ اے لوگو ! بس تم سب کا معبود تو صرف ایک ہی خدا ہے ۔ اس لئے بس اسی کی طرف تم اپنا رخ پوری استقامت و پختگی کے ساتھ کر لو نہ کسی اور کی عبادت کرو ۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں بس اسی کی پیروی کرو ۔ اور آج تک جو قصور و گناہ سرزد ہوئے ان کی اسی سے معافی مانگو ۔ اور اصل حقیقت تو یہ ہے کہ شرک کرنے والوں کے لئے بڑی ہلاکت و تباہی ہے ۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے ۔ اور آخرت کا

Marfat.com

انکار ہی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کے بالمقابل جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے واسطے آخرت میں ایسا اجر ہے جو کبھی بھی منقطع ہونے والا نہیں۔ کیونکہ آخرت کی ہر نعمت دار الخلد کی نعمت ہے اور ان نعمتوں کو زوال و فنا نہیں۔ جیسے کہ ارشاد ہے عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ کہ یہ ایسی عطا ہے جو کبھی قطع نہیں کی جائے گی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے مَا لَهُ مِنْ نَفَادٍ کہ ان انعامات کا کبھی خاتمہ نہیں ہے۔

قبول حق اور ہدایت سے محرومی کے اسباب

قبول حق اور ہدایت سے محرومی اور بدنصیبی کے بیان میں ان تین چیزوں کا ذکر کیا۔ قلوبنا فی اکنۃ۔ فی اذاننا وقر۔ بیننا وبینک حجاب۔ یعنی دلوں کا غلافوں میں مستور ہونا۔ کانوں میں ڈاٹ کی بندش اور درمیان میں پردہ۔ علامہ ابوحیان بیان فرماتے ہیں۔ کیونکہ قلب ہی معرفت کا محل ہے۔ اور سمع و بصر (کان اور نگاہ) دونوں اس کے واسطے معین ہیں۔ تو کفار مکہ نے اپنی بدنصیبی اور محرومی کے ذکر میں انہی تینوں کو بیان کیا کہ یہ تینوں ذرائع مسدود اور محجوب ہیں۔ لہٰذا جو کچھ بھی اللہ کا رسول ان کی طرف القاء کرے اس کا کوئی اثر ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ میں لفظ فی کی تعبیر مبالغہ اور شدت کے ظاہر کرنے کے لئے ہے اگرچہ قلب کے محجوب ہونے کا مفہوم عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً کے لفظ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے جیسے کہ خود آیۃ فرقانیہ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا میں علیٰ استعمال کیا گیا۔ مگر ان کفار نے وحی الٰہی اور ہدایات رسول سے غایت تنفر اور بغض کے باعث یہ کہا فی اکنۃ کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں۔ کہ غلاف بمنزلہ ظرف محیط ہیں اور قلوب بمنزلہ مظروف اسی کے اندر سمائے ہوئے ہیں۔ یعنی جس طرح کوئی چیز ہر جانب سے کسی غلاف میں لپٹی ہوئی ہو۔ اسی طرح ہمارے قلوب بھی ہیں کہ کوئی گوشہ اور جانب خالی نہیں کہ اس سمت اور رخ سے قلب میں حق داخل ہو سکے۔ اس لئے لفظ فی استعمال کیا گیا اس کے بالمقابل اس دوسری آیت انا جعلنا علیٰ قلوبہم اکنۃ میں حق تعالیٰ کی طرف سے صرف حکایت تھی اور یہ بتانا تھا ان کے قبول حق اور اس کی معرفت سے محروم کر دیئے گئے ہیں کہ ان پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور ضرورت نہ تھی شدت و مبالغہ اور تنفر کا اظہار کیا جائے جو لفظ فی کے استعمال سے ظاہر ہو رہا ہے تو اس وجہ سے اس آیت میں جعلنا علیٰ قلوبہم اکنۃ کی تعبیر اختیار فرمائی گئی۔ اگرچہ نفس مراد کی ادائیگی میں دونوں عنوان ایک ہی درجہ رکھتے ہیں لیکن ہر مقام کی خصوصیت کے پیش نظر ظاہر ہوا کہ اس موقعہ پر قلوبنا فی اکنۃ کی تعبیر میں وہ بلاغت اور معنوی لطافت ہے جو اس جگہ لفظ علیٰ میں حاصل نہ ہوتی اور وہاں اللہ رب العزت کی طرف سے ایک حالت کا بیان ہے اس میں اس طرح کی شدت کا بیان ضروری نہیں تو وہاں لفظ علیٰ ہی بلیغ ہے۔

عہ یہ سورت مکی ہے اور زکوٰۃ کا حکم مدینہ میں نازل ہوا اور پھر شرک کرنے والوں کا حال بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا جانا ہلاکت ہے ان مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو باعث تردد ہوتا ہے کہ مشرک زکوٰۃ کیا ادا کریں گے اور عدم ادائیگی پر وعید کا کیا مفہوم ہو سکتا ہے۔ اس لئے اگر یہاں زکوٰۃ کا لغوی مفہوم طہارت و پاکی کا لحاظ کرتے ہوئے ترجمہ اس طرح کر لیا جائے۔ جو پاکی اور طہارت نہیں حاصل کرتے تو یہ اشکال رفع ہو جائے گی۔ ۱۲

Marfat.com

اگر وہاں علیٰ کے بجائے فی استعمال کیا جاتا تو وہاں بلاغت نہ رہتی - جو لفظ علی کے استعمال میں ہے - اور ملکہ اصول عربیت کی رو سے یہ زائد از ضرورت کے درجہ میں شمار ہوتا[1] اور کلام میں ایسی تاکیدات کا لحاظ کرنا جس کی ضرورت نہ ہو معیار فصاحت و بلاغت سے کلام گرانے والا ہوتا ہے - اَلَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ کو اس مقام پر جو صفت مشرکین بیان کیا گیا یا تو اس لحاظ سے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی تو ایمان کے بعد ہو سکتی تھی تو جب ایمان ہی سے محروم رہے تو زکوٰۃ کی کیا نوبت آ سکتی ہے یا زکوٰۃ لغوی معنی طہارت کے لحاظ سے استعمال کیا گیا کہ تقویٰ اور طہارت کے کام انجام نہیں دیتے - خواہ وہ طہارت و پاکیزی کا شعبہ انفاق مال سے متعلق ہو یا اخلاق و معاملات اور معاشرت سے ہو - مرادیہ کہ ایسی کوئی بھی چیز انجام نہیں دیتے - اس دوسرے مفہوم کو پیش نظر رکھنے سے وہ اشکال بھی دور ہو جائے گا کہ جو اس سورت کے مکیہ ہونے کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کا حکم تو مدینہ منورہ میں میں نازل ہوا تو پھر مکی سورت میں اس کا ذکر کیسے ہے - یہی چیز آیۃ المومنون اور آیۃ سورۃ المزمل میں زکوٰۃ کے ذکر میں کہی جا سکتی ہے - اگرچہ یہ تاویل بھی ممکن ہے جو بعض حضرات سلف سے نقل کی گئی کہ اصل حکم زکوٰۃ کا مکہ مکرمہ ہی میں نازل ہو چکا تھا مگر اس کی تفصیلات اور نصاب و مقدار کا تعین مدینہ منورہ میں ہوا - گو یہ چیز کسی واضح اور صحیح روایت سے ثابت نہیں - بہرکیف یہاں مشرکین کے اوصاف میں عدم اداء زکوٰۃ کا ذکر یا اس بنا پر ہے کہ وہ ایمان سے محروم ہیں - زکوٰۃ کا تو کیا تصوّر کیا جائے - یا اس حیثیت سے کہ وہ تقویٰ و طہارت کے کام نہیں کرتے - اور ظاہر ہے کہ شرک جو سب سے بڑی گندگی ہے - اس کے ہوتے ہوئے طہارت کا کیا مقام ہو سکتا ہے -

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ
تو کہہ، کیا تم منکر ہو؟ اس سے، جس نے بنائی زمین دو دن میں، اور برابر کرتے ہو

لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ ⑨ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ
اسکے ساتھ اوروں کو؟ وہ ہے رب جہان کا ۔ اور رکھے اس میں بوجھ اوپر

فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً
سے، اور برکت رکھی اسکے اندر اور ٹھہرائیں اہمیں خوراکیں اس کی چار دن میں - پوری

لِّلسَّآئِلِیْنَ ⑩ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَى السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ
پوچھنے والوں کو ۔ پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا، پھر کہا اسکو اور

لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ⑪ فَقَضٰهُنَّ
زمین کو، آؤ دونوں خوشی سے یا زور سے - وہ بولے، ہم آئے خوشی سے ۔ پھر ٹھہرائے

[1] حاشیہ ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۱۷۱

Marfat.com

سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا
وہ سات آسمان دو دن میں ، اور اُتارا ہر آسمان میں حکم اس کا - اور رونق دی
السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ
ہم نے، ورلے آسمان کو چراغوں سے - اور نگہبانی - یہ سادھا ہے زبردست

الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ
خبردار کا ⁂ پھر اگر وہ ٹلاویں، تو تو کہہ، میں نے خبر سنادی تم کو ایک کڑاکے کی، جیسے کڑاکا آیا
عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ
عاد اور ثمود پر ⁂ جب آئے ان کے پاس رسول آگے سے اور
خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً
پیچھے سے، کہ نہ پوجو کسی کو سوا اللہ کے - کہنے لگے، اگر ہمارا رب چاہتا تو اتارتا فرشتے،
فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ
سو ہم تمہارے ہاتھ بھیجا نہیں مانتے ف۲ ⁂ سو وہ جو عاد تھے غرور کرنے لگے ملک میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ
ناحق کا، اور کہنے لگے، کون ہے ہم سے زیادہ زور میں، کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ جس نے
الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾
ان کو بنایا وہ زیادہ ہے ان سے زور میں - اور تھے ہماری نشانیوں سے منکر ف۳ ⁂
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ
پھر بھیجی ہم نے ان پر باؤ ٹھری زور کی، کئی دن مصیبت کے، کہ چکھادیں ان کو
عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى
رسوائی کی مار، دنیا کے جیتے - اور آخرت کی مار میں تو پوری رسوائی ہے،
وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى
اور ان کو کہیں مدد نہیں ف۴ ⁂ اور وہ جو ثمود تھے، سو ہم نے انکو راہ بتائی، پھر انکو خوش لگا اندھے رہنا

Marfat.com

عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا
سوجھنے سے ، پھر پکڑا ان کو کڑاکے نے ذلت کی مار کے ، بدلہ اس کا جو

يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾
کماتے تھے ف۵ ؏ اور بچا دیئے ہم نے جو یقین لائے تھے اور بچ کر چلتے تھے

ف۵ علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی جلد ۲۴ ص ۱۰۵ پر آیت مذکورہ میں لفظ فی کے استعمال کی حکمت وفی آذانهم وقرا کی رعایت بیان فرمائی ہے کہ کان مستقر ہوتے ہیں۔ وقر اور بوجھ کے تو اس کی مناسبت سے قلوب کے پردوں میں بھی فی استعمال کر لیا گیا ہے اگرچہ علی اور فی سے ایک ہی معنیٰ حاصل ہوتے ہیں - ناچیز نے جو کچھ بتوفیق خداوندی عرض کیا - وہ اس کے علاوہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے ہر جگہ پر استعمال کیا ہوا لفظ ہی بلیغ ہے اور اس میں ایک نکتہ ہے جو اسی لفظ سے مفہوم ہو سکتا ہے - ۱۲

Marfat.com

استعجاب وتوبیخ برکفرِ خالق کائنات وتہدید بذکر انجام مجرمین

قال اللہ تعالیٰ۔ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ الیٰ قولہ تعالیٰ وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔

(ربط) گذشتہ آیات میں قرآن کریم کی حقانیت کا بیان تھا اور اثبات رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بطور تمہید ان امور کو ذکر کر کے اب ان آیات میں قدرے تفصیل کے ساتھ اس امر پر اظہار تعجب کیا جا رہا ہے کہ خالق کائنات (جس کی قدرت و خالقیت اور الوہیت کے دلائل روز روشن سے زائد واضح ہیں) کا انکار کوئی بھی صاحب عقل انسان کیونکر کرتا ہے۔ جب بھی انسان عقل و فطرت کے معیار پر اس بات کو پرکھے گا۔ کبھی بھی انکار خدا اور شرک کے امکان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس ذیل میں دلائل قدرت بیان فرمائے گئے۔ ساتھ ہی مجرمین و نافرمانوں کا عبرتناک انجام تاریخی حقائق کے طور پر ذکر کر کے کفار کو تنبیہ و تہدید فرمائی گئی۔ فرمایا آپؐ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کیا تم انکار کرتے ہو۔ اس پروردگار کا جس نے زمین کو باوجود اپنی عظیم وسعت کے دو روز کے بقدر وقت میں پیدا کیا۔ اور تم اس پروردگار کی شان خالقیت اور قدرتِ عظیم کے مناظر و شواہد دیکھنے کے باوجود جن میں سے ہر ایک چیز اپنی دلالت اور زبان حال سے خدا کی وحدانیت کو ظاہر کر رہی ہے۔ پھر بھی تم اس کے واسطے شریک قرار دے رہے ہو حالانکہ یہی خدا کی قدرت کا تم مشاہدہ کر رہے ہو سارے جہانوں کا رب ہے اور اسی نے اس زمین میں پہاڑ بنائے جو زمین گڑے ہوئے ہیں۔ اور ان پہاڑوں کو میخوں کی طرح زمین کو ٹھہرایا ہوا ہے۔

Marfat.com

اور اس میں بڑی ہی برکتیں رکھیں۔ معدنیات وخزائن ہیں اسی سے غلے اور پھل پھول اُگتے ہیں جن میں مخلوق کے واسطے فائدے رکھے ہیں۔ اور اس زمین میں اس پر رہنے والوں کی غذائیں اندازے کے ساتھ رکھدیں اور جس طرح اور جس اندازہ ومقدار سے چاہا اپنی حکمت سے پیدا کیا۔ یہ سب کچھ چار دن میں ہو گیا دو دن میں زمین اور دو دن میں پہاڑ درخت، بہائم وجملہ مخلوقات ارضیہ جو پورے ہیں۔ کمیت اور کیفیت خلق کو دریافت کرنے والوں کے لئے۔ پھر یہ سب کچھ پیدا کرنے کے بعد متوجہ ہوا وہ پروردگار آسمان کی جانب جبکہ وہ دھواں تھا جس کا یہ مادہ دخانیہ اگرچہ زمین کے بچھانے سے قبل تھا لیکن بحیثیت موجودہ زمین کے بچھانے کے بعد سات آسمانوں کی صورت میں پیدا کیا گیا۔ تو اس صورت میں آسمان وزمین سے کہا تم دونوں آجاؤ ہمارے حکم کے سامنے اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ خواہ خوشی سے یا زبردستی سے یعنی ہم جو بھی حکم تکوینی طور پر تمہیں دیں اس کی تعمیل کرنی ہوگی۔ خواہ رضا وخوشنودی یا مجبوری اور زبردستی سے بہر حال تم کو مجال نہ ہوگی کہ ہمارے حکم کے مقابلہ میں ذرہ برابر بھی رکاوٹ وتردد کرسکو۔ جب ہم چاہیں گے چاند، سورج، ستارے طلوع وغروب ہونگے جب ہم حکم دیں گے ہوائیں چلیں گی۔ اور جب حکم ہوگا رکیں گی۔ جب چاہیں گے بارشیں برسیں گی جہاں چاہیں گے۔ اور جتنی چاہیں گی۔ جس قدر غلہ چاہیں گے اُگے گا۔ اسی طرح پھل پھول اور جمع غذائیں جب تک چاہیں زمین ٹھہری رہے گی۔ اور جب چاہیں گے زلزلہ برپا کردیں گے۔ الغرض اس قسم ہمارے ہر حکم کی اطاعت کے لئے اور جملہ احوال وتغیرات کے لئے جو واقع کریں۔ اے آسمان وزمین تیار رہو۔ جس میں تمہیں ذرہ برابر بھی خلاف ورزی کی مجال نہ ہوسکے گی۔ آسمان وزمین دونوں نے عرض کیا[ع] ہم دونوں حاضر ہیں خوشی سے تیرے تمام احکام کی تعمیل کے لئے سو دو روز کے بقدر وقت میں آسمان کے اس مادہ دخانیہ کو پورے سات آسمان بنا دیئے۔ اور ہر آسمان میں اپنا حکم جاری فرمادیا جو اس کے مناسب تھا۔ فرشتوں کو احکام تکوینیہ جاری فرما دیئے گئے۔ اور فرشتوں کی جو جماعت نظام عالم کے جس شعبہ پر مامور فرمائی تھی اس کو اس پر مامور کر دیا گیا۔ اور مزین کر دیا ہم نے آسمان دنیا کو یعنی قریب والے آسمان کو جو کرۂ ارضی پر بسنے والے انسانوں سے قریب ہے روشن چراغوں یعنی چمکنے والے ستاروں سے اور ان ہی ستاروں کو آسمان دنیا کی زینت نے کے ساتھ ذریعہ حفاظت بھی بنایا تاکہ کوئی جن یا شیطان اگر آسمان کا رخ کرے اور یہ چاہے کہ اللہ کے تکوینی امور میں سے کوئی چیز سن لے اور معلوم کرلے تو یہ ستارے اس کو جلا کر خاک کردیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ۔ یہ ہے کائنات کی تخلیق وتقدیر اور اندازہ کے موافق ہر شئی کا وجود اس پروردگار کی جو زبردست قوت وعزت اور علم والا ہے کہ ہر مخلوق خدا کی عزت وقوت اور اس کے علم بے پایاں کی گواہی دے رہی ہے۔ ہر ایک مخلوق اپنے خالق قادر مطلق کامل صفات کی وحدانیت کی شہادت دیتے ہوئے یہی کہہ رہی ہے کوئی نہیں عبادت کے لائق سوائے ایک خدائے واحد کے۔

[ع] حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر جلد ۴ میں اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت کا یہ مضمون ذکر فرمایا اللہ رب العزت کے اس فرمان پر زمین کے اس حصہ نے جواب دیا جہاں کعبۃ اللہ ہے اور آسمان کے اس ٹکڑے نے جواب دیا جو بیت اللہ کے محاذات میں واقع ہے تو اتینا طائعین کے جواب شرف زمین وآسمان کے اس حصہ کو حاصل ہوا۔ ۱۲

Marfat.com

الغرض اے ہمارے پیغمبر آپؐ خدائے وحدہٗ کی خالقیت اور قدرت کے یہ مناظر ان کو دکھاتے ہوئے پوچھئے کہ کیا ایسے خالق عزیز و علیم کا تم انکار کرتے ہو۔ ان مشاہدات و دلائل سے انسانی فطرت اور عقل کا تو یہی تقاضا ہے کہ وہ آپؐ کی بات کی توجہ کریں اور اس پر ایمان لائیں لیکن اس کے باوجود پھر بھی اگر وہ اعراض و بے رخی کریں تو آپؐ کہہ دیجئے۔ اے لوگو میں تم کو ایسی ہی کڑک اور عذاب سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر مسلط ہونے والی کڑک تھی جبکہ ان کے پاس ان کے رسول آئے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے بھی یعنی ان کی طرف مبعوث ہونے والے پیغمبر جو تعداد میں بہت تھے۔ ان کو ہر طرح تبلیغ کرتے رہے۔ اور ایمان باللہ کی دعوت دیتے رہے۔ حضرت نوحؑ کی طرح کبھی سامنے سے آتے۔ اور کبھی پیچھے سے نصیحت اور تفہیم میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا یہی کہتے تھے کہ ہرگز عبادت نہ کرو۔ سوائے اللہ کے کسی کی۔ مگر شقاوت اور بدقلبی کہ کہنے لگے کہ اگر ہمارے رب کو منظور ہوتا کہ ہماری طرف کسی کو پیغمبر بنا کر بھیجے تو وہ فرشتوں کو اتار دیتا ہے اور وہ یہ کام سرانجام دیتے جو تم کر رہے ہو پس اب اس صورت میں تو ہم اس توحید کا انکار کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے یہ تھی شقاوت جس کے باعث انہوں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کیا۔ تو آج کے ان کافروں کو بھی معلوم ہو جانا چاہیئے کہ ان منکرین و مکذبین کے غرور و نخوت کا کیا حال تھا وہ کس طرح عذاب خداوندی سے تباہ و برباد ہو گئے۔ بہرحال وہ جو عاد کے لوگ تھے وہ تو نخوت و غرور میں پڑ گئے۔ زمین سرکشی و نافرمانی کا ناحق مظاہرہ کئے ہوئے اور کہنے لگے کون ہے ہم سے زیادہ طاقت و زور والا اپنی جوانی، تنومندی ہاتھ پاؤں کے زور پر اکڑتے ہو اس بات کو بھلا دیا کہ جس ذات نے ایسے تنومند مضبوط طاقتور آدمی پیدا کئے وہ ان سے بھی زائد طاقت والا ہے۔ افسوس[ع۱] کیا انہیں نظر نہیں آیا کہ جس ذات نے ان کو پیدا کیا ہے وہی ان سے زیادہ طاقت و زور والا ہے۔ وہ پہلے ہی سے ہماری نشانیوں کا انکار کرتے تھے۔ اگرچہ دل میں یقین تھا اور سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کی برحق نشانیاں ہیں مگر عناد اور تکبر کی وجہ سے انکار اور ضد پر تلے ہوئے تھے۔ تو ان کی اس روش کی وجہ سے ہم نے ان پر بھیج دی ایک تیز اور تند ہوا جو ہر چیز کو اکھاڑ پھینک دینے والی تھی۔ کئی دنوں جو ان کے واسطے بڑی نحوست کے تھے تاکہ چکھا دیں ہم ان کو ذلت و رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں بھی تاکہ ان کا غرور ٹوٹے۔ سات[ع۲] راتیں اور آٹھ روز تک مسلسل یہ طوفان چلتا رہا اور آخرت کا عذاب تو بڑی ذلت و رسوائی کا ہے۔ یہ تو حشر و انجام ہوا عاد والوں کا۔ اور وہ جو ثمود تھے سو ہم نے ان کو راستہ حق اور ہدایت کا دکھلایا لیکن انہوں نے اندھا پن ہی اختیار کئے رکھا۔ ہدایت کے روشن راستے کے مقابلہ میں اس لئے پکڑ لیا ان کو ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک ایسی ہیبت ناک آواز جس سے جگر بھی پھٹ جائیں گے ساتھ زلزلہ آیا۔ جس سے وہ تباہ ہو گئے۔ اور بچا لیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے تھے۔ بچ کر چلتے تھے کہ کہیں اللہ کی نافرمانی نہ ہم سے ہو جائے۔ عذاب خداوندی آیا اور

ع۱ اولم یروا کے ترجمہ میں لفظ افسوس اس لئے بڑھایا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس جگہ ہمزہ استفہام توبیخ و ملامت کے لئے ہے اور لفظ افسوس توبیخ و ملامت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ ۱۲-

ع۲ جیسے ارشاد مبارک ہے "سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا" (الحاقہ)

Marfat.com

اس نے مجرموں کو ہلاک کیا مگر فرمانبردار اور خدا کا ڈر رکھنے والے - ایمان داروں پر ذرّہ برابر آنچ ہی نہ آئی - بس اسی طرح آج ہی ان کفارِ مکہ کو اللہ کے پیغمبر کی نافرمانی کا انجام سمجھ لینا چاہیئے کہ دنیا میں بھی ذلّت و ناکامی کا عذاب چکھنا پڑے گا - اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے جس کے تصوّر سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں -

تخلیق کائنات اور ارض و سماء کی ترتیب و مدت

ان آیات مبارکہ میں آسمان و زمین اور آسمان و زمین میں جو کچھ اللہ ربّ العزّت نے پیدا کیا۔ اس کی تخلیق کا ذکر ہے کہ زمین دو دن میں پیدا کی - اور پھر دو دن میں زمین پر پہاڑوں کو گاڑا - نہریں جاری کی گئیں - غلّے پیدا کئے گئے - زمین کی تہوں میں اور پہاڑوں کے جگر میں قسم قسم کی نعمتیں اور خزائن رکھ دیئے گئے - اس طرح مکمل چار روز میں ان جملہ مخلوقات کی تخلیق و پیدائش کے بعد حق تعالیٰ نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی - اس صورت میں کہ وہ دخان (دھواں) جیسا ایک مادّہ تھا دخانیہ کو سات آسمانوں کی شکل میں بنا دیا - اور ان میں شمس و قمر اور کواکب پیدا فرما دیئے یہ تمام کواکب اور ستارے اگرچہ ایک دوسرے سے بلند اور متفاوت ہیں کوئی آسمان دنیا پر اور کوئی اس سے نیچے اور کوئی اس سے اوپر بلندیوں پر لیکن دیکھنے والا ہر ایک کو اپنی نظر میں برابر محسوس کرتا ہے - اور مجموعی طور پر سب کے سب آسمان دنیا ہی کی زینت معلوم ہوتے ہیں - تو ان آیات میں زمین کی تخلیق آسمان سے قبل بیان کی گئی - اور اسی طرح کی ترتیب آیت بقرہ میں ہے فرمایا - ھو الّذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السّماء فسواھنّ سبع سمٰوات وھو بکل شیئٍ علیم - لیکن سورۂ والنازعات کی آیات میں ہے - أأنتم اشدّ خلقًا ام السّماء بناھا رفع سمکھا فسوّاھا وَ اغطش لیلھا وَ اخرج ضحٰھا وَ الارض بعد ذٰلک دحاھا اخرج منھا ماءھا ومرعاھا والجبال ارساھا - کیا تم زیادہ مضبوط ہو باعتبار پیدائش کے یا آسمان جس کو اللہ نے بہت بلند کیا اور اس کی سطح برابر کیا اور اس کی رات کو ڈھانکا تاریک بنایا اور دن کو نکالا ظاہر اور روشن کیا اور زمین کو اس کے بعد بچھایا پھر اس سے اس کا پانی نکالا اور سبزہ اگایا اور پہاڑوں کو اس پر گاڑا - تو ان آیات سورہ والنازعات میں آسمان اور آسمانوں کے ستارے شمس و قمر کی تخلیق مقدم بیان کی گئی اور یہ کہ ان فلکیات سے فارغ ہو کر اللہ نے زمین کو بچھایا پانی نکالا سبزے اُگائے اور پہاڑ گاڑے -

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی ج ۲۴ میں فرماتے ہیں خلق السمٰوات والارض کی تقدیم و تاخیر میں ان آیات اور اسی طرح کی روایات کی بنا پر ائمہ مفسرین میں اختلاف ہے - ان آیات اور سورہ بقرہ کی آیت ثم استوی الی السّماء سے تو ظاہر یہی ہے کہ زمین کی تخلیق مقدم ہے تو آیات حٰمٓ سجدہ اور آیت بقرہ کی وضاحت و تفصیل کو ملحوظ رکھتے ہوئے بعض ائمہ مفسرین نے اسی کو ترجیح دی کہ خلقِ ارض مقدم ہے اور زمین اور پہاڑوں کی تخلیق کے بعد آسمان بنائے - اور آیات والنازعات میں والارض بعد ذٰلک دحاھا کی یہ تاویل کی کہ یہ بعدیت باعتبار وجود اور زمان کے نہیں ہے بلکہ یہ بعدیت باعتبار ذکر کے ہے - یعنی مخاطب کو بطور خطاب یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اے مخاطب حق تعالیٰ کی ان عظیم مخلوقات کی تخلیق کو جاننے کے بعد تو یہ بھی یاد کر یا غور کر اللہ نے زمین بچھائی الخ تو والارض منصوب ہوگا - ایک فعل محذوف اذکر یا تذکّر یا تدبّر جیسے فعل کی تقدیر کی ساتھ -

Marfat.com

بعض حضرات مفسرین نے ان آیات میں تطبیق کی وہ صورت اختیار کی جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے مفہوم ہوتی ہے جس کو حاکم اور بیہقی نے سعید بن جُبیر کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے قرآن میں بہت سی جگہ اختلاف نظر آتا ہے تو ابن عباسؓ نے فرمایا بتاؤ تمہیں کہاں کہاں اختلاف معلوم ہوا ہے۔ بولا کہ دیکھو یہ آیات قل أئنكم لتكفرون میں تو یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ زمین آسمان سے پہلے پیدا کی گئی۔ اور والنّازعات کی آیات أأنتم أشدُّ خلقا" میں والارض بعد ذٰلك دحاها ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین آسمان کے بعد پیدا کی گئی۔ پہلے آسمان بنا لیا گیا۔ بلندی اور استواء دن کی روشنی اور رات کی تاریکی پیدا کر چکنے کے بعد زمین بچھائی گئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے زمین دو دن میں پیدا کی اور یہ آسمان کی تخلیق سے قبل تھی۔ اور آسمان دخان (دھویں) کی صورت میں تھا تو دو دن میں اس کو سات آسمان بنا دیئے زمین کو پیدا کرنے کے بعد اور رہی یہ بات والارض بعد ذلك دحاها جو سورہ نازعات میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین میں اللہ نے پہاڑ رکھے۔ نہریں اور سمندر بنائے اور درخت اگائے۔ علامہ خفاجیؒ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے جواب اور کلام کا حاصل یہ ہے کہ اخرج منہا ماءھا ومرعاھا بدل یا عطف بیان ہے لفظ دحاها کے لئے جو اس کی مراد کو واضح کرنے والا ہے۔ یعنی زمین کا بچھانا پیدا کرنا نہیں۔ بلکہ زمین میں جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں وہ مراد ہیں۔ تو بعد ذلك میں تأخر ذاتی یعنی زمین کا اپنی اصل ذات سے آسمانوں کے بعد بنانا مراد نہیں بلکہ زمین کے منافع اور مخلوقات کا بعد میں بنانا مراد ہے۔ اور اس کی تکمیل و ترتیب ہے اور بعدیت منافع کے حصول اور منافع سے متمتع ہونے کی حیثیت سے بھی ہو سکتی ہے تو والارض بعد ذٰلك دحاها میں بعدیت اس نوع کی ہے۔ لہٰذا ان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہ رہا۔ خفاجی نے ابن عباس کے کلام کی جو مراد بیان کی ہے وہ ابن عباس کے ظاہر الفاظ کے پیش نظر محتاج تأمل معلوم ہوتی ہے۔

بعض حضرات مثلاً واحدیؒ نے مقاتل بن حیان کے کلام سے یہ مراد متعین کی کہ آسمان کی تخلیق مقدم ہے اور آیات حٰمٓ میں خلق الارض کا ذکر نفس الامر میں پیدا کرنے کے معنی میں نہیں بلکہ یہ خلق بمعنی تقدیر ہے کہ اللہ نے یہ مقدر اور طے فرمایا جیسے آیۂ مبارکہ اِنَّ مَثَلَ عیسٰی عند اللہِ کمثلِ اٰدم خلقه مِنْ تُرَابٍ ثم قال لهٗ کن فیکون میں خلق قدر کے معنی میں ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

بہر کیف آلوسیؒ نے اس طرح کے اقوال نقل کر کے ان آیات کا تعارض کو رفع کیا تفصیل کے لئے تفسیر ابن کثیر ج ۴ - روح المعانی ج ۲۴ از ص۸۸ تا ص۹۷ ملاحظہ فرمائیں۔

اُستاذ محترم شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں احقر کو ابوحیان کی تفسیر پسند ہے کہ آیت ثم استوىٰ الى السّماء اور والارض بعد ذلك میں یہ ضروری نہیں کہ ثم اور لفظ بعد تراخی زمان کے لئے ہو ممکن ہے کہ تراخی فی الاخبار یا تراخی رتبی مراد ہو جیسے آیت ثم کان من الذین اٰمنوا" حالانکہ ظاہر ہے کہ جو اوصاف اس سے قبل بیان کئے گئے ہیں وہ مومن ہی کے اوصاف ہیں اور ایمان کے بعد ہی ان اوصاف کا تحقق ہونا ہے نہ یہ کہ ایمان ان اوصاف کے بعد حاصل ہو۔ بہر حال قرآن کریم میں ترتیب زمانی کی تصریح نہیں۔

Marfat.com

ہاں نعمت کے تذکرہ میں زمین کا ذکر مقدم رکھا اور عظمت و قدرت کے تذکرہ میں آسمان کا ذکر مقدم رکھا جس کی لطافت ادنیٰ تامل غور سے ظاہر ہے۔ تو اس ترتیب ذکری سے یہ لازم نہیں کہ اس کو ترتیب وقوعی، اور ترتیب وجودی قرار دیا جائے۔ تخلیق کائنات میں دنوں کی بعض روایات میں تعیین بھی آئی ہے مثلاً حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ مٹی کو اللہ نے سنیچر کے روز پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے روز اور نباتات کو پیر کے روز۔ برائیوں اور بیماریوں کو منگل کے روز۔ نور اور بھلائیوں کو بدھ کے روز۔ بہائم اور چوپائے جمعرات کے روز اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے روز کے آخری پہر میں عصر و مغرب کے درمیان۔ لیکن ابن کثیر نے اس کو معلول فرمایا۔ اگرچہ امام مسلم نے اس حدیث کو تخریج فرمایا ہے مگر ابن کثیر نے اس کو غرائب صحیح میں بیان کیا۔ امام بخاری نے بھی اس کو معلول فرمایا۔ امام بخاری اور علی بن المدینی اس کو کعب احبار کا کلام قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (فوائد شیخ الاسلام)

ابن جریر نے عبداللہ بن عباسؓ سے بیان کیا کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آسمانوں و زمین کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا کی شنبہ اور یکشنبہ کے دن۔ پہاڑ اور پہاڑوں کے منافع سہ شنبہ کے دن۔ اور درخت، پانی، نہریں اور آبادیاں چہار شنبہ کے دن یہ چار دن ہوئے ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے کے ہو گئے اس کے بعد پنجشنبہ کے دن آسمان بنائے اور جمعہ کے روز ستارے، چاند، سورج اور فرشتے پیدا کئے۔ تو یہ مضمون پہلی روایت سے مختلف ہے۔ مناسب اور بے تکلف وہی چیز ہے جس کو شیخ الاسلام نے اختیار فرمایا۔

عاد و ثمود کی تاریخ اہل عرب کیلئے عظیم درس عبرت

مقام عبرت و تنبیہ میں عاد و ثمود کے واقعہ کا حوالہ ان آیات میں خاص طور پر اس وجہ سے دیا گیا کہ قریش کے لوگ اور عرب میں بسنے والے ان قوموں کو خوب جانتے تھے ان کے ساز و سامان مادی وسائل کی کثرت و فراوانی اور طاقت و غلبہ سب کچھ تاریخی حیثیت سے مشہور و معروف تھا تو ان کا ذکر کر کے یہ واضح کر دیا گیا کہ جب یہ طاقتور قومیں بھی اللہ کی نافرمانی اور اللہ کے رسولوں کا مقابلہ کر کے اللہ کے قہر و عذاب سے نہیں بچ سکیں جن کے آثار و نشانات آج تک بھی اہل عرب، یمن اور شام کے سفر میں دیکھتے ہیں کہ کس طرح عذاب خداوندی نے ان کو ہلاک کیا۔ ان آیات میں عاد و ثمود کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا۔ اذ جاءتهم الرسل یعنی جبکہ ان کے پاس ان کے رسول آئے (جمع کے صیغے کے ساتھ) قوم عاد کے رسول تو حضرت ہود علیہ السلام تھے اور ثمود کے رسول حضرت صالح علیہ السلام تھے تو ان دو رسولوں کو جمع کے صیغے سے یا تو اس بنا پر تعبیر فرمایا گیا کہ ممکن ہے کہ ان دو کے علاوہ بھی کچھ اور رسول و پیغمبر قوم عاد و ثمود کے لئے بھیجے گئے ہوں۔ لیکن قرآن کریم نے ان ہی دو حضرات کا ان کی عظمت و خصوصیت کے باعث ذکر کیا۔ اور بعض دیگر انبیاء کا ذکر نہیں فرمایا بقانون منهم قصصنا علیك ومنهم من لم نقصص علیك یا اس بناء پر کہ کسی قوم کا ایک رسول کی تکذیب کرنا بھی اللہ کے سارے پیغمبروں کو جھٹلانا ہے جیسے کہ ارشاد فرمایا کذبت قوم نوح المرسلین کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے تمام رسل کو جھٹلایا حالانکہ قوم نوح تو صرف نوح ہی کی تکذیب کی مرتکب ہوئی تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ گذشتہ مضامین میں متعدد مواقع پر یہ بات دلائل سے واضح کی جا چکی کہ حق تعالیٰ کے تمام انبیاء و رسل اصول توحید جزاء و سزا

Marfat.com

اور قیامت کے مسئلہ میں متفق ہیں۔ اس وجہ سے کسی بھی ایک رسول کا انکار اللہ کے تمام رسولوں کا انکار ہے۔ اس بنیاد پر عیسائی یا دوسرے اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے خود اپنے پیغمبر پر بھی ایمان رکھنے والے نہ رہیں گے۔ اس کے برعکس ہر مسلمان جس طرح وہ نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے اسی طرح وہ حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ حضرت داؤد، حضرت یعقوب اور حضرت ابراہیم علیہم السلام پر ایمان رکھتا ہے۔ تو عیسائیوں اور حضرت موسیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے وہ حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ کے بھی کافر و منکر رہیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوّت تو یہ ہے کہ اگر بالفرض آج موسیٰ ؑ بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے لوکان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی اور یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ؑ قیامت کے قریب زمین پر نزول فرمائیں گے تو وہ آپ ؐ کے اُمتی ہوں گے اور قرآن پر عمل کریں گے اور اسی کو نافذ و جاری کریں گے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتّٰىٓ إِذَا مَا جَآءُوهَا شَهِدَ
اور جس دن جمع ہونگے دشمن اللہ کے دوزخ پر، پھر ان کی مثلیں بٹیں گی ۔ یہاں تک کہ جب پہنچے اس پر بتادینگے

عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾
ان کو ان کے کان، اور ان کی آنکھیں، اور ان کے چمڑے، جو کچھ وہ کرتے تھے ۔

وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا أَنطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىٓ
اور وہ کہیں گے اپنے چمڑوں کو، تم نے کیوں بتایا ہم کو۔ وہ بولے ہم کو بلوایا اللہ نے جس نے

أَنطَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾
بلوایا ہے ہر چیز کو، اور اسی نے بنایا تم کو پہلی بار، اور اسی کی طرف پھر جاتے ہو ۔

وَمَا كُنتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَن يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ
اور تم پردہ نہ کرتے تھے اس سے کہ تم کو بتادیں گے تمہارے کان، نہ تمہاری

أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَٰكِن ظَنَنتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ
آنکھیں، نہ تمہارے چمڑے، پر تم کو یہ خیال تھا، کہ اللہ نہیں جانتا

Marfat.com

كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾ وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنتُم
بہت چیزیں جو کرتے ہو ف۲ ٭ اور یہ وہی تمہارا خیال ہے، جو رکھتے تھے اپنے رب کے
بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِن يَصْبِرُوا فَالنَّارُ
حق میں، اسی نے تم کو کھپایا، پھر آج رہ گئے ٹوٹے میں ٭ پھر اگر وہ صبر کریں تو آگ
مَثْوًى لَّهُمْ ۖ وَإِن يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُم مِّنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿٢٤﴾ وَ
ان کا گھر ہے۔ اور اگر وہ منایا چاہیں، تو ان کو کوئی نہیں مناتا ف۳ ٭ اور
قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُم مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
لگادی ہم نے ان پر تعیناتی، پھر انہوں نے بھلا دکھایا ان کو جو ان کے آگے اور جو ان کے پیچھے،
وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ
اور ٹھیک پڑی ان پر بات، مل کر سب فرقوں میں جو ہو چکے ہیں اُن سے آگے، جنوں
الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا
کے اور آدمیوں کے، وہ تھے ٹوٹے والے ف۴ ٭ اور کہنے لگے منکر
لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴿٢٦﴾
نہ کان دھرو اس قرآن کے سننے کو اور بک بک کرو اسکے پڑھنے میں، شاید تم غالب ہو ف۵ ٭

فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
سو ہم کو ضرور چکھانی منکروں کو سخت مار، اور ان کو بدلہ دینا
أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ
بُرے سے بُرے کاموں کا، جو کرتے تھے ٭ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی،
النَّارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا
آگ۔ ان کو اسی میں گھر ہے سدا کا ۔ بدلہ اس کا، جو ہماری باتوں سے
يَجْحَدُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ
انکار کرتے تھے ٭ اور کہیں گے جو لوگ منکر ہیں، اے رب ہمارے! ہم کو دکھا وہ دونوں،

Marfat.com

اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا
جنہوں نے ہم کو بہکایا، جو جن ہے اور جو آدمی، کہ ڈالیں ہم انکو اپنے پاؤں کے نیچے، کہ وہ رہیں
مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا
سب سے نیچے ٭ تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے، پھر اسی پر ٹھہرے رہے،
تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا
ان پر اُترتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو نہ غم کھاؤ، اور خوشی سنو
بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي
اس بہشت کی جس کا تم کو وعدہ تھا ٭ ہم ہیں تمہارے رفیق
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ
دنیا میں اور آخرت میں، اور تم کو وہاں ہے جو چاہے جی تمہارا،
وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾
اور تم کو وہاں ہے جو منگواؤ ٭ مہمانی ہے اُس بخشنے والے مہربان سے ٭

تفصیل عذاب آخرت و ذلت و ناکامی منکرین و انعامات مطیعین

قال اللہ تعالیٰ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ (الیٰ قولہ) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿﴾

(ربط) گذشتہ آیات کا مضمون دلائل قدرت کے سلسلہ بیان میں مجرمین کی نافرمانیوں پر دنیاوی عذاب کا ذکر تھا۔ اور یہ کہ ایسے واضح دلائل قدرت کے ہوتے ہوئے اس قادر مطلق کی نافرمانی بڑی ہی حیرت اور افسوس کی بات ہے۔ اور وہ اس روش کے باعث دنیا کے عذاب اور ذلت و خواری سے نہیں بچ سکتے۔ اب ان مجرمین پر عذاب اُخروی بیان کیا جا رہا ہے کہ آخرت کی ذلت و رسوائی کا کیسا ہولناک منظر ہوگا۔ ساتھ ہی مطیعین پر انعامات خداوندی اور ان کا اعزاز و اکرام کا مضمون ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ ارشاد ہے۔

اور جس روز کہ جمع کیا جائے گا اللہ کے دشمنوں کو دوزخ کی آگ کی طرف گھسیٹتے ہوئے تو وہ اس وقت روکے ہوئے ہوں گے۔ تاکہ سب کے سب جمع ہو جائیں اور بیک وقت ان تمام مجرمین کو موقف حساب میں حساب اعمال کے لئے پیش کیا جائے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب آ جائیں گے۔ کیونکہ جہنم اور اس کی آگ کی لپٹیں انھیں موقف حساب سے قریب ہی نظر آتی ہوں گی تو گواہی دیں گے ان کے خلاف ان کے کان ان کی نگاہیں اور ان کی

Marfat.com

کی کھالیں ان تمام اعمال کی جو یہ کیا کرتے تھے۔ اس وقت یہ بے بسی کے عالم میں حیران ہوں گے اور کہیں گے۔ اپنی کھالوں اور اپنے اعضاء سے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں اور کیسے دی حالانکہ تم میں تو بولنے کی صلاحیت اور قدرت نہیں ہے جواب دیں گے۔ گویائی دی ہم کو اس اللہ رب العزت نے جس نے ہر ایک چیز کو گویائی دی جو گویا ہے خواہ اس کی گویائی متعارف و معتاد ہو جیسے انسانوں کی گفتگو اور جانوروں و پرندوں کی آوازیں خواہ غیر متعارف و غیر معتاد ہو یعنی جو چیز بھی گویائی کی صلاحیت رکھتی ہے وہ اس کے کسی مادہ اور طبیعت کا تقاضا نہیں بلکہ وہ محض عطا الٰہی اور قدرت خداوندی ہے تو اب اس کو اختیار ہے وہ اپنی قدرت سے جس کسی جزء اور حصہ میں بھی قوت نطق و گویائی رکھ دے اور اس کے سمجھنے ماننے میں آخر کیا تردد ہے۔ اس کی عظمت قدرت کا یہ عالم ہے کہ اسی نے تو پیدا کیا تم کو پہلی بار جس کا تم مشاہدہ کر چکے تو اب اسی پروردگار نے اپنی قدرت سے تم کو دوبارہ یہاں اٹھایا اور جمع کیا اور تمہاری کھالوں ہاتھ پاؤں اور بدن کے ٹکڑوں میں گویائی پیدا کر دی اور وہ بول رہے ہیں۔ اور تم دنیا میں اپنے آپ کو اس چیز سے نہیں چھپا سکتے کہ تمہارے کان تمہارے خلاف گواہی دیں اور نہ اس سے کہ تمہاری نگاہیں اور نہ اس سے کہ تمہاری کھالیں۔ اس لئے کہ انسان اس پر قادر ہی نہیں اپنے اعمال و افعال اپنی آنکھوں اور کانوں اور خود اپنے بدن کے ٹکڑوں سے چھپالیں دنیا کی نگاہوں سے بے شک پردہ حاصل کر سکتا ہے لیکن خود اپنے ہی سے وہ کیونکر چھپ جائے گا۔ اس حقیقت و مشاہدہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ اے لوگو! تم کسی وقت بھی جرم کے مرتکب نہ ہوتے۔ لیکن تم نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ بہت سی وہ چیزیں نہیں جانتا جو تم کرتے ہو۔ نہ تم کو قیامت کا خیال آیا۔ اور نہ حساب و کتاب کا خوب بے فکری سے یہ سب کچھ کرتے رہے۔ اے لوگو! یہی تو تھا وہ تمہارا گمان فاسد جو تم نے اپنے رب کے ساتھ قائم کیا جس نے تم کو ہلاک و تباہ کیا تو بس اسی گمان اور تصور کی وجہ سے تم لوگ ہو گئے ہو تباہ و برباد ہو جانے والوں میں۔

بہر کیف یہ ہو گا انجام ایسے مجرموں کا جنہوں نے دنیاوی زندگی اسی دھوکہ میں گذار دی کہ نہ کبھی آخرت کو سوچا اور نہ وہاں کے عذاب کی فکر کی تو اس صورت حال میں اگر یہ صبر کریں فیصلہ خداوندی پر کسی طرح کی حجت بازی اور حیلہ بہانہ نہ کریں تو بھی دوزخ کی آگ ان کا ٹھکانہ ہے۔ یہاں یہ ممکن نہ ہو گا کہ خاموشی اور صبر سے مہربانی اور رحمت کے آثار ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور اگر عذر پیش کرنا چاہیں گے تو ان کی کوئی معذرت قبول نہ ہوگی اور عذاب الٰہی کا جو فیصلہ ان کے حق میں ہو گا وہ اس سے کسی طرح نہ بچ سکیں گے۔ اور ہم نے دنیا میں ان کافروں کے واسطے کچھ ساتھی مقرر کر دیئے تھے شیاطین میں سے ان کی بدنصیبی اور مسلسل عناد و تکبر کی وجہ سے انہوں نے رچا دیئے تھے ان کے لئے ان کے تمام اعمال اگلے اور پچھلے اس بنا پر وہ اپنے اعمال پر مصر رہے اور جب وہ ان کو مستحسن سمجھتے تھے تو ظاہر ہے کہ ان کے چھوڑنے پر کیونکر تیار ہوتے۔ لہٰذا ان پر مسلط ہو گیا وہ فیصلہ جو ان سے پہلی گذری ہوئی قوموں کے حق میں نافذ ہو چکا تھا خواہ وہ جن میں سے ہوں یا انسانوں میں سے کہ بے شک وہ سب ہی خسارہ اور بربادی میں پڑنے والوں میں سے ہیں۔ کیونکہ اللہ رب العزت کے مقابلہ میں سرکشی اور نافرمانی کا یہی انجام ہو سکتا ہے۔ اور اسی کے مطابق پہلی قومیں ہلاک کی گئیں تو اسی طرح بعد کے مجرمین کا بھی یہی حشر ہو گا۔ قیامت کے روز حسرت و ناکامی کا جب ایسا منظر سامنے ہو گا تو کافر بدحواس ہوں گے اور نہ صبر کرتے بن پڑے گی۔ اور نہ معذرت و معافی سے کام چلے گا۔ ان واقعات کو سن کر چاہیئے تو یہ تھا

Marfat.com

کہ کفّار مکہ عبرت حاصل کرتے - کفر و بغاوت سے باز آتے لیکن اس کے برعکس اور کافروں نے یہ کہا کہ کان ہی نہ لگاؤ اس قرآن کی جانب اور نہ سنو اور اگر پیغمبر سنانے لگے تو اس میں شور و شغب مچاؤ - شاید تم ہی غالب آجاؤ - ان کافروں کو اپنی اس بیہودہ حرکت کا انجام معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم ضرور بالضرور کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے - اور ضرور ہم ان کو بدلہ دیں گے ان برُے کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے - یہی ہے سزا اللہ کے دشمنوں کی اور وہ جہنم کی آگ ہے - ان کے واسطے اس جہنم میں ہمیشہ کا ٹھکانا ہوگا - اس چیز کے بدلے کے طور پر کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اور اس فیصلہ اور انجام سے برافروختگی اور غصّہ کے عالم میں کافر کہیں گے اے ہمارے پروردگار دکھا دے تو ہمیں وہ لوگ جن و انس میں سے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا کہ ہم ان کو روندیں اپنے قدموں کے نیچے تاکہ وہ بھی خوب ذلیل و خوار ہونے والوں میں سے ہوجائیں - اگرچہ ان کو گمراہ کرنے والے شیاطین جن و انس بھی جہنم کی آگ میں ہوں گے لیکن جہنم تو ایک وسیع عالم ہے اس بنا پر دیکھنے کی تمنا کریں گے - اور ذلت و خواری میں تو وہ پہلے ہی مبتلا ہو چکے ہوں گے - لیکن مزید رسوائی ان کی اس طرح دیکھنا چاہتے ہوں گے کہ اپنے قدموں کے نیچے ان کو روندیں جن کو انہوں نے دنیا میں اپنے مقتدیٰ و پیشوا بنا رکھا تھا یہ تو انجام ہوگا مجرمین وکفّار کا مگر اس کے بالمقابل اللہ سے تعلق رکھنے والے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے مومنین کے اعزاز و اکرام اس طرح ہوگا کہ بے شک جن لوگوں نے اقرار کر لیا دل کی گہرائیوں سے کہ ہمارا رب اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود و مولیٰ نہیں اور پھر وہ اسی پر مضبوطی سے جمے رہے اور صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلتے رہے اور مرتے دم تک اسی پر قائم رہے تو ان پر فرشتے اتریں گے - اللہ کا پیغام رحمت و بشارت لے کر کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اللہ کی عنایت و رحمت سے تم دنیا میں بھی ہر اندیشہ سے مامون اور ہر فکر و غم سے محفوظ ہوں گے اور اس دنیاوی زندگی کے بعد آخرت میں خوش خبری سن لو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا - ہم تمہارے ولی سرپرست اور رفیق ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی چنانچہ اسی ولایت و رفاقت کا یہ اثر تھا کہ اہل ایمان کو طاعت اور نیک کام کی توفیق اور مصائب و شدائد پر صبر اور ایمان و تقویٰ پر استقامت نصیب ہوئی اور اسی پر خاتمہ ہوا - اور تمہارے واسطے اے ایمان و تقویٰ والو ہر وہ نعمت ہوگی - جس کے واسطے تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے واسطے ہر وہ چیز ہوگی جو تم طلب کروگے یہ سب کچھ بطور مہمانی اور اکرام کے ہوگا - اس پروردگار کی طرف سے جو بڑی مغفرت کرنے والا بڑا ہی مہربان ہے - جو اپنی شان مغفرت سے ان کوتاہیوں سے درگذر کرنے والا ہوتا ہے جن کے بعد شاید ایسے اکرام و اعزاز کا استحقاق نہ ہوتا اور بڑا ہی مہربان ہے کہ اپنی شان رحیمی سے بندوں کے قلیل و حقیر پر ایسے بلند پایہ انعامات سے نوازتا ہے -

استقامت کا مفہوم اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات

آیۂ مبارکہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا میں ایمان اور ایمان پر استقامت کے ذکر کے بعد اس پر مرتب ہونے والے عظیم ثمرات اور بہترین نتائج کا بیان ہے - پہلا ثمرہ تتنزل علیھم الملائکۃ ہے کہ فرشتے ان پر اترتے ہیں - اور فرشتوں کا ان اہل ایمان اہل استقامت پر اترنا ان کا انتہائی اعزاز و اکرام ہے

Marfat.com

دوسرا ثمرہ پیغام بشارت ان لا تخافوا ولا تحزنوا۔ کہ ہر خوف اور غم کے دور ہو جانے کا تیسرا ثمرہ جنت اور جنت کی نعمتوں کی بشارت جو وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون کے عنوان سے فرمائی گئی تاکہ اس بشارت کو سن کر ذہن ابتداء ہی سے ان بلند پایہ انعامات اور نعمتوں کی طرف متوجہ ہو جائے جن کی تفصیل نعماء جنت کے ذیل میں بیان کی جا چکی۔

چوتھا ثمرہ نحن اولیاء کم ہے کہ ہم تمہارے ولی سرپرست اور دوست ہیں دنیا اور آخرت میں اور اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی ولایت اور محبت دنیا میں اور آخرت میں ایک ایسا عظیم انعام ہے کہ دنیا اور ما فیہا کی ساری نعمتیں اس کے مقابلہ میں حقیر ہیں۔ بلکہ اخروی نعمتوں میں بھی یہ بہت ہی بلند پایہ نعمت ہے۔ کیونکہ اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی جنت کی ہر نعمت اور راحت سے زائد اور بلند ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ جنت میں اہل جنت کو تمام انعامات سے نوازنے کے بعد فرمائے گا۔ اے میرے بندو! کیا تمہیں کچھ اور چیز مطلوب ہے۔ جنتی جواب دیں گے اے ہمارے رب اب ہمیں اور کیا چاہیئے ہم کو تو وہ نعمتیں دیدی گئیں ہیں جو جہان والوں میں کسی کو نہیں دی گئیں۔ اس پر اعلان ہوگا۔ رضائی لا اسخط علیکم بعدہ ابدا۔ کہ میری رضامندی اور خوشنودی ہے تمہارے لئے۔ اب آئندہ میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ ورضوان من اللہ اکبر ذلک ھو الفوز العظیم۔

پانچواں ثمرہ ولکم فیھا ماتشتھی انفسکم۔ کہ ہر خواہش کا پورا ہونا۔

چھٹا ثمرہ ولکم فیھا ماتدعون کہ ہر طلب کی تکمیل کہ جو بھی چیز جنتی طلب کریں گے وہ حق تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہو جائے گی۔ اور ہر طلب کا پورا ہونا اور ہر مطلوب کا مل جانا نہایت ہی عظیم انعام ہے۔

ساتواں انعام وثمرہ۔ نزلا من غفور رحیم۔ اعزاز واکرام ہے۔ جیسے مہمان کا اعزاز ہوتا ہے اور اس اعزاز واکرام میں خدا کی شان غفوری ورحیمی ہر تقصیر سے درگذر کرتے ہوئے استحقاق سے بڑھ کر بے پایاں رحمتوں سے نوازنے والی ہوگی۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے فرمایا ان اوصاف کاملہ اور بشارات فاضلہ کے سب اولین مصداق خلفاء راشدین پھر مہاجرین اولین تھے جن کے ایمان واستقامت کی عظمت وبلندی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اللہ کی ربوبیت ان کے اعتقاد کامل کی پوری تصویر اور ان کی عملی زندگی تھی۔ پھر اطاعت وفرمانبرداری کا وہ مقام تھا۔ دنیا کی کوئی مشقت ورکاوٹ ان کی راہ اطاعت میں حائل نہ ہو سکتی تھی۔ ربنا اللہ عقیدہ توحید کی ترجمانی ہے اور اس کے بعد استقامت طاعت وبندگی کا کمال ہے کیونکہ استقامت ہر مامور اور حکم کی تعمیل وپیروی اور ہر ممنوع اور خلاف شرع چیز سے پرہیز کرنے کا نام ہے جس میں اعمال قلوب اور افعال حسیہ وظاہر داخل ہیں اور اس عملی کیفیت کا نام ہے جو ایمان اسلام اور احسان کے مقام کو جامع ہو۔ اسی وجہ سے حضرات عارفین کا قول ہے کہ استقامت ہزارہا کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آیتہ فاستقم کما امرت سے زائد کوئی سخت آیت نہیں نازل ہوئی۔ بعض صحابہ نے ایک مرتبہ آپ صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ صلعم پر تو بڑھاپا بہت جلدی

Marfat.com

آگیا۔ کیونکہ اچانک آپؐ پر آثار ضعف واقع ہو گئے تھے۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے۔ اور یہ آیت سورۂ ہود ہی میں ہے۔

غزالیؒ نے بیان کیا کہ صراط مستقیم (شریعت کے راستہ) پر استقامت۔ جہنم پر قائم کردہ صراط (پل) پر گذرنے سے زیادہ شدید ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہاں صراط مستقیم پر استقامت اور وہاں آخرت میں صراط جہنم پر سے گذرنا بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ مرتبۂ استقامت کی اسی عظمت کے باعث ہر نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کا حکم فرمایا گیا تاکہ صراط مستقیم پر استقامت کی درخواست بارگاہ خداوندی میں پیش کی جاتی رہے۔

(نزولِ ملائکہ اور مواقع نزول)

روایات و نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کا نزول تین موقعوں پر ہوتا ہے ایک تو انسان کی موت کے وقت جیسا کہ احادیث میں ہے کہ مومن جب انتقال کرنے لگتا ہے تو فرشتوں کا نزول ہوتا ہے قبض روح کے لئے اور کہتے ہیں۔ اُخرجی ایتھا النفس الطیبۃ الی روح و ریحان و ربٍ غیر غضبانٍ اور بعض روایات میں لفظ المطمئنۃ یعنی اے پاکیزہ روح یا اے نفس مطمئنہ نکل تو خوشگوار ہواؤں اور خوشبوؤں کی طرف اور ایسے رب کی طرف جو غضبناک نہیں ہے۔ دوسرا وقت قبر میں ہوتا ہے کہ میت کے سامنے اس کی قبر میں فرشتے آکر اس سے سوال کرتے ہیں۔ مَنْ رَبُّکَ۔ وَمَنْ نَبِیُّکَ۔ وَمَا دِیْنُکَ۔ مومن جب جواب ٹھیک دے دیتا ہے تو فرشتے اس کو بشارت سناتے ہیں۔ جنت کی نعمتوں اور راحتوں کی۔ اور کہہ دیتے ہیں نم کنومۃ العروس۔ یعنی تو سو جا دلہن کی طرح جس کے لئے سر آرام اور راحت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ تیسرا موقعہ نزول ملائکہ کا حشر ہے جب مومنین کو دخول جنّت کو بشارت سناتے ہوں گے۔ ادخلوا الجنۃ بما کنتم اور کہا جا رہا ہو گا سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدّار اور کافروں کو دخولِ نار کی وعید سنائی جا رہی ہو گی۔

یہ مواقع نزول تو موت کے وقت سے لے کر حشر اور حساب و کتاب تک ہوئے۔ انسان کی دنیوی حیات میں بھی فرشتوں کا مومنین پر اترنا متعدد صورتوں میں ہوتا ہے کبھی اعمال صالح کی تلقین اور قلب میں ان کی رغبت و شوق ڈالنے کے لئے اترتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات انسان اپنے قلب میں غیر شعوری طور پر اعمال صالح کی ایک عجیب رغبت و شوق کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ اور کبھی مصیبت اور غم کے وقت سکینت و طمانیت کا القاء کرنے کے لئے اترتے ہیں جیسے غزوہ بدر میں ہوا چنانچہ ارشاد ہے۔ اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین آمنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب ان دو قسموں کے نزول اور رفاقت کے علاوہ فرشتوں کا وہ نزول ہے جو نوبت بنوبت بندوں کے اعمال لکھنے والے اور اس کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ لہٗ معقبٰتٌ من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللّٰہ۔

Marfat.com

جنت میں تفاوت درجات کے باوجود باہمی تحاسد نہ ہوگا

ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم کا مدلول یہ ہے کہ اہل جنت جس کسی چیز کی خواہش کریں گے وہ ان کو حاصل ہو جائے گی۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اس پر ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا جس سے یہ اشکال دور ہو گیا کہ جنت میں درجات مختلف ہوں گے اور بعض دوسرے بعض پر بلندی اور فضیلت رکھنے والے ہوں گے۔ تو کم تر درجے کے لوگ اگر اپنے سے بلند مرتبہ والوں کو نہ جانیں گے تو جہل لازم آئے گا۔ اور جہالت عیب اور نقصان ہے اور یہ ممکن نہیں کہ اہل جنت ناقص اور عیب دار ہوں۔ اور اگر جانے گا تو طبعی تقاضے کے باعث حسد ہوگا تو یہ بھی بری خصلت ہے تو فرمایا یہی شق اختیار کر لی جائے کہ بعض اہل جنت کو اپنے بلند درجات والوں کا علم ہوگا لیکن حسد ایک انسانی خصائل میں ایک مذموم اور بری خصلت ہے اور جنتی جنت میں جب داخل کئے جائیں گے جیسا کہ ارشاد ہے۔ ونزعنا ما فی صدورھم من غل تجری من تحتھم الانھار اور حدیث میں آتا ہے لا تحاسد بینھم ولا تباغض۔ اس لئے اس طرح کی کوئی کیفیت نہیں ہوگی۔ اور رہی یہ بات کہ وہ یہ تمنا کرنے لگیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل سے ایسے ہی مراتب عطا فرما دے تو یہ تمنا اس وجہ سے نہیں کریں گے کہ ان کو اپنی استعداد اور صلاحیت معلوم ہوگی وہ اپنے مرتبہ اور استعداد سے بڑھ کر تمنا ہی نہیں کریں گے۔ پھر یہ کہ جنت ہر ایک عبدیت کے اعلیٰ اور بلند ترین مقام پر ہوگا اور ان کو تمام باطنی مقامات حاصل ہوں گے۔ اس وجہ سے ان کو مقام رضا و تسلیم بھی حاصل ہوگا اور ہر ایک اپنے درجہ میں اس قدر مسرور و خوش کہ دوسروں کے درجات کا احساس ہی نہ ہوگا چہ جائیکہ وہ ان درجات کی تمنا کرنے لگے۔ دنیا میں بھی رضا و تسلیم اور قناعت کا مقام حاصل کرنے والے بھی ایسے بعض لوگ مل جاتے ہیں کہ وہ دوسروں کو اپنے سے بہتر جاننے کے باوجود ان کے مراتب کی خواہش تو کیا ان کو اپنے اس درجہ سے ترقی سے بھی نفرت ہوتی ہے۔ تو جب دنیا میں بھی ایسے قانع افراد ہیں تو آخرت اور جنت میں تو ہر ایک ہی پیکر قناعت اور رضا و تسلیم ہوگا۔ حضرت حکیم الامت اس تحقیق کے دوران دل میں پیش آنے والے ایک اشکال کو بھی رفع فرما گئے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جنتی اپنے بلند مرتبہ والوں کو دیکھ کر تمنا کریں گے جیسے ایک حدیث میں ہے کہ ایک جنتی دوسرے کو دیکھ کر تمنا کرے گا کہ میرا لباس بھی کاش ایسا ہی ہوتا تو فوراً اس کا لباس اسی جیسا ہو جائے گا تو اصل یہ ہے کہ لباس کی برابری سے درجات کی برابری ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مختلف درجات والوں کو لباس ایک سا دیدیا جائے۔ جیسے کسی ضیافت میں مختلف المراتب لوگوں کو ایک ہی قسم کا کھانا کھلایا جائے اور ایک ہی طرح کا اکرام کیا جائے تو درجہ کی مساوات کی تمنا نہ ہوگی۔ نعمت میں برابری کی تمنا رتبہ میں مساوات کی تمنا کو مستلزم نہیں۔

(ھذا ما فہمت من کلمات حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ
اور اس سے بہتر کس کی بات؟ جس نے بلایا اللہ کی طرف، اور کیا نیک کام، اور کہا
اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ
میں حکم بردار ہوں ٭ اور برابر نہیں نیکی نہ بدی
اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ
جواب میں تو کہہ اس سے بہتر، پھر جو تو دیکھے، تو جس میں تجھ میں دشمنی تھی،
كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ
جیسے دوست دار ہے ناتے والا ٭ اور یہ بات ملتی ہے انہیں کو، جو سہار رکھتے ہیں۔ اور
مَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ
یہ بات ملتی ہے اسکو، جس کی بڑی قسمت ہے ف۲ ٭ اور کبھی چوک لگے تجھ کو
الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾
شیطان کے چوکنے سے، تو پناہ پکڑ اللہ کی۔ بیشک وہی ہے سنتا جانتا ف۳
وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا
اور اس کی قدرت کے نمونے ہیں رات اور دن، اور سورج اور چاند۔ سجدہ نہ کرو
لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ
سورج کو اور نہ چاند کو، اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے وہ بنائے، اگر
كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ
تم اسی کو پوجتے ہو ٭ پھر اگر غرور کریں تو جو لوگ تیرے رب
رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْــَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾
کے پاس ہیں، پاکی بولتے ہیں اسکی رات اور دن، اور وہ نہیں تھکتے ف۴ ٭

Marfat.com

فضیلت دعوت الی اللہ و بیان صبر و استقامت و حلم و درگذر در راہ حق

قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ الیٰ قولہ وھم لا یسئمون

(ربط) گذشتہ آیات میں اہل ایمان اور ایمان پر استقامت والوں کا اللہ کے یہاں کیا عظیم مقام و مرتبہ ہے بیان فرمایا گیا اب ان آیات میں اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی فضیلت بیان کی جا رہی ۔ اور یہ کہ عقل و فطرت کے اس قانون کو بخوبی سمجھ لینا چاہیئے کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی ہے ۔ اور دعوت الی اللہ اور اشاعت حق میں انسان کو بڑی رکاوٹیں اور دشواریاں پیش آتی ہیں ان کا مقابلہ اور شدائد پر صبر کی ضرورت ہے ۔ یہ چیز کمال کی نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص بُرا طرز عمل اختیار کرے تو اس کے جواب میں وہی طرز اختیار کیا جائے اس طرز عمل سے بُرائی کا خاتمہ نہیں ہوتا ۔ بلکہ اور زائد پھیلتی ہے اگر بُرائی کو مٹانا مقصود ہو تو اس کا بس یہی ایک طریقہ ہے کہ ملاطفت اور نرمی سے اس کو دور کیا جاسکتا ہے ۔ یہی صورت کامیابی اور ترقی کی ہوسکتی ہے اور اس راہ میں جہاں خارجی رکاوٹیں پیش آتی ہیں ساتھ ہی خود انسان کے قلب و دماغ پر بسا اوقات ایسے خطرات و خیالات وارد ہوتے ہیں کہ قریب ہو جاتا ہے کہ راہ حق سے اس کے قدم ڈگمگا جائیں تو خارجی رکاوٹوں کے ساتھ یہ داخلی رکاوٹیں بھی پیش آیا کرتی ہیں تو وساوس شیطانیہ سے بچاؤ صرف اللہ رب العزت کی پناہ و حفاظت سے ہوتا ہے تو دعوت الی اللہ کی بلند منزلوں کو طے کرنے میں اللہ ہی کی پناہ مانگنی چاہیئے ۔ تو فرمایا ۔ اور اس سے بہتر کون شخص ہوسکتا ہے ۔ اپنے قول و دعوت کے لحاظ سے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے ۔ اور خود نیکی کا کام کرتا ہے اور اپنی زندگی کے ہر مرحلے پر یہ اعلان کرتا رہے کہ میں تو اللہ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں مشرکین و منکرین ایسے ماحول میں جو اللہ کے دین کو حقیر سمجھتے ہوں ۔ ان کے سامنے بجائے مرعوب و مجحوب ہونے کے فخر کے ساتھ یہ کہے کہ انّنی من المسلمین اپنے مذہب پر اس طرح کے فخر اور اعلان سے کافروں کے حوصلے پست ہوں گے ۔ اور اہل سعادت کو ایمان کی رغبت اور پختگی نصیب ہوگی ۔ اور بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ دعوت الی اللہ کا فرض انجام دینے میں جہلاء کا مقابلہ اور معاندین کی طرف سے ایذا رسانی کا معاملہ ہوتا ہے تو ایسی صورت پیش آنے پر ایک ضابطہ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ برابر نہیں ہے نیکی بُرائی اور بدی ہے اور نہ بدی برابر ہے نیکی کے ۔ ہر ایک کا حال اور اثر جدا ہوتا ہے نیکی کا انجام فلاح و کامرانی ہوتا ہے اور بدی کا انجام ذلت و ناکامی ۔ اس لئے دعوت الی اللہ میں مشغول انسان یقیناً کامیاب و سربلند ہوں گے ۔ اور ان کے مقابلہ و معارضہ کرنے والے معاند ذلیل و ناکام ہوں گے ۔ اے مخاطب بس تو اپنا دستور العمل یہ بنالے کہ مدافعت کرتا رہ بُرائی کا ایسے طریقہ سے کہ جو نہایت ہی خوبی کا ہو تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ تو دیکھ لے گا کہ تیرے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہے وہ گویا کہ علٰہ کانہ یعنی گویا کہ وہ تیرا دوست و ہمدرد ہے یہ عنوان اس لحاظ سے ہے کہ اگرچہ وہ دشمن جس کے ساتھ تم نیکی کا برتاؤ کروگے حقیقتاً دوست نہ بنے مگر بہر کیف اگر اس میں انسانی شرافت کا ادنیٰ سا بھی اثر ہے تو وہ یقیناً معاملہ ایسا ہی کرنے لگے گا جیسا کہ دوست ہو۔

Marfat.com

کہ تیرا نہایت ہی مخلص وہمدرد قریبی دوست اور رشتہ دار ہے۔ اور یہ بات نہیں حاصل ہوتی مگر صرف ان ہی لوگوں کو جو اپنے اخلاق وکردار سے صابر و مستقل مزاج ہوں۔ اور نہیں نصیب ہوتی یہ خصلت مگر ان لوگوں کو جو بڑے ہی نصیب والے ہیں یہ طرز عمل تو اس وقت ہے جب دعوت الی اللہ اور براہ حق میں رکاوٹیں خارج سے پیش آئیں۔ اور اگر خود تیرے قلب و دماغ میں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہو کر تجھ کو ڈگمگائے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کر بیشک وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ پروردگار تیرے عمل واخلاص کو دیکھنے اور تیرے قول کو سننے کی وجہ سے تجھ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔ نہ خارجی عداوتیں تجھے نقصان پہنچا سکیں گی اور نہ تیرے نفس کی داخلی رکاوٹ اور وسوسے تجھے ناکام بنا سکیں گے۔ اور اللہ کی نشانیوں میں سے تو رات اور دن ہے اور سورج و چاند ہیں۔ جو اپنے انقلاب و تبدیلی سے ہر مشاہدہ کرنے والے انسان کو یہ سمجھاتے ہیں کہ دنیا میں کوئی حالت ایسی نہیں کہ جو تبدیل نہ ہو۔ رات کی تاریکی کے بعد دن کی روشنی نمودار ہو کر زبان حال سے یہ بتاتی رہتی ہے کسی بھی مغلوب و عاجز یا پریشان و مغموم شخص کو جو آلام و افکار کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ اس کے افکار و پریشانیوں کی تاریکیاں عنقریب کامیابی اور غلبہ کی صبح صادق اور نور سے مٹ جائیں گی قدرت خداوندی کے ان کرشموں کو دیکھ کر اے لوگو کارخانہ عالم کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے رب کو پہچانو۔ ہر گز نہ سجدہ کرو۔ سورج کی اور نہ چاند کی۔ اور صرف اسی خدا کے لئے سجدہ کرو جس نے سورج و چاند کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم کو اسی خدا کی عبادت کرنا ہے۔ کیونکہ خدا کی خالقیت کے اقرار کے ساتھ کسی دوسرے کو اس کی عبادت میں شریک کرنا درحقیقت اس کی عبادت ہی سے انکار ہے۔ لہٰذا یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کی عبادت و پرستش کرتے ہوئے یہ دعویٰ کریں کہ ہم تو اسی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔

بہر حال یہ حقائق ہیں جن کا تسلیم کرنا ہر صاحب عقل پر ضروری ہے۔ پھر بھی اگر یہ لوگ اللہ کی عبادت و توحید سے تکبر کریں اور اپنے آبائی دین کو چھوڑنے میں یہ سمجھیں کہ ہماری ذلت ہوگی تو پھر ایسے لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اے ہمارے پیغمبر جو فرشتے آپ کے رب کے نزدیک اور بارگاہ خداوندی کے مقرب ہیں وہ تو تسبیح و پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اسی رب کے لئے رات اور دن۔ اور وہ اس سے تھکتے نہیں ہیں تو جس خدا کی عظمت و برتری کا یہ مقام ہے کہ ملائکہ مقربین شب و روز اس کی حمد و ثنا اور تسبیح میں مصروف ہیں اس کو کسی کی عبادت کی حاجت نہیں اور نہ اس کو کسی کی نافرمانی سے کچھ نقصان پہنچ سکتا ہے۔ وہ پروردگار عالم تو تمام جہانوں سے مستغنی و بے نیاز ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ اگر اولین و آخرین زندہ و مردہ جن و انس جان دار و بے جان چیزیں سب کی سب سراپا تقویٰ ہو جائیں تو خدا کی خدائی میں مچھر کے پر کے برابر اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر یہ سب خدا کی نافرمانی اور شقاوت کا پیکر بن جائیں تو خدا کی ملک میں مچھر کے پر کے برابر کمی نہیں کر سکتے۔

دعوت الی اللہ کے آداب اور صبر تحمل کے بہترین ثمرات

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ نے اپنے ایک وعظ "دعوت الی اللہ" میں ان آیات کی تفسیر و تشریح میں عجیب لطائف و نکات بیان فرمائے۔ یہ پورا مضمون حضرت اقدس ہی کی عبارت کے ساتھ ہدیہ

Marfat.com

قارئین ہے - فرماتے ہیں ان آیات میں حقتعالیٰ نے ایک خاص عمل کی فضیلت مع اس کے مکملات اور آداب کے ارشاد فرمائی ہے وہ خاص عمل دعوت الی اللہ ہے یعنی حق تعالیٰ کی طرف بلانا یعنی اسکے دین کی طرف بُلانا یہ تو مقصود ہے اور دو اس کے مکمل ہیں یعنی عمل صالح اور تواضع اور اعتراف فرمانبرداری۔

ترجمہ آیت: - کون شخص ہے زیادہ احسن از روئے قول کے اس شخص سے جو خدا کی طرف بلاوے استفہام انکاری ہے یعنی اس سے اچھا کسی کا قول نہیں جو اللہ کی طرف بلاوے - احسن سے معلوم ہوا کہ اچھی باتیں تو اور بھی ہیں مگر جتنی اچھی باتیں ہیں ان میں سب سے زیادہ اچھی بات دعوۃ الی اللہ ہے - استفہام بقصد نفی ہے - سُبحان اللہ! کیا بلاغت ہے کہ پوچھتے ہیں کون ہے احسن از روئے قول کے اس میں مبالغہ زیادہ ہے کیونکہ عادت ہے کہ جس جگہ یہ تردد ہوتا ہے کہ کوئی خلاف جواب دیدے گا - وہاں پوچھا نہیں کرتے مثلاً یوں کہتے ہیں کہ میاں فلاں تجارت سے اچھی کون سی تجارت ہے یہ وہاں کہتے ہیں کہ جہاں مخاطب کو متکلم کی رائے سے اختلاف نہ ہوا اور جہاں یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید مخاطب خلاف جواب دیدے وہاں پوچھا نہیں کرتے بلکہ یوں یوں بتلاتے ہیں کہ میاں اس سے اچھی کوئی تجارت نہیں اور جہاں یہ احتمال نہیں ہوتا بلکہ اعتماد ہوتا ہے کہ مخاطب بھی پوچھنے پر یہی جواب دے گا وہاں پوچھا کرتے ہیں کہ تم ہی بتاؤ کہ کون سی بات اچھی ہے کیونکہ ظاہر بات ہے بدیہی اور حسّی بات کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اسی طرح اس دعوۃ الی اللہ کی فضیلت اتنی صاف بدیہی اور محسوس تھی کہ صرف پوچھنا کافی ہو گیا - گویا یہ کوئی کہہ ہی نہیں سکتا کہ اس سے اچھی فلاں بات ہے تو استفہام میں تو یہ بلاغت ہے اب احسن قولا کی تحقیق رہی سو یہ افعل التفضیل کا صیغہ ہے یعنی کس کی گفتگو سب سے اچھی ہے ۔ وجہ اس ترجمہ کی ظاہر ہے کیونکہ احسن باعتبار قصد کے صفت ہے قولا کی اور اقوال ہی کے اعتبار سے اس کی تفضیل بھی ہے اور چونکہ مفضل جنس مفضل علیہ ہی سے ہوتا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ سب قولوں سے اچھا اس شخص کا یہ قول ہے اور یہاں تک تو کوئی اشکال نہ تھا مگر آگے ارشاد ہے وعمل صالحا اور عمل صالح بھی کرے اس جملہ کو اس کے معطوف علیہ کے ساتھ ملانے سے حاصل یہ ہوا کہ سب سے اچھی بات اس شخص کی ہے جو دعوتِ الی اللہ کرے اور نیک کام کرے - اس میں اشکال یہ ہے کہ دعوت الی اللہ کو تو احسنیۃ قولاً میں دخل ہو سکتا ہے کیونکہ وہ خود قول ہے اور سب سے احسن مگر عمل صالح کا اس میں کیا دخل؟ کیونکہ وہ فعل ہے قول نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ قول نہیں۔

مگر آداب و مکملات قول سے ہے اس لئے یہ بھی قول کے احسن ہونے میں دخیل ہے تو حاصل یہ ہوا کہ صاحب قول احسن وہ ہے جو دعوت الی اللہ بھی کرے اور اس کے ساتھ ہی خود عمل بھی کرے - یعنی جو کچھ کہے اس کے موافق عمل بھی کرے تب وہ صاحب قول احسن ہے - اس پر یہ سوال پیدا ہوگا کہ کوئی بہت اچھی بات اور عمل اچھا نہ کرے تو قول تو اچھا ہے مگر عمل اچھا نہیں ہے - مثلاً اگر کوئی دعوت الی الاسلام کرے اور خود مسلمان نہ ہو دعوت الی الصلوٰۃ کرے اور خود نمازی نہ ہو اسلام کے اوصاف بیان کرے اور خود ان پر عقیدہ نہ رکھے تو اس پر من احسن قولا تو صادق آتا ہے کیونکہ اس کے معنی من قولہ احسن ہیں - یعنی جس کی بات بہت اچھی ہو وہ احسن قولاً ہے جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب اگر کوئی خود عمل نہ کرے تو اس کے قول کے احسن ہونے میں کیا خلل رہا اگر اس نے خود نماز نہ پڑھی تو اس کا یہ قول احسن ہے زائد سے زائد یہ کہہ سکتے ہیں کہ عمل احسن نہیں تو

Marfat.com

اس سے قول کے احسن ہونے میں کیا خلل پڑا۔ اس کا جواب بنص قرآن بجز اس کے کچھ نہیں ہوسکتا کہ قول کے اچھے ہونے میں عمل کے اچھے ہونے کو بھی دخل ہے اور اس بنا پر اس آیت سے ایک مسئلہ بھی مستنبط ہوا کہ داعی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صاحب عمل صالح اور ایک غیر صاحب عمل صالح اول کا قول یا دعوۃ احسن ہے یا دعوۃ غیر احسن ہے۔ الدعوۃ الی اللہ صفحہ ۱۲ تا صفحہ ۱۳ الغرض احسنیۃ جب ہوگی کہ جہاں وعظ کے ساتھ عمل بھی ہوگا۔ اور جہاں نرا وعظ ہوگا اور عمل نہ ہوگا وہ بیان احسن نہ ہوگا۔ کیونکہ افعل التفضیل کی نفی سے مجرد صفت کی نفی لازم آتی ہے۔ اور چونکہ لبا اوقات وعظ اور عمل صالح کے ساتھ ہی اس میں کبر اور عُجب بھی پیدا ہوجاتا ہے کہ میں بڑا صاحب کمال ہوں اس لئے آگے اس کے علاج کے لئے تواضع کی تعلیم فرماتے ہیں۔ وقال اننی من المسلمین یعنی یہ بھی کہے کہ میں تو اس کے فرمانبرداروں میں سے ہوں کہ من نیز از غلامان ادیم کے حکم پر چلتا ہوں اور اننی من مسلم نہیں فرمایا کہ جس سے تفرد کا شبہ ہوتا اس لئے اننی من المسلمین فرمایا تاکہ اس طرف اشارہ ہوجائے کہ غلام اور فرمانبردار بہت ہیں ان میں سے ایک میں بھی ہوں ایک غلام نے اگر فرمانبرداری نہ کی تو اپنا ہی کچھ کھویا جاننا چاہیئے کہ اننی من المسلمین کے دو معنی ہوسکتے تھے۔ ایک دعویٰ و فخر اور ایک تواضع مگر یہاں تواضع مراد ہے اور اس کی تائید کہ ایک ہی لفظ دو معنوں میں مستعمل ہوسکتا ہے خود قرآن مجید کے دوسرے موقع سے بھی ہوتی ہے چنانچہ ایک جگہ مقبولین کی مدح میں ان کا مقولہ ارشاد ہے۔ ربنا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فامنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا۔ یعنی اے اللہ ہم نے ایک منادی کو سنا کہ وہ ایمان کے لئے ندا دیتا ہے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ فامنا پس ہم ایمان لائے۔ اے پروردگار پس بخش دیجئے ہمارے گناہ اور دور کر دیجئے ہماری برائیاں دیکھئے یہاں تو اٰمنا تواضع و انکسار و افتقار کے لئے ہے جس کو ذوق سلیم اور سیاق و سباق صاف بتلا رہا ہے۔ اب دوسری آیت لیجئے جو اسی لفظ کو کبر و عجب کے طور پر استعمال کرنے پر دال ہے قالت الاعراب اٰمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا الآیۃ یہاں بھی وہی آمنا ہے مگر یہاں اس کو رد کیا گیا ہے جس کا سبب وہی ہے کہ دعویٰ اور فخر سے کہتے تھے چنانچہ بعد والی آیت اس پر صریح دال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے یمنون علیک الآیۃ ان اسلموا قل لاتمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان ان کنتم صادقین۔ یعنی وہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں اپنے اسلام لانے کا۔ فرما دیجئے کہ احسان نہ رکھو مجھ پر اپنے اسلام کا بلکہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی بشرطیکہ تم اس قول میں سچے ہو۔ غرض تو دیکھئے یہاں ان کا اٰمنا کہنا دعویٰ اور فخر کے طور پر تھا اس کے جواب سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ واقعی خدا کا احسان ہے جو اس نے ہمیں نیک کام کی ہدایت کردی۔ اسی طرح یہاں بھی فرما دیا۔ وقال اننی من المسلمین تو ایک تکمیل دعوت الی اللہ کی یہ ہوئی تو اب کل تین چیزیں ہوئیں ایک مقصود یعنی دعوت الی اللہ اور دو اس کے مکمل یعنی عمل صالح اور تواضع و افتقار و اعتراف و فرمانبرداری۔ الدعوت الی اللہ ۲۹ ، ۳۰ وقال اننی من المسلمین کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ فخر اور لذت کے طور پر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہو نہ یہ کہ اس کو اپنے مذہبی عنوان اور انتساب کے اظہار میں کوئی جھجک یا شرم معلوم ہو اور یہ شرم نہ تو قولاً اعلان اسلام میں اور نہ ہی اپنے عمل سے اپنے اسلام کے اظہار میں ہو۔ الحاصل داعی میں دعوت کے ساتھ عمل صالح اور ساتھ تواضع

Marfat.com

اور انکسار اور اعتراف فرمانبرداری بھی ضروری ہے اپنی دعوت اور خدمت پر فخر نہ کرے اس لئے کہ سب کام خدا کی توفیق سے ہوتا ہے اس لئے اپنے اوپر نظر نہ کرنی چاہیئے۔ اب آگے بقیہ آیات کا ترجمہ اور تفسیر بیان کئے دیتا ہوں. ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ یعنی اچھائی اور برائی برابر نہیں۔ یہاں سوال ہوتا ہے کہ اوپر تو دعوت الی اللہ کا ذکر تھا یہاں یہ بیان ہے کہ نیکی بدی برابر نہیں ہے آخر اس جملہ کو سیاق و سباق سے کیا مناسبت ہے۔ آگے ارشاد ہے ادفع بالتی احسن یعنی مدافعت کیجئے اس طریقہ سے جو اچھا ہو یہ بھی بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اخلاق کی تعلیم ہو رہی ہے جواب یہ ہے کہ اصل تعلق تو دعوت الی اللہ کے معمول سے ادفع بالتی ھی احسن کا ہے اس طرح سے کہ جو شخص دعوت کے لئے کھڑا ہوتا ہے عموماً اس کی مخالفت ہوتی ہے لوگ برا بھلا کہتے ہیں ممکن ہے کہ اس وقت اس میں بھی ہیجان پیدا ہو اور یہ بھی بدی کے بدلہ بدی کر بیٹھے اس لئے ایسے واقعات کے پیش آنے سے پہلے ہی سے تعلیم فرماتے ہیں کہ اخلاق درست کرو اپنے میں ضبط و صبر پیدا کرو یہ معنی ہوئے۔ ادفع بالتی ھی احسن کے یعنی ادفع السیئۃ بالحسنۃ کہ کوئی برائی کرے تو اسے نیکی کر کے دفع کرو بس اصل تعلق تو جملہ ادفع کا ہے باقی لا تستوی الحسنۃ الخ یہ اس کی تمہید ہے یعنی بتلانا تو مقصود ہے ادفع بالتی الخ کا مگر تمہید میں پہلے ایک قاعدہ کلیہ بتلاتے ہیں کہ دیکھو نیکی و بدی اثر میں برابر نہیں ہوتی۔ یعنی اگر برائی کا انتقام برائی سے لیا تو اس کا اثر اور ہوگا اگر ٹال دیا تو اس کا اثر اور ہوگا، اور وہ اثر یہ ہوگا کہ فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم جس شخص کے اور تمہارے درمیان میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسے گاڑھا دوست۔ مطلب یہ کہ دعوت الی اللہ الاسلام کے لئے اس کی بھی ضرورت ہے کہ مخالفین بھڑکیں نہیں کیونکہ اگر بھڑکیگا تو اس کا شر اور بڑھے گا۔ پہلے بھی عداوت کرتا تھا تو اب کھلی ہوئی کرے گا۔ تو اس عداوت سے اور شر سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ ٹالدو اور انتقام لینے کی فکر نہ کرو۔ تو دشمن دوست بن جائے گا۔ اور پھر وہ اگر تمہیں مدد بھی نہ دے گا تو تمہاری کوششوں کو روکے گا بھی نہیں۔ اور دعوت الی اللہ کا کام مکمل ہو جائے گا۔ یہاں اس کے متعلق ایک شبہ ہے کہ ہم بعض جگہ دیکھتے ہیں کہ باوجود اس رعایت کے بھی وہ دوست نہیں بنتا۔ بلکہ وہ اپنے شر و فساد میں اسی طرح سرگرم رہتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بقاعدہ عقلیہ ایک شرط ملحوظ ہے وہ یہ کہ بشرط سلامۃ الطبع کہ وہ شر سے اس وقت باز رہے گا جبکہ سلیم الطبع ہو اور اگر سلامت طبع کی قید نہ ہو تو اس وقت یہ جواب ہے کہ ولی حمیم نہیں فرمایا بلکہ کانہ ولی حمیم فرمایا ہے تشبیہ کا حاصل یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ شر ہی میں کمی رہے گی اور اگر تم انتقام لوگے تو گو اس وقت وہ عدم قدرت کی وجہ سے خاموش ہو جائے مگر درپردہ کینہ مضمر رکھیگا اور حتی الامکان لوگوں سے تمہارے خلاف سازش کرے گا جس کو غلطی سے آدمی کبھی یوں سمجھ جاتا ہے کہ انتقام اصلح ہوا۔ تو ایک ادب یہ بتایا تبلیغ کا کہ صبر و ضبط سے کام لیا جائے اور جو ناگوار امور مخالفین کی طرف سے پیش آویں انہیں برداشت کیا جائے اور یہ مدافعت سیئۃ بالحسنۃ چونکہ کام تھا نہایت مشکل اسلئے اس کی ترغیب کے لئے فرماتے ہیں وما یلقاھا الذین صبروا وما یلقاھا الا ذو حظ عظیم اور یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہے تو اس مدافعت کی ترغیب دو وجہ سے دلائی گئی ہے ایک باعتبار اخلاق کے کہ ایسا کرنے میں صابرین میں شمار ہوگا اور ایک باعتبار اجر و ثواب کے ایسا کرو گے تو اجر عظیم کے مستحق ہو جاؤ گے اب اس میں ایک مانع بھی تھا یعنی دشمن شیطان جو ہر وقت لگا ہوا ہے اس کا بھی علاج بتاتے ہیں اما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ اگر آپ کو شیطان کی طرف سے وسوسہ آئے

Marfat.com

تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے یعنی بعض اوقات مخالفین کی باتوں پر شیاطین غصہ دلاتے ہیں اور اس وقت صبر کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے تو ایسے وقت کے لئے فرماتے ہیں فاستعذ باللہ خدا کی پناہ میں چلے جاؤ یہ مطلب نہیں کہ صرف زبان سے اعوذ باللہ پڑھ لیا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ خدا سے دل سے دعا کرو کہ وہ شیطان کے وسوسے کو دور کردے۔ اور صبر پر استقامت دے انہ ھو السمیع العلیم بلاشبہ وہ سننے والا خوب جاننے والا یعنی وہ تمہاری زبان سے پناہ مانگنے کو بھی سنیں گے اور دل سے پناہ مانگنے کو بھی جانیں گے اور پھر تم کو پناہ دیں گے اور مدد کریں گے اور شیطان کو دفع کردیں گے۔ ان آیات میں حقتعالیٰ نے پورے پورے آداب اور مکملات دعوت الی اللہ کے اور اس کے طریقے سب تبلادیئے انتہی کلام اس مضمون کی احادیث کے پیش نظر تبرکاً اور تلذذاً یہ تمام کلمات وعظ الدعوت الی اللہ از صہ۴ تا صہ۸ سے نقل کئے گئے ہیں حضرات قارئین اصل کو مراجعت فرمالیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا
اور ایک اس کی نشانی یہ کہ تو دیکھتا ہے زمین کو دبی پڑی، پھر جب اتارا ہم نے اس پر
الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ
پانی، تازی ہوئی اور ابھری۔ بے شک جس نے اس کو جلایا، وہ جلاویگا مردے۔ وہ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا
سب چیز کر سکتا ہے ۔ جو لوگ ٹیڑھے دھنتے ہیں ہماری باتوں میں
لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا
ہم سے چھپے نہیں۔ بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں، بہتر یا ایک جو آوے گا بچ کر اس سے
يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾
دن قیامت کے کرتے جاؤ جو چاہو، بیشک جو کرتے ہو وہ دیکھتا ہے ۔
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾
جو لوگ منکر ہوتے سمجھوتی سے، جب ان پاس آئی ۔ اور یہ کتاب ہے نادر۔
لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ
اس پر جھوٹ کا دخل نہیں، آگے سے نہ پیچھے سے ۔ اتاری ہے
مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ
حکمتوں والے سب خوبیوں سراہے کی ۔ تجھ سے وہی کہتے ہیں، جو کہہ دیا ہے سب رسولوں سے

Marfat.com

مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ
تجھ سے پہلے - تیرے رب کے ہاں معافی بھی ہے، اور سزا بھی ہے دُکھ والی ۞ اور اگر
جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ
ہم اسکو کرتے قرآن اوپری زبان کا، تو کہتے، اسکی باتیں کیوں نہ کھولی گئیں - اوپری زبان
وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ
اور عرب کا آدمی ؛ تو کہہ، یہ ایمان والوں کو سوجھ ہے، اور روگ کا دفع - اور جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ
یقین نہیں لاتے، اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کو اندھاپا - ان کو
يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
پکار یہی ہے دُور کی جگہ سے ۞ اور ہم نے دی تھی موسیٰ کو کتاب
فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ
پھر اسمیں پھوٹ پڑی - اور اگر نہ ہوتی ایک بات، جو پہلے نکل چکی تیرے رب سے، تو ان میں
بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فیصلہ ہوجاتا - اور وہ دھوکے میں ہیں اس سے جو چین نہیں دیتا ۞ جس نے کی بھلائی
فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾
سو اپنے واسطے اور جس نے کی برائی وہ بھی اسی پر - اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ظلم کرے بندوں پر ۞

بیان دلائل قدرت وتنبیہ وتہدید برائے ملحدین در آیات و احکام خداوندی

قال اللہ تعالیٰ ۔ ومن آیاتہ انک تری الارض ۔ الیٰ قولہ بظلام للعبید

(ربط) گزشتہ آیات میں دعوت الی اللہ کے مضمون کے ضمن میں معاندین کے مقابلہ اور ان کی رکاوٹوں کا ذکر تھا اب ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ، اپنی قدرت کی ایسی نشانیاں ذکر فرما رہے ہیں جن کو تصور کرکے داعی الی اللہ کو کسی بھی مرحلہ پر مایوس نہ ہونا چاہئے ۔ کیونکہ طبعی طور سے یہ ممکن ہے کہ داعی الی اللہ مخاطبین کی بے لبسی غفلت عناد

Marfat.com

اور بغاوت کا رنگ دیکھ کر مایوس ہو جائے تو اس کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ رب العزت کی قدرت کی یہ نشانیاں دیکھنی چاہیئے کہ زمین بنجر ہو چکنے کے بعد بارش کے پانی سے زندہ ہو جاتی ہے اور ایسی خشک اور بے آب و گیاہ زمین بارش برسنے کے بعد لبا اوقات سرسبز شاداب ہو جاتی ہے۔ سبزہ اور پھلواریاں اس سے لہلہاتے لگتی ہیں تو اسی طرح یہ بہت ممکن ہے جو مخاطبین آج تک وعظ و نصیحت کا اثر نہیں قبول کر رہے ہیں وہ کسی بھی وقت نکتہ الٰہی جو قلوب کے لئے حیات و شادابی کا سامان ہے سے اپنے قلوب کو شاداب بنالیں گے۔ اس وجہ سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ اسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ ایسے مجرمین جو اللہ کے دین میں تحریف کرتے ہیں وہ خدا سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اور اس سلسلہ میں جو کچھ بھی ذہنی کوفت اور اذیت آپؐ کو پہنچے اس پر صبر کیجئے۔ یہ بات آج کوئی نئی بات نہیں۔ انبیاء سابقین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوتا رہا ہے ایسے مجرمین کا جرم بیشک اس امر کا موجب ہے کہ وہ جلد ہی حق تعالیٰ کے عذاب اور قہر سے ہلاک کر دیئے جائیں لیکن خدا کا یہ قانون طے ہو چکا ہے کہ ان کو مہلت دی جائے تاکہ دنیا دیکھ لے کہ اللہ کا دین وہ سچا دین ہے کہ مخالفین کی مخالفت اور عداوت سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تو ارشاد فرمایا۔

اور اللہ کی قدرت کی عظیم نشانیوں میں سے یہ بھی ایک عظیم نشانی ہے کہ اے مخاطب تو دیکھتا ہے زمین کو کہ دبی دبائی پڑی ہے۔ پھر جب ہم نے اس پر پانی برسایا تو لہلہانے لگی۔ ابھرنے اور پھلنے پھولنے لگی۔ بیشک جس پروردگار نے اس خشک و بنجر زمین کو زندہ کیا۔ یقیناً وہی مردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے بے شک وہ ہر چیز پر بڑی قدرت والا ہے۔ تو اسی طرح قیامت میں مردوں کو زندہ کرے گا اور اسی قدرت کاملہ سے وہ دنیا میں بھی مردہ قلوب کو حیات بخش کر ان کو ایمان معرفت اور تقویٰ و طاعت کی شادابی سے سرسبز و شاداب بھی بنا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کے یہ دلائل قدرت یقیناً ایسے واضح ہیں ان کو سن کر ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ اس کی طاعت و بندگی کے لئے سرنگوں ہو جائے۔ لیکن حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ پھر بھی بہت سے لوگ اللہ کی آیات میں کج روی اختیار کرتے ہیں سو ایسے ملحدین کو سن لینا چاہیئے کہ بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ ہم ان کو خوب دیکھ رہے ہیں اور ان کو سزا دینے پر بھی ہم قادر ہیں تو بھلا یہ بتاؤ جو شخص آگ میں ڈالا جائے جیسا کہ ان مکذبین و مجرمین کو ڈالا جائے گا وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز نہایت ہی امن و سکون کی حالت میں آئے۔ یہ ہے قانون خداوندی اور اس کا فیصلہ لہٰذا کر لو جو جی چاہے۔ بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو وہ خوب دیکھ رہا ہے کہ ایسے مجرمین کس طرح اللہ کی باتوں اس کی نشانیوں اور احکام میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔ اور آیات اللہ کا مطلب اپنی خواہشات کے مطابق گھڑ لیتے ہیں تو بلاشبہ ایسے سرکش و باغی اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔ وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے جہاں ان کا بہت برا حشر ہو گا اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص اور وہ سلیم الفطرت انسان جو اپنی سلامتی فطرت سے اللہ کی باتوں کو سننے، ماننے اور ان پر عمل کرے۔ یقیناً برابر نہیں ہو سکتے۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ کے پیغام نصیحت کا انکار کیا جبکہ ان کے پاس وہ پہنچ چکا۔ وہ درحقیقت اپنی کج روی عناد اور حق کے ساتھ بغاوت ہی کی وجہ سے انکار و روگردانی کرتے ہیں۔ خود پیغام خداوندی میں کسی طرح کی بھی کوئی کمی نہیں وہ تو یقیناً ایک بہت ہی باوقعت بلند پایہ کتاب ہے کہ ہرگز نہیں آ سکتا ہے کوئی باطل اس تک نہ اس کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس پروردگار کی طرف سے

جو بڑی ہی حکمتوں والا نہایت پسندیدہ قابلِ تعریف ہے اپنی ذات و صفحات کے لحاظ سے ایسی بلند پایہ حکمتوں سے لبریز کتاب پر بھی اگر یہ بدنصیب ایمان نہ لائیں تو اے ہمارے پیغمبر آپؐ اس پر غم نہ کیجیے اور نہ مایوس ان منکرین کی طرف سے تہیں کہی جارہی ہیں یہ باتیں آپ کو مگر وہی جو آپؐ سے پہلے رسولوں کو کہی گئیں تو جس طرح انہوں نے ان باتوں کو برداشت کیا آپؐ بھی برداشت کریں اور اس امر سے بھی تسلی حاصل کیجیے کہ بے شک آپؐ کا رب بڑی مغفرت فرمانے والا ہے اگر کوئی شخص بغاوت و سرکشی سے باز آجائے اور بہت ہی دردناک سزا دینے والا ہے؎ اگر کوئی باز نہ آئے تو آپؐ کو پریشان و غمگین نہ ہونا چاہیئے مطیعین و فرمانبرداروں کے واسطے رحمت و مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا اور مجرمین نافرمانوں کے واسطے سزا اور عذاب کی کوئی کمی نہیں۔ اور رہی یہ بات ان معترضین و مخالفین کی کہ قرآن کا کچھ حصہ عجمی زبان میں کیوں نہیں نازل کیا گیا تو اگر ہم اس قرآن کو عجمی بناتے اور اس کے کچھ حصے یا کل کو عجمی زبان میں نازل کرتے تو پھر یہ لوگ یوں کہتے کیوں نہیں صاف صاف بیان کی گئیں اس کی آیتیں۔ ہم تو عربی ہیں اب عجمی زبان کیونکر سمجھیں اور یوں کہتے کیا عجیب بات ہے یہ قرآن عجمی ہے اور رسول عربی ہے آپ کہہ دیجئے اے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ قرآن تو یقین کرنے والوں کے واسطے ہر نیک کام اور سعادت و فلاح کے لئے اور شفا ہے . . . . ان تمام بیماریوں کے لئے جو بُرے کاموں سے دلوں میں پیدا ہو جائیں جو لوگ اس کے باوجود بھی اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے ہیں تو درحقیقت ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے جس کی وجہ سے کوئی نصیحت و حکمت کی بات سننے ہی پر قادر نہیں اور وہ ان کے تدبر اور توجہ نہ ہونے کی وجہ سے چھپا ہوا ہے۔ عناد و تعصب نے نے ان کی آنکھیں چندھیا دی ہیں جس کی وجہ سے انہیں قرآنی حقائق اور معارف نظر نہیں آرہے ہیں جس طرح آفتاب کی روشنی خفاش کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے۔ تو یہ لوگ گویا پکارے جارہے ہیں کسی دور جگہ سے کہ آواز اگر سنائی بھی دے تو سمجھ میں نہیں آسکتا کہ کیا کہا جارہا ہے۔ بالکل اسی طرح یہ لوگ قرآن کریم کے مضامین ہیں کے حقائق اور پیغام نصیحت سمجھنے سے قاصر و محروم ہیں اور یہ بات اور کفار مکہ کی روش کوئی نئی اور عجیب بات نہیں اللہ کے رسولوں کے ساتھ منکرین ہمیشہ سے ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا کسی نے مانا، کسی نے نہیں۔ مانا کسی نے کج روی اختیار کی اور کسی نے سلامتی طبع کا ثبوت دیا۔ تو آپ کو ان کفار قریش کی ایسی روش پر مغموم نہ ہونا چاہیئے اور اگر ایک بات آپؐ کے رب کی طرف سے طے نہ ہو چکی ہوتی اور وہ یہ کہ دنیا میں ان کو مہلت دینا ہے اور آخرت کا عذاب ان پر دائمی مسلط کیا جائے۔ تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور عذاب سے ہلاک کر دیئے جاتے اور یہ لوگ تو بے شک اس عذاب کی طرف سے ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے اللہ نے تو بس یہ قانون طے کر دیا ہے کہ جو شخص نیک کام کرے تو وہ اسی کے فائدے کے لئے ہے اور جو کوئی شخص بُرا کام کرے اس کا وبال اسی پر ہے اور اے ہمارے پیغمبر آپ کا پروردگار تو ذرہ برابر بھی بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے کہ وہ کسی کی نیکی اور طاعت کو

؎ سعید بن المسیب سے منقول ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کی مغفرت اور درگذر نہ ہوتا کسی کی زندگی خوشگوار نہ رہتی۔ اور اگر اس کی وعید و عقاب نہ ہوتا تو ہر شخص بے خوف ہو جاتا۔

Marfat.com

ضائع کر دے یا کسی کو بلا جرم اور معصیت کے عذاب میں ڈال دے۔ عدل و انصاف سے ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جس کا وہ مستحق ہو۔

الحاد فی الدّین اور تحریف

ان الذین یلحدون فی آیاتنا۔ حق تعالیٰ شانہ نے ان آیات میں ملحدین پر بڑی ہی شدید وعید اور تنبیہ بیان فرمائی ہے۔ نافرمانی کے متعدد مراتب ہیں ایک درجہ کفر کا ہے کہ اللہ ہی پر ایمان نہ لائے۔ قیامت کا اور اللہ کے رسولؐ کا انکار کرے۔ ایک درجہ یہ ہے کہ ایمان لا کر احکام خداوندی کی تعمیل نہ کرے نہ فرائض ادا کرتا ہو اور نہ معاصی سے اجتناب کرتا ہو۔ ایک درجہ یہ ہے کہ اللہ کی باتوں کو اپنی اغراض کے مطابق بنانے کے لئے اس کے کلام کو اصل مفہوم اور مقصد سے پھیر کر اپنے مقصد پر منطبق کرتا ہو۔ تو اس تیسری نوع کی نافرمانی اور مخالفت کو الحاد کہتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا الالحاد وضع الکلام علی غیر مواضعہ یعنی کلام کو اس کے اصل مقصد سے ہٹا کر دوسرے کسی مقصد پر منطبق کرنا۔ اور اس کے مفہوم کو بدل دینا۔ اسی کو تحریف بھی کہا جاتا ہے۔ ان الفاظ کو برقرار رکھتے ہوئے مراد بدل دینا تحریف معنوی ہے۔ اسی کا نام بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ تاویل فاسد بھی ہے۔

اہل کتاب اور یہود سے قرآن کریم نے منجملہ دیگر عیوب کے یہ بھی ایک عظیم عیب فرمایا ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ یہود تحریف لفظی کے ساتھ تحریف معنوی کے بھی مرتکب ہوتے تھے حق تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا کیونکر خود ہی وعدہ فرمایا جیسے کہ ارشاد ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ آیت میں تو یہ امکان نہ رہا کہ قرآن کریم میں کوئی تحریف کر سکے۔ البتہ تحریف معنوی کرنیوالے ملحدین ہو سکتے تھے کہ قرآن کریم کے مضامین اور معانی میں تحریف کریں چنانچہ ایسا ہوا اور محرفین و ملحدین نے اس طرح کی تحریفات کا ارتکاب کیا تو ان پر بطور وعید فرمایا گیا کہ وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

منکرین حدیث اور زنا دقین بہت سی آیات و احکام میں یہی روش اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً اقامت الصلوٰۃ کا مفہوم محض اللہ کی یاد ایتاء زکوٰۃ سے مراد دیا کی اور اخلاقی عظمتوں کا حصول وغیرہ وغیرہ۔ اسی چیز کو ائمہ مفسرین تفسیر بالرائے کہتے ہیں (تفسیر بالرائے)

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن النقیب کا ایک کلام نقل کیا ہے جس میں انہوں نے تفسیر بالرائے کی صورتوں کو واضح فرمایا ہے۔

جملۃ ما تحصل فی معنی حدیث التفسیر بالرائے خمسۃ اقوال احدھا التفسیر من غیر حصول العلوم التی تجوز معھا التفسیر۔ والثانی تفسیر المتشابہ الذی لا یعلم الا اللہ۔ الثالث التفسیر للمذہب الفاسد بان یجعل المذہب اصلا و التفسیر تابع فیرد

کہ حدیث تفسیر بالرائے کی شرح میں مجموعی طور پر جو اقوال حاصل اور مفہوم ہوتے ہیں وہ پانچ ہیں ایک یہ کہ تفسیر بالرائے یہ ہے کہ انسان ان علوم کو حاصل کئے بغیر تفسیر قرآن کرے جن کے حاصل کئے بغیر تفسیر کرنا جائز ہی نہیں ہے اور دوسرے ان متشابہات کی تفسیر اور بحث اور تحیص جن کی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تیسرے یہ کہ مذہب فاسد اور باطل کی حمایت کے لئے تفسیر کرنے جس کی صورت یہ ہو۔

Marfat.com

الیہ بای طریق امکن وان کان ضعیفا الرابع التفسیران مراد اللہ کذا علی القطع من غیر دلیل الخامس التفسیر بالاستحسان للھوی الخ

کہ اپنے اس مسلک اور مذہب کو اصل قرار دے پھر آیت قرآن کی تفسیر کو اس مذہب اور مسلک کی طرف پھیرے اور اس پر منطبق کرے جہاں تک بھی اس کو قدرت و امکان ہو اگرچہ ایسی تاویلات بعیدہ اختیار کرنے کے لئے سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ بلا کسی ثبوت اور سند (اپنی رائے سے) یہ دعویٰ کرے کہ بس اللہ کی مراد یہی ہے پانچویں صورت یہ کہ اپنی پسندیدہ خواہشات کے مطابق تاویل کرے اور ان ہی کی طرف آیات قرآنی کو پھیرے اور ان پر منطبق کرے۔

یہی وہ چیز ہے جس کو خداوند عالم نے قرآن کریم میں بھی واضح فرما دیا ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا

اور اے مخاطب مت درپے ہو اس چیز کے جس کا تجھے کوئی علم نہیں بے شک انسان کے کان اور نگاہ اور دل یہ سب کے سب قیامت کے روز بازپرس کئے جائیں گے

(سورۂ بنی اسرائیل)

اور اسی طرح فرمایا گیا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ - (سورۃ الحج)

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں جدال و خصومت کرتے ہیں اور بغیر کسی ہدایت اور روشن کتاب کے۔ جھکائے ہوئے ہے اپنے بازو (تکبر و غرور سے) تاکہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے گمراہ کر دے ایسے شخص کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی ہے اور قیامت میں ہم اس کو جلتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

اللہ کے ساتھ اور اس کے بارے میں جدال و خصومت یہی ہے کہ اللہ کی طرف سے ایسے امور کی نسبت کرے جو اس کے منشا اور اس کے دین کے خلاف ہیں اور جن کو وہ پسند نہیں فرماتا گویا یہ روشن نظری اور فکری اعتبار سے اللہ رب العزت سے مقابلہ اور خصومت کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ خصومت و جدال کرنے والا انسان اپنا رخ حق سے پھیر کر باطل کی طرف مائل کرنے والا ہوتا ہے تو بالکل اس کی یہی تصویر ہوتی ہے اپنے بازو پھیرے ہوئے غرور و تکبر سے جس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکائے ایسے ہی ظالموں اور خواہشات نفسانیہ کو اپنا معبود بنا لینے والوں کے لئے یہ وعید نازل ہوئی ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی بغیر اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے اللہ ایسے ظالموں کی رہبری نہیں کرتا۔

علامہ نظام الدین نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن میں فرماتے ہیں کہ یہ بات جان لینی چاہیئے کہ دیانت اور تقویٰ کا تقاضہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں ہرگز ایسی کوئی تاویل اختیار نہ کی جائے جن سے ان حقائق کا ابطال لازم آتا ہو جن کی تفسیر و تشریح اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صحابہؓ اور سلف صالحین سے نقل

Marfat.com

جیسے معاد جسمانی، حشر و نشر، جنت و جہنم، صراط، میزانِ اعمال، نعماء جنت، حور و قصور، انہار و اشجار وغیرہ بلکہ لازم اور ضروری ہے کہ ان تمام چیزوں کو انہی کیفیات، اور احوال کے ساتھ مانا جائے۔ جن احوال و کیفیات سے یہ چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت اور منقول ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان حقائق کو برقرار رکھتے ہوئے دوسرے بعض لطائف و اسرار اور رموز کی طرف اشارہ کر دیا جائے جو ان ہی حقائق و امور سے ماخوذ و مستنبط ہوں جن کو شارع علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔ اسی نوع کے جو رموز و لطائف حضرات عارفین اور صوفیا کی تفاسیر میں جو منقول ہوئے ہیں وہ محض ایک تمثیل و تشبیہہ اور اشارہ کا درجہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عالم کائنات میں جو حقائق خارج اور نفس الامر (یعنی عالم صورت) میں پیدا فرمائی ہیں ان کی کوئی نہ کوئی مثال اور نظیر عالم معنی میں ہوتی ہے۔ (انتہی کلامہ) بلکہ عالم معنی میں تو انسان کے اعمال و افعال کی بھی مثالی صورتیں ہوتی ہیں جس کا قرینہ وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔ مرد صالح اور مومن کے سامنے اس کی قبر میں سوال و جواب کے بعد ایک حسین و جمیل شکل ظاہر ہو گی تو یہ شخص پوچھے گا تو کون ہے تیرا چہرہ تو خیر کی مخبری کر رہا ہے وہ شکل جواب دے گی۔ اِنَّا عَمَلُكَ الصَّالِحُ کہ میں تو تیرا عمل صالح ہوں۔ اور فاجر و بدکار شخص کے سامنے ایک شکل ظاہر ہو گی۔ جو نہایت ہی قبیح اور بھیانک ہو گی جس کو یہ دیکھ کر یہ کافر و فاجر آدمی دریافت کریگا تو جواب دیا جائے گا۔ اِنَّا عَمَلُكَ الْخَبِيْثُ کہ میں تیرا عمل خبیث ہوں۔ غرض قبر میں ظاہر ہونے والی یہ حسین و جمیل شکل اور قبیح و مصیبت ناک صورت اعمال کی صورتیں ہوں گی۔

بہر کیف تفسیر بالرائے کی ان پانچ صورتوں کے علاوہ ایک شکل یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے لئے معنی بیان کرنا جس سے ان حقائق کا ابطال اور رد لازم آتا ہو جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور شریعت سے اس کو متعین کیا۔

یہ شکل بھی تفسیر بالرائے کے ساتھ ملحق ہے کہ کسی آیت کے کوئی ایسے جدید معنی اختراع اور ایجاد ایجاد کیئے جائیں جس کی طرف نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اشارہ فرمایا ہو اور نہ ہی صحابہ سلف صالحین اور ائمہ متقدمین میں سے کسی کا ذہن اس عجیب و غریب معنی کی طرف متوجہ ہوا ہو تو یہ تفسیر و تشریح بھی اصول شریعت کے لحاظ سے الحاد اور تحریف ہے، اس لئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ قرآن کے یہ معنی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھے اور صحابہ اور ائمہ مفسرین جن کی زندگیاں ہی قرآن و حدیث کی خدمت میں گذریں کیا وہ سبھی اس مفہوم کو نہ سمجھ سکے۔ اور ناگہاں چودہ سو برس کے بعد یورپ کی یونیورسٹیوں سے تربیت پاکر آنے والوں پر یہ معنی اور عجیب و غریب حقائق منکشف ہونے لگے اور یہ لوگ نہایت ہی بے باکی کے ساتھ پیغمبر خدا اور صحابہ و ائمہ اور علماء اسلام کے مدمقابل ان کی تعلیمات کو مٹانے اور مسخ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جن حقائق کو قرآن میں اللہ اور اس کے رسول نے ثابت کیا ان کے رد کرنے کے لئے کبھی سائنس اور فلسفہ کا سہارا لے رہے ہیں کبھی ادیبانہ عبارتوں سے نہایت عیاری اور چالاکی سے عامۃ المسلمین کے ذہنوں کو پراگندہ اور مرعوب کر رہے ہیں۔

بہر کیف تمام امت کا اس پر اجماع ہے اور شریعت کے اصول سے یہ بات طے شدہ ہے۔ صحابہ رضو تابعین اور ائمہ مفسرین کے نزدیک قرآن کریم اور آیۃ کلام اللہ کی جو تفسیر متفق علیہ ہے اس سے خروج اور عدول بلاشبہ ضلالت اور گمراہی ہے کچھ نئے تعلیم یافتہ لوگ ان جدت طرازیوں کو کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ

Marfat.com

کمال نہیں بلکہ یہ تو ضلال ہے۔
فقہا اور متکلمین ایسے ملحد اور تفسیر بالرائے کرنے والے کو زندیق ہی کہتے ہیں اور زندیق کے معنی یہ بیان کئے گئے کہ جو شخص اسلام اور شریعت کے الفاظ بولتا ہو مگر مراد اسلام اور شریعت کے خلاف لیتا ہو تو ایسے شخص کو اصطلاح شریعت میں زندیق کہتے ہیں۔
خداوند عالم سب مسلمانوں کو قرآن کریم اس طرح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے جس طرح کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا اور اس پر عمل کی توفیق سے ہمارے قلوب کا تزکیہ اور تطہیر فرمائے جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے۔ آمین یا رب العالمین۔

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِن ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَ
اسی کی طرف حوالہ ہے خبر قیامت کی۔ اور کوئی میوے نہیں جو نکلتے ہیں اپنے غلاف سے اور
مَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي
گابھ نہیں رہتا کسی مادہ کو، اور نہ وہ جنے جسکی اس کو خبر نہیں۔ اور جس دن ان کو پکاریگا، کہاں ہیں میرے شریک
قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَدْعُونَ
بولیں گے، ہم نے تجھ کو کہہ سنایا ہم میں کوئی نہیں اقرار کرتا۔ اور چوک گیا ان سے جو پکارتے تھے
مِن قَبْلُ ۖ وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾ لَّا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ
پہلے، اور اٹکلے کہ ان کو نہیں کہیں خلاصی۔ نہیں تھکتا آدمی مانگنے سے بھلائی
الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا
اور اگر لگ جاوے اسکو برائی تو آس توڑ بیٹھے ناامید ہو کر۔ اور اگر ہم چکھا دیں اسکو کچھ اپنی مہر
مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً
پیچھے ایک تکلیف کے جو اس کو لگی تھی، تو کہنے لگے گا، یہ ہے میرے لائق، اور میں نہیں سمجھتا قیامت اٹھنی ہے
وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِندَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ
اگر میں پھر گیا اپنے رب کی طرف البتہ مجھ کو ہے اس کے پاس خوبی۔ سو ہم جتا دیں گے
كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٠﴾ وَإِذَا أَنْعَمْنَا
منکروں کو، جو انہوں نے کیا ہے اور چکھا دیں گے ان کو ایک گاڑھی مار۔ اور جب ہم نعمت بھیجیں

Marfat.com

عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَا بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ
انسان پر، ٹلا جاوے اور موڑ لے اپنی کروٹ۔ اور جب لگے اسکو برائی، تو دعائیں کرے

عَرِيْضٍ ﴿٥١﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ
چوڑی ف ۞ تو کہہ بھلا دیکھو تو! اگر یہ ہو اللہ کے پاس سے، پھر تم نے اسکو نہ مانا، اس سے

اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ ۢ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ
بہکا کون؟ جو دور چلا جاوے مخالف ہو کر ۞ اب ہم دکھاویں گے انکو اپنے نمونے دنیا میں، اور

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ
آپ ان کی جان میں، حت تک کہ کھل جاوے ان پر، کہ یہ ٹھیک ہے۔ کیا تیرا رب تھوڑا ہے

اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٥٣﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ
ہر چیز پر گواہ؟ سنتا ہے۔ وہ دھوکے میں ہیں اپنے رب کی ملاقات

رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿٥٤﴾
سے۔ سنتا ہے! وہ گھیر رہا ہے ہر چیز کو ۞

حاطۂ علم خداوندی و بیان ذلّت و ناکامی مجرمین در روزِ قیامت مع تجہیل و تحمیق اہل ضلال

قال اللہ تعالیٰ الیہ یرد علم السّاعۃ الیٰ قولہ تعالیٰ اِلَّا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط۔

(ربط) گذشتہ آیات میں منکرین توحید و رسالت اور قرآن کریم میں طعن و اعتراض کرنے والوں کا ذکر تھا۔ اور ان پر وعید و تنبیہ تھی۔ اب ان آیات میں مجموعی طور پر ان کی تحمیق و تجہیل کی جا رہی ہے۔ اور یہ کہ اللہ رب العزت سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اسی ذیل میں مشرکین مکہ قیامت کے بارے میں تمسخر اور انکار کے رنگ میں جو دریافت کرتے تھے کہ وہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا بھی جواب دیا گیا کہ اس کا علم خدا ہی کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے وہی جانتا ہے کہ کب آئے گی تو فرمایا اسی پروردگار کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے قیامت کا علم۔ بس اسی خالق کو قیامت کے وقوع کا علم ہے مخلوق کو اس کا کوئی علم نہیں اور ظاہر ہے کہ اگر مخلوق کو

Marfat.com

قیامت کے آنے کا علم نہ ہو تو اس سے یہ کیسے لازم آسکتا ہے کہ قیامت آنے والی نہیں ہے جیسا کہ یہ منکرین استدلال کرتے ہیں۔ اور قیامت تو کیا ہر چیز کا علم اللہ ہی کو ہے تمام کائنات اسی کے احاطۂ علم میں گھری ہوئی ہے حتیٰ کہ وہی پروردگار جانتا ہے جو پھل اپنے خوشوں اور گچھوں سے نکلتے ہیں۔ اور اس حمل کو جو کوئی عورت اٹھائے ہوئے ہو۔ اور نہ ہی کوئی عورت بچہ جنتی ہے مگر اسی کے علم سے کہ کیا ہو گا۔ کیسا ہو گا کب ہو گا غرض یہ سب کچھ اللہ ہی کے علم میں ہوتا ہے اور قیامت تو وہ دن ہو گا کہ اس میں پروردگار پکارے گا ان مشرکین کو اور کہے گا کہ کہاں ہے وہ میرے شریک جن کو تم نے میری عبادت اور الوہیت میں شریک ٹھہرایا تھا۔ اب ان کو لاؤ تاکہ وہ اس مصیبت و پریشانی سے تم کو نجات دلادیں۔ جواب دیں گے اے پروردگار ہم تو آپ سے یہی کہتے ہیں کہ اب ہم میں سے کوئی بھی اس کی گواہی دینے یا دعویٰ کرنے والا نہیں ہے کیونکہ اب سب حقائق روشن ہو گئے۔ اور وہ تمام معبود ان سے غائب ہوں گے جن کو یہ پہلے پکارا کرتے تھے۔ اور یہ لوگ سمجھیں گے کہ اب ان کے واسطے کوئی بچاؤ نہیں ہے۔ ایسا انسان جس کے دل میں نہ ایمان ہو اور نہ اعتقاد توحید مال کی خواہش اور طلب سے کبھی نہیں تھکتا بلکہ حرص میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے اور یہ بات کفر و معصیت کے آثار لازمہ میں سے ہے جو انسانی طبیعت پر بہرکیف مرتب ہو کر رہتی ہے۔ ساتھ ہی اس کی اخلاقی خرابی اور گندگی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے تو ناامید و بدحواس ہو جاتا ہے۔ غرض مال کا لالچ اخلاقی خرابیوں میں مبتلا اپنے رب سے بدگمان یہ ہیں وہ آثار خبیثہ جو کفر و شرک پر مرتب ہو کر رہتے ہیں اور انہی آثار خبیثہ میں یہ بھی ہے اگر ہم ایسے انسان کو کسی مہربانی کا مزہ چکھادیں بعد کسی مصیبت کے کہ جو اس کو پہنچی تھی۔ تو یہ کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہی ہے۔ مجھ کو یہ ملنا ہی چاہیئے تھا۔ کیونکہ میں تو بہت لائق اور باکمال ہوں میں نے تو اپنی قابلیت سے ایسی ہی تدابیر اختیار کی تھیں تو میری حسن تدبیر کا یہی نتیجہ ہونا چاہیئے تھا۔ اور پھر اپنی اس خود فریبی میں مبتلا غرور و مستی کی حالت میں یوں کہتا ہے اور میں تو نہیں سمجھتا کہ روز قیامت آنے والا ہے۔ اور اگر مجھ کو میرے رب کی طرف لوٹا بھی دیا گیا تو اس کے پاس میرے واسطے بہت ہی بہترین حالت ہو گی۔ یہ بیہودہ لوگ اپنے مونہوں سے اب اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھو یقیناً ہم ان منکروں کو خوب بتادیں گے ان کے وہ تمام کام جو انہوں نے کیے اور ضرور بالضرور ہم ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اور ایسے انسان کی یہ بھی ایک عجیب فطرت ہے کہ ہم جب اس پر انعام فرماتے ہیں تو وہ بے رخی کرتا ہے اور اپنا پہلو بچانے لگتا ہے اور ظاہر ہے کہ نعمتوں میں منعم سے منہ موڑ لینا انتہائی کمینہ پن ہے۔ اور پھر جب اس کو تکلیف پہنچے تو لمبی چوڑی دعاؤں والا ہو جاتا ہے۔ یہ اس کی غایت، بے صبری، دنیا میں انہماک اور حب مال حرص اور نفس کی خواہشات میں مبتلا ہونے میں بدترین آثار ہیں جو اللہ کی نافرمانی اور کفر و شرک کے باعث انسان میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان حقائق اور کفر و شرک کے مفاسد کے بیان کرتے ہوئے ان منکرین سے نہایت ہی نرمی اور تلطف کے انداز میں آپ ﷺ کہہ دیجئے اگر یہ قرآن جس کا کلام الٰہی ہونا اس کی معجزانہ شان علوم الہیہ اور حکمتوں سے لبریز ہونے آخرت اور غیب کی خبروں پر مشتمل ہونے کے باعث اظہر من الشمس ہے ایسی صورت میں کہ تم اس پر ابھی تک ایمان نہیں لائے۔ میں کہتا ہوں عقل اور فطرت کے لحاظ سے سوچو اور اور اس پر غور کر کے جواب دو کہ اگر یہ قرآن جیسا کہ حقیقت ہے اللہ کی طرف سے ہو اور پھر بھی تم اس کا انکار کرو

Marfat.com

تو بھلا بتلاؤ اس شخص سے زیادہ اور کون گمراہ ہو سکتا ہے جو انتہائی مخالفت میں پڑا ہوا ہے حق کے قبول کرنے سے۔ سوچو اور عقل سے کام لو تاکہ حق واضح ہو جائے۔ اور قبول حق میں طبعًا کوئی تامل نہ ہو تو ہم اس مقصد کے لئے عنقریب ہم ان کو دکھا دیں گے۔ اپنی قدرت کی نشانیاں آفاق عالم میں یا ان کے اطراف واکناف میں اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان کے سامنے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ بے شک یہ قرآن حق ہی ہے اور یہ مجبور ہو جائیں گے کہ اس کی حقانیت کو دل سے مانیں گو عناد کی وجہ سے انکار کرتے رہے۔ چنانچہ ان کے قرب وجوار میں ظاہر کئے جانے والے دلائل میں غزوہ بدر اور اس میں مسلمانوں کی فتح وکامیابی تھی۔ حالانکہ اس بے سروسامانی میں ظاہری اسباب کے لحاظ سے یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا مسلمانوں کو کافروں کے مقابلہ میں فتح حاصل ہو جائے گی۔ اور خود ان کی ذات اور وجود میں ایسے بے شمار دلائل موجود ہیں جن کے باعث ان کو ایمان لانے اور قرآن کریم کی حقانیت تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیئے۔ تو کیا یہ بات آپؐ کے رب کو ثبوت اور شہادت کے درجے میں کافی نہیں ہے اور ہر چیز کا شاہد ہے۔ وہ ہر چیز کو دیکھتا اور جانتا ہے اور ایسے علیم وخبیر سے بڑھ کر کس کی شہادت ہو سکتی ہے اور اس رب کی شہادت میں آپؐ کی نبوت ورسالت کی گواہی بھی ہے۔ اور اللہ کا گواہ ہونا بہت بڑی بات ہے جیسے کہ ارشاد ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا عقلاً ایسے دلائل وشواہد کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ منکرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے اور جو کچھ آپ قیامت کے متعلق کہتے ہیں اس کو مانتے لیکن خبردار ہو جاؤ یہ لوگ تو شک وتردد ہی میں پڑے ہوئے ہیں اپنے پروردگار سے قیامت کے روز ملاقات کرنے سے یاد رکھو وہ پروردگار تو ہر چیز کا پورا پورا احاطہ کئے ہوئے ہے

کائنات کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ ہر شخص کے اعمال واحوال بھی اس کے احاطہ علم میں گھرے ہوئے ہیں۔ لہٰذا قیامت کے روز ہر ایک کے عمل کے مطابق اس کو بدلہ دیا جائے گا۔ اور جب کہ ہر چیز اس کے علم میں ہے تو اصل قیامت کے آنے کا علم بھی اسی کو ہے تو منکرین کا یہ سوال نہایت ہی لغو بات ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ بس اس کا علم اور جواب اسی رب کی طرف لوٹایا جائے گا جس کا علم ہر چیز کو محیط ہے سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا کی تفسیر میں حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ہم ایسے دلائل اور حجتیں قائم کریں گے جن سے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ قرآن اللہ کا کلام منزل ہے جو اس کے رسول پر اتارا گیا جن میں سے بعض دلائل تو خارجیہ ہوں گے جو عالم کے کناروں یا کفار قریش کے قرب وجوار میں ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ فتوحات اسلام کی اشاعت اور تمام ادیان ومذاہب پر اس کے غلبہ نے اس حقیقت کو ظاہر اور ثابت کر دیا اور فی انفسہم سے انسان کی تخلیق اور اس کی زندگی میں قدرت خداوندی کے عجیب نمونے اور اس کے احوال مختلفہ مراد ہیں۔

دلائلِ آفاق وانفس

آیۂ مبارکہ "سنریہم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسہم" اس امر کو واضح کرتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی خالقیت، قدرت اور وحدانیت نیز اثبات قیامت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے لئے دو قسم کے ہیں ایک قسم دلائل کی متکلمین کے یہاں دلائل انفس کہلاتی ہے اور دوسری قسم دلائل آفاق۔ حضرت ائمہ متکلمین ان دونوں قسموں کی تفصیل وتحقیق فرماتے ہیں ان تفصیلات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً یہ سمجھ لیا جائے کہ دلائل انفس سے

Marfat.com

مراد انسانی زندگی اور اس کے جملہ احوال و کیفیات ہیں کہ انسان جب بھی اپنی ذات وصفات اور وہ تمام عوارض و کیفیات جو اس پر واقع ہوتی ہیں غور کرے تو اس کو اس بات پر یقین کرنا پڑے گا کہ ضرور اس کا کوئی خالق ہے اور وہ واحد و یکتا ہے وہی اس کا رب ہے جس کی عظمت و کبریائی کی کوئی حد نہیں۔ ولائل النفس کی تتبع اور تلاش کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے انسانی فکر کو دعوت دی اور فرمایا وفی انفسکم افلا تبصرون یعنی اے انسانو! خود تمہارے نفسوں میں بہت نشانیاں ہیں جن کے ذریعے تم اپنے رب کو پہچان سکتے ہو، تو کیا پھر بھی تم نہیں دیکھتے ہو۔

انسانی ہستی حق تعالیٰ کی خالقیت اور کمال قدرت کی ایسی زندہ دلیل ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا فلسفی اس دلیل کے معارضہ اور مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ ظاہر ہے کہ انسان ابتداء میں معدوم محض تھا اس کو نہ کسی قسم کا حسی وجود حاصل تھا۔ اور نہ عقلی وجود۔ خدا ہی نے اس کو وجود کا خلعت عطا کیا۔ اس مضمون پر قرآن کریم کی سینکڑوں آیات مشتمل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کتاب منازل العرفان فی علوم القرآن از ص ۴۷۹ تا ص ۴۹۰۔

حضرت مولٰنا محمد قاسم نانوتوی کا استدلال

حجۃ الاسلام حضرت مولٰنا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ اپنے رسالہ "حجۃ الاسلام" میں فرماتے ہیں "کون شخص ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ ہم پردۂ عدم میں مستور تھے۔ اور عنقریب پھر ویسا ہی ایک زمانہ آنے والا ہے کہ ہم اس پردۂ عدم میں جا چھپیں گے۔ ہمارا وجود دو عدموں میں اس طرح گھرا ہوا ہے جس طرح نور زمین شب گذشتہ اور شب آئندہ کی دو ظلمتوں میں محصور ہے۔ زمین پر نور کی یہ آمد و رفت با آواز بلند کہہ رہی ہے کہ یہ نور زمین کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مستعار اور عطاءِ غیر ہے کیونکہ اگر یہ نور زمین کا ذاتی ہوتا تو کبھی زائل نہ ہوتا۔ پس اس طرح موت وحیات کی کشمکش اور وجود و عدم کی آمد و رفت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کائنات کا وجود ذاتی نہیں ہے۔ ورنہ عدم و زوال کو کبھی قبول نہ کرتا۔ بلکہ جس طرح زمین کی روشنی آفتاب کا فیض ہے اور پانی کی گرمی مثلاً آگ کا فیض ہے۔ اسی طرح ہمارا وجود بھی کسی ایسی ذات کا فیض اور عطیہ ہوگا کہ جس کا وجود اصلی اور خانہ زاد ہو اور وجود اس کی ذات کے لئے اس طرح لازم ہے جیسے آفتاب کے لئے نور اور آگ کے لئے حرارت اور چار کے عدد کے لئے زوجیت اور تین کے لئے فردیت لازم ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ آفتاب ہو اور نور نہ ہو آگ ہو اور حرارت نہ ہو اسی موجود اصلی ازلی اور دائمی کا نام اللہ تعالیٰ خدا اور واجب الوجود ہے یہی وہ حقیقت ہے جس کو قرآن کریم کی اس آیت نے بخوبی واضح کر دیا۔

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (بقرہ)

حالانکہ تم پہلے موجود نہ تھے۔ اسی خدا نے تم کو وجود و حیات عطا کی۔ پھر وہی تم کو موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے

حکیم فرفوریوس کا مقالہ ہے کہ جو امور بداہت عقل سے ثابت ہیں منجملہ ان کے ایک مسئلہ ثبوت صانع کا بھی ہے جتنے حق پسند حکماء گذرے ہیں،

وہ سب اس مسئلہ کی بداہت کے قائل تھے اور جو لوگ ثبوت صانع کی بداہت کے قائل نہیں۔ وہ اس قابل ہی نہیں کہ ان کا ذکر کیا جائے یا ان کو حکماء کے زمرہ میں شمار کیا جائے۔

Marfat.com

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ اپنے فوائد قرآن کریم میں فرماتے ہیں اگر قدرت کی طرف سے قلوب بنی آدم میں ابتداہی سے معرفت خداوندی اور اس کی ربوبیت کی تخم ریزی نہ ہوتی اور انسانی حیات کا سب سے زیادہ اساسی اور جوہری عقیدہ کا حل ناخن عقل وفکر کے سپرد کر دیا جاتا تو یقیناً یہ مسئلہ بھی منطقی استدلال کی بھول بھلیاں میں پھنسکر صرف ایک نظری مسئلہ ہی بن کر رہجاتا۔ جس پر سب کا تو کیا اکثر آدمی بھی متفق نہ ہو سکتے۔ جیسا کہ تجربہ شاہد ہے کہ فکر واستدلال کی ہنگامہ آرائیاں اکثر اتفاق سے زیادہ اختلاف آراء پر منتج ہوا کرتی ہیں۔ اسلئے قدرت نے جہاں غور وفکر کی قوت اور نور وحی و الہام کے قبول کرنے کی استعداد بنی آدم میں ودیعت فرمائی وہیں اس اساسی وبنیادی عقیدہ کی تعلیم سے بھی فطرۃ بہرہ ور اور مانوس بنا دیا۔ جس کے اجمال میں کل آسمانی ہدایات کی تفصیل لپٹی ہوئی تھی۔ اور جس کے بغیر مذہب کا کوئی ستون کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اسی ازلی اور خدائی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ آدم کی اولاد ہر قرن اور ہر گوشہ میں حق تعالیٰ کی ربوبیت پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہی ہے اور جن معدودے افراد نے کسی عقلی اور روحانی بیماری کی وجہ سے عام فطری احساس کے خلاف آواز بلند کی وہ انجام کار دنیا کے سامنے بلکہ خود اپنی نظروں میں بھی ذلیل اور اسی طرح جھوٹے ثابت ہوئے جیسے بخار او صفرا میں مبتلا مریض لذیذ وخوشگوار غذاؤں کو تلخ اور بدمزہ بتلانے میں جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔

بہرحال ابتدائے آفرنیش سے لے کر آج تک ہر طبقہ اور درجے کے انسانوں کا خدا تعالیٰ کی ربوبیت کبریٰ پر عام اتفاق واجماع اس بات کی نہایت قوی اور واضح دلیل ہے کہ یہ عقیدہ افکار وعقول کی تگ و دو سے پہلے ہی خالق حقیقی کی طرف سے اولاد آدم کو بلاواسطہ تلقین فرما دیا گیا ہے۔ ورنہ فکر واستدلال کے راستہ سے ایسا اتفاق پیدا ہونا ممکن نہ تھا۔ قرآن کریم کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے ان آیات میں انسانی فطرت میں رچے ہوئے اس عقیدہ پر روشنی ڈالی۔ یہ صحیح ہے کہ ہم کو یہ یاد نہیں کہ اس بنیادی عقیدہ کی تعلیم کب اور کہاں دی گئی۔ اور کس ماحول میں ہم اس عقیدہ سے مانوس ہوئے۔ لیکن جس کسی انشاء پرداز اور صاحب بیان انسان کو زمانہ طفولیت میں طے ہونے والے ان تمام مراحل کا علم نہیں اور نہ ہی قوت حافظہ میں ان چیزوں کے نقوش مستحضر ہیں تاہم وہ یقین کرتا ہے کہ ضرور کسی معلم نے اس کو ابتداء عمر میں اس کو یہ الفاظ بولنے سکھائے اور ان الفاظ کے لکھنے کی تربیت دی تب ہی تو یہ اس طرح رواں دواں بول رہا ہے اور لکھ رہا ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کا عقیدہ ربوبیت الٰہی پر متفق ہونا اس کی کھلی شہادت ہے کہ یہ چیز ابتداء فطرت اور خلقت میں ضرور کسی معلم کے ذریعے ان تک پہنچی ہے ؏

الغرض انسانی فطرت اور انسان میں ودیعت رکھے ہوئے عظیم ترین دلائل قدرت دلائل انفس ہیں۔ ان میں غور و فکر خود انسانی فطرت اور اس میں ودیعت رکھے ہوئے کمالات ہی میں غور وفکر کرنا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں امام رازیؒ کی تفسیر علامہ حسین جسر طرابلسی کا رسالہ حمیدیہ فی حقیقۃ الدیانۃ الاسلامیہ وحقیقۃ الشریعۃ المحمدیہ۔ (مناہل عرفان فی علوم القرآن تالیف ناچیز محمد مالک کاندھلوی)

خالق حقیقی کی خالقیت اور قدرت پر استدلال کے لئے دلائل کی دوسری قسم دلائل آفاق ہیں۔ دلائل آفاق سے مراد کائنات عالم آسمان وزمین اور ان کے درمیان جملہ موجودات ومخلوقات چاند سورج ستارے بحروبر اور ان کے

؏ از تحقیقات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

تہوں میں مستور و مخفی عجائب ہیں - ان مخلوقات اور ان کے عجائب احوال جو عقول انسانی کو حیرت میں ڈالنے والے ہیں ان سے استدلال کرنا - یہ دلائل آفاق سے استدلال کی دوسری نوع ہے، دنیا کا بڑے سے بڑا فیلسوف اور طبیعات کا ماہر بھی ان احوال کا مشاہدہ کرکے ان کو مادی اسباب و علل پر محمول کرنے سے عاجز ہے - ان موجودات کے مشاہدہ اور ان میں پیدا ہونے والے تغیرات سے خالق حقیقی پر ایمان لانا ہر عاقل کے لئے عقل کا قطعی فیصلہ معلوم ہوتا ہے - اس موضوع پر بھی قرآن کریم نے بڑے بسط و تفصیل سے کلام کیا - اور خلق السمٰوات والارض کے دلائل سینکڑوں آیات میں ذکر فرمادیئے -

تفصیل کے لئے کتاب منازل العرفان فی علوم القرآن ملاحظہ فرمائیں -

وَ اِذَآ اَنۡعَمۡنَا علی الانسان میں ایسے نافرمان انسان کی کمینہ فطرت کا ذکر فرمایا گیا جو اپنے منعم کو پہچاننے کی بجائے اس سے بے رخی اختیار کرے اور بیگانہ بن جائے - حالانکہ انعام کا تقاضا ہے کہ منعم سے تعلق ہو - منعم کی فرمانبرداری کرے اور منعم کی ناراضگی کا خوف ہو - اور انعام کے یہ آثار حیوان پر بھی ظاہر ہوتے ہیں جو انسانی شعور و احساس سے عاری ہوتا ہے - انسان اگر ایسی روش اختیار کرے تو بلا شبہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے انسان نے اپنا درجہ جانوروں سے بھی زیادہ نیچا کرلیا - اور لفظ فذو دعاء عریض وہ دعا مراد نہیں جو تضرع و زاری اور انابت الی اللہ کی صورت میں ہو بلکہ یہ دعا اس کا جزع و فزع اور اللہ کی شکایت کرنا - بے صبری اور بے قراری کا مظاہرہ ہے - بہرکیف ان الفاظ میں ایسے انسان کی غایت درجہ دنائت اور کمینہ پن بیان کیا گیا کہ انعامات کے حصول پر فخر و تکبر اور خدا سے بے نیازی بلکہ بغاوت کا رنگ اختیار کرلے - اور جب کوئی تکلیف پہنچے تو بے صبری کے ساتھ رب العالمین کی بارگاہ میں شکوہ کرنے لگے تو جو شخص امن و عیش میں کفر اور کفران اور تکلیف میں بے صبری اختیار کرے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی انسان ذلیل و کمینہ ہوسکتا ہے - حق تعالیٰ نے ان کلمات میں ایسی مذموم خصلت سے بچنے کی تلقین فرمائی - اللّٰہم وفقنا لما تحب و ترضی من القول والعمل واھدنا الی سواء الصراط - آمین

آمین یارب العالمین

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ حٰمٓ السجدہ یوم الاثنین ۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰی مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ ثَلٰثٌ وَّخَمۡسُوۡنَ اٰیَةً وَّخَمۡسُ رُکُوۡعَاتٍ

سورۃ الشورٰی

سورۃ الشوریٰ مکیہ ہے اور مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے جس کی ترپن آیات اور پانچ رکوع ہیں۔ ابن عباس جابر اور عکرمہ سے منقول ہے فرمایا یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سورۃ کو سورۃ حٰمٓ عسق بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں اس سورت میں بعض ائمہ مفسرین کے قول کے مطابق چار آیتیں ایسی ہیں جو مکہ مکرمہ میں نازل نہیں ہوئیں۔ ان کا نزول بعد الہجرت مدینہ منورہ میں ہوا وہ آیات قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِى الۡقُرۡبٰى سے چوتھی آیت تک ہیں بعض دیگر مفسرین مقاتل بن حیان انہوں نے آیۃ ام یقولون افترٰی کو مستثنیٰ قرار دیا۔ کسی نے ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض کو غیر مکیہ کہا۔ اس سورت کا مضمون سورہ حٰمٓ السجدہ کے مضمون سے مربوط ہے۔ کیونکہ اس میں یہی مضمون زیادہ اثبات رسالت وحی الٰہی اور عظمت قرآن کے بیان پر مشتمل ہیں اور اسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کفار مکہ کی ایذاؤں ان کی بیہودہ روش پر رنج نہ فرمائیں۔

سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰی مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ ثَلٰثٌ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | وَّخَمۡسُوۡنَ اٰیَةً وَّخَمۡسُ رُکُوۡعَاتٍ

سورۃ شوریٰ مکی ہے اور اسمیں | شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا | ترپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوۡحِىۡۤ اِلَيۡكَ وَاِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۙ

اسی طرح وحی بھیجتا ہے تیری طرف، اور تجھ سے پہلوں کی طرف

اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَهُوَ

اللہ زبردست حکمت والا ۔ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں ۔ اور وہی ہے

Marfat.com

الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٤﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
سب سے اوپر بڑا ✽ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اوپر سے اور فرشتے
يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَآ إِنَّ
پاکی بولتے ہیں خوبیاں اپنے رب کی، اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے - سنتا ہے!
اللّٰهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥﴾ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللّٰهُ
وہی ہے معاف کرنیوالا مہربان ف ✽ اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس کے سوا رفیق، اللہ کو
حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿٦﴾ وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا
وہ یاد ہیں - اور تجھ پر نہیں ان کا ذمہ ✽ اور اسی طرح اتارا ہم نے
إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ
تجھ پر قرآن عربی زبان کا، کہ تو ڈر سناوے بڑے گاؤں کو، اور آس پاس والوں کو، اور خبر سناوے جمع
الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ﴿٧﴾ وَلَوْ
ہونیکے دن کی، اسمیں دھوکا نہیں - ایک فرقہ بہشت ہیں، اور ایک فرقہ آگ میں ف ✽ اور اگر
شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلٰكِنْ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي
چاہتا اللہ، تو سب لوگوں کو کرتا ایک ہی فرقہ پر وہ داخل کرتا ہے جس کو چاہے اپنی

رَحْمَتِهِ ۗ وَالظّٰلِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٨﴾ أَمِ اتَّخَذُوا
مہر میں - اور گنہگار جو ہیں، ان کا کوئی نہیں رفیق نہ مددگار ✽ کیا انہوں نے
مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۖ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى
پکڑے ہیں اس سے ورے کام بنانیوالے؟ سو اللہ جو ہی، وہی ہے کام بنانیوالا اور وہی جلاتا ہے مردے - اور وہ ہر
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٩﴾ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى
چیز کر سکتا ہے ✽ اور جس بات میں جھگڑے ہو تم لوگ، کوئی چیز ہو، اس کی چکوتی ہے اللہ پر
اللّٰهِ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾ فَاطِرُ
حوالہ - وہ اللہ ہے رب میرا، اسی پر مجھ کو بھروسہ، اور اسی کی طرف میری رجوع ✽ بنا نکالنے والا

Marfat.com

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ
آسمان کا اور زمین کا ۔ بنا دیئے تم ہی میں سے جوڑے ، اور

الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ
چوپایوں میں سے جوڑے ۔ بکھیرتا ہے تم کو اسی طرح ۔ نہیں اس کی طرح کا سا کوئی ۔ اور وہی ہے

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ
سنتا دیکھتا ۔ اسی پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی ۔ پھیلا دیتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾
روزی جس کو چاہے ، اور ماپ دیتا ہے ۔ وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے ۔

اثبات وحی الٰہی مع بیان عظمت رب کبریا و وعید بر شرک و نافرمانی

قال اللہ تعالیٰ ۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ الیٰ قولہ تعالیٰ انہ بکل شیء علیم

(ربط) گذشتہ سورت کے مضامین کا حاصل مخالفین کے اعتراضات کا رد اور ان پر توبیخ و تنبیہ تھا۔ اب سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور وحی الٰہی کی عظمت کو ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور اسی کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے۔ اور مجرمین و منکرین پر توبیخ و وعید بھی ہے کہ یہ اپنے افعال قبیحہ کی سزا سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ ارشاد ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ اللہ رب العزت ہی اس کی مراد خوب جاننے والا ہے اصول دین اور احکام شریعت کی تعیین اور تحقیق کے لئے جیسے آپ پر یہ سورت نازل کی جا رہی ہے اسی طرح اے ہمارے پیغمبر ہم آپ پر وحی اتارتے ہیں اور ان پیغمبروں پر بھی جو آپ سے پہلے گذرے۔ یہ وحی اس خدا کی طرف سے ہے جو بڑی عزت زبردست حکمت والا ہے۔ اس پروردگار کی شان یہ ہے کہ اس کے واسطے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہی سب سے برتر اور بڑی عظیم شان والا ہے اس کی عظمت شان کو اگر کوئی منکر و کافر نہ جانے تو نہ جانے لیکن اس کی عظمت شان کی حقیقت تو یہ ہے کہ قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑے۔ اس کی ہیبت و عظمت کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے[1] اور

---

[1] عبداللہ بن عباسؓ سے صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ آسمانوں کا اوپر سے پھٹ پڑنا اللہ رب العزت کی عظمت اور ہیبت کے باعث

Marfat.com

وہ فرشتے جو آسمانوں میں ہیں پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اپنے رب کی حمد وثناء کے ساتھ اور استغفار کرتے رہتے ہیں زمین والوں کے لئے کیونکہ اللہ کا حق عظمت ادا کرنے سے ہر شخص قاصر ہے خواہ وہ کتنا ہی عابد و زاہد اور مطیع و فرمانبردار ہو اور اس لحاظ سے بندہ اپنے رب کا حق بندگی ادا کر سکے لامحالہ مستحق عقوبت ہے تو اس وجہ سے روئے زمین پر بسنے والوں کے لئے فرشتے معافی مانگتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار تیرے حق میں بندوں سے جو کچھ تقصیر و کوتاہی رہ گئی تو اس درگذر فرما - آگاہ ہو جاؤ اے لوگو! اللہ بڑا ہی مغفرت فرمانے والا نہایت ہی مہربان ہے کہ اہل ایمان کی تقصیرات اور گناہوں سے درگذر فرماتے ہوئے اپنے انعامات ورحمتوں سے نوازتا ہے - اور کافروں کو بھی اس نے اپنی اسی شان غفوری ورحیمی سے یہ موقع دیدیا کہ جب بھی وہ کفر سے تائب ہو کر خدا کی بندگی کا رخ کریں اور ایمان لائیں تو ان کو دھتکارا نہیں جاتا - اے نبی کریم آپ ایسے نافرمانوں کو دیکھ کر رنج نہ کریں - ایسے لوگوں کی نافرمانی خدا کی شان عظمت میں کوئی کمی نہیں کر سکتی - اور جن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے معبود اور کارساز بنالئے ہیں - اللہ ان کو خوب دیکھ بھال رہا ہے - جونہی اس کی حکمت کے لحاظ سے مناسب وقت ہوگا خدا ان کو سزا دیگا اور وہ نہ خدا کے علم سے چھپے ہوئے ہیں اور نہ خدا کی گرفت سے بچ سکتے ہیں - اور آپ ان کے کوئی ذمہ دار نہیں ہیں - آپ کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور نہ آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ جب چاہیں ان پر عذاب نازل کردیں - اور ہم نے اسی طرح جیسا کہ یہ تمام احکام خداوندی آپ کے سامنے ہیں آپ کی طرف بذریعہ وحی بھیجا ہے قرآن عربی تاکہ آپ ڈرائیں اُمّ القریٰ یعنی مکہ میں بسنے والوں کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ارد گرد اور اس دن سے جو میدان حشر میں اوّلین و آخرین کے جمع ہونے کا ہے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں جس میں بس یہی فیصلہ ہونا ہے کہ ایک گروہ جنت میں اور ایک گروہ جہنم میں اور یہ سب کچھ اللہ کی حکمت اور اسی کی تقدیر سے ہے - اور اگر اللہ چاہتا تو ان انسانوں کو

عــ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر مجلس میں ہمارے سامنے تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں (دستاویزیں) تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ دو کتابیں کیسی ہیں - ہم نے عرض کیا نہیں - یا رسول اللہ مگر یہ کہ آپ ہمیں بتا دیں - آپ نے اس کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو داہنے ہاتھ میں تھیں فرمایا - یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے جس میں اہل جنت کے نام مع ان کے آباء کے ناموں کے لکھے ہوئے ہیں اور ان کے آخر میں میزان اجمالی (آخری) لگا دی گئی ہے اور قبائل جس میں نہ کوئی کمی ہوگی اور نہ کوئی اضافہ ہو سکے گا - پھر آپ نے اس کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو بائیں ہاتھ میں تھی فرمایا اس میں اہل جہنم کے نام ہیں ان کے آباؤ اجداد اور قبائل کے ناموں کے اور پھر آخیر میں آخری میزان لگا دی گئی کہ اب آئندہ

بقیہ حاشیہ ص سے آگے -

بیان فرمایا گیا - علامہ آلوسی فرماتے ہیں شاید اس وجہ سے کہ کفر اور شرک کو دیکھ کر آسمان وزمین کانپ جاتے ہیں جیسا کہ سورہ مریم میں ہے تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۔ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۔ جامع ترمذی کی روایت میں ہے اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحَقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ ما من موضع منه اربعة اصابع الا وملك واضع جبهته ساجد اللہ یعنی آسمان کراہتا ہے ناقابل برداشت بوجھ کی وجہ سے اور ضروری ہے کہ وہ کراہے آسمان میں چار بالشت کے بقدر بھی کوئی ایسی جگہ خالی نہیں کہ اس میں کوئی فرشتہ الٰہ نہ ہو کر وہ اللہ کے سامنے سجدہ میں نہ ہو تو عظمت خداوندی اور اس کی ہیبت جلال سے آسمان قریب ہے پھٹ پڑیں - اور شرک و کفر سے پھٹ پڑنے کے قریب ہونا بھی اللہ رب العزت کی عظمت ہی کے باعث ہے - لہٰذا ان دونوں توجیہوں میں کوئی اختلاف نہیں - ١٢

Marfat.com

ایک ہی اُمت بنا دیتا۔ اور ان میں ایمان وکفر اور توحید وشرک کا فرق واختلاف نہ ہوتا۔ لیکن یہ اللہ کی بے پایاں حکمتیں ہیں کہ وہ جس کو چاہتا ہے ایمان وہدایت کے ذریعے اس کو اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے اور جس کو چاہے اس کی بدنصیبی اور شقاوت کی وجہ سے محروم کردے اور ایسے ظالموں کے واسطے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ مددگار۔ اور قیامت کے روز جو یوم الجمع ہے یہ ظالم بے سروسامانی اور بدحواسی کے عالم عذاب خداوندی میں ڈال دیئے جائیں گے۔

حق تعالیٰ کی عظمت کو پہچاننا چاہیئے اور مشرکین ومنکرین کو اس کے عذاب اور اس کی گرفت سے ڈرنا چاہیئے۔ آخر اس طرح کی بے خوفی اور جرأت کس وجہ سے ہے؟ کیا انہوں نے خدا کے علاوہ اپنے واسطے کچھ مددگار بنا لیئے ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بس اللہ ہی جو مددگار وولی ہے وہی سب کا کارساز ہے۔ بگڑی ہوئی بنانا تو کیا وہ تو مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ الغرض توحید وشرک اور ایمان وکفر کا فرق دنیا میں اللہ نے اپنی حکمت سے مقدر فرمایا ہے کیونکہ دنیا دار الامتحان ہے اور آخرت دار الجزاء ہے۔ اس لئے بحکمت خداوندی ضروری تھا کہ دنیا میں دونوں چیزیں مقدر کی جائیں تاکہ آخرت میں مطیعین کو جزاء اور مجرمین کو سزا دی جائے اور اللہ رب العزت سے کسی بھی شخص کا حال اور اس کا عمل پوشیدہ نہیں اس لئے اے لوگو! سن لو تم جس کسی بات پر بھی اختلاف کروگے بس اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے۔ اسی کی بارگاہ سے ہر چیز کا فیصلہ صادر ہوگا۔ یہی ہے خدا جو میرا رب ہے بس میں تو اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف ہر حالت میں رجوع کرتا ہوں میں تمہاری مخالفت سے نہ ڈرتا ہوں۔ اور نہ تمہاری کسی قسم کی دلجوئی کے لئے تمہاری طرف مائل ہوسکتا ہوں۔ وہ پروردگار تو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جس سے تمہارے واسطے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے اور اسی طرح مویشیوں میں سے جوڑے انواع واقسام کے بنائے اور ان جوڑوں کے ملانے اور ازدواجی صورت پیدا فرمادینے کے ذریعے تمہیں پھیلا رہا ہے۔ نسلاً بعد نسل۔ یقیناً وہ پروردگار اپنی ذات وصفات میں ایسا کامل اور برتر ہے اس کا کوئی مثل نہیں ہے اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی اسی کے تصرف میں تمام کائنات ہے جب چاہا کسی چیز کو خواہ رزق ہو عمل ہدایت وگمراہی ہو راحت وتکلیف نفع ونقصان صحت وبیماری ہو۔ عزت وذلت ہو ان سب چیزوں کی کنجیاں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اگر وہ کسی چیز کو کھول دے تو کوئی دوسرا بند نہیں کرسکتا۔

اس میں نہ کمی ہوگی اور نہ اضافہ ہوگا۔ اس پر حضرات صحابہ نے عرض کیا تو پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب عمل کی کیا ضرورت باقی رہ گئی۔ اگر یہ فیصلہ ہوچکا۔ آپ نے فرمایا۔ سدّدوا وقاربوا کہ استقامت وپختگی کے ساتھ مسلسل عمل میں لگے رہو اور اعتدال کے ساتھ شریعت کے راستے پر چلتے رہو۔ جنتی شخص کے لئے جنت کے کام کے ساتھ مہر لگادی گئی۔ اسی پر اس کا خاتمہ ہوگا۔ خواہ پہلے وہ کسی قسم کا بھی کام کرچکا ہو۔ اور جو شخص جہنم کے لئے طے ہوگیا وہ اس کے واسطے جہنم کے کام کی مہر لگ گئی ہے خواہ وہ پہلے کچھ بھی کرچکا ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سمیٹتے ہوئے فرمایا۔ فرغ ربکم من العباد ایک ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ فریق فی الجنۃ بائیں ہاتھ سے دوسری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ فریق فی السعیر (جامع ترمذی) اس موضوع کی تفصیلات مسئلہ تقدیر کے ذیل میں گذر چکیں۔ ۱۲

واللہ اعلم بالصواب

Marfat.com

اور اگر بند کر دے تو کھول نہیں سکتا یہ سب باتیں دلائل سے ثابت ہیں۔ جن کے انکار کی عقلاً تو کوئی گنجائش نہیں اسی کے قبضہ میں رزق ہے جس کے واسطے چاہے رزق کو پھیلا دے۔ اور جس کے واسطے چاہے تنگ کر دے بے شک وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ جانتا ہے کہ جس کو رزق زیادہ دیا تو کس حکمت سے دیا۔ اور جس پر تنگی کی تو کس حکمت سے کی۔

اُمُّ القُریٰ اور مَنْ حَوْلَهَا کا مفہوم

بالعموم مفسرین اُمُّ القُریٰ سے مکہ مکرمہ مراد لیتے ہیں کیونکہ مکہ مکرمہ عرب کی سرزمین میں قدیم ترین شہر اور قوم عرب کا اصل مولد و مسکن تھا اس وجہ سے مکہ مکرمہ کو ام القریٰ کہا گیا اور تاریخ قدیم میں اسی نام سے اس کو ذکر کیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کو اسی وادی میں چھوڑا تھا جیسے آیت ربّنا انی اسکنت من ذرّیتی لواد غیر ذی زرع میں مکہ مکرمہ کی آبادی کی تفصیل گذر چکی اس آیۃ مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جا ناکہ آپ ڈرائیں مکہ میں بسنے والوں کو اور اس اطراف واکناف میں بسنے والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی بعثت کے منافی نہیں آپ تمام عالم کے لئے داعی اور بشیر و نذیر ہیں تو اس آیت میں تخصیص ام القریٰ و من حولہا کی یا تو اہل مکہ اور قرب و جوار میں رہنے والوں کی اہمیت کی وجہ سے ہے یا یہ معنی کہ اوّلاً آپ ان کو ڈرائیں۔ پھر تمام دنیا کے انسانوں کو جیسے کہ ابتداء میں آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" میں قرابت دار عشیرہ و قبیلہ والوں کو ڈرانے کا حکم نازل ہوا۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں مکہ مکرمہ کو ام القریٰ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کرۂ ارضی اور تمام روئے زمین کے واسطے یہ حصّہ زمین اصل نقطہ مرکزیہ ہے۔ جیسا کہ بعض روایات ہے کہ پانی کی سطح پر اللہ رب العزت نے پہلے بلبلے کی طرح یہ ٹکڑا جامد ظاہر فرمایا اور پھر اسی سے ساری زمین بچھائی اور پھیلائی گئی تو تمام آبادی عالم اور خطہ زمین کے لئے یہی جگہ اصل ہوئی اور اصل کو امّ یعنی ماں کہا جاتا ہے۔ امام بغوی اور شیخ قشیری نے بھی اسی کو اختیار فرمایا اور یہ کہ کعبۃ سُرّۃ الارض یعنی زمین کی ناف ہے۔ اور تمام دنیا اس کے اردگرد پھیلائی گئی۔ اگرچہ جانب شمال میں آبادی زائد ہے۔ بہ نسبت جنوب کی جانب کے۔

آیۃ مبارکہ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ اور ابن جریر طبریؒ نے یہی بیان کیا کہ روئے زمین دنیا کی آبادی کی اصل یہی سرزمین مکہ ہے جہاں کعبۃ اللہ ہے۔ علامہ یاقوت حموی نے ابن عباس سے ایک روایت کا یہ مضمون بیان کیا ہے کہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ نے ایک ہوا چلائی جس نے پانی کی لہروں کو شق کیا اور پانی کی سطح پر ایک بلبلہ نمودار ہوا جو قبہ کی سی شکل کا تھا پھر اسی سے اللہ نے تمام زمین کو مرکب فرمایا اور بنایا اور سطح زمین کو پانی پر پر بچھا دیا متعدد روایات سے ثابت ہے زمین کا جو ٹکڑا سب سے پہلے اللہ نے پیدا فرمایا وہ جگہ کعبۃ اللہ کی ہے تو یہ جگہ روئے زمین کے واسطے نقطۂ مرکزیہ ہوا۔ اس تکوینی مرکزیت کے ساتھ اللہ نے اس کو شرعی مرکزیت بھی عطا کر دی۔ کہ روئے زمین کے انسانوں کو اسی کی طرف عبادت کا حکم دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے اسی جگہ جنت

Marfat.com

سے موتیوں کا خیمہ اتارا گیا تھا جس کا اُنہوں نے طواف کیا۔ پھر اسی جگہ بیت اللہ کی عمارت قائم ہوئی۔ تفصیل کے لئے ناچیز کی کتاب تاریخ الحرمین کا ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سرزمینِ مکہ میں آمد اور اس کی آبادی

تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جب حضرت نوح کی اولاد زمین پر پھیلی تو حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار دو سو سینتالیس برس قبل شہر بابل اور اس کے برج کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ شہر ملک عراق میں دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان دوآب میں واقع تھا اور بقول بعض فرات کے کنارے پر تھا تو حضرت ابراہیمؑ جو تارخ کے بیٹے جن کو آذر بھی کہا جاتا ہے۔ قصبہ اہواز میں پیدا ہوئے جو شہر بابل کے کنارے واقع تھا اور بعض کا خیال ہے خاص شہر بابل میں پیدا ہوئے۔ وہاں کلدانی قوم آباد تھی جو بت پرست تھے۔ اور بت بنا کر پوجا کرتے تھے حضرت ابراہیمؑ کے باپ بھی بت پرست بلکہ بت تراش تھے اس زمانہ میں ایک بڑی تعداد لوگوں کی ستاروں کی پوجا کیا کرتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کو خداوند عالم نے ابتداء ہی سے رشد و ہدایت سے نوازا تھا۔ بت پرستی اور ستاروں کی پوجا کی بڑی شدومد سے مخالفت کیا کرتے تھے۔ اور ان لوگوں کی دلائل و حقائق سے تجہیل و تحمیق بھی کیا کرتے تھے جس کی تفصیل گذشتہ پاروں کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ قصہ نمرود اور ایسے بعض واقعات کے بعد اللہ رب العزت کی وحی سے آپ اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ ہاجرہ کو وادی مکہ کی طرف لے کر روانہ ہو گئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس وقت شیر خوار بچے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ ان کو یہاں چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک مشک میں پانی اور کچھ کھجوریں چھوڑ کر گئے۔ پانی جب ختم ہو گیا اور پیاس کی شدت سے اسمٰعیل علیہ السلام تڑپنے لگے۔ اور اسی حالت میں حضرت ہاجرہ پانی تلاش کرنے کے لئے صفا و مروہ پہاڑیوں پر چکر لگانے لگیں تو ساتویں چکر پر اسمٰعیلؑ کی جگہ پر پانی دیکھا دوڑی ہوئی آئیں۔ یہ زم زم کا چشمہ اللہ نے ظاہر فرمایا۔ اسی کی یادگار سعی بین الصفا والمروہ کی صورت میں مقرر کر دی گئی۔ تفصیل کے لئے احادیث و کتب تاریخ کی مراجعت فرمائی جائے۔ تو جب چاہ زم زم ایک کثیر مقدار میں پانی دیکھ کر اس غیر آباد و بنجر وادی میں ایک قافلہ نے قیام کرنے اور یہاں سکونت کی درخواست کی۔ ہاجرہ علیہ السلام نے تنہائی کے خیال سے ان کو اجازت دیدی کہ بہتر ہے کہ یہاں کچھ لوگ آباد ہو جائیں۔ اس طرح ابتداء میں یہ ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہوا۔ یہ قبیلہ جرہم تھا۔ اہل یمن سے یہ لوگ تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے انہی لوگوں سے عربی زبان سیکھی۔ اور ان کے بڑے ہونے پر اس قوم نے اسمٰعیل علیہ السلام کو اپنا سردار بنالیا رفتہ رفتہ یہ مختصر گاؤں ایک عظیم شہر مکہ مکرمہ ہو گیا۔

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا

ہ ڈالدی تمکو دین میں ، وہی جو کہہ دیا تھا نوح کو ، اور جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف ، اور وہ

Marfat.com

وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ
جو کہہ دیا ہم نے ابراہیم کو، اور موسیٰ کو، اور عیسےٰ کو، یہ کہ قائم رکھو دین، اور
لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ
پھوٹ نہ ڈالو انہیں - بھاری پڑتا ہے شریک والوں کو جسطرف تو بلاتا ہے ان کو - اللہ چن لیتا ہے
اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿١٣﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا
اپنی طرف، جسکو چاہے - اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اسکو جو رجوع لائے ف ۞ اور پھوٹ جو ڈالی،
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ
سو سمجھ آ چکے پیچھے، آپس کی ضد سے - اور اگر نہ ہوتی ایک بات، جو نکل گئی ہے
مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا
تیرے رب سے، ایک ٹھہرے وعدے تک، تو فیصلہ ہو جاتا ان میں - اور جن کو ہاتھ لگی ہے
الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿١٤﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ
کتاب ان کے پیچھے، وہ دھوکے میں ہیں اس سے، جو چین نہیں دیتا ف ۞ سو تو اسی طرف بلا -
وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ
اور قائم رہ جیسا فرما دیا - اور نہ چل ان کے چاؤں پر - اور کہہ، میں یقین لایا ہر کتاب پر،
اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ
جو اتاری اللہ نے - اور مجھ کو حکم ہے کہ انصاف کروں تمہارے بیچ - اللہ رب ہے ہمارا اور تمہارا - ہمکو ملتے ہیں
اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ
ہمارے کام، اور تم کو تمہارے کام - کچھ جھگڑا نہیں ہم میں اور تم میں - اللہ اکٹھا کریگا ہم سب کو
وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ ﴿١٥﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا
اور اسی کی طرف پھر جانا ہے ف۲ ۞ اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے ہیں اللہ کی بات میں، جب خلق اس کو
اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ
مان چکی، ان کا جھگڑا ڈگ رہا ہے ان کے رب کے ہاں، اور ان پر غصہ ہے،
وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿١٦﴾
اور ان کو سخت مار ہے ف۳ ۞

Marfat.com

مقصد وحید جملہ ادیانِ سماویہ توحید خداوندی و قیام عدل و انصاف

قال اللہ تعالیٰ شرع لکم من الدین الیٰ قولہ تعالیٰ ولہم عذاب شدید

(ربط) سورۂ شوریٰ کی ابتداء حق تعالیٰ شانہ کی عظمت و کبریائی اور توحید کے بیان سے تھی۔ اسی کے ضمن میں وحی الٰہی کا اثبات تھا۔ اور کفر و شرک کا رد اور ابطال اب ان آیات میں یہ ذکر فرمایا جارہا ہے اللہ رب العزت نے جس قدر بھی پیغمبر مبعوث فرمائے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ بن مریم تک اور جتنے ادیان و شرائع مقرر فرمائے ان سب کا مقصد وحید صرف توحید خداوندی رہا بلکہ جملہ ادیان کی بھی تعلیم تھی۔ اور ہر پیغمبر کی یہی ہدایت تھی۔ اب اسی تعلیم ہدایت کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے آپؐ کی دعوت کوئی نئی دعوت نہیں۔ آپ کی تعلیمات کوئی نرالی تعلیمات نہیں بلکہ جملہ تعلیمات و ہدایت سماویہ کا لباب و جوہر اور ان کی تکمیل ہیں۔ اس بنا پر کسی کتابی اور آسمانی مذہب رکھنے والے کو آپؐ کی رسالت پر ایمان لانے میں اصولاً کوئی تامل نہ ہونا چاہیئے۔ اور آپؐ کا پیغام تمام امتوں کے درمیان وحدت و اتفاق کا پیغام ہے۔ اس وجہ سے بھی آپ کے پیغام کو قبول کرنے میں کسی کو اختلاف و تردد نہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ مقرر کردیا ہے اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے وہی دین جس کا حکم اللہ نے نوح (علیہ السلام) کو کیا جس کی بنیاد توحید خداوندی ہے اور ہر نبی نے اپنی قوم کو اس کی دعوت دی یاقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الٰہٍ غیرہٗ اور جس چیز کی ہم نے آپؐ کو وحی بھیجی اور جس چیز کا ہم نے حکم دیا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو اور ان کی امتوں کو وہ یہ تھا کہ اللہ کا یہ دین قائم رکھو۔ اور خدا کی توحید پر قائم رہو۔ اور اس کے سوا کسی کی بندگی کو ہرگز نہ کرو۔ اس کے تمام احکام مانو اور ان پر عمل کرو۔ اور یہ کہ اس میں تفرقہ نہ ڈالو تمام انبیاء کی تعلیمات جبکہ ان بنیادی اصول میں متحد تھیں تو عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس دعوت کو قبول کیا جاتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے اور شرک و بت پرستی سے اجتناب کیا جاتا مگر مشرکین پر یہ بات یعنی دعوت توحید بہت گراں اور ناگوار ہے جس کی طرف آپؐ ان کو بلا رہے ہیں لیکن اللہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اسی کو جس کو چاہے اور اپنے تک اسی کو رسائی عطا کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے یعنی اللہ ہی کی مشیت سے اجتباء و انتخاب ہوتا ہے اور توفیق ایمان سے نوازا جاتا ہے اور توفیق ایمان کے بعد جس کو رجوع اور انابت الی اللہ نصیب ہو اسی پر طاعت و بندگی اور قرب کے راستے کھلتے ہیں۔

اور امم سابقہ کا یہ تفرق و اختلاف حق میں کسی قسم کے خفا اور التباس کے باعث نہ تھا بلکہ ان لوگوں نے نہیں اختلاف کیا مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آچکا تھا۔ محض باہمی حسد اور بغض کی وجہ سے ایسی مذموم حرکت اور بدترین روش کا تقاضا تو یہ تھا کہ عذابِ خداوندی ان پر مسلّط ہوتا اور یہ ہلاک کردیئے جاتے

Marfat.com

لیکن اگر ایک فیصلہ آپؐ کے رب کی طرف سے پہلے سے نہ ہو چکا ہوتا ایک متعین وقت تک مہلت کا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ عذاب خداوندی نازل ہو جاتا اور دنیا دیکھ لیتی کہ حق سے اختلاف کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔ مگر اللہ نے اپنی حکمت سے یہ طے کر لیا تھا کہ دنیا دار الامتحان ہے اسی طرح حق و باطل کی کشمکش چلتی رہے قیامت قائم ہونے پر ایسے مجرمین اور حق سے اختلاف کرنے والوں کو جہنم کے عذاب میں ڈالا جائے گا۔ اور بے شک ان امم سابقہ کے بعد اب جن لوگوں کو کتاب الٰہی کا وارث بنایا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامتِ دعوت ہوئے۔ وہ اس کتاب کی طرف شک ہی میں پڑے ہوئے ہیں جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے۔ اے ہمارے پیغمبر آپؐ ان منکرین کے انکار اور مشرکین کے شرک سے رنجیدہ نہ ہوں اور نہ ہی ہمت ہاریں بس آپؐ تو اسی چیز کے لئے جس کی وحی آپؐ کو کی گئی۔ اور اس کا حکم نوحؑ کو ابراہیمؑ و موسیٰؑ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو کیا گیا۔ دعوت دیتے رہئے اور اسی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیئے جیسا کہ آپؐ کو حکم کیا گیا اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔ اس خیال سے کہ ان کی بعض خواہشات کی پیروی نہ کیجئے اس خیال سے کہ ان کی بعض خواہشات اگر مان لی جائیں تو شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں اور بلکہ آپؐ تو یہ اعلان کر دیجئے جبکہ یہ لوگ کسی طرح بھی ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں تو ایمان لا چکا ہوں اس چیز پر جو اللہ نے اپنی کتاب سے نازل کی ہے لہٰذا اے منکرو! اور کافرو! تم یہ توقع نہ رکھو کہ میں تمہاری کسی خواہش کو پورا کرنے میں اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی یا اس کو نظر انداز کر دوں گا۔ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کر دوں۔ انصاف کروں۔ حق اور باطل کے درمیان فرق کر کے حق پر تمہیں آمادہ کروں اور خود اس پر قائم رہوں۔ اس لئے یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ میں تم کو حق کی دعوت دیتے ہوئے خود حق سے انحراف کر جاؤں اور تمہاری باطل خواہش اور خوشنودی کو پورا کرنے کا ارادہ کر لوں۔

اللہ ہی ہمارا رب ہے اور وہی تمہارا بھی رب ہے۔ اب جبکہ تم کسی طرح حق قبول کرنے کو تیار نہیں تو بس ہمارے واسطے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے واسطے ہیں۔ لہٰذا جیسے تمہارے اعمال ہوں گے۔ ان کا انجام بھی ویسا ہی ہوگا۔ اب کوئی حجت بازی اور خصومت کی گنجائش نہیں ہمارے تمہارے درمیان۔ اللہ ہم سب کو قیامت کے روز جمع کرے گا۔ جس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ وہاں پہنچ کر سب پر حقیقت کھل جائے گی۔ ایمان و کفر اور توحید و شرک کا انجام نظر آ جائے گا اور اس وقت مجرمین و مشرکین کو سوائے حسرت و ندامت کے اور کچھ بھی چارۂ کار نہ ہوگا۔ اور جو لوگ اللہ کے دین کے بارے میں حجت بازی کرتے ہیں بعد اس کے کہ اہل عقل کی طرف سے اس کو قبول کر لیا گیا اور سلیم الفطرت انسان ایمان لا چکے تو اب ایسے لوگوں کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر خدا کی طرف سے غضب نازل ہونے والا ہے اور ان کے واسطے دنیوی عذاب اور غضب خداوندی کے علاوہ آخرت میں بڑا ہی سخت عذاب ہے کیونکہ اللہ کے دین کی سچائی اور اس کی کتاب کی حقانیت ظاہر ہو چکی۔ سمجھدار لوگ ایمان لا چکے اور بہت سے وہ لوگ جو اگرچہ مذہبی تعصب اور عناد کی وجہ سے ایمان نہیں لائے۔ مگر کتاب الٰہی کی سچائی اور حقانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ اس بنا پر اب حجت پوری ہو گئی۔

Marfat.com

اب اس کے بعد جو لوگ بھی خواہ مخواہ جھگڑے ڈالتے ہیں یا ایمان لانے والوں سے الجھتے ہیں ان کے واسطے ظاہر ہے کہ عذاب خداوندی دنیا اور آخرت میں ہوگا۔

ابتداء تشریع احکام اور جملہ انبیاء علیہم السّلام کا اصول شرائع میں اتفاق

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے وہ رسول جن سے تشریع احکام کا سلسلہ شروع ہوا وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ اور سب سے آخری نبی جن پر سلسلہ نبوت ورسالت منتہی ہوا اور کمالات نبوت کی تکمیل ہوئی وہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام سے قبل دنیا میں ایمان وکفر اور توحید وشرک کا اختلاف نہ تھا۔ دس قرن اسی طرح گذرے۔ سب سے پہلے رسول شرک کا مقابلہ کرنے والے حضرت نوح علیہ السلام ہی ہیں۔ اسی وجہ سے ایک حدیث میں ہے اول رسول بعث الی الارض نوح کہ سب سے پہلے رسول جو زمین والوں کے واسطے بھیجے گئے وہ نوحؑ ہیں مراد یہ ہے کہ وہ پہلے رسول کفر وشرک کے مقابلہ کے لئے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ سے معلوم ہوتا کہ آدم علیہ السلام کے وقت سے ایک ہی سچا دین رہا۔ ایک مدت کے بعد جب لوگوں نے دین میں اختلاف ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا جو اہل ایمان وطاعت کو ثواب ونجات کی بشارت سناتے تھے اور اہل کفر ومعصیت کو عذاب سے ڈراتے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد جس قدر بھی رسول دنیا میں آئے اور کتابیں نازل کی گئیں وہ سب اصول میں ایک تھے۔ کیونکہ راستہ ایک ہی تھا وہ توحید وعبادتِ خداوندی۔ البتہ فروع میں تفاوت واختلاف ہونا چاہیئے تھا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس اللہ سرہ نے فرمایا اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ تندرستی ایک ہے۔ اور بیماریاں بے شمار۔ جب ایک مرض پیدا ہوا تو اسی کے موافق دوا اور پرہیز مقرر کیا گیا پھر جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا اور پرہیز اس کے موافق تجویز ہوا۔ پھر جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا اور پرہیز اس کے موافق تجویز ہوا۔ پھر سب سے آخر میں ایسا طریقہ اور قاعدہ مقرر فرمایا۔ جو سب بیماریوں سے بچائے اور سب کے بدلے کفایت کرے۔ وہ طریقہ اسلام ہے۔ جس کے لئے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے اور وہ نسخہ روحانی قرآن شریف ہے۔ جو قیامت تک آنے والی نسلوں کیلئے پیغام شفاء ہے۔

حضرت نوحؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جتنے انبیاء ورسل آئے ان میں اولوالعزم رسول حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یہی زیادہ مشہور اور ان کے مذہب کے پیرو دنیا میں کثیر تعداد میں ہوئے۔ اس وجہ سے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور آپؐ کے دین کی تشریح ان انبیاء علیہم السلام کے شرائع کی شرکت اور مشابہت کے ساتھ بیان کی گئی۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ ان ادیان سے تعلق رکھنے والوں کو آپ کا دین قبول کرنے میں کوئی تامل باقی نہ رہے جبکہ آپؐ کی کتاب کتب سابقہ کی تصدیق کر رہی ہے۔ اور ان انبیاء سابقین کی تعلیمات وہدایات میں بنیادی اصول کے لحاظ متفق ومتحد ہیں تو پھر ان انبیاءؑ پر ایمان لانے والے ان کتب سابقہ کے ماننے والے یہود ونصاریٰ کو عقلاً وطبعاً آپؐ پر ایمان لانے سے کسی طرح

Marfat.com

بھی گریز نہ کرنا چاہیئے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ ؕ
اللہ وہ ہے جس نے اُتاری کتاب سچے دین پر، اور ترازو۔

وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ ﴿۱۷﴾ یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ
اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید وہ گھڑی پاس ہو۔ شتابی کرتے ہیں اس کی، جو
لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَیَعْلَمُوْنَ
یقین نہیں رکھتے اس پر۔ اور جو یقین رکھتے ہیں، ان کو اس کا ڈر ہے، اور جانتے ہیں
اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۱۸﴾
کہ وہ ٹھیک ہے۔ سنتا ہے جو لوگ جھگڑتے ہیں اس گھڑی کے آنے میں، وہ بہکے ہیں صریح ۔
اَللّٰہُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۱۹﴾
اللہ نرمی رکھتا ہے اپنے بندوں پر، روزی دیتا ہے جس کو چاہے۔ اور وہ ہے زور آور زبردست ۔

بیانِ نزولِ کتاب باحق وصداقت ونزول میزان برائے عدل و انصاف

قال اللہ تعالیٰ اللہ الذی انزل الکتاب بالحق الیٰ قولہ تعالیٰ القوی العزیز

(ربط) گذشتہ آیات کا حاصل یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی انبیاء سابقین اور اولوالعزم رسولوں کی وحی ہی کی طرح ہے۔ اور آپؐ کا دین بھی اصولاً وہی دین ہے۔ آپؐ کی کتاب بھی جملہ کتب سابقہ کے علوم کی حامل اور مصدق ہے۔ اب ان آیات میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب حق وصداقت کے ساتھ نازل فرمادی ہے۔ اور یہ کتاب الٰہی درحقیقت حق وصداقت کو تولنے کی ترازو ہے۔ اس ترازو میں حق وباطل کو تولا جاتا ہے جیسے مادی ترازو میں مادی اشیاء تولی جاتی ہیں۔ اور پورے تول سے عدل و انصاف قائم کیا جاتا ہے اسی طرح یہ کتاب الٰہی ایک طرف حقوق خداوندی صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے معیار ہے تو دوسری طرف حقوق العباد کو بھی عدل وانصاف سے ادا کرنے کا ایک محکم ضابطہ اور مکمل دستور ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر آمادہ کرنے والی قوت وصلاحیت ایمان بالآخرت ہے۔ اسی یقین

Marfat.com

کے باعث انسان اپنے اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کرسکتا ہے۔ اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی ہی دراصل ہر انسان کا اپنی ذات کی ساتھ عدل و انصاف کا قائم کرنا ہے۔ کیونکہ ان حقوق کا اتلاف حقیقت میں اپنی ذات پر ظلم کرنا ہے تو ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

اللہ ہی ہے جس نے اس کتاب یعنی قرآن کو اتارا حق کے ساتھ اور ترازو کو یعنی عدل و انصاف مقرر فرمایا تو جب یہ کتاب اللہ کی ہے تو اللہ پر ایمان لانے کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اس کے احکام کی اطاعت ہو اور حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ حقوق العباد میں عدل و انصاف قائم کیا جائے۔ جیسے ترازو میں کوئی چیز برابر تولی جائے۔ یہی نجات کا ذریعہ ہے کہ قرآن پر ایمان لایا جائے۔ محض خدا کا قائل ہونا یا اس پہ ایمان کا دعویٰ کافی نہیں تاوقتیکہ اس کے قانون اور دستور عدل و انصاف پر عمل نہ کیا جائے۔ منکرین بلا دلیل معارضہ اور حجت بازی اور قیامت کا ذکر یہ سوال کرنا کہ وہ کب آئے گی بے معنی اور لغو بات ہے آپؐ اس پر رنجیدہ نہ ہوں اور آپ کو کیا معلوم شاید یہ کہ قیامت قریب ہو اگر وقوع قیامت کا وقت معلوم نہیں تو اس سے یہ کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے کہ آنے والی ہی نہیں جیسے کہ یہ منکرین کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جلد ہی قیامت کے آنے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ لوگ جو اس پر ایمان و یقین نہیں رکھتے کیونکہ ان کو قیامت کی عظمت و ہیبت کا اندازہ نہیں ہے۔ اور جو لوگ اس کا یقین رکھتے ہیں وہ تو اس سے کانپتے اور جانتے ہیں کہ وہ حق ہے اور واقع ہو کر رہے گی۔ خبردار ہو جاؤ جو لوگ قیامت کے بارہ جھگڑتے ہیں وہ انتہائی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں جو گمراہی کا ایسا آخری مقام ہے کہ حق اور یقین سے بہت ہی دور ہو چکا تو اب کیا توقع کی جائے کہ ایسے بدنصیب پھر حق کی طرف رجوع کرلیں گے۔ اور رہا یہ امر کہ منکرین اور نافرمان دنیا میں عیش و عشرت کر رہے ہیں مال و دولت اور رزق کی کمی نہیں تو اصل یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے کہ مجرموں کو بھی دنیا میں روزی اور راحت دیتا ہے۔ جس کو چاہے وہ رزق دیتا ہے۔ کیونکہ وہ تو رب ہے۔ اور شان ربوبیت تقاضا کرتی ہے کہ ہر جاندار کو روزی عطا فرمائے۔ خواہ وہ مومن ہو یا کافر، انسان ہو یا حیوان وہ بڑی ہی قوت اور عزت والا ہے۔ جس کے فیصلہ اور تقسیم کو کوئی رد نہیں کرسکتا۔ اسی طرح آخرت میں بھی اس کے فیصلے کو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ مجرمین کو آخرت میں عذاب اور سزا سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اس لئے ان کفار و مجرمین کو دنیا کی نعمتوں سے مغرور نہ ہونا چاہیئے اور اس دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیئے کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی میں بھی ان کا یہ مال و دولت ان کے کچھ کام آسکے گا یا یہ اسی طرح آرام و راحت میں رہیں گے۔ اللہ رب العزت اپنی شان لطیفی کے باعث نیک و بد سب ہی کو رزق عطا فرماتا ہے۔ رزق اور دنیوی راحتوں کی زیادتی اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ شخص اللہ کی نظروں میں بھی پسندیدہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عکرمہؓ سے اللہ لطیف کی تفسیر میں یہ منقول ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں کے ساتھ بہت ہی انعام اور مہربانی کا معاملہ فرمانے والا ہے کہ ان کے حق اور استعداد سے زائد ان کو عطا فرماتا ہے بعض مفسرین نے فرمایا اللہ کا لطف و کرم بندوں کے ساتھ یہ ہے کہ ایک جانب ان کو منافع پہنچا رہا ہے دوسری

عـہ روح المعانی ج ۲۵۔ تفسیر مظہری ج ۸

Marfat.com

جانب ان سے بلائیں اور مصیبتیں ٹال رہا ہے۔ یہ بھی اس کا لطف و کرم ہے کہ بندوں کو ان کے حوائج و ضروریات سے بہت زائد عطا فرماتا ہے اور ان کو احکام کا مامور ان کی طاقت سے بہت کم کا فرمایا جاتا ہے۔ ورنہ تو یہ ہو سکتا تھا کہ انسانی قوی جس قدر عملی محنت برداشت کر سکیں اتنی محنتوں کا ان کو مامور کر دیا جاتا۔ سبحان اللہ! کیا لطف و کرم ہے کہ عطا میں تو ضرورت و حاجت کو نہیں دیکھا جا رہا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر دیا جا رہا ہے اور اطاعت میں جس قدر انسان کی ہمت ہو سکتی ہے اس سے بہت کم کا مامور بنایا جا رہا ہے جبکہ ارشاد ہے اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ یہ نہیں کہ جس قدر طاقت بشریہ اتنا ہی مکلف کر دیا جاتا۔ اور پھر ان پابندیوں میں بھی خطا اور نسیان سے درگزر کا ضابطۂ عفو مقرر فرما دیا گیا۔

خوف آخرت ایمان و معرفت کا ثمرہ ہے

آخرت کا خوف ظاہر ہے کہ ایمان و یقین ہی پر مرتب ہو سکتا ہے۔ جو شخص قیامت پر ایمان رکھتا ہوگا اسی کا دل قیامت کی ہیبت سے کانپنے گا۔ اور جس کو قیامت کا یقین نہیں وہ اس کے ذکر ہی کو مذاق شمار کرے گا۔ اور اسی طرح کی بے وقعتی اس بات کا باعث بنے گی کہ وہ قیامت کا فکر دلانے والے اہل ایمان اور ان کی دعوت فکر کو سن کر یہ کہے کہ لے آؤ جلدی سے وہ قیامت جس سے تم ڈرا رہے ہو۔ اسی استہزاء اور تمسخر کی کیفیت کو قرآن کریم کے یہ لفظ نقل کر رہے ہیں۔ یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا۔ لیکن ان کے بالمقابل جو اہل ایمان ہیں وہ اس سے لرز رہے ہیں۔ اور دل ان کے کانپتے ہیں۔ جو وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا" میں بیان فرمایا گیا۔ اور یہ خوف ظاہر کہ اعتقاد قیامت ہی ہو سکتا ہے لفظ مشفقون اشفاق سے مشتق ہے۔ لغت میں اشفاق کے معنی کسی چیز کے اندیشہ اور خوف سے دل کا کانپنا۔ قلب کا یہ اضطراب و خوف ایک تو قیامت کے واقع ہونے کے اعتقاد پر ہوگا۔ دوسرے اس عقیدہ اور تخیل پر جو ایمان اور صالح قیامت کے روز کام آتے ہیں۔ کہیں وہ رد نہ کر دیئے جائیں۔ رہا یہ امر کہ عارفین اور کامل الایمان اہل اللہ کو اشتیاق موت اور لقاء خداوندی وہ شوق طبعی ہوتا ہے۔ اور یہ خوف جس کا ذکر کیا گیا یہ خوف اعتقادی ہے اس وجہ سے معلوم ہوا کہ خوف آخرت شوق موت و لقاء رب کے منافی نہیں۔ پھر یہ کہ شوق کا باعث لقاء رب کا تصور ہوتا ہے اور خوف کا منشاء قیامت کی ہیبت اور اپنے اعمال کے ضیاع کا اندیشہ ہے اور یہ جائز ہے کہ ایک جہت سے قلب میں جذبۂ شوق وارد ہو تو دوسری جہت سے خوف سے اضطراب ہو۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کو حدیث میں بیان فرمایا گیا۔ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ۔ کہ جو شخص اللہ کی ملاقات محبوب رکھے گا اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرمائے گا۔ اسی کیفیت کو قرآن کریم کی اس آیت میں فرمایا۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَاءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ تو یہاں اولیاء اللہ کی پہچان اور خصوصیت ہی یہ بیان کی گئی کہ وہ موت لقاء خداوندی کے شائق و آرزو مند ہوں۔ اور ولایت کا صدق تمنا موت ہی ہے۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ بات بھی حل ہوگئی جو احوال قبور کے سلسلہ میں بیان کی گئی کہ بعض مردہ جبکہ وہ پروردگار کے قاصدوں یعنی نکرین کا جواب صحیح صحیح دیدے گا تو کہے گا۔ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ کہ اے پروردگار قیامت (جلدی ہی) قائم کر دیجئے۔ تو یہ خوف آخرت کے منافی نہیں۔ کیونکہ یہ اشتیاق اس کو جنت کی نعمتوں

Marfat.com

کی بشارت سن کر حاصل ہوگا۔ اور اس بشارت کے بعد خوف و اضطراب کا جو منشا تھا وہ ہو چکا ہوگا۔ یا یہ کہ یہ شوق عالم برزخ اور احوال آخرت کے انکشاف پر ہے۔ اور جو خوف ایمان کی خصوصیت بیان کی گئی۔ وہ دنیوی زندگی۔ یعنی عالم دنیا میں ہے بہرکیف مومن کی زندگی خوف آخرت اور شوق لقاء خداوندی متضاد جذبوں سے معمور رہتی ہے اور یہ کیفیت در اصل یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ کی پوری پوری ترجمان ہوتی ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ

جو کوئی چاہتا ہو آخرت کی کھیتی، بڑھا دیں ہم اسکو اس کی کھیتی۔ اور جو کوئی ہو

يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾

چاہتا دنیا کی کھیتی، اس کو دیں ہم اسمیں سے، اور اس کو نہیں آخرت میں کچھ حصہ ف۲ ۞

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ

کیا ان کے اور شریک ہیں جو راہ ڈالی ہے اُنہوں نے انکے واسطے دین کی؟ جس کا حکم نہیں دیا اللہ نے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ

اور اگر نہ ہوتی بات فیصلہ کی، تو فیصلہ ہو جاتا ان میں۔ اور بیشک جو گناہگار ہیں، ان کو

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ

دکھ کی مار ہے ف۱ ۞ تو دیکھے گنہگار ڈرتے ہوں گے اپنی کمائی سے، اور وہ

وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ

پڑتا ہے ان پر۔ اور جو یقین لائے، اور بھلے کام کئے باغوں میں ہیں

الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾

بہشت کے۔ ان کو ہے جو چاہیں اپنے رب کے پاس۔ یہی ہے بڑی بزرگی ۞

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ

یہ خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے ایماندار بندوں کو، جو کرتے ہیں بھلے کام۔

قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ

تو کہہ، میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ نیگ، مگر دوستی چاہیئے ناتے میں۔ اور جو کوئی کماوے گا

حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

نیکی، ہم اس کو بڑھا دینگے اس کی خوبی۔ بے شک اللہ معاف کرتا ہے حق مانتا ف۱ ۞

Marfat.com

ترغیبِ دارِ آخرت وتنبیہ از طلبِ دُنیا وخسارۂ مجرمین وظالمین

قالَ اللہُ تعالیٰ مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَۃِ ..... الیٰ قولہ تعالیٰ اِنَّ اللہَ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ

(ربط) گزشتہ مضمون حق تعالیٰ شانہٗ کی شان رزاقی اور لطیفی پر ختم فرمایا گیا جس سے غرض یہ تھی کہ دنیوی رزق کی تقسیم اللہ رب العزت کے محض رزاق ہونے پر ہے رزق کی کمی اور زیادتی اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور ناپسندیدہ ہونے پر مبنی نہیں ہے۔ اب ان آیات میں یہ ذکر فرمایا جارہا ہے کہ انسان کی سعادت اسی میں مضمر ہے کہ وہ طالب آخرت بنے۔ اور اسی کو اپنی زندگی کا اصل مقصود سمجھے۔ طلب دنیا انسانی زندگی کا مقصد نہیں۔ اس لئے جو شخص اپنی فکر طلب آخرت بنالے گا خدا کی مدد توفیق اور رحمت شامل ہوگی اور اس کی کوشش کو قبول فرمایا جائے گا۔ اور اس میں برکت دی جائے گی۔ لیکن اس کے برعکس اگر اس کا مقصودِ زندگی دنیا ہی کمانا ہے تو ہم اس کو اگرچہ دنیا دے تو دیں گے مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ تو ارشاد فرمایا جو شخص ارادہ کرتا ہے آخرت کی کھیتی کا تو ہم اضافہ کرتے ہیں اس کے واسطے اس کی کھیتی میں کہ طالب آخرت کے اعمال قبول کئے جاتے ہیں اور اس کے ثمرات اجر و ثواب اور انعام کے اس پر مرتب ہوتے ہیں اور اس پر اضافہ اور برکت سے نوازا جاتا ہے۔ اعمال حسنہ اور عبادات میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے اور اجر و ثواب میں بھی زیادتی ہوتی رہتی ہے جس طرح ایک تخم اور دانہ زمین میں بو دیئے جانے کے بعد اس کا سلسلہ نشو و نما ہوتا ہے تا آنکہ وہ بلندی کے آخری مقام تک پہنچ جائے۔ اسی طرح اعمال صالحہ آخرت کی کھیتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے مَنۡ جَاءَ بِالۡحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِھَا۔ یعنی جو شخص ایک نیکی کا کام کرے اس کے واسطے اس سے دس گنا زائد ثواب ہے۔ لیکن جو شخص دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم دیدیتے ہیں اس کو دنیا میں سے اور پھر آخرت میں اس کے واسطے کوئی حصہ نہیں۔ بہرکیف اللہ کا مشروع کیا ہوا۔ یہ دین حق ہے جس کی بنیادی تعلیم اور ہدایت اخلاص ہے۔ ہر عمل صرف اللہ ہی کے لئے اور آخرت ہی کے واسطے ہونا چاہیئے۔ صرف ایسا ہی عمل قابل قبول ہے۔ اور معتبر بھی ہے۔ اخلاص عمل عقیدہ توحید کے بغیر ممکن نہیں۔ جو لوگ توحید خداوندی کے قائل نہیں۔ اور انھوں نے شرک جیسے ناپاک اعتقاد سے اپنے قلب کو آلودہ کر رکھا ہے۔ وہ بتائیں کہ کیا ان کے واسطے کچھ شرکاء ہیں کہ جو انہوں نے خدا کے ساتھ تجویز کر رہے ہیں تو گیا ان شرکاء نے ان کے واسطے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ ظاہر ہے کہ نہ خدا کے ساتھ کوئی شریک ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ خدا کے سوا دوسرے معبود کے کوئی دین تجویز کرلیں جو یقیناً خدا کی اجازت سے نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے ایسے مشرکین کے من گھڑت خیالات اور رسوم کو یہ کہنا کہ یہ اللہ کا دین ہے محض مہمل اور بے معنی بات ہے۔ یہ بات بلاشبہ ایسی تھی کہ فوراً ہی اللہ کے عذاب سے ان مجرمین اور گستاخوں کو تباہ کر دیا جاتا مگر یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت ہے اور اگر اللہ کا یہ قول فیصل طے شدہ نہ ہوتا کہ ایسے مجرموں کو دنیا میں مہلت دی جائے گی اور آخرت میں عذاب شدید میں مبتلا ہونا پڑے گا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور ان کا کام تمام ہو جاتا اور بے شک ظالموں کے واسطے

Marfat.com

بڑا ہی دردناک عذاب ہے۔ اس وقت ان کا حال یہ ہو گا کہ اسے مخاطب تو ان ظالموں کو دیکھے گا کہ کانپ رہے ہوں گے ان اعمال سے جو انہوں نے کئے۔ اور وہ عذاب ان پر ضرور مسلّط ہو کر رہے گا۔ جس سے وہ کسی بھی صورت سے نہ بچ سکیں گے۔ یہ حشر تو منکرین و کافرین کا ہوگا۔ اور اس کے برعکس جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے ان کے واسطے ہر وہ چیز ہو گی جو وہ چاہیں گے اپنے پروردگار کے پاس یہی ہے بہت بڑی فضیلت اور انعام و اکرام یہی ہے وہ جس کی بشارت دے رہا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور نیکی کے کام کئے۔

مجرمین کو تنبیہ اور عذاب آخرت سے ڈرانا اور ان کے بالمقابل مومنین و مطیعین کو ثواب آخرت اور نعماء جنت کی بشارت سنانا انتہائی اخلاص اور ہمدردی ہے اگر اس کے باوجود بھی ایسے لوگ جنکی عقلیں بھی بیمار اور قلوب گندہ ہیں وہ اللہ کے پیغمبر کے اخلاص و ہمدردی پر یقین نہیں رکھتے تو اے ہمارے پیغمبر آپ کہہ دیجئے۔ اے لوگو! میں تم سے اس مشفقانہ نصیحت اور ہمدردانہ وعظ اور تبلیغ و دعوت پر کسی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا ہوں۔ اور اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا۔ مگر صرف اس محبّت کا جو قرابت داری میں ہوتی ہے کہ تم میرے ساتھ اس قرابت نسبتی کا جو مجھے قریش کے ہر قبیلہ اور شاخ کے ساتھ حاصل ہے لحاظ کر کے کم از کم ایذا تو نہ پہنچاؤ اور اس حق قرابت کے باعث میری طرف رخ کرو اور توجہ سے میری بات سنو۔ اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو کم از کم ایذا تو نہ پہنچاؤ۔ اور جبکہ میں تم سے کسی مالی صلہ اور معاوضہ کا طالب بھی نہیں تو یہ میرا انتہائی اخلاص اور تعلق قرابت اس کا باعث ہونا چاہیئے کہ میری بات پر غور کرو۔ اور اس کو قبول کرو۔ حق نبوت نہیں مانتے تو حق قرابت کا تو لحاظ کر لو۔ جو عقل اور فطرت کا تقاضا ہے۔ اور میں تم کو پھر یہی بات ہمدردی اور نصیحت کے طور پر کہتا ہوں جو شخص بھی کوئی نیکی کا کام کرے گا۔ اللہ رب العزت کا یہ پیغام ہے کہ ہم اس کے واسطے اس کی نیکی میں اجر و ثواب کا اضافہ کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تو بہت ہی درگذر کرنے والا اور قدردان ہے کہ اگر اعمال میں کسی طرح کی تقصیر و کوتاہی واقع ہو جائے تو درگذر فرماتا ہے۔ اور جو کچھ بندہ نیکی کرتا ہے اس کو وہ سراہتا ہے وہ قدردان ہے اہل ایمان و عمل صالح کو انعامات و اجور سے محروم نہیں رکھتا

اِلّا المودّۃ فی القربیٰ کی تفسیر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار مکہ کو یہ خطاب بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا تھا یَا قَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ یعنی اے میری قوم تم مجھے کیوں ستاتے ہو۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف بھیجا ہوا تو اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اے میری قوم میں تم سے اس دعوت تبلیغ اور پیغام نصیحت پر کوئی معاوضہ تو نہیں چاہتا البتہ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم سے جو قرابت و رشتہ داری ہے اس کے باعث میری طرف کچھ رخ کرو۔ اور میری بات سنو۔ مجھے ایذا نہ پہنچاؤ۔ اگر ایمان نہیں لاتے تو میرے حال پر مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں خدا کا یہ پیغام دوسروں تک پہنچا دوں۔

Marfat.com

قرابت کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم میری اطاعت کرتے۔ اگر اطاعت نہیں کی تو ایذا رسانی سے تو باز آجاؤ۔ آخر میں تمہارا عزیز و قریب ہوں کوئی دشمن تو نہیں۔ اس لئے میری بات سنو۔ اور اس پر توجہ کرو۔

قوت نیکی نہ داری بد مکن　　　　بر وجود خود ستم بیجد مکن

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں الا المودۃ فی القربیٰ" کے یہی معنی منقول ہیں۔

قریش مکہ کی طرف سے جب ایذاؤں اور رکاوٹوں کی یہ نوبت آگئی کہ آپ ظاہرا اسباب میں پیغام خداوندی لوگوں تک پہنچانے پر قادر نہ رہے تو آپ اسی کیفیت کو اس طرح فرمایا کرتے۔ منعونی ان ابلغ کلام ربی مجھے تو قریش کے لوگوں نے اس بات سے مجبور کر رکھا ہے کہ میں اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچا دوں۔ تو اس صورت حال میں اس آیت کا نزول ہوا جس میں آپ نے حق قرابت کا احساس دلاتے ہوئے یہی چاہا کہ کلام رب اور پیغام خداوندی پہنچانے میں تم مری دشمنی سے باز آجاؤ۔

ابن جریر طبری حافظ عماد الدین ابن کثیر بغوی امام رازی اور حافظ جلال الدین سیوطی غرض جملہ اکابر ائمہ مفسرین اور امت کے تمام محدثین بالعموم یہی مطلب بیان کرتے ہیں۔

عامر شعبی ضحاک علی بن ابی طلحہ عوفی اور یوسف بن مہران نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ ائمہ مفسرین میں سے مجاہد قتادہ اور عکرمہ نے اسی کو اختیار کیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴)

سعید بن جبیر نے فرمایا۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کو فرمایا۔

لا اسئلکم علیہ اجرا الا ان لا تودونی فی نفسی المودۃ فی القربیٰ لقرابتی منکم وتحفظوا القرابۃ التی بینی وبینکم۔ یعنی میں تم سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا بجز اس کے کہ تم مجھے ایذا نہ پہنچاؤ میری اس قرابت کی وجہ سے جو تم سے ہے اور تم اس قرابت کا لحاظ کرو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد رابع)

امام بیہقی نے دلائل میں شعبی سے روایت کیا ہے کہ (ایک زمانہ تھا کہ) لوگ کثرت سے اس آیت کے بارے میں ہم سے دریافت کرتے اور حجت بازی کرتے۔ ہم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا کہ یہ صورت حال ہے آپ اس آیت کی مراد بیان فرمائیں تو ابن عباسؓ نے اس کی مراد میں...... یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب قریش کی تمام شاخوں سے ملتا تھا کوئی شاخ ایسی نہ تھی کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نہ ملتا ہو آپ کی دعوت کی دعوت و تبلیغ پر جو قریش مکہ نے انکار کیا آپ کو جھٹلایا عداوت اور ستانے پر تل گئے۔ تو اس پر آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تم سے کچھ نہیں طلب کرتا بجز (مودۃ فی القربیٰ) اس لئے کہ تم میری قرابت کا لحاظ کرو۔ اور مجھے ایذا نہ پہنچاؤ۔ اور قدرت دو کہ میں اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچا دوں (تفسیر روح المعانی جلد ۲۵)

الغرض اس تفسیر سے یہ ظاہر ہوگیا کہ "الا المودۃ فی القربیٰ" میں استثناء۔ استثناء متصل نہیں بلکہ استثناء منقطع ہے

Marfat.com

استثناءٔ متصل ہونے کی صورت میں تو مراد میں تم میں سے اس تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت و معاوضہ نہیں مانگتا بجز اس معاوضہ محبّتِ قرابت کے یعنی تبلیغ رسالت کے معاوضہ سے مجھ کو بس یہ معاوضہ محبتِ قرابت مطلوب ہے مگر اس کے برعکس روایات مذکورہ کی بناپر یہ استثناء منقطع ہوگا جہاں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہوتا اس کی مثال ایسی ہے لایذوقون فیہا برداً ولا شرابًا اِلّا حمیمًا وغسّاقًا میں جس طرح استثنائ برداً وشرابًا سے حمیمًا وغسّاقًا کا کیا گیا کیونکہ یہ ما قبل کی جنس سے نہیں ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ دوزخی نہیں چکھ سکیں گے کوئی ٹھنڈک اور نہ ہی کوئی پینے کی چیز مگر کھولتا ہوا گرم پانی اور پیپ (زخموں کی) تو یہ استثناء منقطع ہے۔ اسی طرح آیت "اِلّا المودۃ فی القربٰی" استثناء منقطع ہے اس لئے کہ مودت فی القربٰی جنس اجرت سے نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مودت فی القربٰی تبلیغ رسالت کا کسی قسم کا معاوضہ ہے اور آیت کی مراد صاف طور سے یہی ہے کہ میں تم سے کسی قسم کی اجرت کا طالب نہیں البتہ صرف اس محبت کو یاد دلاتا ہوں جس کا میں بحق قرابت مستحق اور امیدوار ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ اس محبت کا یاد دلانا بھی اپنی کسی منفعت کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ بھی صرف تمہارے ہی نفع کے لئے ہے اور یہ بات قطعی ہے کہ حق قرابت کو یاد دلانا یہ کوئی اجرت و معاوضہ نہیں کہلایا جاسکتا۔

الفاظ آیت کی دلالت اسی مراد کو متعین کررہی ہے تمام اہل سنت حضرات اور ائمہ مفسرین نے اسی کو اختیار کیا جیسا کہ بیان کیا گیا۔ نیز آیت میں لفظ فی القربٰی بھی اسی معنی کی تائید کررہا ہے۔ جس کا لفظی ترجمہ یہی ہے کہ مگر وہ محبت جو قرابت داری میں ہو یوں نہیں فرمایا گیا۔ اِلّا مَوَدَّۃَ القربٰی۔ اگر یہ عنوان ہوتا تو احتمال ہوسکتا تھا کہ اس کی یہ تاویل کی جاسکے۔ اہل قرابت کی محبت کا اگرچہ اس تقدیر پر یہ معنی بھی لفظی دلالت سے بعید ہوتے تو فی القربٰی کے عنوان نے اس احتمالِ بعید کو بھی ختم کرڈالا۔ اور وہی مراد متعین ہوگئی جو روایات مذکورہ کے حوالہ سے ذکر کی گئی۔ حضرت شاہ ولی اللہ الدھلوی قدس اللہ سرہ اپنے ترجمہ فرمان فتح الرحمٰن میں لکھتے ہیں۔

"بگو نمی طلبم از شما بر تبلیغ قرآن ہیچ مزدے لیکن باید کہ پیش گیرید دوستی درمیان خویشاوندان۔ اور پھر اس پر حاشیہ میں یہ فرماتے ہیں یعنی با من صلہ رحمی کنید و ایذا نہ رسانید کہ مری ساتھ صلہ رحمی کرو اور ایذا نہ پہنچاؤ۔ اور حضرت شاہ عبدالقادرؒ اپنے ترجمۂ قرآن میں لکھتے ہیں تو کہہ میں مانگتا نہیں اس پر کچھ نیگ (صلہ) مگر دوستی چاہیئے ناتے میں"۔ اور حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی قرآن پہنچانے پر نیگ نہیں مانگتا مگر قرابت کی دوستی" یعنی میں تمہارا بھائی ہوں ذات کا مجھ سے بدی نہ کرو۔ اسی طرح حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ بھی اپنے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ نہیں مانگتا میں تم سے اوپر اس کے کچھ بدلا مگر دوستی بیچ قرابت کے۔ [عـہ]

عـہ من افاضات حضرت الوالد المحترم مولانا الشیخ محمد ادریس الکاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ حسب ما ضبطت ہذہ الکلمات حین ما کنت اسمع منہ تفسیر ہذہ الآیۃ المبارکۃ اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی العلیین واسبغ علیہ من نعمۃ ظاہرۃ و باطنۃ آمین یا رب العالمین

Marfat.com

فرقہ شیعہ کی اختراع کردہ تفسیر

فرقہ شیعہ اس آیت کی یہ مشہور و معروف اور جملہ ائمہ مفسرین کی اختیار کردہ تفسیر کو جو الفاظ کی دلالت سے پوری پوری مطابقت رکھتی ہے۔ چھوڑ کر جداگانہ تفسیر کرتے ہیں کہتے ہیں کہ الا المودۃ فی القربیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت والوں سے محبت کرنا مراد ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبیؐ کو حکم دیتا ہے کہ تم لوگوں سے یہ کہہ دو کہ تم سے اپنی تعلیم و دعوت اور تبلیغ پر کوئی اجرت و معاوضہ نہیں مانگتا البتہ صرف یہ مانگتا ہوں کہ میرے قرابت والوں سے محبت کرو اور میری قرابت والے صرف چار ہیں۔ فاطمہؓ علیؓ، حسنؓ، حسینؓ رضی اللہ عنہم۔ یہ عجیب فلسفہ ہے کہ قرابت کے تمام رشتوں کو خارج قرار دیدیا جائے حتیٰ کہ آپؐ کی تین دیگر صاحبزادیاں بھی آپؐ کے چچا حضرت عباس اور ان کی اولاد بھی قرابت داروں کی فہرست سے خارج ہوں بہرکیف شیعہ فرقہ کی تفسیر کی رو سے اجرت رسالت قرابت داروں کی اور ان میں سے بھی صرف چار کی محبت ہے۔ پھر یہ کہ قرابت داروں کی محبت بھی محض محبت کے معنی کے لحاظ سے نہیں بلکہ یہ کہ میرے بعد ان کو اور ان کی اولاد کو خلیفہ اور بادشاہ بناؤ۔ جس کا حاصل دنیا یہ سمجھ سکتی ہے کہ آپ یہ فرمانا چاہتے ہیں۔ میری محنت و جانفشانی سے جو غلبہ اقتدار حاصل ہو یعنی جو حکومت اس طرح مجھ کو مل جائے۔ وہ نسلاً بعد نسل میری اولاد ہی میں رہے باہر جانے نہ پائے۔ اہل حق کے قول اور شیعہ فرقہ کی تفسیر میں فرق ظاہر ہے کہ پہلے قول کے لحاظ سے القربیٰ کا مفہوم قرابت ہے۔ جو لغت کی وضع کے مطابق ہے۔ اور دوسرے قول کی رو سے قربیٰ کے معنی قرابت داروں کے ہوئے۔ حالانکہ اس معنی کے واسطے اہل عرب لفظ القرباء جو جمع قریب ہے استعمال کرتے ہیں۔ جیسے کریم کی جمع کرماء لفظ القربیٰ تو اپنی وضع عربیہ کی رو سے یہ مفہوم نہیں ادا کرتا۔

(۲) اس کے علاوہ اصل قابل غور یہ امر ہے کہ آیت مبارکہ یہ مطلب تجویز کرنا سراسر شان نبوت اور منصب رسالت کے خلاف ہے بلکہ مقام نبوت کے تقدس وعظمت پر ایک بہتان عظیم ہے۔ یہ شیوہ تو اہل دنیا اور خود غرض قسم کے لوگوں کا ہوتا ہے کہ کوئی کام کریں تو یہ چاہیں کہ اس کا فائدہ ان کی اولاد کو پہنچے۔ حالانکہ اس قسم کے اوہام و شکوک سے تو انبیاء علیہم السلام کی ذات پاک کو پاک رکھنے کے لئے یہ قانون مقرر کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کا کوئی ترکہ نہیں ہوتا۔ اور ان کی اولاد و ورثہ ان کے مال کے وارث نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی اولاد و ورثہ ان کے مال کے وارث نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی اولاد حتیٰ کہ آزاد کردہ غلاموں پر صدقات حرام کر دیئے گئے بہرکیف اگر یہ بات تصور کی جائے جو شیعہ کہتے ہیں تو لامحالہ یہ ایک قسم کا معاوضہ ہوگا۔ خدمات نبوت کے انجام دینے پر جو قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کے طرز کے سراسر منافی ہوگا۔ بار بار قرآن کریم نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت تبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ لا اسئلکم علیہ اجرا کہ میں اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔

Marfat.com

اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کے صریح خلاف ہوگا جو قرآن کریم نے متعدد جگہوں پر ذکر فرمایا۔

مثلاً (۱) قل لا اسئلکم علیہ اجرا ان ھو الا ذکری للعالمین۔ (سورۂ انعام)

(۲) وما تسألہم علیہ من اجر ان ھو الا ذکر للعالمین۔ (سورہ یوسف)

(۳) ام تسألہم خرجا فخراج ربک وھو خیر الرازقین (المومنون)

(۴) قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا (فرقان)

(۵) قل ما سألتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ وھو علی کل شیئ شھید (سورہ سبا)

(۶) قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین ان ھو الا ذکر للعالمین (سورۂ ص)

(۷) ام تسألہم اجرا فھم من مغرم مثقلون۔ (سورہ طور)

تو ان تمام آیات کے ہوتے ہوئے ایسا کوئی مطلب اختراع کرنا جس سے منصب رسالت کی ذمہ داریاں ادا کرنے پر اجرت ونفع کا طلب کرنا لازم آتا ہو۔ کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔ اگر بالفرض ایسا کوئی مضمون تصوّر کیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ دوسرے انبیاء سے گھٹ جائے۔ کیونکہ کسی اور پیغمبر نے تو اداءِ رسالت پر اس چیز کا مطالبہ نہیں کیا کہ اس کی اولاد اور قرابتداروں سے اس قسم کے منافع اور فوائد پہنچانے کا معاملہ کیا جائے۔

(۳)

پھر یہ کہ قرآن نے انبیاء علیہم السلام کے واجب الاتباع ہونے کی دلیل بھی بیان کی ہے کہ وہ طالب اجرت نہیں ہوتے جیسا کہ سورہ یٰسٓ میں اتبعوا من لا یسئلکم اجرا وھم مھتدون یعنی ان لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پر ہیں تو آیت الا المودۃ فی القربیٰ کا یہ مطلب تجویز کرنا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طالب اجرت ہونا لازم آتا ہے۔ یہ آپ کے لازم الاتباع ہونے کو ساقط کر دے گا۔ العیاذ باللہ۔

(۴) پھر یہ کہ سورۃ شوریٰ بالاتفاق مکی سورت ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ہوا۔ اور حضرت حسن بن علیؓ غزوہ بدر کے بعد ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور حضرت حسینؓ ۴ھ میں پیدا ہوئے اور جب یہ سورت مکی ہے تو لامحالہ یہ آیت حسنؓ وحسینؓ کی پیدائش سے کئی سال قبل نازل ہو چکی تھی۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر ایسی قرابت سے فرمائیں جس کا اس وقت کہیں وجود ہی نہیں۔ بالخصوص اس سورت میں کہ القربیٰ معرف باللام ہے اور معرفہ وہاں لایا جاتا ہے جہاں مخاطبین کو معلوم اور ان کے نزدیک معروف ہو اور جو پیدا بھی نہیں وہ مخاطبین کو معروف ومعلوم کیسے ہو سکتا ہے۔ زائد سے زائد یہ ممکن ہے کہ آیت سے حضرت فاطمہ وحضرت علی کی محبت کا وجوب ثابت کیا جائے۔ تو اس سے اہل سنّت کب منکر ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک تو اہل بیت کی محبت جزو ایمان ہے۔ البتہ وجوب محبّت سے

Marfat.com

ساتھ حضرت فاطمہؓ کا امام ہونا لازم آئے گا۔ پھر یہ بھی ضروری ہوگا کہ نصوص و قرآن و حدیث میں جن لوگوں کے ساتھ محبت کا حکم دیا گیا مثلاً علماء و صلحاء تو ان کی بھی امامت ضروری ہو۔ اور ان کو بھی امام معصوم کے درجہ میں قرار دیا جائے اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی صاحب فہم اس امر کا جواز تصور نہیں کر سکتا۔

(۵) نیز یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے الا المودۃ فی القربیٰ۔ تو اگر کسی تاویل کے ذریعے القربیٰ سے ذوی القربیٰ یعنی قرابت والے مراد لئے جائیں تو پھر کلام خداوندی میں للقربیٰ یعنی قرابت داروں کے واسطے۔ نہ کہ فی القربیٰ جیسے کہ آیت مبارکہ میں ہے۔ اور قرآن کریم میں جہاں بھی کہیں قرابت داروں کا ذکر ہے وہاں لفظ ذوی القربیٰ کا لایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للّٰہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ۔ اور آیت ما افاء اللّٰہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللّٰہ وللرسول ولذی القربیٰ۔ اور اسی طرح فاٰتِ ذی القربیٰ حقہ۔ اور آتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ۔ غرض جہاں بھی کہیں قرآن کریم کو قرابت داروں کا ذکر مقصود تھا وہاں لفظ ذوی القربیٰ آیا ہے نہ کہ فی القربیٰ۔ تو یہ بات واضح ہے کہ فی القربیٰ کا مفہوم وہی ہے جو اہل حق نے بیان کیا۔ اور تمام ائمہ مفسرین سلف اور حضرت صحابہؓ سے نقل کیا گیا۔ وہ تفسیر جمہور مفسرین کے نزدیک معتبر ہے۔ البتہ فی القربیٰ کی ایک اور تفسیر حافظ ابن کثیر نے بروایت قتادہ حسن بصری سے یہ نقل کی ہے۔ المودۃ فی القربیٰ۔ لے الّا ان تودّوا اللّٰہ تعالیٰ وان تقربوا الیہ بطاعتہ یعنی میں تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا بجز اس کے کہ تم اللہ سے محبت کا معاملہ کرو اور اس کا تقرب حاصل کرو۔ طاعت و بندگی کے ذریعے سے گویا یہ تشریح و تفسیر ہے۔ التی تقربکم عنداللّٰہ زلفیٰ الّا من اٰمن وعمل صالحاً " کی مراد یہ کہ بس تم سے میں صرف اسی چیز کا طالب ہوں جو تم کو اللہ سے قریب کر دے۔ اور وہ اس پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت و بندگی ہے۔

ذوی القربیٰ کی محبّت اہل سنّت کے نزدیک ایمان کی بنیاد ہے

اہل سنّت کا مسلک یہ ہے کہ آل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ایمان کی اساس و روح ہے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب حضرت سیدہ، حضرت حسن، حضرت حسین اور جملہ اہل بیت کی محبت فرض و لازم ہے۔ اور اہل بیت میں آپؐ کے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب اور آپؐ کے چچا زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس اور دیگر اقارب نبوی جو مشرف باسلام ہوئے سب داخل ہیں۔ ہر شخص کی محبّت و عظمت اس کے مرتبے کے بقدر لازم ہے تو سوال طلب امر یہ ہے کہ اگر اس آیت کے باعث شیعوں کے نزدیک محبّت کے لئے اطاعت لازم ہے تو بلا تخصیص تمام اقارب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہونی چاہیئے۔ اور حضرت فاطمہؓ کے علاوہ جو دیگر تین صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کی اطاعت فرض ہونی چاہیئے۔ اور ان کے اصول سے حضرت فاطمہؓ کو امام بھی ہونا چاہیئے۔ اور جب فاطمہؓ کی امامت ضروری ہوئی تو دیگر صاحبزادیوں کی بھی امامت کا درجہ فرض ہونا چاہیئے اور ظاہر ہے کہ وہ اس کے قائل نہیں۔ بہر حال یہ آیت اگر اہل بیت کی محبت کو لازم کرتی ہے تو اہل سنّت

Marfat.com

خود اس کے قائل ہیں لہٰذا اہل تشیع کو اہل سنّت پر اعتراض کا کوئی حق نہیں اگر پھر بھی اعتراض کریں تو یہ اعتراض کا کوئی حق نہ ہوگا بلکہ بہتان ہوگا اور اگر محبت سے اطاعت کے لزوم کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہم ان سے یہ پوچھیں گے کہ پھر جملہ اہل بیت کی اطاعت کی فرضیّت کے کیوں قائل نہیں۔ اور اس کا جواب دو کہ بعض اہل بیت کی محبّت کو فرض کہتے ہو اور بعض کی محبت سے گریز بلکہ نفرت کرتے ہو۔ اور اس کا جواب دو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ایک صاحبزادی سے شرف زوجیت کے باعث امام معصوم اور خلیفہ بلافصل ہوئے لیکن حضرت عثمان ذوالنورین دو صاحبزادیوں سے شرف زوجیت رکھتے کے باوجود نہ امام ہوئے نہ معصوم اور نہ مستحق محبّت ہوئے بلکہ ان کا بغض و نفرت و تشیع کی حقیقت اور روح بنا ہے ظاہر ہے کہ اس کا کوئی جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکتا۔ اور اس وجہ تفریق پر بجا طور پر یہ مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین اہل بیت کے بارے میں وہ تمام احادیث ملاحظہ فرمائیں جائیں جو محدثین نے باب فضائل اہل بیت میں بیان فرمائیں۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ

کیا کہتے ہیں، اس نے باندھا اللہ پر جھوٹ ؛ سو اگر اللہ چاہے مہر کردے تیرے

قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ

دل پر۔ اور مٹادے اللہ جھوٹ کو، اور ثابت کرتا ہے سچ کو اپنی باتوں سے۔ اسکو معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٤﴾ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَ

جو دلوں میں ہے ف ؛ اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے، اور

يَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ

معاف کرتا ہے برائیاں، اور جانتا ہے جو کرتے ہو ف ؛ اور دُعا سنتا ہے ایمان

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ

والوں کی، جو بھلے کام کرتے ہیں، اور بڑھتی دیتا ہے انکو اپنے فضل سے۔ اور جو منکر ہیں،

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا

ان کو سخت مار ہے ؛ اور اگر پھیلادے اللہ روزی اپنے بندوں کو تو دھوم اُٹھادیں

فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾

ملک میں، پر اُتارتا ہے ماپ کر جتنی چاہتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے،

Marfat.com

مذمتِ افترأ علی اللہ و محرومی بدنصیباں از قبول حق و کامیابی مؤمنین

قال اللہ تعالیٰ - ام یقولون افتریٰ الیٰ قولہ تعالیٰ خبیر بصیر

(ربط) گذشتہ آیات میں طالبینِ دنیا اور طالبین آخرت کا ذکر تھا اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام دعوتِ حق آخرت کا فکر پیدا کرنے کے لئے کیسی محنت کرتے ہیں اور اخلاص و ہمدردی کے جذبہ سے ان کی غرض اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی کہ اللہ کے بندے حق اور ہدایت قبول کر کے نجات و سعادت حاصل کرلیں - اب ان آیات میں ایسے معاندین و متکبرین کا ذکر ہے جو اپنے عناد و تکبر میں اس قدر غرق ہوتے ہیں کہ قبول حق تو درکنار وہ اللہ رب العزت پر افترا و بہتان پردازی سے بھی باز نہیں آتے - توان کے رد کے ساتھ یہ بیان کیا جا رہا ہے - اللہ ربّ العزت یہی چاہتا ہے کہ حق اور باطل میں دنیا کے سامنے امتیاز کر دیا جائے - اور دلائل حق کے ذریعہ باطل کو مٹا دیا جائے اسی مقصد کے لئے بعثت انبیاء ہے - اور اسی غرض کے لئے کتابیں اور صحیفے نازل کئے گئے اور ان سب کی تکمیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعے کی گئی -

ارشاد فرمایا گیا - یہ لوگ تو حق و صداقت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کیا کرتے - بلکہ یہ لوگ تو آپؐ کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے کہ نبوت اور وحی الٰہی کا دعویٰ کر رہے ہیں - حالانکہ آپؐ کی زبان فیض ترجمان سے علوم و معارف خرقِ عادت کے طور پر معجزانہ انداز سے ظاہر اور جاری ہیں اور بطور خرق عادت معجزانہ شان سے ایسے علوم و معارف کا کسی زبان سے جاری ہونا یہ خود دلیل ہے کہ وہ اللہ کی وحی اور اسی کی طرف سے عطا کردہ علوم ہیں اور یہ بھی بات ثابت ہے ہے کہ بارگاہِ خداوندی سے علوم و معارف کی عطا صرف صادق و برگزیدہ ہی کو ہو سکتی ہے - جھوٹے اور افترا پرداز پر باطنی علوم اور حکمتوں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں - تو اگر اللہ چاہے تو آپؐ کے قلب پر مہر کر دے اور بند لگا دے جس کے بعد ایسے شخص کی زبان سے علم و حکمت کی کوئی بات ہی جاری نہ ہو مگر پھر بھی وحی الٰہی اور علوم و معارف کا یہ سلسلہ جاری رہنا آپؐ کی حقانیت کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ اسی طرح باطل کو مٹایا کرتا ہے اور حق کو ثابت و مضبوط کیا کرتا ہے اپنے کلمات و احکام سے جو دلائل شرعیہ سے بھی اور دلائل تکوینیہ و معجزات اس طرح ثابت کئے جاتے ہیں کہ کسی بھی منکر کو اس کے قبول کرنے میں کوئی تامل نہ رہے - بے شک وہ پروردگار دلوں کی باتیں اور احوال بھی خوب جاننے والا ہے - اس لئے اللہ ربّ العزت سے کسی کے نہ اقوال و افعال مخفی ہیں اور نہ ہی عقائد وہ سب پر مطلع ہے اور اس پر سزا دینے کی بڑی قدرت رکھتا ہے -

اور وہ پروردگار جس طرح معاندین و مخالفین کے ہر عمل اور عقیدہ خیال کو جانتا ہے اسی طرح وہ مطیعین و مخلصین کو بھی جانتا ہے - چنانچہ وہ توبہ قبول کرتا ہے اپنے بندوں سے اور درگذر کرتا ہے ان کی برائیوں اور خطاؤں سے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم کرتے ہو کہ کونسا قول و عمل اخلاص کے ساتھ اور کون سی بات

Marfat.com

محض زبان اور بے اخلاص ہے - لہٰذا اس پر ویسے ہی ثمرات مرتب ہوں گے - اور اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے ان لوگوں کی عبادت کو جو ایمان لائے اور نیکی کے کام کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور ثواب زائد بھی عطا کرتا ہے۔ جو ان کے عمل کے معیار اور درجہ سے بڑھ کر ہوتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے واسطے بڑا ہی سخت عذاب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں پر اس موجودہ قدرت حال میں روزی کو پھیلا دیتا۔ اور کوئی کسی کا حاجت مند نہ رہتا تو لوگ بغاوت و فساد برپا کر دیتے زمین میں کیونکہ ایسی صورت میں نہ کوئی تابع رہتا ہے اور نہ کوئی متبوع۔ بلکہ ایک آمر مطلق بن جاتا جس کا ظاہر ہے کہ فساد کی صورت میں ظاہر ہوتا۔ اب اللہ نے اپنی تکوینی حکمت سے ایک دوسرے کا محتاج بنا دیا حتیٰ کہ بادشاہ اور امراء خدمت گذاروں کے محتاج ہو گئے۔ فقراء اور غرباء جو اگرچہ اپنی کمائی میں امراء کے محتاج ہیں لیکن اس کے بالمقابل امراء بھی ان کے محتاج بنا دیئے گئے کہ ان کی خدمت و اعانت کے بغیر ان کی زندگی نہیں گذر سکتی۔ لیکن وہ اتارتا ہے رزق ایک اندازہ کے ساتھ جتنا بھی چاہے اپنی حکمت کے لحاظ سے اسی حکمت کے پیش نظر اللہ نے رزق میں مخلوق کے درمیان تفاوت درجات رکھا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہے ان اللہ تعالیٰ قسم بینکم اخلاقکم کما قسم بینکم ارزاقکم کہ اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق کی بھی اسی طرح تقسیم کر دی ہے جیسے کہ تمہارے درمیان تمہارے رزق تقسیم کئے۔ بے شک وہ پروردگار اپنے بندوں کے احوال پر خوب مطلع ہے - اور خوب ان کو دیکھنے والا ہے۔

فان یشاء اللہ یختم علی قلبک کا عنوان فرض محال کے درجہ میں ہے جیسے لئن اشرکت لیحبطن عملک میں بالفرض محال ہی یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے بیان کی گئی مقصود محض ایک قانون الٰہی اور ایسی بات پر ہلاکت و تباہی کا مرتب ہونے والا نتیجہ بیان کرنا ہوتا ہے یعنی بالفرض محال اگر آپ بھی اللہ پر جھوٹ و بہتان باندھتے تو اللہ رب العزت آپ کے دل پر مہر کر دیتا۔ اور اس کے بعد پھر فرشتہ یہ کلام معجز لے کر آپ پر نہ اترتا - اور سلسلہ وحی بند کر دیا جاتا۔ یہ بات بالکل وہی ہے جو اس آیت مبارکہ میں فرمائی گئی تھی ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا الا رحمۃ من ربک (بنی اسرائیل) مگر اس لئے کہ درحقیقت یہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں حق اور وحی الٰہی ہے - اور بد باطنوں کا اس کے بارہ میں یہ کہنا محض بہتان ہے اس لئے یہ سلسلہ منقطع نہیں کیا جاتا بلکہ وحی الٰہی کا سلسلہ بدستور جاری رہے گا تاآنکہ اللہ تعالیٰ باطل کو مٹا کر دنیا کے سامنے ظاہر کر دے گا - اور حق کی حقانیت ثابت اور پختہ ہو جائے گی۔ حق کو ثابت کرنے والے ظاہر ہے کہ وہ دلائل و براہین ہیں جو دلائل آفاق اور دلائل انفس کی نوعیت سے دنیا کو دکھا دیئے گئے۔ جس کو قرآن کریم نے ارشاد فرما دیا ہے - سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں کہ آیت ہذا کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں اور اس تفسیر کی رو سے ویمحو اللہ الباطل جملہ مستانفہ ہوا۔ یعنی اس کا ماقبل جملہ یختم علی قلبک کے مضمون پر عطف نہیں بلکہ ایک مستقل مضمون ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے آئندہ اس کی حکمت تکوینیہ سے جو بات پیش آنے والی ہے اس کا بیان ہے کہ اللہ رب العزت باطل کو مٹا دے گا اور حق کو ثابت کرے گا۔ بعض حضرات مفسرین کی رائے میں اس کا عطف یختم کے اوپر ہے۔

Marfat.com

لیکن اس اعراب کی تقدیر میں قدرے تکلف ہے ۔ ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ میں کبائر سے تائب ہونے والوں کی توبہ کی قبولیت کا ذکر ہے اور ویعفوعن السیئات میں صغائر سے درگذر کا بیان ہے یا یہ کہہ دیجئے کہ ایک جز یعنی قبول توبہ کے وعدہ میں مستقبل کے گناہوں کی معافی کا بیان فرمایا گیا ۔ بندے جب تائب ہوں گے خدا ان کے گناہوں کی مغفرت فرمادے گا ۔ اور دوسرے جز یعفوعن السیئات میں ماضی کے گناہوں کے متعلق فرمایا کہ خدا تعالیٰ تو اپنی شان رحیمی کے باعث درگذر فرماتا رہتا ہے ۔ لیکن وعدہ عفو اور معاملۂ درگذر سے کسی کو دھوکہ میں ہی نہ پڑنا چاہیئے اور اس کی گرفت و مؤاخذہ سے بے فکر نہ ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ وہ بندوں کے تمام احوال سے باخبر بھی ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں تو آئندہ کی عملی زندگی میں مواخذہ کی فکر کو قائم کرنے کے لئے فرمادیا ۔ ویعلم ماتفعلون ۔ ویزیدھم من فضلہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت بندوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور دعا وطلب سے بڑھ کر ان کو عطا فرماتا ہے اور بروایت شقیق بن مسلم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر میں یہ فرمایا گیا کہ اللہ رب العزت کا اپنے فضل سے اہل ایمان اور تائبین کو زائد عطا فرمانا شفاعت کا حق ہے اور ان مذنبین کے لئے جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب کے مستحق ہیں ولوبسط اللہ الرزق لعبادہ میں حق تعالےٰ نے اپنے بندوں کے واسطے تقسیم الرزق میں معیار اپنی حکمت و مشیت کو بیان فرمایا ۔ کہ وہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا چاہتا ہے رزق عطا فرماتا ہے ۔ جس میں یہ صورت ہوتی ہے کہ کسی زائد عطا فرماتا ہے اور غنی کرتا ہے تو اس کا غنا بھی حکمت کے مطابق ہوتا ہے ۔ اور جس پر رزق کی تنگی فرماتا ہے اس پر فقر بھی حکمتِ خداوندی ہی سے ہوتا ہے ۔ اور یہ بھی اس کی حکمت ہے کہ ایک زمانہ ایک شخص پر تنگی کا گذرتا ہے تو پھر اس کو فراخی اور غنا عطا کردیا جاتا ہے ۔ کبھی اس کا عکس ہوتا ہے کہ ایک زمانہ فراخی و وسعت کا گذرا ۔ پھر اس کو فقر و تنگدست کردیا گیا ۔

آیۃ مبارکہ میں رزق کی وسعت کا یہ ذکر تمام بندوں کے حق میں ہے ورنہ بعض پر تو رزق کی وسعت متحقق ہے اور لو شرطیہ کا عنوان دلالت کرتا ہے کہ یہ بسطِ رزق متحقق نہیں ہوا، تو مراد یہ ہوئی کہ اگر اللہ تعالیٰ سب پر رزق کی وسعت کردیتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ بغاوت و سرکشی کرنے لگتے ۔ اور دنیا میں کوئی صالح اور مطیع نہ رہتا ۔ اور اگر اس کے بالمقابل سب بندوں کو فقیر ومحتاج بنادیتا تو سب کے سب اپنے ضعف وعجز کی وجہ سے ہلاک ہوجاتے ۔ اس وجہ سے تقسیم رزق میں بندوں کے درمیان فرق رکھا گیا ہے ۔ احادیث میں ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا تو آدم علیہ السلام نے ان میں دیکھا کہ کچھ غنی ہیں اور کچھ فقیر تو عرض کیا ۔ لولا سوّیت بین عبادك کہ اے پروردگار تو نے اپنے بندوں کے درمیان مساوات وبرابری (رزق میں) کیوں نہ کردی جواب دیا گیا ۔ اَحْبَبْتُ اَنْ اُشْکَرَ یعنی میں نے یہ چاہا کہ میرا شکر ادا کیا جایا کرے ۔ اور یہ بات اسی پر موقوف ہے تفاوت مراتب ہو ۔ علامہ طیبی کی رائے یہ ہے کہ عبادہ سے کل بندے مراد نہیں بلکہ اللہ کے وہ خاص بندے ہیں جن کو اللہ نے اپنی ولایت و قرب کی کرامت سے نوازنا تھا کہ اللہ نے ان پر رزق کو نہیں پھیلایا اگر ان پر رزق پھیلا دیا جاتا تو وہ بغاوت وسرکشی کا رنگ اختیار کرلیتے اور یہ بات اللہ رب العزت کی سنت ہے کہ وہ اپنے اولیاء مقربین کو غنا و تونگری کی بجائے فقر و تنگدستی میں ڈالدیتا ہے ۔ چنانچہ ایک حدیث کا

Marfat.com

مضمون ہے ۔ اِذَا اَحَبَّ اللہُ عَبْدًا حَمَاہُ الدُّنْیَا کَمَا یَظَلُّ اَحَدُکُمْ یَحْمِیْ سَقِیْمَہُ الْمَاءَ ۔
کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو اس کو دنیا اور دنیا کی لذتوں سے اس طرح بچاتا ہے
جس طرح کوئی شخص اپنے اس بیمار کو پانی سے بچاتا ہو جس کو پانی نقصان دیتا ہو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے
اس تفسیر کو پسند نہیں فرمایا ۔ الفاظ کی دلالت سے پہلے بیان کردہ معنی بہتر ہیں ۔ آیت کے ظاہری الفاظ اور اس امر
پر کہ اللہ تعالیٰ اگر تمام بندوں پر رزق پھیلا دیتا تو لوگ زمین میں بغاوت و سرکشی کرنے لگتے ۔ بعض حضرات
کو یہ اشکال گذرا کہ جس طرح غنا و تونگری کے سبب بغاوت کا احتمال تھا تو اسی طرح فقر بھی تو بغاوت و نافرمانی کا ذریعہ
ہو سکتا ہے ۔ تو پھر غنا پر ہی کیوں بغاوت کا ذکر فرمایا گیا تو زمخشری نے اس کا جواب دیا کہ فقر کے ساتھ
بغاوت و سرکشی کم ہوتی ہے اور اکثر مادۂ بغاوت ، تونگری اور غنا سے پیدا ہوتا ہے تو اس وجہ سے
بغاوت کو بسطِ رزق کے ساتھ مخصوص فرما دیا گیا ۔ واللہ اعلم ۔ (تفسیر روح المعانی ج ۲۵ ۔)

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ
اور وہی ہے جو اتارتا ہے مینہ ، پیچھے اس سے کہ آس توڑ چکے ، اور پھیلاتا ہے

رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ
اپنی مہر ، اور وہی ہے کام بنانیوالا خوبیوں سراہا ۞ اور ایک اس کی نشانی ہے بنانا آسمانوں کا

وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ
اور زمین کا ، اور جتنے بکھیرے ہیں ان میں جانور ۔ اور وہ جب چاہے ان سب کو

إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ
اکٹھا کر سکتا ہے ۞ اور جو پڑے تم پر کوئی سختی ، سو بدلہ اس کا جو کمایا تمہارے

أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ
ہاتھوں نے ، اور معاف کرتا ہے بہت سے ۞ اور تم تھکانے والے نہیں بھاگ کر زمین میں ۔

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٣١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ
اور کوئی نہیں تم کو اللہ کے سوا کام بنانے والا ، نہ مددگار ۞ اور ایک اسکی نشانی ہے

الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ
چلتے جہاز دریا میں ، جیسے پہاڑ ۞ اگر چاہے تھام دے باؤ ، پھر رہ جاویں

Marfat.com

رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۙ﴿۳۳﴾
سارے دن ٹھہرے اسکی پیٹھ پر۔ مقرر اس میں پتے ہیں ہر ٹھہرنے والے کو جو حق مانے۔
اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَ یَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ ۙ﴿۳۴﴾ وَّ یَعْلَمَ الَّذِیْنَ
یا تباہ کر دے ان کو ان کی کمائی سے، اور معاف بھی کرے بہتوں کو۔ اور جان لیویں جو
یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ
جھگڑتے ہیں ہماری قدرتوں میں۔ کہ نہیں ان کو بھاگنے کی جگہ ف ۞ سو جو ملا ہے تم کو کچھ
شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِیْنَ
چیز ہو، سو برتنا ہے دنیا کے جیتے۔ اور جو اللہ کے ہاں ہے بہتر ہے، اور رہنے والا، واسطے
اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۚ﴿۳۶﴾
ایمان والوں کے، جو اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ۞

پیغام بشارت و رحمت برائے بندگان خدا در حالت یاس و ناامیدی و ذکر دلائل قدرت

قال اللہ وھو الذی ینزل الغیث الی قولہ تعالیٰ وعلیٰ ربھم یتوکلون

(ربط) گذشتہ آیات میں ایسے مجرمین و نافرمانوں پر مذمت تھی جو خداوند عالم پر جھوٹ بہتان باندھتے ہوں اور ان کی ناکامی و محرومی کا بیان تھا اب ان آیات میں اللہ رب العالمین اپنی ایک خاص رحمت و عنایت کا ذکر فرما رہے ہیں کہ پروردگار عالم اپنی شان ربوبیت سے کس طرح اپنے بندوں پر مایوسی کے عالم میں بھی اپنی رحمت فرماتا ہے اس مضمون سے ایک طرف تو مجرمین کے بالمقابل مطیعین کے لئے رحمت و عنایت کا بیان ہے دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ کے قلب مبارک سے اس رنج وغم کو دور کرنا ہے جو کفار و مجرمین کی بغاوت و نافرمانی سے پیدا ہو رہا تھا۔ اسی طرح اہل ایمان کو بھی تسلی مقصود تھی کہ ایک طبقہ کی مخالفت سے نہ پریشان ہوں اور نہ ہی مایوس ہوں کیونکہ اللہ رب العزت کی شان رحیمی کا یہ عالم ہے کہ مایوسی کی حالت میں بارشیں برسا کر مردہ زمین کو زندہ اور بنجر علاقہ کو شاداب بنا دیتا ہے۔ اور اس کی قدرت کاملہ کی جو نشانیاں دنیا کے سامنے ظاہر ہیں

Marfat.com

ان کو دیکھ کر یقین کر لینا چاہیئے ۔ تو فرمایا اور وہی خُدا ہے ایسا مہربان و کریم کہ بارش برساتا ہے بعد اس کے کہ لوگ نا اُمید ہو چکے ہوں عہ اور بکھیرتا ہے اپنی رحمت سارے عالم پر جس سے ہر قسم کے پھول میوے اور غلّے اور نباتات پیدا ہوتے ہیں جو تمام انسانوں اور حیوانوں کی غذا اور منفعت کا سامان ہے اور وہی کارساز لائق حمد و ستائش ہے ۔ اور منجملہ اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے اور ہر اس جاندار چیز کا پیدا کرنا ہے جس کو ان کے درمیان متحرک بنایا ۔ اور پھیلایا اور جس طرح اللہ نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا اور اپنی قدرت کے ذریعے ایک ہی مرکز یعنی امر تکوین سے سارے عالم میں بکھیر دیا وہی خداوند عالم ان سب کو جمع کرنے پر بھی بڑا ہی قادر ہے جب بھی وہ چاہے اور وہ پروردگار جس طرح خالق منعم قادر ولی کارساز ہے اور ہر حالت میں قابل حمد و ثنا ہے بندوں سے عفو و درگذر شان رحیمی اور کریمی کے باعث فرماتا ۔ اسی طرح وہ منتقم اور صاحب جلال ہی ہے اور بندوں کے اعمال و افعال پر جیسے انتقام عالم آخرت میں ہے دُنیا میں بھی پروردگار نے اپنے بندوں کے واسطے انتقام کا سلسلہ جاری فرمایا اس بنا پر ہر ایک کو یہی اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ وہی ہر چیز کا خالق و پیدا کرنے والا ہے خواہ کوئی چیز خیر ہو یا شر راحت ہو یا تکلیف اور جو کچھ لے لوگو ! تم کو مصیبت پہنچتی ہے وہ ان ہی اعمال کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھ انجام دیتے ہیں اور یہ مصیبت جو بطور مکافاتِ عمل واقع ہوتی ہے یہ نہیں کہ ہر بُرائی کا بدلہ ہو بلکہ وہ وہ پروردگار تو درگذر فرما لیتا ہے بہت سی باتوں سے اور دنیاوی مصائب بہت ہی کم اعمال کا بدلہ ہوتے ہیں اور جب بھی پروردگار عالم بندوں کے اعمال پر مؤاخذہ فرمائے تم ہرگز نہیں عاجز کر سکتے ہو اس کو زمین میں رہتے ہوئے ۔ زمین ہی میں انسان کے پاس مادی وسائل ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنے سے آفات و مصائب کو ٹالنے کی کوشش کیا کرتا ہے تو جب اس عالم اسباب میں یہی وہ عذاب خداوندی اور اس کی گرفت کو نہیں ٹلا سکتا تو آسمانوں کی بلائیں یا عالم آخرت کے مصائب اور سزاؤں کو کہاں ٹال سکے گا ۔ اور نہیں ہے تمہارے واسطے خدا کے سوا کوئی حامی و مددگار اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے سمندر میں چلنے والے جہاز و کشتیاں ہیں جو پہاڑوں کی طرح سمندر میں نمایاں اور بلند نظر آتی ہیں ظاہر ہے ان کا سمندر کی سطح پر چلتا خدا کی قدرت کی نشانیوں میں عظیم تر نشانی ہے ۔ اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ سب جہاز و کشتیاں ٹھہر جانے والی ہو جائیں سمندر کی سطح پر ۔ تو یہ سب کچھ اس کی قدرت ہے کہ ہوا چلاتا ہے ۔ اور جہاز و کشتیاں پانی کی سطح پر چلتی ہیں ۔ بے شک اس میں قدرت کی نشانیاں ہیں ہر صبر اور شکر کرنے والے مومن کے لئے جہاں وہ پروردگار ہواؤں کے ذریعہ جہازوں اور کشتیوں کو رواں دواں رکھتا ہے اور اس طرح مخلوق کے منافع وابستہ ہیں تو یہ اس کی عنایت و رحمت ہے خواہ وہ ان ہواؤں کے ذریعہ مخلوق پر انعام و کرم فرمائے یا اگر وہ چاہے تو ان ہی ہواؤں کو تیز و تند بنا کر ان کے ذریعہ ان جہازوں کو ہلاک و تباہ کر دے ان اعمال

عہ ابن کثیر نے قتادہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین قحط ہو رہا ہے اور بارش نہیں برستی تو اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی ۔۔۔ ۱۲

Marfat.com

کی وجہ سے جو انہوں نے کئے ہیں۔ اور وہ تو بہت سے لوگوں سے درگذر فرماتا ہے۔ اور وہ پروردگار جس طرح لوگوں کی بداعمالیاں اور برائیاں جانتا ہے اس طرح وہ ان بدمزاج اور کج رو لوگوں کو بھی جانتا ہے جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔ حال یہ ہے کہ ان کے واسطے کوئی بچاؤ نہیں۔ نہ دنیا میں کوئی خدا کے مواخذہ سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں یہ مجرم و باغی دنیا کی دولت اور مادی وسائل سے دھوکہ میں مبتلا ہیں۔ اور ان کی یہ سب کچھ نخوت و بغاوت دنیاوی زندگی ہی پر غرور کی وجہ سے ہے۔ سولے لوگو! سن لو جو کچھ بھی تم کو دنیا کی چیزوں میں سے دیا گیا سو وہ محض چند روزہ زندگی کا سامان ہے۔ عارضی نفع اٹھانے کے لئے انسان کی زندگی فانی ہے۔ اور سارا عالم بھی اسی طرح فانی ہے اس لئے ہر ایک کی زندگی کے خاتمہ کے ساتھ ہی یہ سارا ساز و سامان بھی ختم ہو جائے گا۔ اور جو کچھ اجر و ثواب اور نعمتیں اللہ کے یہاں ہیں وہی بہتر ہیں اور پائیدار ان لوگوں کے واسطے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس لئے عقل کا تقاضا ہے کہ دنیا کی فکر اور طلب کو چھوڑ کر آخرت کی فکر اور طلب میں لگ جانا چاہیئے اور دنیاوی مال و دولت سے مغرور ہو کر خدا کے ساتھ بغاوت کا طرز نہ اختیار کرنا چاہیئے۔ آیتہ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ کی تفسیر میں حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں یعنی جیسی نعمتیں ایک خاص اندازہ اور خاص اوقات و احوال کی رعایت سے دی جاتی ہیں۔ مصائب کا نزول بھی خاص اسباب و ضوابط کے ماتحت ہوتا ہے مثلاً بندوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں ہی کے بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں ٹھیک اسی طرح جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے یا بعض مرتبہ والدہ کی بدپرہیزی بچہ کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے یا کبھی کبھی ایک محلہ والے یا شہر والوں کی بے تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ اور شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے یہی حال روحانی اور باطنی بدپرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھ لو گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے۔ اور مستقبل میں ان کے لئے تنبیہ اور امتحان کا موقع بہم پہنچاتی ہے۔ اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت سے گناہوں سے درگذر کرتی ہے۔ اگر ہر جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی متنفس بھی باقی نہ رہتا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب عاقل و بالغ لوگوں کو ہے گنہگار ہوں یا نیک۔ مگر نبی اس میں داخل نہیں (اور چھوٹے بچے بھی شامل نہیں) ان کے واسطے اور کچھ ہوگا۔ اور سختی دنیا کی بھی آگئی اور قبر اور آخرت کی۔"

غرض مصائب کے نزول کا راز اور اس کی حکمت بتا دی گئی اور یہ بھی الفاظ کی دلالت سے ظاہر ہو گیا۔ مصائب کا عموم ہے خواہ دنیاوی ہوں یا قبر و آخرت کے۔

ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی بندے کے گناہ زائد ہو جائیں اور اس کے پاس کوئی چیز ان گناہوں کے کفارہ کے واسطے نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی غم اور فکر میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ بحوالہ تفسیر ابن کثیر رح

Marfat.com

ضحاک سے منقول ہے۔ فرمایا ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم پڑھ کر بھول جائے تو وہ بجز اس کے کہ کسی وجہ سے نہیں کہ اس کے کسی گناہ ہی کی بدولت اس نعمت سے محرومی واقع ہوتی ہے۔ اور پھر یہ آیت تلاوت کی اور افسردگی کے لہجہ میں فرمایا۔ اور کون سی مصیبت اس سے بڑھ کر ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم بھلا دیا جائے۔ اللھم احفظنا منہ وارزقنا تلاوتہ اٰناء اللیل واطراف النہار واجعلہ لنا حجۃ یا رب العالمین آمین برحمتک یا ارحم الرحمین۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ
اور جو بچتے ہیں بڑے

الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ
گناہوں سے، اور بے حیائی سے، اور جب غصہ آوے وہ معاف کرتے ہیں ؛ اور جنہوں نے

اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠
حکم مانا اپنے رب کا، اور کھڑی کی نماز۔ اور ان کا کام ہے مشورہ سے آپس کے.

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ
اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں ؛ اور وہ لوگ کہ جب ہووے ان پر چڑھائی، تو

هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا
وہ بدلہ لیتے ہیں ؛ اور برائی کا بدلہ برائی ویسی ہے۔ پھر جو کوئی معاف

وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ
کرے اور سنوارے، سو اسکا ثواب ہے اللہ کے ذمے، بیشک اس کو خوش نہیں آتے گنہگار ؛ اور جو کوئی

انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا
بدلہ لے اپنے ظلم پر، سو ان پر بھی نہیں الاہنا ؛ الاہنا

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ
تو ان پر، جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر، اور دھوم اٹھاتے ہیں ملک میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ
ناحق۔ ان لوگوں کو ہے دکھ کی مار ؛ اور البتہ جس نے سہا اور معاف کیا

Marfat.com

اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾
بیشک یہ کام ہمت کے ہیں ۔

بیانِ اوصافِ اہلِ ایمان وتقویٰ وحُسنِ اخلاق ومعاشرت

قال اللہ تعالیٰ والذین یجتنبون کبائر الاثم الی قولہ تعالیٰ لمن عزم الامور

(ربط) گزشتہ آیات دنیوی زندگی کا فانی ہونا بیان فرمایا گیا تھا اور یہ کہ دنیا کی تمام نعمتیں اور لذتیں درحقیقت ایک دھوکہ ہے اس میں پڑکر انسان کو آخرت سے غفلت نہ اختیار کرنی چاہیئے اب ان آیات میں اہل ایمان وتقویٰ اور خدا کے برگزیدہ بندوں کے اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں ایسے اوصاف جن کے باعث ایک طرف ان کی زندگی کا وہ رُخ جو اللہ کے ساتھ ہے وہ بھی نہایت اعلیٰ اور اکمل معلوم ہوتا ہے دوسری طرف حسن اخلاق اور معاشرت کی عظمت و برتری ظاہر ہو رہی ہے۔ فرمایا اور وہ لوگ جو ایمان و توکل کی صفت سے متصف ہونے کے ساتھ پرہیز کرتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے۔ اور جب ان کو غصہ آئے تو وہ درگذر کرتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم فرمانبرداری کی اور نماز کی پابندی کی اور ان کے معاملات آپس میں مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ صرف بدلہ ہی لیتے ہیں۔ نہ کہ جذبہ انتقام میں حد سے بڑھ جائیں۔ اور ظاہر ہے کہ بُرائی کا بدلہ ویسا ہی بُرائی معاملہ کر لینا ہے جیسا کہ کیا گیا۔ لیکن اگر کوئی شخص معاف کر دے اور باہمی معاملہ درست کر لے۔ بجائے انتقام لینے کے تو بیشک اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو شخص بدلہ لے اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد نہ کوئی زیادتی کرے بدلہ لیتے ہیں تو بے شک ایسے لوگوں پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں۔ بے شک مواخذہ ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی اور تکبر کرتے ہیں تو یقیناً ایسے لوگوں کے لئے بڑا ہی دردناک عذاب ہے۔ اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ کام بڑی ہی پختگی اور ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ تو جو لوگ ان اوصاف کے ساتھ متصف ہوں گے خدا کے یہاں ان کا بہت بلند مقام ہوگا۔

ان آیات میں حق تعالیٰ اہل ایمان جو اوصاف حمیدہ بیان فرمائے ان میں عقائد، فرائض، عبادات معاملات معاشرت اور محاسن اخلاق کی تمام عظمتوں اور خوبیوں کو جمع فرما دیا۔ اور ان اوصاف کے ضمن میں یہ بات ظاہر فرما دی گئی کہ ایمان اور کمالات ایمان ہی دراصل وہ خوبیاں ہیں جن کی بدولت آخرت کی سعادت و فلاح کے ساتھ معاشرتی فلاح اور بلندیاں بھی انسان کو حاصل ہو سکتی ہیں۔ ظالم سے ظلم کا بدلہ لینا درست ہے لیکن زیادتی اور تعدی

Marfat.com

کسی طرح جائز نہیں اور اگر صبر و عفو سے کام لے تو بہت ہی بہتر ہے۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فتح مکہ کے بعد تمام سردارانِ قریش کو جو ہمیشہ آنحضرتؐ اور صحابہؓ کو ستانے میں پیش پیش رہے۔ مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے میدان کارزار میں آتے رہے عام معافی کا اعلان فرما دیا اور جس طرح حضرت یوسفؑ اپنے اپنے ظالم بھائیوں کو باوجود قدرت انتقام کے یہ کہہ کر معاف کرتے رہے لا تثریب علیکم الیوم - آج کے دن تم پر کوئی ملامت و مواخذہ نہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سب کو اعلانِ عفو و درگذر سے نوازتے رہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے فضیل بن عیاضؒ کے ایک خادم عبدالصمد بن یزید سے نقل کیا کہ میں نے فضیل بن عیاض سے سُنا وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہارے پاس کوئی شخص کسی کی شکایت لیکر آئے تو تم یہ کہہ دیا کرو اے میرے بھائی اس کو معاف کر دو۔ اگر وہ یہ کہے کہ میرا دل گوارہ نہیں کرتا کہ میں اس کو معاف کروں تو پھر اس کو یہ کہو کہ اگر بدلہ ہی لینا ہے تو اس طرح لو جیسے اللہ نے اس کی اجازت دی۔

ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا! ور ان کی شان میں توہین کر رہا تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے اور یہ باتیں سن کر تعجب فرما رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ جب وہ شخص بہت ہی زیادتی کرنے لگا اور حد سے بڑھا تو ابوبکرؓ نے اس کی کسی بات کا جواب دیا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی اور مجلس سے اُٹھ کر تشریف لے جانے لگے۔ ابوبکر فوراً ہی دوڑے اور آپؐ کے سامنے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ وہ شخص مجھ کو گالیاں دے رہا تھا اور آپؐ بیٹھے رہے۔ لیکن جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو آپؐ ناگواری سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے ابوبکرؓ جب تک تم خاموش رہے تو ایک فرشتہ تمہارے ساتھ تھا جو تمہاری بات کا جواب دے رہا تھا۔ لیکن جب تم اس پر غضبناک ہوئے تو فرشتہ اُٹھ کر چلا گیا۔ اور تمہارے درمیان شیطان آ گیا۔ اور ظاہر ہے کہ میں ایسا نہیں تھا کہ شیطان کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھا رہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ اے ابوبکرؓ تین چیزیں برحق ہیں ایک یہ کہ جس کسی پر بھی ظلم کیا جائے پھر اس سے چشم پوشی اور درگذر کرے محض اللہ کے لئے تو اللہ اس کو عزت و سربلندی عطا فرمائے گا اور اس کی مدد فرمائے گا۔ اور جو شخص بھی عطا و بخشش کا دروازہ کھولے گا تو اس پر اللہ کی طرف سے برکت و فراخی کا دروازہ کھلے گا۔ اور جو شخص سوال اور بھیک مانگنے کا دروازہ کھولے گا تو اس کے واسطے اللہ کی طرف سے قلت و تنگی ہی کا دروازہ کھلے گا۔

حلم و درگذر اور صبر و عفو انسانی کمالات میں عظیم ترین کمال ہے

حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں حق تعالیٰ نے صحابہ کرام اور مہاجرین و اولین کے اوصاف و احوال کو صراحتہً اور حضرات خلفاءِ راشدین کی خصوصیات کو اشارۃً ذکر فرما دیا ہے ابتداء میں مہاجرین اولین کے وصف ایمان اور توکل کو بیان فرمایا کہ نہایت ہی عسرت و تنگی میں ہجرت کی اور محض اسلام کی خاطر اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کی وجہ سے اپنا وطن گھر بار چھوڑا اپنے عزیز و اقرباء حتیٰ کہ

Marfat.com

اہل وعیال، تجارت، مال و دولت اور جائیداد سب کچھ اللہ کے لئے چھوڑا اور محض قادر مطلق پر بھروسہ کرتے ہوئے ہجرت کے لئے قدم اٹھایا اور عرصہ دراز تک مشکلات و شدائد کا مقابلہ کرتے رہے اس وصف کے بعد آیۃ الذین یجتنبون میں وصف عفت وعدل کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ تہذیب نفس بدون قوت بہیمیہ (شہویہ) اور قوت سبعیہ (قہر وغضب) کے عقل کے تابع کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی - اس آیت کے عموم میں انصار اور ان کے اتباع بھی شامل ہیں - اور والذین استجابوا لربہم خصوصیت کے ساتھ صدیق اکبرؓ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں وہ سب سے مقدم اور سب کے پیشوا ثابت ہوئے - اجابت حق تسلیم و انقیاد اور اقامت صلوٰۃ آپ کا معروف اور نمایاں وصف تھا اور اقامت صلوٰۃ کا یہ نمایاں وصف اس امر کا باعث بنا کہ آپؐ نے مرض الوفات میں انہی کو اپنی جگہ امامت کے لئے مامور فرمایا - اگرچہ حضرت عائشہؓ بار بار اس کو ٹلاتی رہیں - لیکن آپؐ ہر بار یہی فرماتے مُرُوا اَبَا بَکرٍ لِیُصَلِّ بِالنَّاسِ یعنی کہو ابوبکرؓ کو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں -

اور لفظ امرهم شوریٰ بینهم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپؓ معروف وصف شوریٰ تھا آپؓ اپنے زمانہ خلافت میں کوئی امر بدون فقہاء صحابہؓ کے مشورہ کے نافذ نہیں کیا کرتے تھے - اسی وجہ سے ملت اسلامیہ کا عظیم ترین سرمایہ وہ ذخیرہ اجماعیات یعنی وہ امور ہیں جن پر فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں اجماع ہوچکا تھا

ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اجماعیات اللہ کے نزدیک صحیح اور پسندیدہ بلکہ قابل مدح وتحسین ہیں اور یہ ایسا وصف ہے جس کو حق تعالیٰ نے بطور مدح ذکر فرمایا - اور مما رزقنهم ینفقون میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے یہی ان کا امتیازی وصف تھا اور اسی انفاق فی سبیل اللہ کے باعث بشارت عظیم سے فائز ہوئے -

اور والذین اذا اصابهم البغی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر منطبق ہے - کیونکہ آپؓ اپنے عہد خلافت میں باغیوں سے بغاوت پر جہاد وقتال کیا - اور آیۃ سیئۃ سیئۃ مثلها سے انتقام کی اجازت دی گئی مگر عفو اور اصلاح چشم پوشی اور درگذر کو افضل اور بہتر فرمایا گیا عجب نہیں کہ اس لفظ وَاَصلَحَ سے حضرت حسنؓ کی طرف اشارہ ہو - کیونکہ انہوں نے امیر معاویہؓ کے ساتھ فرمائی - اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کے متعلق ارشاد فرمایا تھا - یعنی اِنَّ اِبنِی ھٰذا سیّدٌ ولیصلح اللہ بہٖ بین فئتین عظیمتین - یعنی یہ میرا فرزند سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرے کرائے گا - اور چونکہ لفظ وَاَصلَحَ مسلمانوں کے درمیان اتفاق واقع ہونے اور باہمی نزاع وتفرقہ اُٹھ جانے پر دلالت کرتا ہے اس لئے اس میں ایک لطیف اشارہ حضرت معاویہؓ کی امارت حکومت کی طرف بھی ہے - کیونکہ واصلح کا مقام مدح میں ذکر کرنا اسکی دلیل ہے کہ وہ صلح عند اللہ صحیح اور معتبر ہوگی تو اس طرح اس مصالحت کے نص قرآنی کے اشارہ سے حق ہونا معلوم ہوا - اور انما السبیل علی الذین یظلمون سے اشارہ امراء بنی اُمیہ کی جانب ہے جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

Marfat.com

ارشاد ہے کہ میری اُمّت کی ہلاکت چند لڑکوں کے ہاتھ سے ہو گی اور آخر میں وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ سے ایسے ثابت قدم علماء ربّانیین کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے امراء و سلاطین کے جور و ظلم پر صبر کیا۔ اور اس اندیشہ سے کہ امت انتشار و افتراق کا شکار نہ ہو جائے۔ مسلمانوں کو امیر وقت کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے سے منع کیا اور باوجود کراہت کے اطاعت قبول کی۔ اور اس گروہ کے سرخیل اور امام علی بن الحسین تھے رضی اللہ عنہ وعن اٰبائہ الکرام لہٰ حضرات قارئین تفصیل کے لئے ازالۃ الخفاء از صـ ۵۹۲ مراجعت فرمائیں)

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

اور جس کو راہ نہ دے اللہ، تو کوئی نہیں

مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ

اسکا کام بنانے والا اس کے سوا - اور تو دیکھے گنہگاروں کو، جس وقت دیکھیں گے عذاب،

يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۚ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا

کہیں گے، کسی طرح پھر جانے کی بھی ہوگی کوئی راہ؟ اور تو دیکھے ان کو سامنے لائے گئے ہیں

خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ

آگ کے، نوے آنکھیں ذلت سے، دیکھتے ہیں چھپی نگاہ سے - اور کہتے ہیں جو

اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ

ایماندار تھے، مقرر ٹوٹے والے وہی ہیں، جنہوں نے گنوائی اپنی جان، اور اپنا گھر قیامت کے

الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ

دن - سنتا ہے! گنہگار پڑے ہیں سدا کی مار میں ۔ اور کوئی نہ ہوئے انکے

مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

حمایتی جو مدد کرتے ان کی اللہ کے سوا - اور جس کو بھٹکاوے اللہ

فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ

اس کو کہیں نہیں راہ ۔ مانو اپنے رب کا حکم، اس سے پہلے کہ آوے ایک

Marfat.com

يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ
دن ، جو پھرنا نہیں اللہ کے ہاں سے ۔ نہ ملے گا تم کو بچاؤ اس دن ، اور نہ ملے گا
مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿٤٧﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ
الوپ ہو جانا ۔ پھر اگر وہ ٹلا دیں تو تجھ کو نہیں بھیجا ہم نے ان پر نگہبان ۔ تیرا
عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ
ذمہ یہی ہے پہنچا دینا ۔ اور ہم جب چکھاتے ہیں آدمی کو اپنی طرف سے مہر، اس پر ترچھتا ہے ۔
وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿٤٨﴾
اور اگر پہنچتی ہے ان کو کچھ برائی ، بدلہ اپنی کمائی کا ، تو انسان بڑا ناشکر ہے ۔
لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ
اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں ۔ پیدا کرتا ہے جو چاہے ۔ بخشتا ہے جس کو چاہے
اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ
بیٹیاں ، اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے ۔ یا ان کو دیتا ہے جوڑے بیٹے اور بیٹیاں ۔
وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾
اور کرتا ہے جس کو چاہے بانجھ ۔ وہ ہے سب جانتا کر سکتا ۔

قباحت حال و محرومی و ذلت کفار روز قیامت

و بیان کمزوری فطرت انسانی

قال اللہ تعالیٰ ومن یضلل اللہ فما لہ من ولی من بعدہ الی قولہ تعالیٰ انہ علیم قدیر

(ربط) اس سے قبل آیات میں اہل ایمان و تقویٰ اور ان کے ر د معاف خاصہ کا ذکر تھا اب ان آیات گمراہوں اور مجرموں کی بدنصیبی ذلت و محرومی کا بیان ہے ساتھ ہی انسان کی اس فطری کمزوری کا بھی بیان ہے جو اکثر مراحل میں اس کو افعال رذیلہ اور خصائل ذمیمہ کا مرتکب بناتی ہے ارشاد ہے اور جس کو گمراہ کردے اللہ

Marfat.com

تو پھر اس کے بعد اس کے واسطے کوئی چارہ ساز نہیں کہ اس کو ہدایت دیدے۔ اور اے مخاطب تو دیکھے گا قیامت کے روز ظالموں کو جبکہ وہ عذاب خداوندی دیکھتے ہوں گے کہتے ہوں گے کیا ہے ہمارے واسطے دنیا کی طرف لوٹنے کی کوئی سبیل تاکہ اب ہم ایمان لاکر اعمال صالح کرلیں۔ جیسا کہ دوسرے موقع پر ان کی اس تمنا کو ذکر فرمایا گیا۔ فارجعنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اور اے ہمارے پیغمبر آپ ان کو دیکھیں گے کہ ان کو جہنم پر پیش کیا جارہا ہوگا اس حال میں ذلت کی وجہ سے وہ سرنگوں اور جھکے ہوئے ہوں گے چھپی چھپی نگاہ سے جیسے مجرم ذلت و شرمساری سے اپنے اوپر واقع ہونے والی سزا خوف و ذلت کی کیفیت سے دیکھتا ہو۔ اور اس کو جرأت بھی نہ ہو کہ کوئی چیز نگاہ اٹھا کر دیکھ لے اور اس وقت ایمان والے کہتے ہوں گے اپنی نجات و کامیابی پر شکر کرتے ہوئے اور خوشی کے جذبہ سے بے شک پورا پورا خسارہ اٹھانے والے لوگ وہی ہیں جنہوں نے ہلاکت و خسارہ میں ڈالا اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں متعلقین کو قیامت کے روز بے شک ظالم لوگ ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہیں اور ایسے ظالموں کے واسطے کوئی مددگار بھی نہ ہوں گے جو ان کی مدد کرسکیں خدا کو چھوڑ کر اور حقیقت یہی ہے کہ جس کو خدا گمراہ کردے اس کے واسطے کوئی راستہ ہی نہیں ہے قبول حق اور ہدایت کا۔ اس صورت حال کا تقاضا یہی ہے کہ لے انسانو! قبول کرلو اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری اس سے قبل کہ وہ دن عذاب خداوندی کا آجائے جس کو کوئی لوٹانے والا نہ ہوگا۔ درانحالیکہ اس دن تمہارے واسطے اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے کوئی پناہ گاہ نہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے کوئی روک ٹوک ہی کرنے والا ہوگا کہ اللہ رب العزت سے یہی پوچھ لے کہ ان کا یہ حال کیوں ہورہا ہے۔ یہ حقائق ایسے ہیں کہ ان کو سُن کر کسی بھی شخص کو اعراض نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن پھر بھی اگر یہ لوگ اعراض کریں اور ایمان نہ لائیں تو آپؐ اس کی وجہ سے غم اور ملال نہ کریں۔ اس لئے کہ ہم نے آپؐ کو ان پر نگہبان بناکر نہیں بھیجا ہے جس کے باعث آپؐ سے بازپرس کی جائے۔ آپؐ کے ذمّہ تو صرف پیغام خداوندی پہنچا دینا ہے۔ اور دراصل بات یہ ہے کہ اس اعراض کا سبب تعلق مع اللہ کا ضعف ہے جو ان کی اس حالت سے معلوم ہوتا ہے جو اکثر انسانوں میں پائی جاتی ہے کہ جب ہم اس قسم کے کسی انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہونے لگتا ہے اور اتراتا ہے۔ اور اگر ایسے لوگوں کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے ان اعمال کی وجہ سے جو وہ اپنے ہاتھوں سے پہلے کرچکے ہیں تو پھر ایسا آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ اور وہ نہ اللہ کے انعام کو سمجھتا ہے اور نہ اپنے کئے ہوئے گناہوں سے تائب ہوتا ہے اور نہ عملی طور پر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ غرض اپنی اس فطری کمزوری اور خرابی کے باعث اس طرح کی ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالتا ہے اور ایسے انسان کی یہ حالت بتاتی ہے کہ اس کو حق تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں وہ محض اپنی خواہشات نفسانیہ کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ لہٰذا ایسے بدنصیبوں کو کہاں سے توفیق ہوسکتی ہے اور وہ کیسے ہدایت قبول کرسکتے ہیں اس لئے اے پیغمبر آپ اس غم میں اپنے کو ہلاک نہ کریں۔ اور زائد فکر و پریشانی میں نہ پڑیں۔ اللہ رب العزت کائنات کا مالک اور خالق ہے اسی کے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہے جس طرح انواع و اقسام مخلوقات میں پیدا کیں ان میں تفاوت مراتب رکھا خیر و شر کی تقسیم کی۔ اسی طرح رب العزت نے انسانوں میں عقائد و اعمال کے لحاظ سے بھی تقسیم فرمادی کوئی راہ راست پر

Marfat.com

اور خیر کے کاموں میں لگا ہوا ہے اور کوئی گمراہی پر ہے اور فواحش و معاصی میں مبتلا ہے۔ بے شک اللہ ہی کے واسطے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی جو چاہے پیدا کرے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے[ع] اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا جن کے واسطے چاہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں کو جمع کر دیتا ہے اور جس کو چاہے بے اولاد کر دیتا ہے بیشک وہ بڑا ہی جاننے والا بڑی ہی قدرت والا ہے تو بالکل اسی طرح ہر انسان میں جیسے افعال و خصائل چاہے وہ پیدا فرما دیتا ہے اور جس طرح کسی کو عقیم و بے اولاد بنانا اسی کی قدرت ہے اسی طرح کہ انسان سے ہر طرح کی خیر اور نفع کی توقع ختم ہو جانا یہ بھی اللہ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا

اور کبھی آدمی کی حد نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ، مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے سے، یا بھیجے کوئی پیغام لانیوالا

فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿٥١﴾ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا

پھر پہنچادے اسکے حکم سے جو چاہے وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا ہے اور اسی طرح بھیجا ہم نے

إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ

تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے۔ تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب، اور نہ ایمان،

وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ

پر ہم نے رکھی ہے یہ روشنی، اس سے راہ دیتے ہیں جس کو چاہیں اپنے بندوں میں۔ اور تو البتہ

لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥٢﴾ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي

سمجھاتا ہے سیدھی راہ۔ راہ اللہ کی، جس کا ہے جو کچھ ہے

السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿٥٣﴾

آسمانوں میں اور زمین میں۔ سنتا ہے! اللہ ہی تک پہنچ ہے کاموں کی۔

ع بغوی نے اس کی تفسیر میں بیان کیا ہے جیسے حضرت لوط علیہ السلام کہ ان کی صرف بیٹیاں تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ ان کے صرف بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں بیٹیوں کا ثبوت نہیں ملتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں جمع کی گئیں۔ اگرچہ آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے آپؐ کے صاحبزادے میں سے کوئی زندہ نہیں رہے۔ کیونکہ ممکن تھا کہ کسی صاحبزادے کی موجود کی وجہ سے آپؐ کے بعد لوگ ان کو آپ کے قائم مقام پیغمبر کہنے لگتے۔ اور اللہ کے پیغمبروں میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ پیغمبر گذرے کہ جن کی کوئی اولاد ہی نہ تھی۔ ۱۲

Marfat.com

اثبات رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و تحقیق اقسامِ وحی

قال اللہ تعالیٰ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الیٰ قولہ تصیر الامور

(ربط) اس سورت کا آغاز وحی کے مضمون سے تھا درمیان میں دلائل نبوت و توحید بعث و نشر قیامت جزاو سزا اور مجرمین و مطیعین کے احوال کا بیان فرمایا گیا اب سورت اختتام پھر مضمون وحی سے فرمایا جار ہا ہے تاکہ سورت کے مضمون کا آغاز اور اس کی انتہا باہم مربوط ہو جائے اور ربط کا یہ خصوصیت اکثر سورتوں کے مضامین میں پائی جاتی ہے۔ اور بلغاء کے نزدیک کلام اللہ کی یہ بھی ایک معجزانہ شان ہے۔ ان آیات میں مسئلہ نبوت کی تحقیق اور وحی کے اقسام کی تفصیل بیان کر کے مخالفین اور بالخصوص یہود کے ایک شبہہ کا جواب دینا بھی ہے۔ یہود کہا کرتے تھے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے پیغمبر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان سے بلا واسطہ اس طرح ہمکلام ہوتے جس طرح موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر اللہ ہم کلام ہوا تھا۔ امام قرطبی نے اس کا سبب نزول اسی اعتراض کو بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ اللہ تعالیٰ سے براہ راست کلام کیوں نہیں کرتے اور کیوں نہیں بالمشافہ اللہ کو دیکھتے ہو۔ اگر آپ نبی ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح براہ راست کلام کریں اور موسیٰ کی طرح اللہ کو دیکھیں جب تک آپ ایسا نہیں کریں گے ہم آپ کی بات پر یقین نہیں کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے تو خدا کو نہیں دیکھا (یہ تم غلط کہتے ہو اور اسی طرح انہوں نے اللہ سے براہ راست بلا واسطہ تو کلام نہیں کیا بلکہ از پس پردہ کلام ہوا تھا۔) اور یہ آیات نازل ہوئیں وما کان لبشر الخ (تفسیر قرطبی ص ۵۳ ج ۱۶)

تو ان آیات میں اقسام وحی کی تحقیق کرتے ہوئے۔ یہود کی اس بات کا بھی رد کیا جار ہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کو دیکھا اور بلا واسطہ کلام کیا تھا تو ارشاد فرمایا جار ہا ہے۔ وما کان لبشر۔ اور کسی بھی آدمی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ دنیا میں خدا تعالیٰ اس سے بلا واسطہ یا بالمشافہ اس کے روبرو اس سے کلام کرے۔ مگر یا تو اشارہ سے کہ باطنی طور سے بحالت بیداری بطریق الہام اس کے دل میں کسی چیز کا القاء کر دے یا بحالت خواب اس کو خواب میں کوئی چیز دکھلا دے یا بتلا دے خواہ یہ القاء الفاظ کے ساتھ ہو یا صرف معنیٰ کے ساتھ یا یہ کہ پردے کے پیچھے سے کلام کرے کہ کلام تو سنائی دے مگر متکلم نظر نہ آتا ہو یا کہ اللہ تعالیٰ کوئی قاصد بھیج دے فرشتوں میں سے کسی فرشتے کو جو کسی آدمی کی شکل میں ظاہر ہو کر پھر وہ اللہ کی وحی پہنچا دے اس کے حکم سے وہ جو چاہے غرض یہی تین صورتیں ہیں جو خداوند عالم کی اپنے پیغمبر سے ہمکلامی کی ہو سکتی ہے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ اور کوئی شکل نہیں کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کسی البشر کے ساتھ اس شکل میں کلام کرے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہایت ہی بلند مرتبہ والا بڑا ہی حکیم ہے۔ اور جس طرح ہم نے اور پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی ہے اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے

Marfat.com

آپ کی طرف روح ہدایت یعنی قرآن کو بذریعہ وحی بھیجا وہ قرآن کریم جو قلوب کے واسطے روح ہے کہ جیسے بدن کی حیات بغیر روح کے ممکن نہیں اسی طرح دلوں کی حیات و زندگی قرآن کریم ہے - اور یہ قرآن آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے - اس لئے کہ آپ تو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اُمّی ہونے کی وجہ سے جانتے نہ تھے نہ تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے جس کی طرف اب آپ دنیا کو دعوت دے رہے ہیں لیکن ہم نے بنایا ہے اس قرآن کو نور ہدایت جو آپ پر بذریعہ وحی نازل کیا گیا - جس کے ذریعے ہم راستہ دکھلتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں - جو تمام عالم کے واسطے نور ہدایت اور نور مبین ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا - جیسے کہ آفتاب عالم تاب کی روشنی میں کوئی بینا آدمی ذرہ برابر شبہ نہیں کرسکتا - ظاہر ہے کہ ایسے نور مبین کا منکر نابینا ہی ہوسکتا ہے - بے شک اے پیغمبر آپ اس نور ہدایت کے ذریعے کے ذریعہ مخلوق خدا کو سیدھے راستہ کی طرف رہ نمائی کرتے ہیں جو ایسے خدا کا راستہ ہے جس کے واسطے ہر وہ چیز ہے جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے - وہ سب کا خالق و مالک ہے آگاہ ہو جاؤ خدا ہی کی طرف خلائق کے تمام امور لوٹتے ہیں - اسی کے حکم سے ہر چیز ہوتی ہے اور ہر امر کا فیصلہ اور عمل کا انجام بھی اسی کی طرف سے ہے - اہل ایمان ہدایت اور نیکوں کو وہی جزا دے گا اور جو لوگ راہ حق اور ہدایت سے برگذشتہ ہوں گے ان کو سزا دے گا - اس لئے ضروری ہے کہ ہادی برحق کی اطاعت کرو - اور ان کے احکام کی پیروی کرو - اسی میں نجات و کامیابی ہے -

(وحی کا مفہوم)

امام راغبؒ نے مفردات میں لفظ وحی کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا اشارہ سریعۃ فی خفیۃ یعنی پوشیدہ اور مخفی طور سے ایک سریع اشارہ اور رمز - لفظ خفیۃ سے تو یہ ظاہر کیا کہ وحی الٰہی کا تعلق ظاہری حواس کے ادراک اور احساس سے نہیں یہ باطنی مدرکات اور شعور سے تعلق رکھنے والا امر ہے - اور لفظ سریعۃ کی دلالت یہ بتا رہی ہے کہ وہ ایک آن کی آن میں عرش الٰہی سے قلب پیغمبر پر وارد ہو جاتی ہے - اور فی خفیۃ کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ مجلس میں حضرات صحابہ موجود ہوتے اور نزول وحی ہو جاتا اس طرح کہ کسی کو کوئی خبر بھی نہ لگتی - اکثر ایسا ہی ہوتا تھا - اگرچہ بعض اوقات اللہ کا فرشتہ نظروں کے سامنے محسوس ہوتا اور وہ کوئی کلام کرتا تو دوسرے بھی اس کو سنتے جیسے کہ حدیث ایمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جبریل امین کا نو وارد شخص کی شکل میں آنا اور ان کے سوالات کا قصہ مذکور ہے -

وحی اگرچہ اپنے مشتقات کے استعمال اور اصل وضع کے لحاظ سے عموم رکھتا ہے کہ غیر انبیاء کے واسطے بھی استعمال کیا گیا - مثلاً واوحینا الی ام موسی ان ارضیعہ بلکہ انسانوں کے سوا کے لئے بھی استعمال ہوا مثلاً واوحیٰ ربک الی النحل حتّی کہ شیاطین کے بارے میں بھی فرمایا گیا ان الشیاطین لیوحون الی اولیاءھم اور یوحی بعضھم الی بعض لیکن اصلاحِ شریعت کی رو سے وحی انبیاء کے ساتھ مختص ہے - وحی صرف اسی کلام یا پیغام اور امر خداوندی کا نام ہوگا جو بارگاہ خداوندی سے اس کو پیغمبر کیا جائے - اس لحاظ سے وحی کا مفہوم الہام اور القاء ربانی و غیبی سے ممتاز و جدا ہوگا -

Marfat.com

(حقیقت نبوّت اور وحی)

حق تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں ودیعت رکھی ہیں۔ ایک قوت ملکیہ و روحانیہ اور دوسری قوتِ جسمانیہ وبہیمیہ جس طرح اطباء وحکماء کو قوت بہیمیہ کے امراض کے معالج اور اس کی تربیت کے لئے پیدا فرمایا گیا اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام قوت روحانیہ کے علاج وتربیت کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔ انبیاء علیہم السلام جو صورت جسمانیہ اور اپنے مادہ کے لحاظ سے اگرچہ بشر ہوتے ہیں لیکن اس بشریت کے باوجود ان کی بشری قوت ملکیہ کے تابع اور اس کی محکوم ہوتی ہے جیسے کہ حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے اور اس کو معصیت کی طرف بلاتا ہے اور اس پر آمادہ کرتا ہے۔ لیکن جو قرین مجھ پر مسلط کیا گیا ہے وہ میرا مطیع ومنقاد اور تابع ہے فلا یأمرنی الا بالخیر۔ کہ وہ مجھ کو خیر کے سوا اور کسی چیز کا حکم نہیں کرتا۔ یہ حضرات کسی وقت بشریت سے منسلخ ہوکر ملاء اعلیٰ میں پہنچ جاتے ہیں اور اس حالت میں ملاء اعلیٰ سے جو کچھ علوم وہدایات ان پر القاء فرمائی جاتی ہے اسی کو وحی کہا جاتا ہے اور اس انسلاخی حالت کے ختم ہوجانے کے بعد وہ علوم وہدایات لے کر بندگان خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس میں کبھی یہ صورت ہوتی ہے کہ وحی کے وقت گھنٹہ کی سی گونج سنائی دیتی ہے اور کبھی فرشتہ کی صورت نظر آتی ہے جو اس کی اصلی صورت ہو اور کبھی کسی بشر کی شکل میں متشکل ہوکر وہ سامنے آتا ہے اور وہ فرشتہ اللہ کا کلام پہنچا دیتا ہے اور یہ اخذ وحی نہایت ہی سرعت کے ساتھ ہوتا ہے اسی چیز کو ملحوظ رکھتے ہوئے امام راغبؒ نے اشارۃً شریعۃً کی قید ذکر کی۔ اور یہی وجہ صعوبت کے پیش آنے کی ہوتی تھی جیسے کہ ارشاد ہے انا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔ حتّٰی کہ سردیوں کے زمانہ میں بھی آپؐ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا ہے۔

کیونکہ عالم خواب باطنی قویٰ اور مدرکات سے متعلق ہے تو اس لحاظ سے وحی کے ذریعہ جو علم وادراک ہے وہ ایک گونہ خواب کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے محض باطنی ادراکات کے ذریعہ کسی چیز کے سننے اور جاننے کے اعتبار سے ورنہ ظاہر ہے کہ خواب ایک ظنی چیز ہے۔ اور وحی الٰہی امر قطعی ہے۔ یہی سبب ہے کہ وحی کی ابتدا خوابوں سے ہوئی۔ جیسے کہ آفتاب کے طلوع سے قبل آسمان پر صبح کی سپیدی طلوع آفتاب کی تمہید ہوتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور وحی سے قبل چھ ماہ تک سچے خوابوں کا سلسلہ آفتاب رسالت سے قبل تمہید نبوت تھی۔

انبیاء علیہم السلام چونکہ معصوم ہوتے ہیں اس بنا پر ان کا خواب بھی وحی کی طرح قطعی اور امر خداوندی ہوتا ہے جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ خواب میں بیٹے کو ذبح کرتے دیکھا تو کہا اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ اس کے جواب میں اسمٰعیل علیہ السلام کا یہ فرمایا یا ابت افعل ما تؤمر کہ اے باپ کر گذریئے وہ بات جس کا آپؐ کو حکم دیا گیا۔ یہ نہیں کہا کہ گذریئے وہ چیز جو آپؐ نے خواب میں دیکھی۔

Marfat.com

بہرکیف عالم روحانیت اور ملاء اعلیٰ کے امور کا القاء اللہ کی طرف سے وحی کی حقیقت ہے یعنی جو چیز انسان نہ آنکھ سے دیکھ سکتا ہو اور نہ کان سے سن سکتا ہو اور نہ عقل سے اس کا ادراک کرسکتا ہو اس کا علم بذریعہ وحی الٰہی ہوتا ہے۔

غرض وحی الٰہی اور نبوت ایک موہبہ اور عطیہ خداوندی ہے کوئی کسبی و اکتسابی یا فطری صلاحیت یا آثار و کیفیات کا نام نہیں جیسے کہ فلاسفر اور ملحدین کا گمان ہے۔ فلاسفہ وحی کی حقیقت میں یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک فطری ملکہ ہے۔ یعنی انسانی فطرت کی ایک اعلیٰ حالت کا نام ہے اور نبی کے قوائے طبیعہ کا ایک عمل ہے تحصیل کے لئے علم الکلام حضرت والد محترم مولانا ادریس کاندھلوی قدس اللہ سرہ ملاحظہ فرمائیں۔

اقسام وحی کی تحقیق و تفصیل

ان آیات میں وحی خداوندی کے اقسام کی تفصیل و تحقیق فرمائی گئی کہ اللہ کی وحی کسی بشر یعنی اس کے پیغمبر پر صرف ان تین شکلوں ہی میں منحصر ہے اللہ کا کلام پیغمبر سے یا بہ شکل وحی یعنی اشارہ خفیہ کی صورت میں ہوگا۔ یا از پس پردہ ہوگا۔ یا کسی قاصد کے ذریعے ہوگا کہ وہ آکر اللہ کا پیغام اور کلام پہنچا دے۔ ان ہی تین صورتوں کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ الا وحیا کی شکل تو وہ ہوگی کہ اندر ہی اندر بغیر کسی ظاہری توسط اور واسطہ کے اللہ کا کلام نازل ہو جائے۔ جس کو نزل بہ الروح الامین علی قلبك میں بیان فرمایا گیا کہ ظاہری طور پر نہ آنکھ کسی متکلم کو دیکھتی ہو اور نہ ظاہری کان کوئی آواز سنتے ہوں اور قلب پر اللہ کی وحی اور کلام نازل ہو جائے کہ حواس ظاہرہ کے دخل کے بغیر ہی قلب اپنے کانوں سے کلام الٰہی سن لے۔ عارفین کہتے ہیں حواس اصل میں تو اندر ہیں۔ جب عالم ظاہر سے تجرد ہوتا ہے تو حواس باطنہ اپنا عمل شروع کرتے ہیں۔ جیسے عالم خواب میں مدرکات اپنا عمل اس وقت شروع کرتے ہیں جب انسان پر نوم (نیند) طاری ہو جائے اور حواس عالم ظاہر کے احساس و ادراک معطل اور غافل ہو جاتے ہیں۔ اسی حقیقت کو قرآن کریم کی یہ آیت ظاہر کر رہی ہے فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ دوسری صورت کا حاصل یہ ہے کہ قوت سامعہ کا تو دخل اور توسط ہو مگر قوت باصرہ اور آنکھوں کا درمیان میں دخل و توسط نہ ہو وہ از پس پردہ نزول وحی کی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ کا کلام سنا۔ آنکھوں سے نہ کوئی متکلم نظر آرہا تھا اور نہ خداوند قدوس کا دیدار تھا۔ تیسری شکل کا حاصل یہ ہے کہ کسی قاصد اور فرشتہ کے ذریعہ وحی الٰہی آئے۔ اور خدا کا پیغمبر اس فرشتہ اور قاصد کو آنکھوں سے دیکھتا بھی ہو اور کانوں سے اس کے کلام کو سنتا ہو جیسے کہ بسا اوقات جبریل امین حضرت وحیۃ الکلبی کی شکل میں اترتے اور اللہ کی وحی پہنچا دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حارث بن ہشام کے سوال کے جواب میں جو چیز ذکر فرما رہی ہیں وہ وحی کی ان تین شکلوں میں سے دو کو مشتمل ہے جس میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علی و احیانا یتمثل لی الملک بشرا فیکلمنی فاعی مایقول یعنی بسا اوقات وحی مجھ پر نازل ہوتی ہے گھنٹہ یا تالی کی جھنکار اور گونج کی طرح اور یہ مجھ پر زائد شدید ہوتی ہے

Marfat.com

اور بسا اوقات میرے سامنے فرشتہ بشر کی شکل میں متشکل ہو کر رونما ہوتا ہے اور وہ مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں یاد کر لیتا ہوں جو کچھ وہ کہتا ہے۔ تو مثل صلصلۃ الجرس کی شکل الّا وحیا کی ہوتی تھی اور تمثل لی الملک بشرا کی صورت وہ ہوتی تھی جس کو قرآن کریم نے او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ ما یشاء میں بیان فرمایا۔ یہی دو صورتیں غالب تھیں اور من وراء حجاب نادر اور قلیل تھی اس وجہ سے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس کو صراحۃً نہیں فرمایا گیا اور الّا وحیًا کی صورت شدید اس وجہ سے ہوتی تھی کہ اس میں آپؐ کو اپنی صفت بشریت سے منسلخ ہو کر ملکیت کی طرف صعود کرنا پڑتا تھا بخلاف اس صورت کے کہ فرشتہ ہی بصورت بشر نزول کر کے پیغام خداوندی پہنچا دے تو اس میں اپنے قویٰ میں تصرف کی مشقت نہیں ہوتی تھی۔ اس وجہ سے یہ دوسری صورت سہل ہوتی تھی بہ نسبت پہلی صورت کے یہ صورتیں تو وحی الٰہی کی وہ تھیں کہ ملاء اعلیٰ سے عالم دنیا کی طرف پیغمبر پر اللہ کا کلام اتارا جائے گویا یہ نزول وحی کا درجہ ہوا۔ ایک درجہ انجذاب کا ہے۔ موحیٰ الیہ کو اوپر بلایا جائے۔ جیسے کہ معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتوں آسمانوں کی بلندیوں کے بعد سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور تک اور پھر وہاں سے مزید بلندیوں تک پہنچایا گیا کہ قاب قوسین کی صورت ہو گئی اور اور اس کے بعد پھر آپؐ کو وحی کی گئی جیسے کہ فرمایا گیا فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ یعنی جانبین سے مکالمہ ہوا۔ اگرچہ رؤیت میں اختلاف ہے لیکن بر تقدیر ثبوت یہ کہا جا سکتا ہے کہ دیدار اور کلام جدا جدا ہو گا۔ رؤیت مع الکلام کا جمع ہونا اس آیت کی رو سے بظاہر مشکل ہے کیونکہ بیان کردہ تین شکلوں کو انفصال کے عنوان سے بیان فرمایا گیا ہے کہ کلام خداوندی ان صورتوں میں سے کسی ایک ہی صورت میں ہو سکتا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کلام من وراء حجاب یعنی از پس پردہ تو ہو سکتا ہے لیکن یہ کہ عیاناً اور بالمشافہ دیدار خداوندی کے ساتھ کلام بھی جمع ہو جائے؟ تو یہ نہیں ہو گا۔

الہام اور اس کی صورتیں

الہام بھی ملاء غیب سے علوم و ہدایات کے القاء کا نام ہے جو انبیاء کے سوا دیگر اللہ کے برگزیدہ بندوں کے قلب پر ہو۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔

الہام۔ جو علم کے قلب میں بغیر کسی اکتساب اور استدلال کے حق تعالیٰ شانہ یا ملأ اعلیٰ کی جانب سے القاء ہو اس کو الہام کہتے ہیں۔

قال تعالیٰ فالھمھا فجورھا وتقواھا — پھر اللہ نے اس کو فجور اور تقویٰ کا اس کا الہام فرمایا

شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کا الہام اس لئے فرمایا تاکہ نفس اس پر عمل کرے اور فجور کا الہام اس لئے فرمایا تاکہ اس سے پرہیز کرے۔

حصین بن منذر خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرف با سلام ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ تعلیم فرمائی۔

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ۔ — اے اللہ مجھ کو رشد وہدایت کا الہام فرما اور شر نفس سے مجھ کو پناہ دے۔

وَقَالَ تَعَالیٰ شَانُہٗ

واوحینا الیٰ ام موسیٰ ان ارضعیہ (سورہ قصص) — اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ الہام کیا کہ ان کو دودھ پلاؤ

وقال تعالیٰ شانہٗ

واذ اوحیت الی الحواریین ان امنوا بی وبرسولی۔ — حواریین کو یہ الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔

وقال اللہ جل جلالہٗ

قلنا یاذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا (سورۂ کہف) — اور ذوالقرنین کو یہ الہام کیا کہ خواہ انکو عذاب دو یا انکے ساتھ احسان کرو (سورۂ کہف)

الہام کی مختلف صورتیں ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ من جانب اللہ براہ راست قلب پر القاء ہوتا ہے اس کو علم لدنی کہتے ہیں، کما قال تعالیٰ شانہ۔ وعلمناہ من لدنا علما چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں

والعلم اللدنی ھو الذی لاواسطۃ فی حصولہ بین النفس وبین الباری وانما ھو کالضوء من سراج الغیب یقع علی قلب صاف فارغ لطیف (کذا فی الرسالۃ اللدنیہ ص۲۱) — علم لدنی وہ ہے کہ جس کے حصول میں نفس اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو۔ علم لدنی بمنزلہ روشنی کے ہے کہ جو سراج غیب سے قلب صاف وشفاف پر واقع ہوتی ہے (رسالۂ لدنیہ ص۲۵)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منکرین علم لدنی سے یہ فرمایا کرتے تھے۔

قد اخذتم علمکم میتا عن میت ونحن اخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت کذا فی الیواقیت والجواھر ص۹۱ ج۲ — تم نے (خطاب بہ علماء ظاہر) علم میّتا عن میّت حاصل کیا ہے اور ہم نے علم۔ حی لایموت سے لیا ہے:

اور کبھی ملأ اعلیٰ اور ملک الہام کے توسط سے کوئی چیز قلب میں القا کیجاتی ہے اس کو القاء فی القلب اور نفث فی الروع کہتے ہیں، ملک الہام قلب میں القاء کرتا ہے مگر نظر نہیں آتا۔

کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان روح القدس نفث فی روعی لن — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روح القدس یعنی جبرئیل نے میرے قلب میں یہ ڈالا ہے

Marfat.com

وقال تعالیٰ شانہ

واذا اوحیت الی الحواریین ان اٰمنوا بی و برسولی۔

حواریین کو یہ الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ

وقال اللہ جلّ جلالہ

قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنًا (سورہ کہف)

اور ذوالقرنین کو یہ الہام کیا کہ خواہ انکو عذاب دو یا اُنکے ساتھ احسان کرو (سورہ کہف)

الہام کی مختلف صورتیں ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ من جانب اللہ براہ راست قلب پر القاء ہوتا ہے اس کو علم لدنی کہتے ہیں، کما قال تعالیٰ شانہ۔ وعلمناہ من لدنا علما چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں۔

والعلم اللدنی ھو الذی لا واسطۃ فی حصولہ بین النفس وبین الباری وانما ھو کالضوء من سراج الغیب یقع علے قلب صاف فارغ لطیف (کذا فی الرسالۃ اللدنیہ صـ۲۵)

علم لدنی وہ ہے کہ جس کے حصول میں نفس اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو۔ علم لدنی بمنزلہ روشنی کے ہے کہ جو سراج غیب سے قلب صاف وشفاف پر واقع ہوتی ہے (رسالۂ لدنیہ صـ۲۵)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منکرین علم لدنی سے یہ فرمایا کرتے تھے۔

قد اخذتم علمکم میتا عن میت ونحن اخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت کذا فی الیواقیت والجواہر صـ۹۱ ج۲

تم نے (خطاب بہ علماء ظاہر) علم میتًا عن میت حاصل کیا ہے اور ہم نے علم۔ حی لایموت سے لیا ہے۔

اور کبھی ملأ اعلیٰ اور ملکِ الہام کے توسط سے کوئی چیز قلب میں القا کیجاتی ہے اس کو القاء فی القلب اور نفث فی الروع کہتے ہیں ملکِ الہام قلب میں القاء کرتا ہے مگر نظر نہیں آتا۔

کما قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان روح القدس نفث فی رُوعی لن تموت نفس حتّٰی تستکمل رزقھا الحدیث وقال تعالیٰ اذ یوحی ربك الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا (سورۂ انفال)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روح القدس یعنی جبرئیل نے میرے قلب میں یہ ڈالا ہے کہ کوئی نفس اسوقت تک ہرگز نہ مریگا جبتک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ لیلے۔ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کیطرف وحی بھیجتے تھے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو تم مسلمانوں کے دلوں کو ثابت اور قائم رکھو۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد لِاعظ اللہ فی قلب کل مومن جیسا کہ امام

Marfat.com

احمد بن حنبل اور امام ترمذی نے نواس بن سمعان سے روایت کیا ہے اس واعظ اللہ سے یہی الہام الہی بواسطۃ الملائکۃ مراد ہے جیسا کہ حافظ ابن قیم نے مدارج السالکین میں ذکر کیا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ متمثل بشکل بشر ہو کر شفاہاً اور عیاناً مخاطبت اور کلام کرتا ہے۔ کما قال تعالےٰ :-

واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفٰک وطہرک واصطفٰک علیٰ نساء العالمین۔

اور جس وقت کہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم اللہ نے تجھکو پسند کیا ہے اور تجھکو پاک بنایا ہے اور جہاں کی عورتوں پر تجھکو فضیلت دی۔

وقال تعالیٰ شانہ

اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ بن مریم وجیہاً فی الدنیا والآخرۃ الآیات

جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم اللہ تجھکو بشارت دیتا ہے اپنے ایک خاص کلمہ کی جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا جو دنیا و آخرت میں صاحب وجاہت ہوگا :-

وقال تعالیٰ شانہ

واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اہلہا مکاناً شرقیاً فاتخذت من دونہم حجاباً فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشراً سویاً قالت انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیاً قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاماً زکیاً (سورۂ مریم)

اور ذکر کرو کتاب میں مریم کا جبکہ وہ شرقی مکان میں اپنے لوگوں سے علٰحدہ ہوئیں۔ پس ایک پردہ بنایا۔ پس بھیجا ہم نے ان کے پاس ایک فرشتہ جو آدمی کی شکل میں انکے سامنے ظاہر ہوا حضرت مریم بولیں کہ اللہ کی پناہ تجھ سے اگر تو اللہ سے ڈرتا ہے کہا کہ جزاینیست کہ میں تو تیری رب کا فرستادہ ہوا سلئے آیا ہوں کہ تجھکو لڑکا دے جاؤں

وقد کانت الملائکۃ تخاطب عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالسلام فلما اکتوی ترکت خطابہ فلما ترک الکی عاد الیہ خطاب ملکی۔

فرشتے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو سلام کیا کرتے تھے مگر جب وہ داغ لگوانے لگے تو فرشتوں نے سلام چھوڑ دیا پس جب انہوں نے داغ لینا چھوڑ دیا تو فرشتے پھر مخاطبت اور سلام کرنے لگے۔

وقال ابو عمر کان ای عمران بن حصین من فضلاء الصحابۃ

ابو عمر بن عبد البر فرماتے ہیں کہ عمران بن حصین بڑے جلیل القدر تھے اور فقہاء صحابہ میں سے

Marfat.com

وفقہائهم يقول عند اهل البصرة انه كان يرى الحفظة وكانت تكلمه حتى اكتوى (كذا في الاصابة)[عہ]

تھے اہل بصرہ خود حضرت عمرانؓ سے ناقل ہیں کہ وہ کراماً کاتبین کو دیکھا کرتے تھے۔ اور ان سے باتیں کرتے تھے یہاں تک کہ داغ لیا،

حجۃ الاسلام قدس اللہ سرہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ قلب کے دو دروازے ہیں ایک عالم ملکوت اور ملاء اعلیٰ کی طرف ہے اور دوسرا عالم شہادت کی طرف۔

ظاہری علوم اور معارف ظاہری باب یعنی حواس خمسۂ ظاہرہ سے قلب میں داخل ہوتے ہیں۔ اور عالم ملکوت اور ملاء اعلیٰ کے علوم باطنی دروازہ سے قلب میں آتے ہیں۔

وروی[عہ] الحسن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلم علمان فعلم باطن فی القلب فذالك هو العلم النافع وسئل بعض العلماء عن العلم الباطن فقال هو سر من اسرار اللہ تعالیٰ یقذفہ اللہ تعالیٰ فی قلوب احبائہ لم یطلع علیہ ملکا ولا بشرا وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم ان من امتی محدثین ومعلمین ومکلمین وان عمر منهم وقرأ ابن عباسؓ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث۔ والمحدث هو الملهم والملهم هو الذی انکشف لہ فی باطن قلبہ من جهة الداخل لا من جهة المحسوسات الخارجة کان ابو یزید وغیرہ یقول لیس العالم الذی یحفظ من کتاب فاذا نسی

حسن بصری۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے یہ ارشاد فرمایا کہ علم دو ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی اور آخرت میں علم باطن ہی نفع دیتا ہے بعض علماء سے علم باطن کے متعلق دریافت کیا گیا تو یہ فرمایا کہ وہ ایک سر الٰہی ہے جس کو حق تعالیٰ اپنے محبوبین کے دلوں میں ڈالتے ہیں اور اس پر کسی فرشتہ اور بشر کو بھی مطلع نہیں فرماتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے محدث اور معلم اور مکلم ہونگے۔ اور عمرؓ انہیں سے ہیں۔ اور ابن عباسؓ کی قرارت میں ہے وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث اور محدث وہ ملہم من اللہ ہے کہ جسکے باطن قلب میں ان حواس ظاہرہ کے علاوہ علوم و معارف کیلئے کوئی دوسرا راستہ کھل گیا ہو۔ بایزید رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص عالم نہیں کہ جو کسی کتاب کو یاد کرلے اس لئے کہ اگر وہ اسکو بھول

عہ مدارج السالکین ج۱ ص۲۵ ۱۲ عہ احیاء العلوم

Marfat.com

ماحفظہ صار جاھلا انما العالم الذی یاخذ علمہ من ربہ ای وقت شاء بلاحفظ ولادرس وھذا ھو العلم الربانی والیہ الاشارۃ بقولہ تعالیٰ وعلمناہ من لدنا علما۔ مع ان کل علوم من لدنہ و لکن بعضھا بوسائط تعلیم الخلق فلا یسمی ذلك علما لدنیا بل اللدنی الذی ینفتح فی سر القلب من غیر سبب مالوف من خارج ھ

جائے تو جاہل رہجایگا عالم حقیقتہً وہ ہے کہ جو اپنے رب سے جو وقت چاہے علم حاصل کرتا ہو بغیر حفظ اور تدریس کے اور یہی علم ربانی ہے اور علمناہ من لدنا علما میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ ہر علم اللہ ہی کے پاس سے ہے مگر بعض علم تعلیم خلق کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے اس کو علم لدنی نہیں کہتے۔ علم لدنی وہ ہے کہ جو بغیر کسی خارجی سبب کے خود بخود قلب میں من جانب اللہ آتا ہو

حجۃ الاسلام قدس سرہٗ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ حوض میں پانی لانیکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ نہر وغیرہ سے پانی لایا جاوے۔ دوم یہ کہ اسی حوض کو کھود کر اور اسکو آلات سے صاف کر کے اسی میں کوئی چشمہ جاری کر دیا جائے اور یہ پانی بہ نسبت نہر کے پانی کے نہایت صاف اور شیریں اور لذیذ ہوگا۔ اسی طرح قلب بھی بمنزلہ حوض کے ہے تو کبھی علم اس میں حواس کی نہر سے لایا جاتا ہے اور کبھی بذریعہ خلوت و عزلت مجاہدہ و ریاضت قلب کو کھود کر صاف کر دیا جاتا ہے۔ اسوقت خود اندرون قلب ہی سے علم کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں اور تحصیل علوم میں حواس ظاہرہ کی ضرورت بالکل باقی نہیں رہتی۔ حجۃ الاسلام رسالہ لدنیہ میں فرماتے ہیں مگر اس باطنی باب کا انفتاح تحصیل علوم اور صلاح و تقویٰ اور ریاضت صادقہ اور مجاہدہ کبیرہ اور مراقبہ صحیحہ اور تفکر پر موقوف ہے ؎

کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عمل بما علم اورثہ اللہ العلم بما لم یعلم وقال صلی اللہ علیہ وسلم من اخلص اللہ اربعین صباحا اظھر اللہ تعالیٰ ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تفکر ساعۃ خیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو علم پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کو ان چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چالیس روز اخلاص کے ساتھ عبادت کرے اللہ تعالیٰ علم و حکمت کے چشمے اسکے قلب سے اسکی زبان پر جاری فرما دیتے ہیں۔ اور فرمایا رسول

Marfat.com

من عبادة ستين سنة ـ
فالمتفكر اذا سلك سبيل الصواب
يصير من ذوى الالباب وتنفتح
روزنة من عالم الغيب فى قلبه
فيصير عالما كاملا عاقلا ملهما
مؤيدا (رسالہ لدنیہ ص۲۵)

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک گھڑی تفکر
اور مراقبہ ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے
پس متفکر جب صحیح راستہ پر چلے تو وہ عند اللہ
اولی الالباب میں سے ہوجاتا ہے اور عالم غیب سے ایک
روزن اُسکے قلب میں کھل جاتا ہے اس وقت یہ
شخص پورا عالم اور عاقل و ملہم اور مؤید من اللہ
ہوتا ہے (رسالہ لدنیہ

الہام انبیاء اور الہام اولیاء میں فرق

حافظ تورلیشتی رحمہ اللہ تعالےٰ المعتمد فرماتے ہیں کہ الہام انبیاء اور الہام اولیا میں فرق ظاہر ہے انبیا کا الہام قطعی ہوتا ہے جس طرح انبیاء کرام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کا الہام بھی معصوم عن الخطاء ہوتا ہے بخلاف الہام اولیاء کے کہ وہ ظنی ہوتا ہے اور خطا سے معصوم نہیں ہوتا اور یہ فرق ایسا ہی ہے جیساکہ انبیاء اور اولیاء کے رؤیاء صالحہ میں۔ انبیاء کا رؤیا صالحہ وحی ہوتا ہے۔ اولیاء کا نہیں۔

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں

والہام کہ اولیاء راہست مقتبس از انوار
نبوت است واز برکات وفیوض متابعت
انبیاء است علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات
(مکتوب ۳۲ جلد ۳ ص۱۱)

اور اولیاء کا الہام انوار نبوت سے ماخوذ
ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
ہی کی متابعت کے فیض اور برکت سے
ہوتا ہے۔ فافہم واستقم۔

یعنی جس طرح مؤمنین کا ایمان اور ان کی دیگر صفات مثلاً زہد و ورع۔ قناعت وتوکل۔ رضا و تسلیم وغیرہ وغیرہ انبیاء کرام ہی کے ایمان اور صفات کا ایک عکس ہوتا ہے۔ مؤمنین کے ایمان اور ان کے زہد اور ورع کو انبیاء کرام کے ایمان اور زہد و ورع سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔

اسی طرح الہام مؤمنین کو الہام انبیاء سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ الہام مؤمنین تو الہام انبیاء کا ایک ادنیٰ سا پرتوہ اور عکس ہوتا ہے۔ یہ کہاں اس کے ہمسر ہوسکتا ہے این الثری من الثریا۔

نیز الہام اولیاء فقط کسی بشارت یا تفہیم پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور الہام انبیاء میں امر و نہی اور احکام آلٰہیہ جو بندوں کے متعلق ہوں وہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

Marfat.com

انبیاء پر اپنے الہام کی تبلیغ واجب ہے اور اولیاء پر نہیں بلکہ اُس کا اخفاء اولیٰ ہے جب تک کوئی ضرورت شرعیہ و دینیہ داعی نہ ہو۔

وحی و الہام کی تحقیق و تفصیل میں حضرت والد محترم علیہ کا یہ کلام نہایت جامع اور اسرار و حکمت پر مشتمل تھا جو ہدیہ ناظرین کیا گیا۔ بحمد للہ قد تم تفسیر سورہ الشوریٰ یوم السبت ۱۹ من شہر جمادی الثانیہ ۱۴۰۱ھ۔ والحمد علی ذلک حمداً کثیراً اللھم وفقنی لاتمام ھذا التفسیر المبارک ویسرہ لی بفضلک یا ارحم الراحمین

ع علم الکلام۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ زخرف مکی ہے اور اس میں نواسی آیتیں اور سات رکوع ہیں ۞

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ۞

حٰمٓ ۞۱ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞۲ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ
قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ ہم نے رکھا اس کو قرآن عربی زبان کا، شاید
تَعْقِلُوْنَ ۞۳ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۞۴ اَفَنَضْرِبُ
تم بوجھو ۞ اور یہ بڑی کتاب میں ہم پاس ہے اونچا محکم ۞ کیا پھیر دینگے
عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۞۵ وَكَمْ اَرْسَلْنَا
ہم تمہاری طرف سے یہ سمجھوتی موڑ کر اس سے کہ تم ہو لوگ جو حد پر نہیں رہتے ف ۞ اور بہت بھیجے ہیں ہمنے
مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۞۶ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
نبی پہلوں میں ۞ اور نہیں آتا لوگوں کو کوئی پیغام لانے والا، جس سے
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞۷ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۞۸
ٹھٹھا نہیں کرتے ۞ پھر کھپا دیئے ہمنے اُن سے سخت زور والے، اور چلی آئی ہے حقیقت پہلوں کی
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ
اور اگر تو ان سے پوچھے، کس نے بنائے آسمان و زمین ؟ تو کہیں بنائے اس
الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۞۹ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
زبردست خبردار نے۔ وہی ہے جس نے بنا دی تم کو زمین بچھونا، اور رکھ دیں تم کو
فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞۱۰ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
اس میں راہیں شاید تم راہ پاؤ ف ۞ اور جس نے اتارا آسمان سے پانی
بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۞۱۱ وَالَّذِيْ
ماپ کر، پھر ابھارا ہم نے اس سے ایک دیس مردہ۔ اسی طرح تم کو نکالیں گے ۞ اور جس نے
خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا
بنائے سب چیز کے جوڑے، اور بنا دیئے تم کو چوپائے اور کشتی، جس پر

Marfat.com

تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا
سوار ہوتے ہو۔ تا چڑھ بیٹھو اس کی پیٹھ پر، پھر یاد کرو اپنے رب کا احسان، جب
اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا
بیٹھ چکو اس پر، اور کہو، پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں دیا ہمارے یہ۔ اور ہم
كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ
نہ تھے اسکے مقابل ہونیوالے۔ اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے ف ۞ اور ٹھہرائی ہے انہوں نے اسکو
عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾
اولاد اسکے بندوں سے۔ تحقیق انسان بڑا ناشکر ہے صریح ۞

سورۂ زخرف بھی مکی سورتوں میں ہے۔ اور مکی آیات و سورتوں کی طرح اس کے مضامین بھی بالعموم توحید و رسالت کے دلائل پر مشتمل ہیں۔ اور شرک کی دلائل عقل و فطرت سے تردید کی گئی۔ اس کی نواسی آیات اور سات رکوع ہیں۔

گزشتہ سورہ شوریٰ کی ابتداء اثبات وحی سے تھی اور اسی پہ اس کی انتہا بھی ہوئی کہ رسالت و نبوت کو ثابت کرتے ہوئے وحی الٰہی کی قسموں کی تحقیق و تفصیل بیان فرمائی گئی اب اس سورۃ کی ابتداء سورہ سابقہ کی نہایت کے ساتھ مربوط ہے کہ ابتداء سورت میں کتاب الٰہی کی عظمت بیان کی جارہی ہے۔ وہ کتاب مبین ہے اور قرآن کریم کلام عربی ہے جس کے عربی ہونے کی وجہ سے اہل عرب اس کے اعجاز و حقانیت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں، اور اس طرح ان کو قرآن کریم پر ایمان لانے اور اس کو کلام الٰہی ماننے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیے

بیانِ عظمت وحقانیتِ کلامِ ربّانی و وعید بر روشِ مجرمین وملحدین

قال اللہ تعالیٰ حٰمٓ وَ الکتاب المبین ۔ الیٰ قولہ تعالیٰ اِن الانسان لکفور مبین

(ربط) گذشتہ سورۃ کا اختتامی مضمون وحی الٰہی کی تحقیق اور نزول وحی کی صورتوں پر تھا۔ اب اس سورت کی ابتداء وحی الٰہی اور کتاب ربانی کی عظمت اور اوصاف عالیہ کے بیان سے کی جارہی ہے۔ فرمایا

حٰمٓ خدا تعالیٰ ہی اس کی مراد خوب جانتا ہے۔ قسم ہے اس کتاب کی جو واضح ہے جس کی روشنی اور وضاحت جہل اور گمراہیوں کی تاریکی بھی دور کرنے والی ہے۔ جس کتاب کو بنایا ہے ہم نے قرآن عربی امید ہے کہ اے مخاطبو! تم اس کے عربی زبان میں ہونے کی وجہ

Marfat.com

سے سمجھو کہ وہ حق ہے اور اللہ کی طرف سے ایک جامع کتاب ہدایت ہے اور بیشک یہ قرآن
عربی لوحِ محفوظ میں ہمارے پاس ہمیشہ سے ہے جو نہایت ہی بلند پایہ بڑا ہی مستحکم اور محفوظ
حکمتوں[۱] سے لبریز ہے کیا پھر تم سے ہم اعراض کر لیں۔ ذکر و نصیحت کرنے سے اس
بنا پر تم حد سے گزر جانے والے ہو۔ کہ ہم تمہیں نہ نصیحت کریں۔ اور نہ تمہاری اور ان
پر تنبیہہ و وعید نازل کریں۔ نہیں۔ ! ایسا نہیں ہوگا بلکہ ہم زجر و تنبیہہ بھی کریں
گے۔ وعظ و نصیحت بھی کریں گے۔ خواہ تم حد سے تجاوز کرنے والے ہو اور یہ بات
تمہاری اے کفارِ مکہ آج کوئی بات نہیں بلکہ یہ دستور تو پرانے زمانوں سے چلا آرہا
ہے۔ اور ہم نے کتنے ہی رسول بھیجے پہلی قوموں میں وہ اللہ کا پیغام لیکر ان قوموں
میں مبعوث ہوتے رہے۔ اور نہ آتا ان کے پاس کوئی بھی رسول اللہ کے رسولوں
میں سے مگر یہ کہ وہ اس کے ساتھ مذاق کرتے۔ تو کسی کے مذاق و تمسخر سے اللہ رب
العزت اپنی ہدایات کے نزول کو نہیں روکتا۔ پھر ہم نے ہلاک کر ڈالا۔ ان میں سے سخت
زور والوں کو بھی۔ اور چلی آئی ہے یہ مثال اور ایک عبرتناک تاریخ پہلے لوگوں کی۔ اللہ
رب العزت کے رسولوں کے منکرین و مکذبین کے یہ عبرتناک واقعات حق تعالیٰ کی قدرت
والوہیت اور عظمت کی کھلی نشانیاں ہیں۔ ان کو دیکھ کر کوئی بھی خدا کی قدرت و
خالقیت کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ منکرین بھی اگرچہ اپنی زبانوں سے انکار کرتے ہیں
لیکن ان کے دل اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر تم ان سے سوال کرو کہ کس نے آسمانوں اور
زمین کو پیدا کیا ضرور یہی کہیں گے کہ اس پروردگار نے جو بڑی ہی عزت زبردست علم
والا ہے۔ کیونکہ ہر مخلوق اپنے خالق کی عظمت بھی بتا رہی ہے۔ اور اس کے علم و حکمت
کی بھی واضح دلیل ہے۔ وہی پروردگار جس نے اے انسانو! زمین کو تمہارے واسطے
بچھونا بنایا۔ اور بنائے اس زمین میں تمہارے واسطے راستے تاکہ تم اپنے منافع
اور حوائج کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ راستہ پا سکو اور سہولت سے سفر
کر سکو۔ اور وہ پروردگار ایسا مہربان ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا اندازے
کے مطابق کہ جہاں جتنا اُن چاہا برسایا۔ پھر اس پانی کے ذریعہ شاداب کر دیا ایک
مردہ جگہ کو جو بے آب و گیاہ بنجر علاقہ تھا پانی نے برس کر اس کو سرسبز و شاداب بنا دیا
تو جس طرح مردہ زمین سے سبزہ اور غلہ اُگ رہا ہے اور مردہ زمین کی تہوں کے اندر سے نباتات
اور سبزے نمودار ہو رہے ہیں زمین کی تہہ میں دبے ہوئے تخم اور دانے زمین میں رل جانے

---

۱ مستحکم و مضبوط اور حکمتوں سے لبریز کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لفظ حکیم اس
جگہ دونوں معنی پر مشتمل ہے ۱۲

Marfat.com

پُھکنے اور مٹی مٹی ہو چکنے کے بعد پھر اسطرح نباتات وسبزہ کی شکل میں رونما ہو رہے ہیں
جو پہلے موجود تھی تو اسی طرح اے لوگو! تم بھی اپنی قبروں سے نکالے جاؤ گے
اگرچہ تم زمین میں دفن ہونے کے بعد زمین کے اجزاء کے ساتھ خلط ملط ہو جاؤ ریزہ ریزہ
ہو جاؤ۔ لیکن پھر تمہارا نکلنا اور اُٹھنا ہر تخم سے دوبارہ درخت اور سبزہ کے نمودار
ہونے کی طرح ہوگا۔ اور وہ پروردگار جس نے جوڑے بنائے ہر چیز کے مثلاً نر و مادہ
نیک و بد، اچھا بُرا۔ سیاہ و سفید، خشک و تر گرم و سرد اور نافع و مضر، اور
بنا دیا کشتیوں اور چوپایوں کو ایسا۔ کہ تم ان پر سوار ہوتے ہو اور ان پہ تم بر و بحر
کا سفر کرتے ہو اور ان کشتیوں اور جانوروں کو اس طرح بنایا ہے کہ تم ان کشتیوں اور
چوپایوں کی پشت پر برابر جم کر بیٹھ سکو پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کیا کرو جب
تم ان پر سوار ہوا کرو اور کہا کرو۔ اپنے پروردگار کی نعمت کا شکرادا کرتے ہوئے۔
پاکی ہے اس ذات کی جس نے مسخر و تابع کر دیا ہمارے واسطے اسکو اور ہم تو نہ تھے ایسے
کہ اس کو قابو لانے والے ہوتے۔ ظاہر ہے کہ یہ طاقتور حیوان اور وہ تمام مشینیں جو
کائنات کی طاقتوں ہوا پانی اور آگ کی قوتوں سے چلتی ہوں انسانِ ضعیف کی کیا مجال
تھی ان کو اپنے قابو میں لا سکتا۔ اور اے انسانو! تم اپنے اس دنیوی سفر کے وقت اصل
منزل کی طرف واپسی کا تصوّر کرتے ہوئے یہ سوچا کرو کہ دنیا کی یہ زندگی بھی ایک سفر ہے
اور اس سفر سے اصل حقیقی منزل کی طرف ہی لوٹنا ہے اور کہا کرو[1]۔ بے شک ہم تم اپنے

---

[1] چنانچہ کتاب الاذکار والادعیہ میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر
شروع کرتے وقت سواری پر سوار ہونے کے بعد یہ کلمات دعائیہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ عبداللہ بن عمرؓ
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سواری پہ سوار ہوتے تو تین بار تکبیر فرماتے اور تین بار
سُبحان اللہ فرماتے اور ایک بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور ایک روایت میں ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
بھی تین بار فرماتے اور پھر یہ آیتِ مبارکہ سُبحَانَ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا پڑھتے۔ اس کے بعد یہ
کلمات فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اسئلک فی سفری ھٰذا مِنَ البر والتقوی وَمِنَ العمل
مَا تُحِبُّ و ترضیٰ اَللّٰھم ھون علینا السَّفر وَاطولنا البعد اَللّٰھمَّ انت الصاحب
فی السفر وَالخلیفۃِ فی الاھل اَللّٰھُمَّ اصحبنا فی سفرنا ھٰذا وَاخلفنا فی اَھلنا۔
یعنی اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا اور عمل میں سے ایسے عمل کا جو
تجھے پسند ہو اے اللہ ہم پر یہ سفر آسان کر اور اس کے بُعد کو تو لپیٹ دے مختصر کر دے۔ اے اللہ تو ہی
ساتھی ہے ہمارا سفر میں اور خلیفہ ہے ہمارے اہل میں۔ اے اللہ تو ہمارا ساتھی رہ ہے ہمارے سفر
میں۔ اور خلیفہ و نگران رہے ہمارے اہل میں۔ ۱۲

Marfat.com

رب ہی کی طرف یقیناً واپس لوٹنے والے ہیں۔ یہ دلائل قدرت اور انعامات عظیمہ بلا شبہ اس بات کا موجب تھے کہ لوگ اللہ کی خالقیت اور اس کی وحدانیت کو پہچانتے اور اس پر ایمان لاتے لیکن افسوس بہت سے انسانوں نے اپنی بدنصیبی اور محرومی کا ثبوت دیا اور اللہ کے لیے اس کے بندوں میں سے ہی اولاد کو ٹھیرایا جیسے نصاری نے حضرت عیسٰے بن مریم کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ جو صریح شرک ہے۔ اور حق تعالے کی الوہیت و وحدانیت کا انکار ہے۔ بے شک انسان بڑا ہی کھلم کھلا ناشکرا اور نافرمان ہے۔ بجائے اس کے کہ حق تعالے کی نعمتوں کو پہچان کر اس کا شاکر و مطیع ہوتا اس نے نافرمانی اور گستاخی کا طریقہ اختیار کیا کہ اللہ کے واسطے اولاد تجویز کی۔

نصاریٰ نے تو ایک بیٹا تجویز کیا تھا مشرکین مکہ نے مزید یہ ظلم کیا کہ بیٹیاں تجویز کر ڈالیں۔ جبکہ خود ان لوگوں کو بیٹیوں سے عار معلوم ہوتا ہے۔ اولاد چونکہ باپ کے وجود کا ایک جزء ہوتا ہے تو خداوند عالم کے لیے تجویز اولاد کو اس عنوان سے تعبیر کیا کہ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا اور ظاہر ہے۔ یہ عقیدہ اس امر کو موجب ہے کہ خداوند عالم کو ایک مرکب شئی تصور کیا گیا۔ اور ہر مرکب چیز بلا شبہ حادث ہوتی ہے۔ تو اس طرح تجویز اولاد اس امر کو مستلزم ہوئی کہ خداوند عالم کی خالقیت اور قدرت ہی کا انکار ہے۔ پھر یہ کہ اولاد اور باپ میں یقیناً مشابہت اور مجانست ہوتی ہے دونوں ایک جنس کے نہ ہوں تو والد و مولود کیونکر ہو سکتے ہیں۔ تو اس طرح خدا کے واسطے امثال اور نظائر بھی گویا تجویز کر دیئے۔ جو اس کی شانِ صمدیت کے منافی ہے پھر یہ بھی ہے کہ اولاد کا رشتہ عالم کائنات میں ایک طرح کی احتیاج پر مشتمل ہے تو اولاد کی تجویز خداوند عالم کے محتاج ہونے کو ثابت کرنے والی ہے جو کسی طرح بھی ممکن التصور نہیں۔ تو پھر کیونکر ایسا لغو اور احمقانہ عقیدہ خدا کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر انسان کی ناشکری اور نافرمانی کی کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ
کیا رکھ لیں اپنی پیدائش میں سے

بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ
بیٹیاں؛ اور تم کو دیئے چن کر بیٹے ❊ اور جب ان میں کسی کو خوشخبری ملے اس چیز کی،

لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا
جو رحمٰن پر نام دھرا سارے دن رہے اسکا منہ سیاہ، اور وہ دل میں گھٹ رہا ❊ اور ایسا شخص کہ پلتا

فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ
ہے گہنے میں، اور جھگڑے میں بات نہ کہہ سکے ❊ اور ٹھیرایا فرشتوں کو

Marfat.com

الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ
جو بندے ہیں رحمٰن کے، عورت۔ کیا دیکھتے تھے ان کا بننا؟ اب لکھ رکھیں گے
شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ
اُن کی گواہی، اور ان سے پوچھ ہوگی ف۱ اور کہتے ہیں، اگر چاہتا رحمٰن، ہم نہ پوجتے ان کو۔
مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٢٠﴾ ؕ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا
کچھ خبر نہیں ان کو اس کی۔ یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں ف۳ کیا ہم نے کوئی کتاب
مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿٢١﴾ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا
دی ہے انکو اس سے پہلے؛ سو یہ اس پر مضبوط ہیں ف۴ بلکہ کہتے ہیں، ہم نے پائے اپنے باپ دادے
عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ
ایک راہ پر، اور ہم انہی کے قدموں پر ہیں راہ پاتے اور اسی طرح، جو بھیجا ہم نے تجھ سے
قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ
پہلے ڈر سنانے والا کسی گاؤں میں، سو کہنے لگے وہاں کے آسودہ لوگ، ہم نے پائے
اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿٢٣﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ
اپنے باپ دادے ایک راہ پر، اور ہم انہی کے قدموں پر چلتے ہیں وہ بولا، اور جو میں لا دوں
بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
تمکو اس سے زیادہ سوجھ کی راہ، جس پر تم نے پائے اپنے باپ دادے، تو بھی کہنے لگے، ہم کو تمہارے ہاتھ بھیجا
كٰفِرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٥﴾ النصف ع
نہ ماننا پھر ہم نے اُن سے بدلہ لیا، سو دیکھ آخر کیسا ہوا جھٹلانے والوں کا

تقبیح و توبیخ بر عناد و مخاصمت مشرکین و انکار از قبول حق

قال اللہ تعالیٰ ۔ ام اتخذ مما یخلق بنات الی قولہ تعالیٰ کیف کان عاقبۃ المکذبین۔

(ربط) گذشتہ آیات میں وحی الٰہی اور کلام ربانی کی عظمت اور حقانیت کے بیان کے ساتھ مجرمین و ملحدین کی غلط روش اور بیہودہ خصلتوں پر وعید تھی اب ان آیات میں مشرکین

کا عناد اور ان کی مخاصمت کا بیان ہے اور یہ کہ ان کی مشرکانہ روش کس قدر گستاخانہ ہے کہ خدا کے واسطے اوّل تو اولاد تجویز کرتے ہیں اور پھر یہ کہ اس سلسلہ میں بیٹیاں خدا کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ خود اپنے لئے بیٹیوں کے تصوّر کو انتہائی عار اور اس کی خبر دی جائے تو غصّہ اور غم ان کا منہ کالا ہو جاتا ہے اسی کے ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ قبول حق سے انکار محض عصبیت کی وجہ سے ہے کہ وہ اپنے آباد اجداد کے طریقہ کو چھوڑنا گوارا نہیں کرتے تو ارشاد فرمایا کیا اس پروردگار نے اختیار کر لیا ہے۔ اپنی مخلوقات میں سے اپنے واسطے بیٹیوں کو اور تم کو منتخب و مخصوص کر دیا بیٹوں کے ساتھ کہ تم اپنے واسطے تو بیٹیاں گوارا نہ کرو۔ اور خدا کے واسطے ان کو تجویز کرو حالانکہ جب کبھی بھی ان میں سے کسی کو بشارت سنائی جائے اس چیز کی جس کو انہوں نے رحمٰن کے واسطے نمونہ بنا رکھا ہے تو غصّہ کے مارے اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے دن بھر اور حال یہ ہے کہ وہ دل میں گھٹ رہا ہے اور پیچ و تاب کھاتا ہے۔ یہ تو عجیب احمقانہ فیصلہ اور مضحکہ خیز تصوّر ہے تو کیا وہ لڑکی جو پرورش پاتی ہے (زیب وزینت) زیور میں اور وہ جو خصومت میں اپنے مدعٰی کو بھی ظاہر کرنے والی نہیں ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ اس کو خدا کی اولاد اور اس کا نمونہ قرار دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ زیبائش و آرائش میں نشوونما پانا جسمانی ضعف اور قوائے بدنیہ کے نقصان کی علامت ہے۔ کیونکہ جسمانی زیب وزینت اور آرائش و آسائش انسان کی عملی صلاحیتوں کو ناقص بنانے والی ہے اور اپنے مدعٰی کو ظاہر و ثابت نہ کر سکنا یہ قوائے فکریہ اور عقل کی کمزوری کی علامت ہے۔ چنانچہ یہ کمزوری عورتوں میں واضح طور پر پائی جاتی ہے گو بات طویل کریں گی۔ لیکن نہ تو اپنے مقصد کو مدلل کر سکیں گی اور نہ مخالف کی بات کا معقول جواب اور رد کر سکیں گی۔ اور ٹھیرایا انہوں نے فرشتوں کو جو اللہ رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں کس قدر ظلم اور حماقت ہے کہ خدا کے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا جائے کیا یہ لوگ موجود تھے ان کی تخلیق کے وقت۔ اب ہم لکھ رکھیں گے ان کی گواہی اور ان سے بازپرس کی جائے گی۔ کہ تم نے اولاً تو خدا کی اولاد تجویز کی اور پھر فرشتوں کو مؤنثوں کی صف لیجا کر کھڑا کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ نہ جنس مذکر ہیں اور نہ مونث۔ اور پوچھا جائے گا کہ تمہاری اس بات کی کیا دلیل ہے۔ بجائے اس کے کہ اپنی اس احمقانہ اور بیہودہ بات پر شرمندہ ہوتے اور یہ کہنے لگے اگر اللہ چاہتا تو ہم ان بتوں کی عبادت نہ کرتے جب اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر بات جانتا ہی ہے تو اس نے ہماری یہ بات جاننے کے باوجود جب ہم کو نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ ہمارا یہ سب عمل اس کی مرضی سے ہے۔ اور اچھا ہے۔ حالانکہ ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں۔ کہ اس چیز کی وجہ سے انسان کے اپنے اختیار و ارادہ سے کیئے ہوئے برے کام اچھے نہیں ہو سکتے۔ خیر و شر بیشک اللہ کے ارادہ

Marfat.com

اور قدرت سے ہے۔ لیکن انسان اپنے اعمال وافعال کا ذمہ دار ہے۔ اگر ان کا یہ فلسفہ درست قرار دے دیا جائے تو ہر ظالم وخونخوار اپنے ہر عمل کے درست ہونے کے واسطے یہی استدلال پیش کرنے لگے گا کہ جب خدا نے مجھے اس کام سے نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ یہ کام اچھا ہے اور ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی صاحب عقل اس فلسفہ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔

یہ تو سب اٹکل اور تخمین کی باتیں کرتے ہیں۔ جو خود انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ رکھی ہیں، کیا ہم نے ان کو کوئی کتاب دے رکھی ہے اس سے پہلے کہ وہ اس کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں کوئی نوشتہ پیغام یا دلیل عقلی تو کیا ہوتی - ۱ بلکہ وہ تو یہ کہنے لگتے ہیں۔ بیشک ہم نے پایا ہے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر اور ہم انہی کے نشانات قدم سے راہ پاتے ہیں۔ اور جس طرح یہ منکرین ومشرکین اپنے باپ دادوں کی اتباع کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ اسی طرح یہ ہے کہ جب کبھی ہم نے آپ سے پہلے کسی کو رسول بنا کر بھیجا اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا کسی بستی میں تو وہاں کے عیش پرستوں نے یہی کہا کہ ہم نے تو پایا ہے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر اور ہم تو بس انہی کے قدموں پر چلتے ہیں۔

اللہ کا وہ پیغمبر ہمیشہ ان منکرین کی بات پر بولا تو کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت کی چیز لے آؤں۔ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ تو بھی تم میرا انکار کرو گے۔ اور اس بے دلیل اور عقل وفطرت کے خلاف بات کے مقابلہ میں رشد و ہدایت کی یہ معقول بات نہیں مانو گے تو انہوں نے بس یہی جواب دیا ہم تو اس چیز کا انکار کرتے ہیں جو تم دیکر بھیجے گئے ہو۔ تو ہم نے اسیات پر ان سے انتقام لیا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی گستاخیاں کب تک برداشت کی جاسکتی ہیں۔ سوائے مخاطب تو دیکھ لے کیسا ہوتا ہے انجام اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کا اور مکذبین ومنکرین یعنی قوم عاد وثمود وغیرہ کے واقعات تاریخ عالم ہو چکے ہیں۔ ان کو ہر شخص بالخصوص اہل عرب خوب جانتے ہیں تو ان عبرتناک واقعات سے بخوبی یہ کفار قریش عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝۲۶ اِلَّا

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ کو، اور اسکی قوم کو، میں الگ ہوں ان چیزوں سے جنکو پوجتے ہو، مگر

الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ۝۲۷ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ

جس نے مجھ کو بنایا، سو وہ مجھ کو راہ دے گا ❊ اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی

عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝۲۸ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى

اولاد میں، شاید وہ رجوع رہیں ❊ کوئی نہیں! پر میں نے برتنے دیا انکو، اور انکے باپ دادوں کو، یہاں تک

Marfat.com

جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا
کہ پہنچا ان کو دین سچا، اور رسول کھول سنانے والا ✻ اور جب پہنچا ان کو سچا دین، کہنے لگے، یہ
سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ
جادو ہے، اور ہم نہ مانیں گے ✻ اور کہتے ہیں، کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر
مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا
ان دو بستیوں کے ف۲ ✻ کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی مہر؟ ہم نے بانٹی ہے
بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
ان میں روزی ان کی، دنیا کے جیتے، اور اونچے کئے درجے ایک کے ایک سے،
دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا
کہ ٹھہراتا ہے ایک دوسرے کو کمیرا۔ اور تیرے رب کی مہر بہتر ہے ان چیزوں
يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ
سے، جو سمیٹتے ہیں ف۳ ✻ اور اگر یہ نہ ہوتا، کہ لوگ ہو جاویں ایک دین پر، تو ہم دیتے ان کو
يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾
جو منکر ہیں رحمن سے، ان کے گھروں کو چھت روپے کے، اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں۔
وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ
اور انکے گھروں کو دروازے اور تخت، جن پر لگ بیٹھیں۔ اور سونے کے۔ اور یہ سب کچھ نہیں،
ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾
مگر برتنا دنیا کے جیتے۔ اور پچھلا گھر تیرے رب کے ہاں انہیں کو ہے، جو ڈر رکھتے ہیں ف۴ ✻

بیان استقامت ابراہیم علیہ السلام بر توحید خداوندی و نفرت و برأت از شرک

قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ الی قولہ تعالیٰ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں مشرکین و منکرین کے عناد و تعصب اور ان کے قبول حق سے انکار و نفرت کا بیان تھا۔ اب ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کا

Marfat.com

لقب ہی حنیف مسلم تھا ایک رنگ بیان کیا جارہا ہے کہ وہ کس پہ توحید پہ مضبوطی کے ساتھ قائم تھے اور انہوں نے اسی جذبہ توحید میں اپنی قوم اور اپنے باپ سے بھی نفرت وبرأت کا اعلان کردیا حقیقت یہ ہے کہ توحید میں اپنی قوم اور اپنے باپ سے بھی نفرت وبرأت کا اعلان کردیا حقیقت یہ ہے کہ توحید و شرک دو متناقص چیزیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس کے دل میں ایمان و توحید کا رنگ رچ گیا ہو وہ شرک اور مشرکین سے نفرت و بیزاری ہی اختیار کرے گا۔ یہی اسوۂ ابراہیمی ان آیات میں بیان کرتے ہوئے حق تعالےٰ شانہ کی اس حکمت تکوینی کا بھی ذکر ہے جس کے باعث اس نے دنیا میں ایمان وکفر اور ہدایت وضلالت کی تقسیم فرمائی۔ تو ارشاد فرمایا اور جب کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ کو اور قوم کو کہ اے لوگو! بیشک میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اور تم نے ان کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ مگر اس ذات نے کہ مجھ کو پیدا کیا بس میں تو اسی کی عبادت کرتا ہوں وہی میرا ایک معبود حقیقی ہے۔ بیشک وہی مجھ کو راہ دکھاتا ہے اور اسی بات کو ابراہیم علیہ السلام نے ایک باقی رہنے والا پیغام بنا کر چھوڑ دیا اپنی اولاد میں تاکہ وہ رجوع کریں۔ اسی معبود واحد کی طرف۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ اسوہ اور ان کی میراث ان کی اولاد اور آنے والی نسلوں میں باقی رہتی۔ لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ یہ ہوا کہ میں نے ان کو دنیوی ساز وسامان اور راحتوں سے متمتع کیا اور ان کے بزرگوں کو یہاں تک کہ ان کے پاس حق آگیا۔ اور ایسا رسول جو ہر بات کھول کر بیان کردینے والا ہے۔ جس نے سچا دین پیش کیا۔ واضح دلائل سے حق ثابت کیا قرآن کریم کی آیات پڑھ کر سنائیں حق و باطل کے فرق اور ان کے ثمرات کو نہایت صفائی سے بیان کردیا جس کے بعد کوئی گنجائش تو نہ تھی کہ ایسے رسول مبین پر لوگ ایمان نہ لاتے اور اس کے دین سے اعراض وانحراف کرتے مگر افسوس انہوں نے اعراض وانکار کیا اور جب ان کے پاس حق پہنچا تو انہوں نے کہا یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو ماننے والے نہیں ہیں۔ اور کہا کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دونوں بستیوں لوگوں میں سے کسی بڑے مرد پر کہ وہ سربرآوردہ اور دولتمند ہوتا تو ہم اس کی پیروی کرلیتے۔ اب کسی فقیر اور معمولی آدمی کی کیونکر اتباع کریں۔ اے ہمارے پیغمبر تو کیا یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں آپکے رب کی رحمت کو کہ نبوت و رسالت کا منصب ان کی رائے اور مرضی کے مطابق تقسیم کیا جائے دنیا کے مال و دولت، سرداری اور عزت و وجاہت سے نبوت و رسالت کا کوئی تعلق نہیں تقسیم دنیا کا خدا کے یہاں اور قانون ہے۔ اور نبوت و رسالت سے سرفراز فرمانے کا معیار دوسرا ہے۔ اور جس طرح دنیا کی نعمت تقسیم کرنے میں ہم ہی قادر ومختار ہیں اس میں کسی کے مشورہ اور مرضی کے پابند نہیں۔ اسی طرح رسالت و نبوت کی عطا میں بھی ہم ہی مختار مطلق ہیں جس کو چاہیں اس منصب سے نوازیں۔ نعمت خواہ دنیوی یا اُخروی اور روحانی ہو اس کی عطا و تقسیم میں کسی کا کوئی دخل نہیں۔ چنانچہ ضابطہ یہی ٹھہرا ہوا ہے کہ ہم ہی نے تقسیم کیا ہے ان کی روزی کو . . . .

Marfat.com

دنیا کی زندگی میں اور بلند کر دے بعضوں کے درجے بعضوں پر کہ کسی کو غنی بنایا اور کسی کو فقیر کسی کو عزت والا تو کسی کو نیچے مرتبہ والا - یہ سب کچھ اس غرض سے کیا کہ بعض دوسرے بعض کو اپنا تابع اور مددگار بنائے تاکہ دنیوی نظام صحیح اسلوب پر قائم رہے - اگر ہر ایک کو برابر کر دیتا تو کوئی کسی کی بات نہ بات مانتا نہ تابعدار ہوتا - اور نہ کوئی کسی کی خدمت کرتا - اور ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو نظام معیشت درہم وبرہم ہو جاتا تو فرق مراتب دنیوی مال و دولت میں مقتضائے حکمت تھا تو اسی کے مطابق دنیا کی دولت تقسیم کی گئی - کسی کو زائد دیا جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ خدا کے ہاں اس کی قدر و منزلت زائد ہے - اصل عزت اور خیر کی چیز رحمت خداوندی ہے - جو علوم نبوت ہیں - اور وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حاصل ہوتے ہیں - تو اے مخاطب تیرے رب کی رحمت بہتر ہے - ان چیزوں سے جو یہ دنیا والے جمع کرتے ہیں - نبوت و رسالت کا شرف دنیوی مال و دولت اور عزت وجاہ سے کہیں بڑھ کر ہے - اس لئے یہ فیصلہ درست نہیں کہ نبی اور رسول کسی بستی کا دولت مند شخص ہی ہونا چاہیئے - بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اور اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ہی ایک ہی جماعت ہو جائیں تو ہم ان لوگوں کے لئے جو (خدائے) رحمٰن کے منکر ہیں - گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے - اور وہ سیڑھیاں بھی چاندی ہی کے بنا دیتے جن پر وہ چڑھتیں - اور ان کے گھروں کے دروازے اور وہ تخت جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں - یہ سب کچھ چاندی کی بنا دیتے اور سونے کے عرض مکانوں کی چھتیں، سیڑھیاں دروازے تخت و چوکیاں سب کچھ سونے چاندی کے بنا دیتے لیکن اسقدر زیب و زینت کو دیکھ کر انسانی طبائع کا متاثر ہونا اور ان چیزوں کی طرف مائل ہو جانا قریب تر تھا - جس کا نتیجہ یہی ہوتا کہ دنیا کے تمام لوگ آخرت سے ترک تعلق کر کے صرف دنیوی ساز و سامان اور زیب و زینت ہی کے ہو کر رہ جاتے اور یہ بات حکمت خداوندی کے خلاف تھی - اس وجہ سے کافروں کو بھی دنیا کی دولت کم دے گئی - اور اصل یہی ہے یہ سب کچھ نہیں ہے - مگر صرف دنیا کی زندگی میں برتنے کا سامان جس سے چند روزہ تمتع ہی ہو سکتا ہے - اور آخرت اور آخرت کی تمام نعمتیں راحتیں عزتیں! اے مخاطب تیرے رب کے ہاں صرف تقویٰ والوں ہی کے لئے ہے - دنیا کی شادابی اور بہار میں سب شریک ہیں - مگر آخرت کی دائمی اور لازوال نعمتیں ایمان و تقویٰ والوں کے واسطے مخصوص ہیں -

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی حیثیت رکھتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ بھی نہ چکھاتا -

صحیحین میں ہے کہ ازواج مطہرات نے جس زمانہ میں نفقہ کی زیادتی کا مطالبہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ نے اس مطالبہ سے ناراض ہو کر ایک ماہ تک کے لئے ازواج مطہرات سے ملنے جلنے بات چیت سے پرہیز کرنے کی قسم کھائی تھی - اور بالاخانہ پر مقیم تھے تو عمر فاروق جب وہاں حاضر ہوئے - اور یہ دیکھا کہ آپ کھری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں - جس کی پتیوں نے آپ کے پہلوئے مبارک پر نشان ڈال رکھا ہے

Marfat.com

تو اس منظر کو دیکھکر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ قیصر و کسریٰ جس حال میں ہیں ظاہر ہے کہ جن کے پاس دنیا کی نعمتوں کی کوئی حد و انتہا نہیں اور آپ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں (جو اس حالت میں ہے) تو آپ اپنی امت کے لئے دعا کر دیجئے کہ اللہ ان کو فراخی عطا کر دے۔ روایات میں ہے کہ آپ عمر فاروق کی یہ بات سنتے ہی چونک کر آگے کو ہو بیٹھے۔ اور ددیار آپ نے یہ فرمایا افی شک انت یا ابن الخطاب کہ اے ابن خطاب تو ابھی شک ہی میں پڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ تو وہ ہیں دنیا کی لذتیں انہیں دنیا میں جلدی ہی دیدی گئیں۔ جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ ان کے واسطے دینا ہو اور ہمارے واسطے آخرت ہو۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾

اور جو کوئی آنکھیں چراوے رحمن کی یاد سے، ہم اس پر تعین کریں ایک شیطان، پھر وہ رہے اسکا ساتھی

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور وہ ان کو روکتے ہیں راہ سے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں ؁

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ

یہاں تک کہ جب آوے ہم پاس، کہے، کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں فرق ہو مشرق مغرب کا سا، کہ برا

الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ

ساتھی ہے ؁ اور کچھ فائدہ نہیں تم کو آج کے دن جب تم ظالم ٹھہرے، اس سے کہ تم مار میں

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ

شامل ہو ؁ سو کیا تو سناوے گا بہروں کو؟ یا سمجھاوے گا اندھوں کو؟ اور صریح

فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ

غلطی میں بھٹکتوں کو؟ پھر اگر کبھی ہم تجھ کو لے گئے، تو ہم کو ان سے بدلہ لینا۔ یا

نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ

تجھ کو دکھاویں، جو ان کو وعدہ دیا ہے، تو یہ ہمارے بس میں ہیں ؁ سو تو مضبوط رہ

بِالَّذِىْۤ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ

اسی پر، جو تجھ کو حکم آیا۔ تو ہے بے شک سیدھی راہ پر ؁ اور یہ مذکور رہے گا تیرا

Marfat.com

وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
اور تیری قوم کا اور آگے تم سے پوچھ ہوگی ۔ اور پوچھ دیکھ، جو رسول بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے ۔

مِنْ رُّسُلِنَآ ۟ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾
کبھی ہم نے رکھے ہیں رحمٰن کے سوا اور حاکم، کہ پوجے جاویں ۔

تنبیہ و توبیخ بر غفلت و اعراض از ذکر خداوندی و حسرت و ندامت مجرمین در آخرت

قال اللہ تعالیٰ ومن یعش عن ذکر الرحمٰن الی قولہ تعالیٰ آلِهَةً یعبدون

ربط) اس سے قبل آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک خاص اسوۂ توحید خداوندی پر استقامت اور کفر و شرک سے برآءت و بیزاری کا بیان فرمایا گیا تھا ۔ ساتھ ہی دنیا کے ساز و سامان اور اس کی آرائش و آسائش کی بے وقعتی کا ذکر تھا اور یہ کہ اصل شرف اور عظمت انسان کو صرف وحی الٰہی ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے ۔ اب ان آیات میں حق تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد سے غفلت و اعراض پر تنبیہ و توبیخ کی جارہی ہے ۔ اور یہ کہ ایسے غافلوں اور بے حس لوگوں کا انجام نہایت ہی عبرتناک ہوگا ۔ اور ان کو حسرت و ندامت کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا ۔ ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی مقصود ہے ۔ تو فرمایا اور جو شخص اللہ کی نصیحت قرآن کریم اور وحی الٰہی سے اندھا بن جاوے جان بوجھ کر اعراض و غفلت اختیار کرے جیسے کہ اہل کتاب سب کچھ جاننے کے باوجود ہی یہی کہتے رہے کہ ہمیں کچھ نہیں معلوم چنانچہ ارشاد ہے وجحدوا بہا و استیقنتہا انفسہم تو ہم اس پر مسلط کر دیتے ہیں ایک شیطان جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے ۔ اور بے شک یہ شیاطین اللہ کے ذکر و نصیحت سے اعراض کرنے والے غافلین کو ہر وقت روکتے رہتے ہیں حق کے راستہ سے ۔ اور اس کے باوجود یہ لوگ گمان کرتے رہتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں ان کا یہ تغافل و اعراض باقی رہے گا ۔ یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آئے گا تو اب اس شیطان کے بہکانے کے ثمرات اور نتائج کو دیکھ کر پچھتاتے ہوئے کہے گا ۔ کاش میرے اور تیرے درمیان دنیا میں مشرق و مغرب کے برابر بُعد ہوتا ۔ تو تو بہت ہی بڑا ساتھی تھا کہ تو نے مجھے اس طرح گمراہ کیا ۔ لیکن یہ حسرت کام نہ آئے گی ۔ اور نیز ان سے کہا جائے گا ۔ اے ظالمو ! ہرگز یہ چیز تم کو آج کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی ۔ جبکہ تم دنیا میں کفر کر کے بہت بڑا ظلم کر چکے ہو ۔ اب تو بے شک عذاب میں تم سب ہی شریک ہو تو گیا اسی حالت میں کہ ان منکرین نے سب کچھ دلائل حق کا مشاہدہ کر لیا اور حقائق سن لئے مگر پھر بھی اندھے اور بہرے بنے رہے ۔ آپ ایسے بہروں

Marfat.com

کو سنا سکتے ہیں یا ایسے اندھوں کو راستہ دکھا سکتے ہیں ۔ اور ان لوگوں کو جو صریح گمراہی میں مبتلا ہیں ۔ ان کو راہ راست پر لا سکتے ہیں ۔ پھر آپ یہ بات یاد رکھئے کہ ایسے سرکشوں اور نافرمانوں کی یہ بغاوت و سرکشی اپنے انجام بد سے خالی نہیں جا سکتی ضرور اس پر عذاب خداوندی آکر رہے گا۔ خواہ آپ کی حیات میں یا آپ کی وفات کے بعد ۔ تو اگر ہم آپ کو دنیا سے اٹھالیں تو پھر بھی ان کافروں پر عذاب آکر رہے گا ۔ یا وہ عذاب جس کا وعدہ ہم نے کیا ہے ۔ آپ کو دینوی حیات میں دکھلا دیں ۔ تو بھی کوئی بعید نہیں بہرکیف ہم ان سے ضرور انتقام لینے والے ہیں ۔ اور یہ مجرم انتقام خداوندی سے کسی بھی حالت میں نہیں بچ سکتے تو آپ مضبوطی سے پکڑے رکھئے اسی اللہ کے کلام اور دین کو جو آپ کی طرف وحی کیا گیا۔ بے شک آپ سیدھے راستہ پر ہیں ۔ آپ اپنے کام میں لگے رہیں اعراض کرنے والے اگر اعراض کرتے ہیں تو اس پر غم نہ کیجئے ۔ اور بے شک یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بڑے شرف کی چیز ہے آپ کے لئے تو ظاہر ہے کہ اس وجہ سے رب العالمین نے اس کلام کے ساتھ آپ کو مخاطب بنایا اور نبوت و رسالت کا منصب عظیم عطا فرمایا اور آپ کی قوم کیلئے اس لئے کہ وہ آپ کے توسط سے کلام الہی اور خطاب ربانی کے مخاطب بنے پھر تاکہ جو کچھ قرآنی تعلیمات ہیں وہ عزت و برتری کی حامل ہیں لہذا جس کسی کو یہ نعمت سے سرفراز کیا گیا درحقیقت اسکو بڑا عظیم اعزاز دیا گیا جو دنیا اور آخرت کی تمام عظمتوں اور عزتوں کا ضامن ہے ۔ اور ایسے عظیم انعام سے نوازے جانے والوں کو بے فکر ہو جانا چاہیئے ۔ اس وجہ سے جان لینا چاہیئے کہ عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا ۔ کہ اس کلام الہی کا کیا حق ادا کیا پیغمبر سے حق تبلیغ کا سوال ہوگا ۔ اور امت سے اس پر عمل کرنے کا سوال ہو گا ۔ اور آپ ان سب پیغمبروں سے پوچھ لیجئے جنکو ہم نے آپ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا یعنی ان کی کتابوں اور ان پر ایمان رکھنے والوں سے کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا اور کچھ معبود بنائے ہیں ۔ جن کی عبادت کی جاتی ہو ۔ ظاہر ہے کہ ہم پیغمبر کی تعلیم اور ہدایت توحید کی بنا پر دائر رہی ہے ۔ کسی دین و شریعت میں اور کسی نبی کی تعلیم میں خدا کے سوا کسی معبود کا کوئی تصور ہی نہیں ۔ تو پھر آخر ان مشرکین مکہ نے خدا کے ساتھ ان بتوں کو عبادت میں کیوں شریک کر لیا ہے ۔ اور نصاریٰ نے تین خداؤں کا عقیدہ رکھا ۔ اور یہود نے بھی بہت سے رب بنائے ۔ غرض تمام انبیاء سابقین کی تعلیمات اور ان کی تاریخ صرف توحید خداوندی ہے ۔ پھر کفار مکہ اور یہود و نصاریٰ کیوں نہیں آپ کی ہدایت و تعلیم کی پیروی کرتے ۔

وَلَقَدْ

اور ہم

أَرْسَلْنَا مُوسٰى بِاٰيٰتِنَآ إِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ إِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ

نے بھیجا موسیٰ اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اسکے سرداروں پاس، تو کہا، میں بھیجا ہوں جہان کے

عـہ ۵ حاشیہ متعلقہ ملاحظہ ہو بر صـ ۲۷۲

Marfat.com

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا
صاحب کا ۞ پھر جب لایا ان پاس ہماری نشانیاں وہ تو لگے اُن پر ہنسنے ۞ اور جو
نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ
دکھاتے گئے ہم ان کو نشانی، سو دوسری سے بڑی ۔ اور پکڑا ہم نے ان کو تکلیف میں،
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ
شاید وہ باز آویں ۞ اور کہنے لگے، اے جادوگر! پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو، جیسا سکھا رکھا ہے تجھ کو
اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿٥٠﴾
ہم مقرر راہ پر آوینگے ۞ پھر جب اٹھالی ہم نے ان پر سے تکلیف، تبھی وہ وعدہ توڑ ڈالتے ۞
وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ
اور پکارا فرعون اپنی قوم میں، بولا، اے قوم میری! بھلا مجھ کو نہیں حکومت مصر کی، او
هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ
یہ نہریں چلتی ہیں میرے نیچے ۔ کیا تم نہیں دیکھتے ف۲؟ بھلا میں ہوں بہتر؛ اس
هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ
شخص سے جس کو عزت نہیں ۔ اور صاف نہیں بول سکتا ف۳ ۞ پھر کیوں نہ آ پڑے اس پر کنگن
مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ
سونے کے، یا آتے اس کے ساتھ فرشتے پرا باندھ کر ف۴ ۞ پھر عقل کھو دی اپنی قوم کی
فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا
پھر اسی کا کہا مانا ۔ مقرر وہ تھے لوگ بے حکم ۞ پھر جب ہم کو بھی جھنجھل دلائی، تو ہم نے
مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾
اُن سے بدلہ لیا، پھر ڈبو دیا ان سب کو ۔ پھر کر ڈالا ان کو گئے گذرے، اور کہاوت پچھلوں کے واسطے ۞

قصۂ موسیٰ علیہ السلام برائے تائید مضامین سابقہ واثبات غلبۂ حق بر باطل

قال اللہ تعالیٰ ولقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا الی قولہ ومثلاً للآخرین

Marfat.com

(ربط) گزشتہ آیات میں اعراض و نافرمانی کرنے والوں پر توبیخ و تنبیہ تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود تھا کہ ایسے لوگوں کے اعراض و مخالفت سے اللہ کے دین کو ہرگز کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اب اسی مناسبت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ جب وہ اللہ کی نشانیاں لیکر فرعون کے سامنے آئے تو فرعون کی مخالفت اور مقابلہ اور فرعون کی تمام طاقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچا سکی۔ نتیجہ یہی ہوا کہ حق غالب آیا اور فرعون کی تمام طاغوتی طاقتیں پارہ پارہ ہوئیں۔ تو ارشاد فرمایا اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل و معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سربرآوردہ لوگوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان لوگوں کے پاس آکر یہی کہا اے لوگو! بے شک میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں تمہاری ہدایت کے واسطے مجھے بھیجا گیا ہے۔ لیکن جب موسیٰ (علیہ السلام) فرعون اور فرعون کی قوم کے پاس ہماری نشانیاں اور معجزات لیکر آئے تو وہ لوگ ناگہاں ان پر ہنسنے لگے اور ان نشانیوں کا مذاق بنانا شروع کر دیا۔ حالانکہ عقل کا تقاضا تو یہ تھا وہ ان دلائل و معجزات پر غور کر کے ان کو قبول کرتے اور ان کے ذریعہ ہدایت حاصل کرتے۔ اور ہم تو جو بھی نشانی دکھاتے وہ دوسری سے بڑھ کر ہوتی ظاہر ہے کہ یہ سب نشانیاں قبول حق کے واسطے کافی تھیں۔ مگر ان کا اعراض اور نافرمانی کا درجہ بڑھتا ہی گیا۔ اور پھر جب یہ کسی طرح باز نہ آئے تو ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا شاید یہ رجوع کر لیں۔ حق کی طرف۔ باز تو کیا آتے اور سرکشی بڑھتی ہی گئی اور کہنے لگے اے جادوگر دعا کر دیجیے ہمارے واسطے اپنے رب سے اس چیز کی جس کا اس رب نے تجھ سے وعدہ کر رکھا ہے۔ یعنی وہ قہر و عذاب جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آپ اسکو دور کرنے کے واسطے اپنے رب سے دعا کیجئے اگر ایسا ہو گیا۔ تو بے شک ہم ہدایت قبول کر لیں گے۔ اور ایمان لے[عـه] آئیں گے۔ لیکن جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا تو ناگہاں پھر وہ وعدہ توڑنے والے ہو جاتے اور بار بار انہوں نے اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا کہ جونہی تکلیف اور مصیبت کی گھڑی ختم ہوئی فوراً اپنے قول و قرار سے پھر گئے اور نوبت بدبختی کی یہاں تک پہنچی کہ فرعون نے اپنی قوم میں پکارا اللہ کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین و تحقیر کرتے ہوئے کہا اے میری قوم کیا میرے پاس نہیں ہے مصر کی سلطنت اور یہ نہریں جو میرے محلات کے نیچے بہہ رہی ہیں تو کیا تم یہ سب کچھ نہیں دیکھ رہے ہو۔ بھلا میں ہوں بہتر اس شخص سے جسکو کوئی عزت نہیں اور وہ نہیں ہے ایسا کہ صاف بول سکے۔ تو میں مال و دولت اور عزت میں بھی اس سے یقیناً بڑھ کر ہوں اور وجاہت و شخصیت میں بھی میرا مقام بلند ہے۔ اگر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدا کا پیغمبر ہے تو پھر کیوں نہ اس پر ڈال دیئے گئے۔ سونے کے کنگن یا کیوں نہ آگئے اس کے ساتھ فرشتے صف بستہ ہو کر غرض

عـه ان آیات تسع اور قوم بنی اسرائیل کے عذاب کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزر چکی۔ ۱۲۔

Marfat.com

اس طرح کی بے معنی اور مہمل باتوں کے ذریعہ اس فرعون نے اپنی قوم کی عقل کھودی پھر قوم نے اس کی بات کی پیروی کی۔ حالانکہ ادنیٰ عقل رکھنے والے کو بھی جان لینا چاہیئے تھا کہ یہ سب کچھ ان کو بے وقوف بنانے والی باتیں ہیں۔ بے شک یہ لوگ نافرمان تھے۔ جب فطرت میں خبث رچا ہو اور عمل نافرمانی کا ہو تو پھر یقیناً اسی قوم کا یہی شیوہ ہونا چاہیئے تھا کہ حقیقت اور عقل کو بالائے طاق رکھ کر فرعون کی باتوں میں آکر احمق بنیں۔ پھر جب ان لوگوں نے اپنی اس باغیانہ روش سے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ان سب کو ہم نے ڈبو دیا۔ جبکہ فرعون مع اپنی جماعت کے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا تھا تو دریا میں اللہ رب العزت نے جو راستہ حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کے گزرنے کا بتایا تھا اسی راستہ پر ان فرعونیوں کو ڈال کر غرق کر ڈالا۔ پھر بنا دیا ان کو دنیا سے گزر جانے والا اور نمونہ عبرت کر دیا بعد میں آنے والوں کے لئے تاکہ بعد میں آنے والی نسلیں یہ عبرتناک واقعہ سن کر اس طرح کی سرکشی اور بغاوت سے باز آئیں۔ اور خدا کے پیغمبر کی اطاعت کریں۔

بقیہ حاشیہ از ص ۲۶۹

مقصود یہ ہے کہ پیغمبر بعضے وعدے تو ہم آپ کو آپ کی زندگی میں دکھلا دیں گے اور بعض وعدے آپ کے بعد ظہور پذیر ہوں۔ خدا نے جو وعدے کئے ہیں وہ ضرور بالضرور پورے ہوں گے۔ کوئی دیر سے کوئی سویر سے چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا کہ بعضے وعدے آپ کی زندگی میں پورے ہو گئے۔ جیسے فتح خیبر اور مکہ اور بعضے وعدے جیسے فارس اور روم کی فتح کا وعدہ۔ سو یہ آپ کے زمانہ حیات میں واقع نہیں ہوا بلکہ آپ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے زمانے میں پورا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء بعثت سے تا حین وفات فارس اور روم کی فتح کا وعدہ دیتے۔ اور فرماتے رہے کہ اللہ تعالےٰ اس دین کو کیا اہل قریٰ وامصار اور کیا اہل بادیہ وصحرا غرض سب کے گھروں میں پہنچا دے گا۔ خواہ بعزت اور خواہ بذلت بعزت تو یہ کہ مشرف باسلام ہوں گے اور بذلت یہ کہ جزیہ اور خراج دیتے ہوئے اسلام کا باج گذار بنیں گے اور ظاہر ہے کہ فتح فارس اور روم کی فتح کا وعدہ زمانہ نبوت سراپا سعادت میں ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ آپ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کا زمانہ میں پورا ہوا اور جس کے ہاتھ پر اللہ کے وہ وعدے پورے ہوں جن کا اللہ نے اپنے نبی سے وعدہ کیا تھا۔ وہی اس کے نبی کا خلیفہ خاص ہے۔

بہرحال معلوم ہوا کہ اس آیت میں جو لفظ اِمّا اور اَوْ واقع ہوا ہے وہ تردید اور تردد کے لئے نہیں بلکہ توزیع وتقسیم کے لئے ہے کہ تکمیل وعدہ کی قسمیں متعدد ہیں۔

اور جملہ وانہ لذکر لک ولقومک کے معنی یہ ہیں کہ اے پیغمبر۔ جماعت قریش میں سے چند وہ لوگ ہوں گے جو ظاہر و باطن کی شرافت سے مشرف وممتاز ہو کر آپ کے دین کے مددگار ہوں گے۔ اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ ہوں گے۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ کریں گے۔ (ازالۃ الخفاء ص ۵۹۵)

Marfat.com

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ
اور جب کہاوت لایئے مریم کے بیٹے کی، تو تبھی قوم تیری لگتے ہیں اس سے چلانے ف ✤ اور

قَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ
کہتے ہیں، ہمارے ٹھاکر بہتر ہیں یا وہ؟ یہ نام جو دھرتے ہیں تجھ پر، سب جھگڑنے کو۔ بلکہ یہ لوگ ہیں

خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ
جھگڑالو ✤ وہ کیا ہے؟ ایک بندہ ہے، کہ ہم نے اس پر فضل کیا اور کھڑا کیا بنی اسرائیل

اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِى الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾
کے واسطے ✤ اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے، رہیں زمین میں تمہاری جگہ ف ✤

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ
اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا، سو اس میں دھوکا نہ کرو، اور میرا کہا مانو۔ یہ ایک سیدھی

مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا
راہ ہے ف ✤ اور نہ روکے تم کو شیطان۔ وہ تمہارا دشمن ہے صریح ✤ اور جب

جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ
آیا عیسیٰ نشانیاں لے کر، بولا، میں لایا ہوں تمہارے پاس پکی باتیں، اور بتانے کو بعضی

بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
چیز جس میں تم جھگڑتے تھے۔ سو ڈرو اللہ سے، اور میرا کہا مانو ✤ بے شک اللہ جو ہے

رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ
وہی ہے رب میرا اور رب تمہارا۔ اس کی بندگی کرو، یہ ایک سیدھی راہ ہے ✤

تردید خصومت مشرکین دربارۂ توحید و دعوت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

قال اللہ تعالیٰ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِلٰى قولہ تعالیٰ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

(ربط) سابقہ مضامین انبیاء سابقین کی تعلیم کے بیان پر مشتمل تھے کہ ہر پیغمبر کی دعوت و تعلیم توحید ہی رہی ہے۔ اور اب نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ نے بھی اسی توحید کی دعوت

Marfat.com

دی ہے۔ تو پھر کفار قریش کو اس دعوت پر کیا تامل اور اعتراض ہے اور وہ دعوت توحید جس پر ہر پیغمبر کا اتفاق رہا کیوں نہیں اسکو قبول کرتے۔ اب ان آیات میں کفار کے ایک معاندانہ اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے۔ جس کا منشاء نصاریٰ کا حضرت عیسٰے علیہ السّلام کو معبود بنانا تھا۔ اس لغو اعتراض کا جواب دیتے ہوئے یہ بیان کیا گیا کہ اللہ کے جس پیغمبر یعنی مسیح ابن مریم کے قصّہ کو تم اپنے شرک کی دلیل قرار دے رہے ہو خود ان مسیح بن مریم کی تعلیم تو محض توحید تھی۔

بعض احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش سے یہ فرمایا تھا لَیْسَ اَحَدٌ یُّعْبَدُ مِن دُونِ اللہِ فِیْہِ خَیْرٌ یعنی اللہ کے سوا جو بھی معبود ہے اس میں کوئی خیر نہیں تو اس پر بعضوں نے کہا پھر تو اس میں عیسٰے (علیہ السّلام) بھی داخل ہیں۔ کیونکہ ان کو بھی نصاریٰ نے معبود بنایا تھا۔ اور آپ ان کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نبی صالح تھے۔ تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اس عموم میں عیسٰے (علیہ السلام) داخل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ تو شرک کی تردید کرتے تھے اور توحید کے داعی تھے۔ اب اگر ان کی مرضی اور دعوت کے خلاف کوئی قوم ان کو معبود بنا لے تو یہ ان کی خیریت کے منافی نہیں۔ خیریت کی نفی اس صورت میں ہوگی۔ جب کہ اس شرک میں ان معبودوں کی مرضی اور دعوت کو دخل ہو اور نہ کبھی انہوں نے اس شرک سے بیزاری و نفرت کا اظہار کیا ہو اور نہ ہی روکا ہو۔ لیکن جس نے نفرت و بیزاری ظاہر کی ہو روکا ہو۔ تردید کی ہو اور اس کے برعکس توحید ہی کی دعوت دی ہو تو وہ کیونکر اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی۔ اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ یعنی اے مشرکو تم اور وہ تمہارے وہ معبود جنکی تم عبادت کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر جہنم کا ایندھن ہیں۔ تو یہ لوگ کہنے لگے۔ اچھا حضرت عیسٰے بھی تو نصاریٰ کے معبود تھے۔ کیونکہ نصاریٰ نے ان کو معبود بنایا تھا۔ تو پھر بتاؤ تمہارے خیال میں ہمارے معبود اچھے ہیں یا عیسٰی ارشاد فرمایا۔ اور جب کبھی بھی مثال بیان کی جائے مریم کے بیٹے (عیسٰے علیہ السّلام) کی تو اسی وقت آپ کی قوم اس سے چلانے لگتی ہے۔ اعتراض اور خصومت کرتے ہوئے اور کہنے لگتے ہیں بتایئے کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ۔ اور وہ خود جانتے ہیں کہ ان کا یہ استدلال یا خصومت مہمل اور بے معنی ہے تو نہیں پیش کرتے ہیں ابن مریم کو آپ کے روبرو مگر محض جھگڑنے کے واسطے اور یہ بات کوئی وقتی یا عارضی نہیں بلکہ یہ لوگ تو ہیں ہی جھگڑالو۔ ان خصومت اور جھگڑا کرنے والے مشرکین کا ابن مریم کو اپنے معبودوں کے درجہ میں قرار دیکر پیش کرنا قطعاً غلط اور بیہودہ جھگڑا ہے وہ تو داعیِ توحید تھے شرک سے قطعاً بیزار و متنفر تھے۔ وہ تو صرف ایک بندے تھے جن

Marfat.com

پر ہم نے انعام کیا اور بنایا تھا ہم نے ان کو ایک مثال بنی اسرائیل کے واسطے کہ بنی اسرائیل کے لئے پیکر ہدایت اور نمونہ توحید تھے۔ اور سابقہ تاریخ میں بنی اسرائیل نے جو شرک و بت پرستی کی مختلف قسمیں جاری کر رکھی تھیں ان کا رد اور ازالہ کریں۔

یہ بات بیشک درست ہے کہ عیسے ابن مریم میں بہت سے آثار فرشتوں کے تھے۔ لیکن ان آثار کی وجہ سے ان کو معبود بنالینا کیسے ممکن تھا۔ حالانکہ فرشتے خود اللہ کی مخلوق ہیں

اور اگر ہم چاہیں تو بنا دیں تم ہی سے فرشتے زمین میں جو تمہاری جگہ ہوں اور تمہاری نسل میں سے ہو کر بعد میں زمین پر بسیں جیسا کہ ہر ایک نسل پہلی نسل کے بعد بسا کرتی ہے۔ تو ہم کو سب طرح قدرت ہے تو اگر مریم کے بیٹے عیسے (علیہ السلام) بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور اس طرح ان کو اللہ نے فرشتوں کا سا نمونہ بنا دیا جن کے نہ باپ ہیں اور نہ ماں یا ان کو آدم علیہ السلام کی طرح پیدا فرما دیا۔ تو نہ آدم خدا اور خدا کے بیٹے ہوتے اور نہ فرشتے معبود ہو سکتے ہیں تو پھر عیسے بن مریم کو نصاریٰ کا معبود بنالینا کیونکر از روئے عقل صحیح ہو سکتا ہے

اور وہ بیشک ایک نشان ہے قیامت کے واسطے تو اس میں ہرگز کوئی شبہ نہ کرو۔ اور میری بات مانو یہی ایک سیدھا راستہ ہے۔ اور ہرگز ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ شیطان تم کو روکے اس سیدھے راستے سے وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

غرض یہ کہ حضرت عیسے بن مریم کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ مریم کے بیٹے اور خدا کے بندے تھے۔ نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے۔ اور ان کی تعلیم و ہدایت میں سراسر توحید ہی تھی۔ مگر نصاریٰ نے کس قدر ظلم کیا کہ ان کو معبود بنایا اور توحید کے بجائے شرک کو اختیار کیا۔

اور جب آیا عیسے نشانیاں اور دلائل لیکر تو کہا اے میری قوم میں لیکر آیا ہوں تمہارے پاس حکمت کی باتیں اور اس لئے کہ کھول کر بتا دوں میں تم کو بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو اور باہم جھگڑ رہے ہو سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ وہ محکم و مضبوط بات جو ہر حکمت سے لبریز ہے۔ یہ ہے کہ بیشک صرف اللہ ہی ہے جو میرا بھی معبود ہے اور تمہارا بھی معبود ہے۔ بس اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ بہر کیف یہ تھا پیغام مسیح بن مریم علیہ السلام جس میں توحید خداوندی کی دعوت تھی۔ اور شرک سے نفرت و بیزاری کا اعلان تھا۔ اس کے باوجود اگر نصاریٰ نے ان کو معبود بنایا تو یہ چیز ان کی فضیلت و خیریت اور عبدیت و بندگی پر کیسے اثر انداز ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

تفسیر وانّہٗ لعلمٌ للسّاعۃ اور مسئلہ نزولِ عیسٰے بن مریم علیہ السلام

جمہور مفسّرین کے نزدیک وَاِنَّہٗ کی ضمیر حضرت عیسٰے علیہ السّلام کی طرف راجع ہے یعنی عیسٰے بن مریم بے شک ایک علامت ہیں قیامت کے لئے۔ اور اس سے مراد ان کا آسمان سے نزول فرمانا اور زمین پر آنا ہے تو ان کا یہ آنا منجملہ علاماتِ قیامت ایک عظیم نشانی بنایا گیا۔ ترجمان قرآن حضرت عبداللہ بن عباس ابوہریرہ ابوالعالیہ ابومالک عکرمہ حسن بصری قتادہ ضحاک مجاہد اور جملہ ائمہ تفسیر کا اسی پر اتفاق ہے کہ انّہٗ کی کی ضمیر عیسٰے علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ تفسیر درِّ منثور میں مجاہد سے مروی ہے۔

قَالَ اٰیَۃٌ لِلسَّاعَۃِ خروج عیسٰی۔ فرمایا قیامت کی نشانی حضرت عیسٰی بن مریم کا تشریف لانا ہے۔

ابن مریم قبل یوم القیٰمۃ کا قیامت سے پہلے تشریف لانا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:۔ کہ یہی تفسیر صحیح ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی صحابی سے اس کے خلاف کوئی تفسیر جب منقول نہیں تو ایسی صورت میں حبرامت اور بحرامت ترجمان القرآن ابن عباس کی تفسیر کے مقابلہ میں کونسی تفسیر قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔ تفصیل کے لئے تفسیر ابن جریر (۲۵ - ۵۴) مطبوعہ میریہ تفسیر ابن کثیر (۹ - ۱۴۶) مطبوعہ میریہ الدر المنثور (۶ - ۲۰) طبع مصر عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام (ص۳) ملاحظہ ہو۔ عقیدہ الاسلام (ص ۵) میں حضرت امام العصرؒ حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اذا تواترت الاحادیث بنزولہ و تواترت الاٰثار وھو المتبادر من نظم الاٰیۃ فلا یجوز تفسیر بغیرہٖ الخ	جب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی احادیث و آثار متواتر ہیں، اور قرآن کریم کی آیت کا واضح مفہوم بھی یہی ہے تو اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر صحیح نہ ہوگی۔
(۳) وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (نساء ۱۵۹)	کوئی شخص بھی اہل کتاب میں سے نہ رہے گا۔ مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی موت سے قبل ایمان لائے گا۔

"موتہ" کی ضمیر میں نزاع ہے۔ ابن جریر نے ابن عباس مجاہد، عکرمہ، ابن سیرین۔ ضحاک وغیرہ کی تفسیر کے مطابق اس کی تصحیح و ترجیح فرمائی ہے کہ "موتہ" کی ضمیر راجع ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور مقصود یہ ہے کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جتنے اہل کتاب ہوں گے عیسیٰ السلام کی وفات سے پہلے

لہ تفسیر ابنِ کثیر جلد رابع ۱۲

Marfat.com

سب ایمان لے آئیں گے اور اسی قول کو ابن جریر اپنی تفسیر میں " اولیٰ ھذہ الاقوال بالصحۃ "
قرار دیتے ہیں ۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔
وھذا القول ھو الحق کما سنبینہ بالدلیل القاطع ان شاء اللہ..... یہی قول حق ہے جیسا کہ آگے دلیل قطعی کے ساتھ اسکو بیان کریں گے ۔ انشاء اللہ !

اور پھر فرماتے ہیں : حاصل یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی ذات کو ایک خاص نشان بنایا تھا ۔ اور حق تعالیٰ کی قدرت عظیم کے دلائل میں بہت بڑی دلیل تھے ۔
حاصل یہ ہے کہ ان کا پہلی مرتبہ آنا خاص بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان تھا کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور ماں کی گود ہی سے بولنا شروع کیا اور اللہ کی ربوبیت اپنی عبدیت کے اقرار اور اعتراف سے بولنے کا آغاز فرمایا اور پھر نبوت و رسالت ملنے کے بعد عجیب و غریب معجزات دکھلائے اور پھر جب دشمنوں نے اور ان کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ نے اور ان کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا ۔ تاکہ اپنے باپ آدم کی طرح چند روز آسمان پر رہیں ۔ اور زمانہ آئندہ عین قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر نازل ہوں اور ان کا یہ دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا ۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ۔ اس اعتبار سے وہ من وجہ اپنی باپ آدم کا نمونہ بنے کہ جو بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم اور باپ کی طرح چند روز کے لئے آسمان پر چلے گئے ۔ اور آیات قرآنیہ اور احادیث صریحہ سے حضرت آدم کا آسمان سے زمین پر ہبوط اور نزول قطعی طور پر ثابت ہے ۔
اسی طرح قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر نزول ہبوط ۔ اپنے باپ آدم کے ہبوط کا نمونہ ہوگا اور اس طرح آسمان سے ہبوط اور نزول قرب قیامت کی علامت ہوگا ان کے نزول سے لوگ سمجھ لیں گے کہ قیامت بالکل قریب آلگی ہے آیات قرآنیہ سے اور احادیث نبویہ سے تفصیلاً یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ دجال لعین کے خروج کے بعد حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ افضل الصلاۃ والسلام آسمان سے نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل فرمائیں گے اور زمین کو دجال اور اس کے متبعین کی خباثت و فساد سے اور یہودیوں کی ناپاکیوں اور گندیوں سے پاک کریں گے ۔ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں ۔ اسی جسد عنصری کیساتھ آسمان سے نازل ہوں گے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں ایک بڑی حکمت یہ ہے ۔ کہ جب انقراض عالم کی مدت قریب ہوگی تو عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بنی آدم میں سے ہیں اور بعض اعتبارات سے اپنی باپ آدم کا نمونہ ہیں ۔ اس لئے اول انکو خدا تعالیٰ کفار کے شر سے بچا کر ایک مدت معینہ کیلئے آسمان پر اٹھا لیا ۔ اور چونکہ کوئی انسان آسمان پر فوت نہ ہوگا ۔ بلکہ زمین ہی پر مریگا
لہٰذا جب عیسیٰ علیہ السلام کی اجل مقررہ اور مدت

Marfat.com

حیات اختتام کو پہنچے گی تو اللہ تعالے ان کو آسمان سے زمین پر نازل کرے گا۔ تاکہ ان کی موت زمین پر آئے اور جس نبی آخر الزمان کی بشارت دینے کے لئے وہ مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔
ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد ان ہی کے قدموں میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہو چنانچہ قیامت کے قریب دجال کے قتل کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے اور پھر کچھ عرصہ بعد مدینہ منورہ میں جاکر وفات پائیں گے۔ اور روضۂ اقدس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب مدفون ہوں گے۔ اور بعض مورخین کی نقول سے مثلاً علامہ سمہودی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حجرۂ شریفہ میں جو ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے آگے یعنی آپ کے قدمین شریفین سے سمت مشرق میں واقع ہے۔
دیکھو تفسیر قرطبی صہ ۱۰۵ جلد ۱۶ وزاد المسیر صہ ۳۲۵ جلد ۷ وتفسیر ابن جریر وتفسیر ابن کثیر جلد رابع و درمنثور ان تمام تفاسیر میں صحابہ و تابعین سے اس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے اور اس کے خلاف کسی سے منقول نہیں اور سورۂ نساء کے اخیر میں وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کی تفسیر میں نزول عیسٰی علیہ السلام کی طرف حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کرتے ہوئے۔ فرمایا کہ:
ابن کثیر نے اسی کو قول حق قرار دیا اور فرمایا کہ دلیل قطعی سے یہی ثابت ہے
علاوہ ازیں نزول عیسٰے علیہ السلام احادیث متواترہ سے ثابت ہے جن کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے۔ ائمہ محدثین نے تو ان احادیث کو بھی متواتر فرمایا ہے۔ جو تیس سے پچاس تک شمار کی گئی ہیں۔
حافظ ابن کثیرؒ اور شیخ جلال الدین سیوطی نے احادیث نزول کو اخبار متواترہ سے تعبیر کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا کہ یہ تمام احادیث قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہیں۔ اس لحاظ سے مسئلہ نزول مسیح دین کے لوازم اور ضروریات میں سے ہوا جس پر ایمان کے بغیر قانون شریعت سے کوئی شخص مسلمان نہیں سمجھا سکتا۔
فقہ اکبر صفحہ ۱۳ میں امام ابو حنیفہ کا ارشاد ہے۔

وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسٰی علیہ السلام من السماء وسائر علامات القیامۃ علی ماوردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن واللہ تعالی یھدی من یشاء الی صراط مستقیم	خروج دجال اور خروج یاجوج و ماجوج اور آفتاب کا مغرب سے طلوع اور حضرت عیسے کا آسمان سے نزول اور باقی علامات قیامت جن کا احادیث صحیحہ میں ذکر آیا ہے۔ یہ اور وہ سب حق ہیں اور ضرور ہو کر رہیں گی اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

امام اعظم کی اس عبارت میں نزول کے ساتھ من السماء کا لفظ صراحتہً اس پر دلالت

Marfat.com

کرتا ہے کہ عیسٰے بن مریم کا نزول آسمان سے ہوگا ۔ نیز اسبابِ پر دلالت کرتا ہے کہ عیسٰے بن مریم کا نزول آسمان سے ہوگا نیز اسبابِ پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس جسدِ عنصری کے ساتھ آسمان سے نازل ہوں گے ۔

قال الامام البیھقی اخبرنا ابوعبداللہ الحافظ انا ابوبکر بن اسحاق انا احمد بن ابراھیم ثنا ابن کبیر حدثنی اللیث عن یونس عن ابن شہاب عن نافع مولی ابی قتادۃ الانصاری قال فی کتاب الاسماء والصفات ۔

اَنَّ اَباھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم رواہ البیھقی فی کتاب الاسماءُ والصفات

امام بیہقی سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری خوشی کا کیا حال ہوگا جبکہ عیسٰے بن مریم تمہارے درمیان آسمان سے اتریں گے اور تمہارا امام خود تم میں سے ہوگا ۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ ذکر فرمایا اور یہ سند صحیح ہے ۔ اس کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں ۔

وقال رواہ البخاری فی الصحیح عن یحیٰی بن بکیر واخرجہ مسلم من وجہ آخر عن یونس وانما اراد نزولہ من السماء بعد الرفع الیہ (کتاب الاسماء والصفات صہ ۴۲۴ طبع مصر)

کہ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور جزایں نیست کہ نزول سے مراد آسمان سے اترنا ہے جیسا کہ رفع سے آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے ۔

باب قولہ تعالیٰ عزوجل عیسیٰ علیہ السلام اِنّی مُتَوَفّیک وَرَافعک اِلَیَّ

بخاری اور مسلم کی روایت میں اگرچہ لفظ من السماء کا موجود نہیں مگر اصل حدیث بخاری اور مسلم میں موجود ہے ۔ اس لئے امام بیہقی نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی طرف منسوب کیا ۔ اور بتلا دیا کہ حدیث میں صرف نزول من السماء ہی مراد ہوسکتا ہے ۔ اس کے سوا اور کوئی معنی مراد نہیں ہوسکتے

وعن ابن عباس مرفوعاً قال الدجال اول من یتبعہ سبعون الفاً من الیھود علیھم السیجان الی قولہ قال ابن عباس قال

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو لوگ دجال کا اتباع کریں گے وہ ستر ہزار یہودی ہونگے اُن کے سروں پر طیلسان ہوں

Marfat.com

رسول اللہِ صَلَّی اللہُ علیہ وسلم فعند ذالک ینزل عیسیٰ بن مریم من السّمآءِ عَلیٰ جبل افیق اماماهادیا وحکماء ولا الحدیث رواہ اسحاق بن بشر (کنز العمال ص۲۶۸ ج ۷)

گے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسوقت جبکہ دجال خروج کرے گا۔ تو اس وقت عیسےٰ بن مریم کوہ افیق پر آسمان سے نازل ہونگے اور وہ اہل امت کے حق میں امام اور ہادی اور حاکم منصف ہونگے۔

یہ ابن عباس کی مفصل روایت کا ایک ٹکڑہ ہے۔ جس میں صراحۃً لفظ آسمان کا موجود ہے۔ اور امام قرطبی نے اسی حدیث کو اپنی تفسیر میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔ اس میں بھی من السماء، کا لفظ صراحۃً موجود ہے وذکر الثعلبی والزمخشری وغیرہما من حدیث ابی ہریرۃ رض اِنّ النّبی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وسَلَّم قال ینزل عیسی ابن مریم علیہ السلام من السّمآءِ عَلیٰ ثنیۃ من الارض المقدسۃ یقال لہا افیق۔ الیٰ آخر الحدیث تفسیر قرطبی ص۱۰۷ ج ۱۶

حاصل یہ ہے کہ اس آیت وانّہٗ لعلم للساعۃ میں۔ انہ کی ضمیر عیسےٰ بن مریم کی طرف راجع ہے جو ایک ذاتِ معین کا عَلَم ہے اور قیامت کے قریب انکے نزول کی خبر دی گئی ہے۔ اور یہی تمام امت کا اجماعی عقیدہ ہے جیسا کہ عقیدۂ طحاویہ اور شرح عقیدہ سفارینیہ میں صراحۃً مذکور ہے۔ جس طرح حضرت علیسے کا اسی جسم عنصری کے ساتھ رفع آسمانی قطعی اور یقینی ہے اسی طرح قیامت کے نزدیک اسی علیسے بن مریم کا جن کی ولادت اور نبوت کا قرآن میں ذکر ہے اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان سے نزول بھی قطعی اور یقینی ہے۔

لہذا کسی ملحد اور زندیق کا یہ کہنا کہ مسیح خود نہیں آئیں گے بلکہ ان کا کوئی مثیل اور شبیہہ آئے گا۔ یہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں صریح تحریف ہے۔ بیشمار احادیث میں نہایت تفصیل اور صراحت کے ساتھ عیسٰی بن مریم کے نزول کا ذکر ہے اور عیسے بن مریم ایک ذات معین کا علم اور نام ہے جو فلسطین میں پیدا ہوئے تھے۔ جس سے ذات معین کے علاوہ کوئی دوسرا شخص مراد نہیں ہوسکتا علم شخصی کو بلا وجہ نکرہ بتانا قطعاً جائز نہیں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کی تعیین وتشخیص میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ ان کے اترنے کا مقام بھی متعین کر دیا کہ وہ دمشق ہے۔ جسے سارا عالم جانتا ہے۔ مگر مرزا کہتا ہے کہ اس سے قادیان مراد ہے

نیز احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ و تابعین سے بھی ثابت کہ وہ کسی خطۂ زمین میں پیدا ہونگے یا کوئی اور شخص حضرت عیسےٰ بن مریم کے ہم صورت یا ہم صفت ہندوستان کے کسی خطہ میں پیدا ہوگا۔ اور انگریزوں کا باج گزار اور وہ مثل مسیح گھسیٹی

Marfat.com

کے پیٹ سے پیدا ہوگا۔ اور انگریزوں کی کچہریوں میں گھستا پھریگا۔

مرزا کہتا ہے کہ لفظِ نزول جو بحق مسیح آیا ہے اس سے آسمان سے اُترنا مراد نہیں بلکہ پیدا ہونا مراد ہے۔ (جواب) جواب بالکل غلط ہے نزول کے معنی لغت میں پیدائش کے نہیں نیز حدیث نزول میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام دو رنگین کپڑے پہنے دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے جامع مسجد کے منارۂ شرقیہ پر اُتریں گے۔ سو اگر بقول مرزا نزول کے معنی پیدائش کے ہوں تو حدیث کا مطلب کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے منارۂ شرقی پر پیدا ہونگے اور ......

ظاہر ہے کہ یہ معنی بالکل مہمل ہیں اور سراسر غلط ہیں۔ اور اگر بفرضِ محال یہ مان لیا جائے کہ مسیح بن مریم تو وفات پاگئے اب ان کی جگہ دوسرا مسیح پیدا ہوگا۔ تو اس دوسرے شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسیح ہونے کی دلیل پیش کرے اور بتلائے کہ وہ کس دلیل کی بنا پر اپنے کو مسیح کہتا ہے۔ محض حضرت عیسےٰ بن مریم کی وفات سے تو کسی کا مسیح ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ محض کسی نبی کی موت سے کسی زندہ کی نبوّت ثابت نہیں ہوسکتی۔ جب تک وہ زندہ اپنی نبوت کی دلیل نہ پیش کرے مثلاً اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا کہ میں ہندوستان کا شاہ جہاں یا عالمگیر ہوں اور دلیل یہ بیان کرتا کہ شاہ جہاں اور عالمگیر مرچکے ہیں تو محض شاہجہاں اور عالمگیر کی وفات سے اس کی بادشاہت ثابت نہیں ہوسکتی اور اگر یہ کہے کہ میں ان کا مثل اور شبیہ ہوں تو سوال یہ ہوگا کہ کس چیز میں آپ شاہجہاں اور عالمگیر کے مشابہ ہیں۔ مرزائے قادیان نہ ذات میں حضرت عیسےٰ کے مشابہ ہے۔ اور نہ صفات میں۔ دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ یا اُن کا ظل اور بُروز ہوں جس پر دلیل کوئی نہیں اور اگر محض لفظ ظل اور لفظ بُروز بڑھا دینے سے نبوّت اور رسالت اور مسیحیت کا دعویٰ جائز ہے تو پھر اس طرح تو دعوائے الوہیت بھی جائز ہونا چاہیئے۔ کہ کوئی یہ کہے کہ میں خدائے تعالےٰ کا ظل اور بُروز ہوں اور اس کی صفات کا مظہر ہوں۔

یہ تمام تفصیل

والدِ محترم حضرت مولانا محمد ادریس صاحب قدّس اللہ سرہٗ کی کتاب القول المحکم فی نزول عیسےٰ بن مریم اور اس موضوع پر دیگر تالیفات و مضامین سے ماخوذ ہے۔ حق تعالےٰ والد مرحوم کے علوم سے اُمّت کو ہمیشہ مستفیض فرماتا رہے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

Marfat.com

٦٤ فَاخْتَلَفَ
پھر پھٹ گئے

الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ
فرقے ان کے بیچ سے - سو خرابی ہے گنہگاروں کو، آفت سے دکھ والے دن

أَلِيمٍ ٦٥ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ
کی ف٤ ٭ اب یہی راہ دیکھتے ہیں اس گھڑی کی، کہ آ کھڑی ہو ان پر اچانک، اور ان کو

لَا يَشْعُرُونَ ٦٦ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا
خبر نہ ہو ٭ جتنے دوست ہیں اس دن دشمن ہوں گے، مگر

الْمُتَّقِينَ ٦٧ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ٦٨ الَّذِينَ
جو ہیں ڈر والے ف٥ ٭ اے بندو میرے! نہ ڈر ہے تم پر آج کے دن، اور نہ تم غم کھاؤ ٭ جو

آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ٦٩ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ
یقین لائے ہماری باتوں پر، اور رہے حکم بردار ٭ چلے جاؤ بہشت میں تم اور تمہاری عورتیں، کہ

تُحْبَرُونَ ٧٠ يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا
تمہاری عزت کریں ٭ لیے پھرتے ہیں ان پاس رکابیاں سونے کی، اور آبخورے ، اور وہاں

مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ٧١ وَ
ہے جو دل چاہے ، اور جس سے آنکھیں آرام پاویں۔ اور تم کو ان میں ہمیشہ رہنا ٭ اور

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ٧٢ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ
یہ وہی بہشت ہے جو میراث پائی تم نے بدلے ان کاموں کے جو کرتے تھے ٭ تم کو ان میں میوے ہیں

كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ٧٣ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ٧٤
بہت ان میں سے کھاتے ہو ف٦ ٭ البتہ جو گنہگار ہیں، دوزخ کی مار میں ہیں ہمیشہ رہتے ٭

لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ٧٥ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا
نہ ہلکی ہوتی ہے ان پر، اور وہ اسی میں پڑے ہیں ناامید ٭ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا، لیکن تھے وہی

Marfat.com

هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ
بے انصاف ۞ اور پکاریں گے اے مالک! کہیں ہم کو فیصل کر چکے تیرا رب۔ وہ کہے گا، تم کو
مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٨﴾
رہنا ہے ف۱ ۞ ہم لائے ہیں تمہارے پاس سچا دین، پر تم بہت لوگ سچی بات سے برا مانتے ہو ۞
اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ
کیا انہوں نے ٹھہرائی ہے ایک بات تو ہم بھی کچھ ٹھہرا دینگے ف۴ کیا خیال رکھتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے ان کا بھید اور
نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٨٠﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ
مشورہ ۔ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ان کے پاس ہیں لکھتے ف۵ ، تو کہہ، اگر ہو رحمٰن کی
وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨١﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ
اولاد! تو میں سب سے پہلے پوجوں ۞ پاک ذات ہے وہ رب آسمانوں کا اور زمین کا صاحب
الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا
تخت کا، ان باتوں سے جو بناتے ہیں ۞ اب چھوڑ دے ان کو بک بک کریں، اور کھیلیں، جب تک ملیں
يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي
اپنے اس دن سے جس کا ان کو وعدہ ہے ۞ اور وہی ہے جس کی بندگی ہے آسمان میں، اور اسکی بندگی ہے
الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
زمین میں۔ اور وہی ہے حکمت والا سب جانتا ۞ اور بڑی برکت ہے اس کی جس کا راج ہے آسمانوں میں
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٥﴾
اور زمین میں، اور جو انکے بیچ ہے۔ اور اسی پاس ہے خبر قیامت کی۔ اور اسی تک پھر جاؤ گے ۞
وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ
اور اختیار نہیں رکھتے، جن کو یہ پکارتے ہیں، سفارش کا، مگر جس نے گواہی دی
بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ
سچی، اور انکو خبر تھی ف ۞ اور اگر تو ان سے پوچھے، کہ ان کو کس نے بنایا، تو کہیں گے اللہ نے،

Marfat.com

فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ

پھر کہاں سے اُلٹے جاتے ہیں؛ قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب! یہ لوگ ہیں کہ یقین نہیں لاتے ○ سو تو منہ پھیر

عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

ان کی طرف سے، اور کہہ سلام ہے اب آخر کو معلوم کر لیں گے ○

تنبیہ بر مخالفت از حق و بیانِ انعام و اکرام مطیعین و ذلت و ناکامی مجرمین

قال اللہ تعالیٰ فاختلف الاحزاب من بینھم الیٰ قولہ تعالیٰ فسوف یعلمون

(ربط) آیاتِ سابقہ میں مشرکین مکہ کے ایک لغو اور مہمل اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی دعوتِ توحید کا ذکر تھا اور یہ کہ ان کی زندگی کو اللہ نے اپنی قدرت کی ایک عظیم نشانی بنایا تھا۔ جب تک زمین پر رہے اللہ کی نشانیاں دکھاتے ہوئے اپنی قوم کو توحید ہی کی دعوت دی۔ اور جب قیامت کے قریب آسمان سے نزول فرمائیں گے تب بھی وہ یہی دعوت توحید دیتے ہوں گے۔ ان کی تعلیم و ہدایت میں نہ کوئی ابہام تھا اور نہ اس سے اختلاف کی کوئی گنجائش تھی۔ اب ان آیات میں اہل کتاب کے مختلف گروہوں اور ان کی حق سے مخالفت کا بیان ہے۔ اور ساتھ اس پر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اسے لوگوں کو اپنے انجام سے ہرگز غافل نہ ہونا چاہیئے۔ تو فرمایا۔

پھر مختلف گروہ ہو گئے ان کے درمیان حالانکہ اہل کتاب کو ایک ہی دین پر متفق ہونا چاہیئے تھا لیکن یہود ان کے منکر ہوئے اور نصاریٰ قائل ہوئے۔ مگر قائل ہونے اور عقیدت رکھنے کے باوجود خود نصاریٰ میں بہت سے فرقے ہو گئے۔ کسی نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ کسی نے ان کو تین خداؤں میں سے ایک کہا۔ اور کسی نے کہا ان اللہ ھو المسیح بن مریم کہ اللہ تو مسیح ہی ہے۔ سو ہلاکت ہے۔ ان ظالموں کے لئے ایک دردناک دن کے عذاب سے۔ قدرت کی نشانیاں اور مجرمین پر مختلف اوقات میں قہر و عذاب کا نزول تو اس امر کے لئے کافی تھا کہ ایسے لوگ عبرت حاصل کر لیتے لیکن افسوس ایسے لوگ کسی طرح بھی اپنی باغیانہ روش نہیں چھوڑتے تو کیا یہ بس قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر دفعۃً ناگہاں

Marfat.com

آجائے اور حال یہ کہ ان کو خبر بھی نہ ہو کہ قیامت آرہی ہے۔ قیامت کا دن جس لے چینی اور گھبراہٹ کا دن ہوگا۔ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دن تو ایسا ہوگا۔ تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہو نگے بجز ان لوگوں کے جو تقویٰ والے ہیں ہر دوست اپنے دوسرے دوست سے بیگانہ و بیزار ہوگا۔ البتہ اہلِ ایمان و تقویٰ دنیا کی دوستی کو وہاں بھی یاد رکھتے ہوئے اپنے دوستوں کو پوچھتے ہوں گے اور یاد کرتے ہوں گے ؏ تو ایسے ایمان و تقویٰ والوں کو پروردگار عالم کی طرف کہا جاتا ہوگا۔ اے میرے بندو کوئی خوف نہیں تم پر آج کے دن اور نہ ہی تم غمگین ہو گے میرا یہ پیغام مرے ان بندوں کے واسطے ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور ہمارے فرمانبردار رہے۔ ان کو ہماری طرف سے یہ بشارت ہے کہ داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں اس طرح کہ تم عزت و اکرام اور راحت و مسرت کے ساتھ ہو گھماتے جاتے ہوں گے۔ اور ان پر پیالے یا رکابیاں

؏ اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت علیؓ سے ایک روایت میں آنحضرت سے یہ بیان فرمایا کہ دو دوست ایماندار ہوں گے۔ اور دو دوست کافر۔ مؤمن دوستوں میں سے جب ایک کا انتقال ہوا اور اسکو جنت کی بشارت سنائی گئی تو اس نے اپنے دوست کو یاد کیا اور کہا کہ اے پروردگار فلاں میرا دوست مجھ کو تیری اطاعت و بندگی کا اور تیرے رسولؐ کی فرمانبرداری کا حکم کرتا تھا اور مجھ کو خیر پر آمادہ کرتا اور برائیوں سے روکتا تھا اور مجھ کو بتاتا تھا کہ میں تجھ سے ملاقات کرنے والا ہوں، تو اے اللہ! تو میرے اس مؤمن دوست کو میرے بعد گمراہی سے محفوظ رکھنا یہاں تک کہ تو اس ایسی ہی نعمتیں دیکھا دے جیسی نعمتیں تو نے مجھے دکھائیں۔ اور تو اس سے ایسے ہی راضی ہو جائے جیسے تو مجھ سے راضی ہوا۔ اس بات پر اس سے کہا جائیگا۔ کہ اگر تیرا ساتھی ایسا ہی ہے تو اس کے واسطے بھی یہی نعمتیں ہیں۔ پھر جب دوسرا ساتھی اس کا انتقال کریگا۔ تو دونوں کی روحیں جمع ہوں گی اور ہر ایک دوسرے کو کہے گا کہ تو میرا کتنا اچھا بھائی کتنا اچھا ساتھی اور کتنا عزیز دوست ہے اور اس کے بالمقابل کافر دوستوں میں سے ایک کا انتقال ہوا اور اس کو جہنم کی خبر دی گئی تو وہ کہے گا کہ اے پروردگار میرا فلاں دوست مجھے تیری اور تیرے رسولؐ کی معصیت کی ترغیب دیتا تھا اور مجھے شر پر آمادہ کرتا اور خیر سے روکتا تھا اور کہتا تھا کہ میں تجھ سے نہیں ملوں گا۔ تو اے اللہ تو اس کو ہدایت سے محروم رکھ اور ایسا عذاب دے جیسا تو نے مجھے دیا اور یہ کافر اپنے دوست پر غصہ ہوگا۔

اور اس پر لعنت و ملامت کرتا ہوگا۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر دو شخصوں کے درمیان اللہ کے لئے محبت ہو ان میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں ہو تو بھی اللہ ان دونوں کو قیامت میں جمع کریگا۔

Marfat.com

سونے کے اور آبخورے اور وہاں ان کے واسطے ہر وہ چیز ہوگی ۔ جس کے لئے ان کا دل چاہے اور ہر وہ چیز جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں ۔ وہ لذتیں جو اہل ایمان کو آخرت میں عطا کی جائیں گی ۔ اور اے میرے بندو ! تم ان جنتوں میں ہمیشہ رہو گے ۔ اور یہ جنتیں جن کا تمہیں وارث بنا گیا ہے ۔ ان اعمال کی وجہ سے جو دنیا میں کیا کرتے تھے ۔ تمہارے واسطے ان میں بہت سے پھل اور میوے جن کو تم کھاتے رہو گے ۔ اس کے برعکس مجرمین و نافرمانوں کی ذلت و مصیبت کا یہ عالم ہوگا کہ بے شک یہ مجرمین دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہنے والے ہوں گے ۔ اس حال میں کہ نہ وہ عذاب ان سے کسی وقت ہلکا ہوگا ۔ اور نہ منقطع ہوگا ۔ بلکہ مسلسل اسی شدت و عظمت کے ساتھ جاری رہے گا ۔ اور وہ اسی میں پڑے رہیں گے ۔ تمام امیدوں کے ختم ہوجانے کے بعد مایوسی کے عالم میں یہ سب کچھ بلاشبہ ان کے اعمال اور نافرمانیوں کا انجام ہے ۔ اور ہم نے تو ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے ۔

اہل جہنم جب ہر طرف سے مایوس ہو چکیں گے اور کسی طرح اس بات کی امید نہ رہے گی کہ یہ عذاب ٹل جائے یا کم از کم ہلکا ہی کر دیا جائے تو اس بیقراری میں داروغہ جہنم کی طرف متوجہ ہونگے اور پکاریں گے اے مالک اب ہم میں طاقت برداشت نہیں ۔ کہیں کہ ہم پر فیصلہ کردے آپ کا رب کہ ہمارا کام تمام ہی کر دیا جائے کہ یہ عذاب یا تو ہمارا قصہ ہی ختم کر دے یا ہم پر موت ہی آجائے تاکہ مر کر ہی اس مصیبت سے چھٹکارا نصیب ہوجائے مالک جواب دے گا ۔ ایک طویل وقت گذرنے کے بعد جبکہ عذاب کی شدت کے علاوہ جواب کے انتظار کی بھی مزید بے چینی ہوگی ۔ آگاہ ہوجاؤ بے شک تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اب چیخنے چلانے سے کوئی فائدہ نہیں ۔ ہم تو تمہارے پاس حق لیکر آئے ۔ لیکن تم میں سے بہت لوگ حق سے نفرت ہی کرتے رہے ۔

کفار مکہ کو چاہیئے کہ ان باتوں کو سنکر خدا کے عذاب سے ڈریں اس کی نافرمانی اور اس کے پیغمبر کی مخالفت و عداوت سے باز آجائیں اگر ایسا نہیں کرتے تو پھر سوچ لیں کیا انھوں نے ٹھیرالی ہے کوئی بات ؟ اگر اس پر یہ بھروسہ کرکے سمجھے بیٹھے ہوں کہ ہم کامیاب ہوجائیں گے اور اللہ کے پیغمبر کو ناکام بنادیں گے ۔ اگر ایسا ہے تو پھر سن لینا چاہیئے ۔ ہم بھی کوئی بات ٹھیرانے ہیں ۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ان کی تدبیر اور سازش اللہ کی تدبیر پر ہرگز غالب نہیں آسکتی کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم

Marfat.com

نہیں سنتے ہیں ان کے خفیہ راز اور ان کی آپس کی سرگوشیوں کو۔ بے شک ہم خوب جانتے ہیں اور خوب سنتے ہیں۔ اور ہمارے قاصد تو ان کے پاس ہر وقت موجود رہتے ہیں جو ان کی ہر بات اور ہر عمل لکھتے رہتے ہیں ہمارے سے ان کی کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ یہ بات دلائل قطعیہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ خدا ایک ہے۔ اس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اس لئے ایک اور طریقہ سے ان مشرکین مکہ پر حجت پوری کرنے کی غرض سے آپ کہہ دیجئے اگر بالفرض رحمٰن کے واسطے کوئی اولاد ہوتی تو میں ہوتا سب سے پہلے اس کو پوجنے والا اور اسکو خدا کے ساتھ شریک قرار دے لیتا۔ لیکن تم دیکھتے ہو کہ میں سوائے اللہ رب العزت کے اور کسی کی عبادت نہیں کرتا تو پھر اے نصاریٰ اور عرب کے مشرکو تم کیسے خدا کے واسطے اولاد تجویز کرتے ہو۔ خبردار ہرگز ایسا ممکن نہیں بلکہ پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب کی جو رب ہے عرشِ عظیم کا۔ پاکی ہے ہر اس عیب اور شرک کی بات سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

اس صورت حال میں کہ ان بدنصیبوں کی آنکھیں نہ کسی عبرت ناک واقعات سے کھلتی ہیں۔ اور نہ ہی دلائل و حقائق سے ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ تو چھوڑو ان کو یہ اپنی ان ہی بیہودہ باتوں میں منہمک رہیں۔ اور لہو و لعب میں پڑے رہیں۔ یہاں تک کہ یہ ملاقات کر لیں اپنے اس دن سے کہ جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ کسی بدنصیب کے انکار سے حق تعالےٰ کی ربوبیت اور شان کبریائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ پروردگار معبود ہے آسمان میں ہے اور وہی معبود ہے زمین میں بھی اور وہی ہے بڑی حکمت رکھنے والا باخبر۔ اور بڑی برکت و عظمت والی ہے وہ ذات جس کے واسطے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔ اور جو کچھ ان کے درمیان اس کی بھی ہے اور اسی کو ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف اے لوگو تم سب کو لوٹایا جائیگا۔ اس عظمت و کبریائی اور قدرت کاملہ اور تمام کائنات پر اس کی سلطنت و حکمرانی کے ہوتے ہوئے اگر چند احمق انسان خدا کی الوہیت کا انکار کریں یا دنیوی مال و متاع کے نشہ میں مغرور و بدمست ہو کر بیہودہ باتیں کریں تو اس سے نہ اللہ کی وحی پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے اور نہ کوئی اس کے پیغمبر کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اصل نقصان تو ان ہی مجرموں کو ہوگا کہ جب حق تعالےٰ کی گرفت میں آئیں گے۔ تو کوئی نہ بچانے والا ہوگا۔ اور نہ کوئی سفارش کر سکے گا۔ اور جن معبودوں کی یہ مشرکین عبادت کرتے تھے ان کے وہ معبود خود ان سے بیزار و متنفر ہوں گے اور حال یہ ہوگا نہیں قدرت رکھیں گے سفارش کی وہ معبود

Marfat.com

جن کو یہ پکارا کرتے تھے۔ اللہ کو چھوڑ کر مگر ہاں وہ جس نے گواہی دی حق کی اور حال یہ ہے کہ وہ جانتے تھے۔ اور اہل ایمان بیشک اپنے بھائیوں کے آخرت میں کام آئیں گے۔ اور ان کی شفاعت بھی کریں گے۔

عجیب بات ہے کہ حق تعالیٰ کی توحید والوہیت کا انکار کرنے والے خود دل سے اور اپنی فطرت سے اس کے معترف ہیں کہ در اصل اللہ ہی کائنات کا خالق و مالک اور اس کا نظام چلانے والا ہے۔ چنانچہ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو کہیں گے اللہ نے پیدا کیا ہے۔ تو پھر یہ لوگ کہاں بھٹک رہے ہیں۔ اللہ کے پیغمبر نے دعوت توحید میں کوئی کمی نہیں کی۔ ہر طرح سے سمجھایا۔ حقائق و دلائل پیش کئے۔ لیکن ہر دلیل اور معجزہ پر یہ انحراف و اعراض ہی کرتے رہے۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ خدا کا پیغمبر حسرت و نا یوسی کے عالم میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بے بسی کا شکوہ کرنے پر مجبور ہوں۔ اللہ نے اپنے پیغمبر کی مخلصانہ التجاء اور درد بھری آواز کی قسم کھاتے ہوئے اپنی رحمت و نصرت کی بشارت سنائی اور فرمایا۔ اور قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے میرے پروردگار۔ یہ قوم تو ایمان لانے کو تیار ہی نہیں تو اے ہمارے پیغمبر آپ ان باتوں پر رنجیدہ نہ ہوں اور ان سے درگزر کیجئے اور کہہ دیجئے سلام ہے اور عن قریب ہی یہ لوگ معلوم کرلیں گے کہ دنیا میں کس ذلیل ہوتے ہیں اور آخرت میں کیسے عذاب و مصائب میں مبتلا ہونا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے ان کلمات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور ان مجرموں کے ایمان نہ لانے پر جو صدمہ اور رنج تھا اس کو کم کرنے کی تلقین کے ساتھ لطیف انداز سے یہ بشارت دیدی گئی آپ کے دشمنوں اور مخالفوں کو اپنی اس عداوت و مخالفت کا انجام معلوم ہوجائے گا۔ اور اپنی آنکھوں سے اپنی ذلت و ناکامی اور اللہ کے پیغمبر کی فتح و نصرت کا مشاہدہ کرلیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ رب العزت نے قریش مکہ پر غلبہ عطا فرمایا یہود اور اہل کتاب بھی ذلیل و ناکام ہوئے یہاں تک کہ مکہ اور خیبر فتح ہوا۔ یہود ذلیل ہوتے غلام بنے اور جلا وطن ہوئے اور اس طرح اللہ کا یہ لکھا ہوا فیصلہ کتب اللہ لأغلبن انا و رسلی دنیا کی نظروں کے سامنے آکر رہا۔

والحمد للہ علیٰ ذالک صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ قد تم بحمد اللہ تعالیٰ تفسیر سورۃ الزخرف یوم الاثنین من شھر رجب ۱۴۰۱ھ اللھم وفقنی لاتمام ھذا التفسیر المبارک بفضلک ورحمتک انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم

آمین یارب العالمین

۶ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ بروز دوشنبہ
۱۱ مئی ۱۹۸۱ء

بندۂ ناچیز محمد مالک کاندھلوی
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ۔ لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ الآیۃ

حقائق و معارف کلام اللہ اور علوم قرآن کا جامع ذخیرہ

تفسیر
معارف القرآن

اتمام

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی مدظلہ

شیخ الحدیث - جامعہ اشرفیہ - لاہور

جلد دھم

تفسیر از سورہ ص تا سورہ دخان

شائع کردہ

مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد واقع جامعہ اشرفیہ لاہور

Marfat.com